مکتبہ اسلامیہ

ازدواجی زندگی کے اسلامی اصولوں
پر مشتمل دلکش اور بہترین کتاب
تحفۃ العروس

ازدواجی زندگی کے اسلامی اصولوں
پر مشتمل دلکش اور بہترین کتاب

تحفۃ العروس

تالیف: محمود مہدی استنبولی

ترجمہ: مولانا مختار احمد ندوی

تحقیق تخریج و تصحیح: حافظ ندیم ظہیر

مکتبہ اسلامیہ

فہرست

حرفِ اول

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ الأمین

أما بعد!

''تحفۃ العروس'' عصرِ حاضر کی مشہور ومعروف کتاب ہے، جس میں ازدواجی زندگی جیسے اہم اور نازک مسئلے کو موضوعِ بحث بنایا گیا ہے۔ صاحبِ کتاب نے کمال مہارت کا ثبوت دیتے ہوئے آیات، احادیث، آثار، تجربات اور مشاہدات کے ذریعے سے ازدواجی زندگی کے ان تمام پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے، جنھیں عموماً نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

دنیا میں ہر شخص یہ خواہش رکھتا ہے کہ اس کی ازدواجی زندگی امن وسکون اور محبت ومودت کا گہوارہ ہو، لیکن بسا اوقات یہ خواہش، حسرت بن کر دم توڑ دیتی ہے، کیونکہ میاں بیوی ان تعلیمات سے یکسر بے بہرہ ہوتے ہیں۔ جنھیں اسلام ایک ضابطۂ حیات کی صورت میں پیش کرتا ہے، لہٰذا کامیاب اور پُر وقار زندگی گزارنے کے لیے ضروری ہے کہ ہر مسلمان اپنی زندگی کو شریعتِ اسلامیہ کے قالب میں ڈھالنے کا عملی مظاہرہ کرے، اس لحاظ سے زیرِ نظر کتاب بہترین مدد ومعاون ثابت ہو سکتی ہے، کیونکہ ازدواجی مسائل میں اسے انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت حاصل ہے۔

''تحفۃ العروس'' اگرچہ پاک وہند میں متعدد بار چھپ چکی ہے، لیکن اب چند اضافی خوبیوں سے متصف آپ کے ہاتھوں میں ہے:

1. اصل عربی نسخہ سے تقابل وموازنہ
2. تمام آثار وروایات کی مکمل تخریج
3. صحت وسقم کے اعتبار سے ہر حدیث پر حکم
4. کتاب میں وارد بعض تسامحات کی تصحیح
5. اختلافی فقہی مسائل میں تطبیق اور راجح مسئلہ کی طرف راہنمائی

6 چند مفید مقامات کا مزید ترجمہ، جو مطبوع میں اختصار کی وجہ سے رہ گیا تھا۔

قارئین کرام! ہم نے حتی المقدور کتاب میں علمی، تحقیقی اور ادبی اعتبار سے نکھار پیدا کرنے کی کوشش کی ہے، جس سے یقیناً باذوق حضرات کی علمی تشنگی کو تسکین ملے گی۔

(ان شاء اللہ)

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولف، مترجم، راقم اور ناشر کی لغزشوں سے درگزر فرمائے اور اس کتاب کو ذریعہ نجات بنائے۔ (آمین)

حافظ ندیم ظہیر

25/5/10

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تقدیم

نیک عورت اس کائنات کی سب سے قیمتی اور حسین وجمیل چیز ہے۔ یہ وہ ابدی حقیقت ہے جس کا اظہار محسن کائنات حضرت محمد ﷺ نے ان الفاظ میں فرمایا ہے:

((اَلدُّنْیَا کُلُّھَا مَتَاعٌ وَّخَیْرُ مَتَاعِ الدُّنْیَا اَلْمَرْأَۃُ الصَّالِحَۃُ)) ❶

''دنیا پورے طور پر سرمایہ زندگی ہے اور دنیا کا سب سے اچھا سرمایہ نیک عورت ہے۔''

صنف نازک کی برتری کے لیے اس سے بڑی شہادت دنیا میں اب تک نہیں دی گئی ہے۔ ''عورت'' کائنات کی سب سے ''محبوب'' چیز ہے۔ انسان کی فطرتِ سلیمہ میں عورت کی صحبت سمو دی گئی ہے۔ اس دنیا کا سارا حسن و جمال عورت کے مقابلے میں ہیچ ہے۔ خالق کائنات کا ارشاد ہے:

﴿ زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّھَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ ﴾ (۳/ آل عمران: ۱٤)

''لوگوں کے لیے عورتوں کی محبت وخواہش سنوار دی گئی ہے۔''

آنحضرت ﷺ نے عورت ذات سے اپنی محبت کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا ہے:

((حُبِّبَ اِلَیَّ النِّسَاءُ وَجُعِلَتْ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ)) ❷

''میری فطرت میں عورت کی محبت ڈال دی گئی ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔''

آپ ﷺ نے عورتوں کے بارے میں ہمیشہ حسن سلوک اور لطف واحسان کی تاکید فرمائی:

((اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ خَیْرًا)) ❸

''عورتوں کو بھلائی کی تاکید کرتے رہو۔''

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب خیر متاع الدنیا......، ح ١٤٦٧؛ سنن النسائی، کتاب النکاح، باب المرأۃ الصالحۃ، ح ٣٢٣٤؛ سنن ابن ماجه، کتاب النکاح، باب افضل النساء، ح ١٨٥٥۔ ❷ اسنادہ حسن، سنن النسائی، کتاب عشرۃ النساء، باب حب النساء، ح ٣٣٩٢، ٣٣٩١؛ مسند احمد، ٣/ ١٢٨، ح ١٢٢٩٣؛ المستدرك للحاكم، ٢/ ١٦٠۔

❸ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الوصاۃ بالنساء، ح ٥١٨٦۔

آپ نے آخری وصیت نماز اور عورت ہی کی نگہداشت کے بارے میں فرمائی ہے:

((اَلصَّلٰوۃُ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ)) [1]

''نماز اور جو (عورتیں) تمہاری ملکیت میں ہیں ان کی حفاظت کرو۔''

انسان کے اعلیٰ کردار کا معیار اہل وعیال کے ساتھ حسن سلوک ہی کو قرار دیا ہے۔فرمایا:

((خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِهٖ وَاَنَا خَیْرُکُمْ لِاَھْلِیْ)) [2]

''تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل وعیال کے لیے بہتر ہو اور میں اپنے اہل وعیال کے حق میں تم سب سے بہتر ہوں۔''

عورت کی فلاح وترقی اور اس کے حقوق کی حفاظت وضمانت صرف اسلام میں ہے پیغمبر اسلام آنحضرت ﷺ کی تعلیم عورت کے لیے سب سے بڑی رحمت ہے۔عورت مرد کے لیے اور مرد عورت کے لیے ''لباس'' ہے۔دونوں کا ایک دوسرے سے چولی دامن کا ساتھ ہے۔دونوں کی جنس مختلف ہونے کے باوجود دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں۔ایک کا سکون دوسرے سے وابستہ ہے۔یہ دونوں فرد ''اکائی'' ہونے کے باوجود ''زوج'' (جوڑا) ہیں۔ان کا ایک دوسرے سے الگ رہنا فطرت کے تقاضوں کو تار تار کرنا ہے۔اس لیے کہ دونوں اپنی ذات سے ایک دوسرے کا جزو ہیں۔

﴿وَمِنْ اٰیٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْٓا اِلَیْهَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ ۝۲۱﴾

(۳۰/ الروم: ۲۱)

''اور اسی کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس کی عورتیں پیدا کیں تاکہ تم ان کی طرف (مائل ہوکر) آرام حاصل کرو اور تم میں محبت اور مہربانی پیدا کردی جو لوگ غور کرتے ہیں ان کے

[1] اسنادہ ضعیف، سنن ابن ماجه، کتاب الوصایا، باب وهل أوصی رسول الله ﷺ، ح ۲۶۹۷، ۲۶۹۸؛ مسند احمد، ۳/ ۱۱۷ ح ۱۲۱۶۹ قتادہ مدلس راوی ہیں اور سماع کی صراحت نہیں جبکہ ام موسیٰ مجہولہ ہے۔ [2] حسن، سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب فضل عائشة رضي الله عنها، ح ۳۸۹۵؛ سنن ابن ماجه، کتاب النکاح، باب حسن معاشرة النساء، ح ۱۹۷۷ وصححه ابن حبان (موارد): ۱۳۱۵ والحاکم، ۳/ ۱۷۳ ووافقه الذهبی۔

لیے ان باتوں میں (بہت سی) نشانیاں ہیں۔"

دونوں کی جنس، زبان، رنگ اور خصوصیت مختلف ہونے کے باوجود ایک دوسرے کے لیے محبت، پیار اور سکون وطمانیت کا سبب ہیں۔

﴿ وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ﴾ (۳۰/ الروم:۲۱)

"اور تم میں محبت اور مہربانی پیدا کی۔"

اسلام نے عورت کو مرد کے ساتھ ایمان، روحانیت اور نکاح کے شرعی رشتے سے باندھ رکھا ہے اور اسے آزاد حیوانی زندگی گزارنے سے منع کیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ)) [1]

"جوانو! تم میں سے جس کو شادی کی قوت ہو اسے شادی کر لینا چاہیے کیونکہ شادی سب سے زیادہ نگاہ کو پست کرتی ہے اور شرمگاہ کی حفاظت کرتی ہے۔"

عورت کے مقابلہ میں مرد کی حیثیت زیادہ ذمہ دار اور بااختیار بنائی گئی ہے۔ کیونکہ مرد عورت کے مقابلہ میں عقل و طاقت، قیادت اور کسب و انتاج کے اعتبار سے زیادہ برتر اور باصلاحیت ہے۔ مرد فاعل ہے عورت منفعل ہے۔

﴿ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ﴾ (٤/ النساء: ٣٤)

"مرد عورتوں کے نگراں اور حاکم ہیں، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک صنف (قوی) کو دوسری صنف (ضعیف) پر بڑائی دی ہے اور اس لیے کہ مرد عورتوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔"

مرد عورت کا ولی اور سرپرست ہے، وہ اس کا مربی اور کفیل ہے۔ عورت اپنی فطری کمزوری، عقلی نقص اور تجربہ کی کمی کی بنا پر اپنی زندگی کے اہم فیصلوں میں مرد کی سرپرستی کی محتاج

[1] صحيح بخاري، كتاب النكاح، باب من لم يستطع الباءة فليصم، ح ٥٠٦٦؛ صحيح مسلم، كتاب النكاح، باب استحباب النكاح لمن تاقت نفسه إليه......، ح ١٤٠٠؛ سنن النسائي، كتاب الصيام، باب ذكر الاختلاف على محمد بن أبي يعقوب......، ح ٢٢٤١، ٢٢٤٢۔

ہے خاص طور پر نکاح کے معاملہ میں۔ عورت کو جہاں شوہر کے انتخاب اور رضا مندی کا حق حاصل ہے وہیں ولی کے بغیر اس کو اپنا خود بخود نکاح کرنے سے بھی روکا گیا ہے اس لیے کہ اس نازک ذمہ داری کو مرد ہی نباہ سکتا ہے اور عورت کو اتنے بڑے اقدام کے لیے آزادی نہیں دی گئی ہے اور وہ اپنے ولی مثلاً: باپ، بھائی، دادا، چچا، ماموں غرض اپنے محرم رشتہ داروں کی اجازت اوران کی مرضی کے بغیر نکاح نہیں کر سکتی۔ اسلام کا واضح اصول ہے:

((لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ)) [1]

"ولی کے بغیر نکاح ہوگا ہی نہیں۔"

نیز فرمایا:

((أَيُّمَا امْرَأَةٍ نَكَحَتْ بِغَيْرِ إِذْنِ وَلِيِّهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ))

"جس عورت نے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر خود ہی نکاح کرلیا تو اس کا نکاح باطل ہے۔" [2]

اسی طرح نکاح فسخ کرنے کا حق صرف مرد کو حاصل ہے عورت کو نہیں۔ عورت اگر کسی کی منکوحہ ہے تو جب تک مرد طلاق دے کر اسے اپنے نکاح سے علیحدہ نہیں کر دے گا کوئی مسلمان عورت دوسرے مسلمان مرد کے لیے حلال نہیں ہو سکتی۔

سول میرج (لو میرج) شرعی نکاح نہیں ہے۔ اگر کوئی شادی شدہ عورت ہندوستان کی کسی بھی لادینی عدالت میں جھوٹ بول کر گواہی دے دے کہ وہ شادی شدہ نہیں اور کسی دوسرے مرد سے نکاح کر لے تو شرعاً یہ نکاح نہیں بلکہ زنا ہے اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی اولاد ولد الزنا (حرامی) ہے اور جب تک عورت اس حالت پر قائم رہے گی اس وقت تک وہ حرام زندگی کی مرتکب ہوگی۔

ایسی بے حیا، دین فروش عورت اپنے اور اپنے خاندان اور ملک و سماج کے لیے لعنت

---

[1] صحیح، سنن ابی داود، کتاب النکاح باب فی الولی، ح ۲۰۸۵؛ سنن الترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء لا نکاح الا بولی، ح ۱۱۰۱؛ سنن ابن ماجه، کتاب النکاح، باب لا نکاح الا بولی، ح ۱۸۸۰، ۱۸۸۱۔ [2] صحیح، سنن ابی داود، کتاب النکاح، باب فی الولی، ح ۲۰۸۳؛ سنن الترمذی، کتاب النکاح، باب لا نکاح الا بولی، ۱۱۰۲؛ سنن ابن ماجه، کتاب النکاح، باب لا نکاح الا بولی، ح ۱۸۷۹،

ہے اور جب تک وہ اس حرام رشتے کو منقطع کر کے حلال زندگی نہ گزارنے لگے شرعاً اس سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہیے۔ اس لیے کہ کسی منکوحہ عورت سے نکاح کرنا حرام ہے۔

عورت سے اجازت اور اس کی رضامندی

شوہر کے انتخاب کا آخری حق عورت کا ہے۔ جب تک وہ راضی نہ ہو جبری نکاح جائز نہیں۔ لیکن جب عورت نکاح کے لیے اپنی رضامندی کا اظہار کر دے اور نکاح ہو جانے کے بعد رخصتی سے پہلے شوہر سے ملنا جلنا خط و کتابت اور پیام و سلام کا سلسلہ شروع کر دے تو یہ اس کی شرعی رضامندی مانی جائے گی اور وہ عورت منکوحہ تصور کی جائے گی۔ اس کے بعد طلاق لیے بغیر کسی اور کے ساتھ کوئی بھی حیلہ کر کے وہ نکاح نہیں کر سکتی۔ اگر اس نے عدالت میں جھوٹا بیان دے کر چپکے سے کسی اور کے ساتھ نکاح کر لیا تو وہ شرعاً باطل اور حرام ہوگا۔ اس کی ازدواجی زندگی حرام اور زنا قرار دی جائے گی۔ یہ ایک ایسی واضح حقیقت ہے جس پر کسی عام مسلمان کو بھی شک نہیں کرنا چاہیے۔

کالج گرل

آج کل کالجوں کی لادینی مخلوط تعلیم کی بنا پر، بہت سی منکوحہ لڑکیاں خاندان، شریعت و سماج کے قانونی و اخلاقی بندھنوں سے آزاد ہو کر اپنے خاندانی رشتۂ ازدواج سے انکار کر دیتی ہیں اور خود تن تنہا اپنی من مانی شادی جس سے چاہتی ہیں سول میرج کے ذریعے سے اپنا اور اپنے خاندان و سماج کا منہ کالا کرتی ہیں۔ بلا شبہ یہ اسلام اور شریعت محمدیہ (ﷺ) سے کھلی بغاوت ہے۔ ایسی آوارہ و بے لگام لڑکیاں اپنے ماں باپ اور خاندان و ملت کے لیے بدنما داغ ہیں۔

اسلام عورت کا حقیقی محافظ

عورت کا استحصال شروع سے ہی دنیا میں کیا جا رہا ہے۔ اس نام نہاد ماڈرن دنیا میں سب سے زیادہ ظلم عورت ہی پر کیا گیا ہے۔ اسے صرف جنسی تسکین کے لیے ہر شکل میں استعمال کیا جا رہا ہے۔ عورت کا فطری تقدس اور اس کی نسوانی حرمت صرف اسلام کے قلعے میں محفوظ ہے۔ اسلام نے عورت کی فطری کمزوری کو اپنے حسن مدارات، لطف و عنایات اور اعلیٰ احکام و ہدایات سے دور فرمایا اور اسے اپنی آغوش رحمت میں لے کر بیوی کا پیار، ماں کا تقدس، بہن کی محبت، لڑکی کی تربیت اور ابدی ضمانت و حمایت عطا فرمائی۔

تحریک آزادئ نسواں

آج یورپ میں حیوانی تمدن نے عورت کی آزادی اور مساوات کے نام پر عورت کی ساری متاع حیات لوٹ لی اور عورت صرف مرد کا کھلونا اور اس کی ہوس کا نشانہ اور جنسی تسکین کا ذریعہ بن کر رہ گئی ہے۔ عورت کی آزادی کے نام پر عورت کو اس کی فطرت سے آزاد کر دیا گیا۔ اب عورت اپنی تمام خصوصیات سے آزاد ہو چکی ہے جس کے بدترین نتائج یورپ کی راہ سے ساری دنیا میں پھیل چکے ہیں۔ ظاہر ہے قدرت نے جن بندھنوں کو مضبوط باندھا تھا انہیں ڈھیلا کر دیا جائے تو زندگی کی گاڑی اپنے کل پرزوں کے ساتھ تتر بتر ہو کر رہ جائے گی اور سارا عائلی نظام درہم برہم ہو کر رہ جائے گا۔ دنیا اس واہمہ کو آج حقیقت کے روپ میں دیکھ رہی ہے جو دراصل نتیجہ ہے عورت کا اسلام سے بغاوت وانحراف کا۔

تحفۃ العروس

زیر نظر کتاب ''تحفۃ العروس'' عورت کے مذہبی، سیاسی، تمدنی اور معاشرتی جملہ حقوق و امور پر ایک جامع، مستند اور تحقیقی مجموعہ ہے جو عورت کی زندگی کے تمام چھوٹے بڑے مسائل پر فیصلہ کن بحث کرتی ہے۔ اردو زبان میں عورت کے موضوع پر اتنی دلکش، جامع اور دلچسپ کتاب پہلی بار منظر عام پر آ رہی ہے۔ مؤلف کتاب کا انداز بیان اتنا دلچسپ اور من پسند ہے کہ اسے ایک مرتبہ شروع کرنے کے بعد ختم کیے بغیر رہا نہیں جاسکتا۔

عورت کی ازدواجی زندگی کے تمام چھوٹے بڑے مسئلوں پر ایسی سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور اسے کتاب وسنت کی روشنی میں اتنی وضاحت سے ثابت کیا گیا ہے کہ ہر عامی و عالم کے دل میں بات حقیقت بن کر اتر جاتی ہے۔

پھر اکثر مسائل کو زندہ مثالوں، دلچسپ واقعات اور عملی تجربوں سے اس طرح تطبیق دے دی گئی ہے کہ ہر دعویٰ خود اپنی دلیل اور ہر مسئلہ عملی مثال بن گیا ہے۔ یہ ہماری گھریلو زندگی پر ایسا چسپاں ہوتا ہے جیسے گھر کی بات اوراق پر آ گئی ہے اور دل کی بات کتاب کی زبان سے کہہ دی گئی ہے۔

اس کتاب میں صنف نازک کی جنس، اس کی حقیقت، اس کی تربیت، عورت کی اسلامی حیثیت، تعلیم، نکاح، رخصتی، شادی بیاہ کی رسومات، گھریلو زندگی کے حقائق، مرد وزن کے فطری

تعلقات، کامیاب جنسی زندگی کے راز، خوشحالی و مطمئن معاشرہ کی تشکیل کے قرآنی دستور، مہر، طلاق، نفقہ اور حقوق و واجبات، غرض عورتوں سے متعلق جملہ امور پر سیر حاصل مدلل و محقق اور دلچسپ بحث کی گئی ہے۔

عورتوں کے لیے سونے کا استعمال

کتاب میں عورتوں کے لیے سونے کے زیورات کا استعمال نہ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ یہ دراصل شام کے مشہور محدث اور عالم علامہ شیخ ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق اور ان کے فتویٰ پر اعتماد کرتے ہوئے مشورہ دیا گیا ہے۔

عورتوں کے لیے سونے کے استعمال کے جواز و عدم جواز کا مسئلہ علمائے اسلام میں مختلف فیہ رہا ہے۔ علامہ البانی نے اس مسئلہ میں اپنی تحقیقی رائے دوٹوک پیش کر کے ثابت کیا ہے کہ سونا مردوں کی طرح عورتوں کے لیے بھی استعمال کرنا حرام ہے۔ چنانچہ عرب کے بہت سے سلفی علما آج بھی اسی کے قائل ہیں۔ ویسے ہندو پاک کے علما کی اکثریت عورتوں کے لیے سونے کے استعمال کو جائز قرار دیتی ہے۔ (اور یہی راجح ہے۔)

کتاب کا مخصوص انداز بیان

بعض جنسی مسائل کے بارے میں کتاب کے مصنف نے کہیں کہیں قلم کو بہت آزاد اور زبان کو عیاں اور اسلوب ولہجہ کو عریاں کر دیا ہے۔ بات حقیقت ہے لیکن ذرا بے باکی بلکہ بے حجابی کے ساتھ کہہ دی گئی ہے جو ممکن ہے بعض حضرات کو ناگوار گزرے۔

میں نے کتاب کے بیشتر حصوں سے اس بے باکانہ انداز کو ختم کر ڈالا ہے۔ بلکہ بعض بحثوں کو تو سرے سے کتاب سے ہی خارج کر دیا ہے۔ پھر بھی کہیں کہیں اس کی چاشنی پائی جاتی ہے اور بعض مقامات پر قارئین ذرا عریانیت اور زبان و قلم کی بے باکی کا احساس کریں گے۔ جس کے لیے ہم ناظرین سے مؤلف کتاب کی طرف سے معافی و معذرت کے خواستگار ہیں۔

کتاب کے مؤلف

علامہ محمود مہدی استانبولی، شام کے مشہور اہلحدیث عالم ہیں۔ آپ اپنے سلفی عقیدہ اور کتاب و سنت پر تمسک، عدم تقلید اور رد شرک و بدعات میں بہت سرگرم اور بے حد جری اور بے

باک مجاہد ہیں۔

راقم الحروف کے ان کے ساتھ بہت ہی مخلصانہ اور قدیم تعلقات ہیں اور جب بھی ملاقات ہوئی انہوں نے ''تحفۃ العروس'' کے اردو ترجمہ اور اس کی طباعت واشاعت کا مطالبہ کیا۔

الحمدللہ کتاب ہدیۂ ناظرین کی جارہی ہے۔ امید ہے اردو زبان میں کتاب کا زبردست خیر مقدم کیا جائے گا اور اسے ہند و پاک میں عورتوں کے مسائل کا بہترین گلدستہ اور قیمتی نسخہ تصور کیا جائے گا۔

ادارہ الدارالسلفیہ نے اسلامیات پر جو عظیم لٹریچر تیار کیا ہے یہ کتاب اس سلسلۃ الذہب کی قابل فخر کڑی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو باعث خیر و برکت بنائے اور اس کا نفع عام فرمائے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَ أَصْحَابِهِ أَجْمَعِيْنَ۔

والسلام

خادم الکتاب والسنۃ

مختار احمد ندوی

ازدواج بندوں پر اللہ کی ایک نعمت ہے [1]

آیات قرآنی

﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴾

(۳۰/ الروم: ۲۱)

''اور اس کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے (ایک نشانی) یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس کی عورتیں [2] پیدا کیں تا کہ تم ان کی طرف مائل ہو کر سکون [3] حاصل کرو اور تم میں محبت اور مہربانی پیدا کی بلاشبہ اس میں ان

---

[1] زمین پر گزرنے والی اس زندگی میں لطف کا سامان نہ رہے تو یہ سخت بے کیف اور خشک رہتی ہے اس لیے حکمت الٰہی یہ ٹھہری کہ زندگی کے ہر فطری گوشہ کو لطف و شادمانی کے اسباب سے پُر رکھا۔ اس حکمت پر غور و خوض کرنے سے انسان فرحت اور انبساط کی حقیقت اور اس کی غرض و غایت کو بخوبی سمجھ سکتا ہے اور یہ معلوم کر سکتا ہے کہ لطف اٹھانا کوئی چیز نہیں بلکہ اس کی حیثیت محض ذریعہ اور واسطہ کی ہے اور اصل مقصود اس سے کہیں زیادہ قیمتی اور باعزت ہے اور مقصد جتنا بیش قیمت اور باعزت ہوتا ہے اس کے ذرائع بھی اتنے ہی معزز اور قیمتی ہوتے ہیں۔ (ازدواجی زندگی)

[2] قدیم زمانے میں عورت بیوی کے بجائے ایسا جانور تھی جس میں روح نہ ہو پھر سب سے پہلے فرانس کی ایک کانفرنس ۵۸۶ء میں اس کے ساتھ انصاف کی سب سے پہلی جو کوشش کی گئی، اس میں یہ طے کیا گیا کہ یہ جانور نہیں انسان ہے جس کو مردوں کی غلامی کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ لیکن قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ کی روشنی میں جسے آنحضرت ﷺ نے آج سے چودہ سو سال پہلے پیش کیا اور جو بیک وقت روشنی، نرم روی، سچائی اور توانائی کا سرچشمہ ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورت اللہ رب العزت کی ان گنت نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے جس کو اس نے کسی اور مٹی سے نہیں، خود مرد کے بدن سے بنایا تا کہ یہ اس کی خدمت گزار بن کر نہیں بلکہ اس کی شریک حیات بن کر شانہ بشانہ زندگی کے دن گزارے۔ چنانچہ ارشاد ہوا: ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ ... الخ﴾ عورت اس لیے پیدا کی گئی تا کہ مردوں کو اس سے سکون اور راحت ملے اور سکون ایک خاص قسم کی نفسانی کیفیت اور پوشیدہ احساس کا نام ہے اور اس سعادت سے جو کوئی بہرہ ور ہوتا ہے، پورا سماج بھی اس سے شادکام ہوتا ہے اور جس طرح جلوت کا نفع عام ہوتا ہے، خلوت میں اس کی وجہ سے وہ محبت میسر آتی ہے جس میں کسی تصنع یا بناوٹ کا شائبہ تک نہیں پایا جاتا۔ بہر کیف زندگی کا یہی وہ لائق احساس اور ضروری سرمایہ ہے جو مردوں کو صرف عورت کی آغوش میں مل سکتا ہے کہیں اور نہیں۔ (گھر اور سماج میں عورت کا مقام: ص ۳۷، از بہی الخولی)

[3] شب زفاف میں قربت کے بعد ایک عورت نے اپنے شوہر کی آغوش میں خود کو دیتے ہوئے کہا میں اپنا سکھ چین تمہارے پاس رہن رکھتی ہوں لیکن یہ نہیں جانتی کہ اسے تم سے وصول کیونکر کروں گی؟ شوہر نے جواب دیا (مطمئن رہو) بخوبی وصول ہوگا، کیونکہ یہ سکھ چین تمہارے وجود کی شکل میں میری آغوش میں ہر گھڑی موجود رہے گا۔

لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو (غورو) فکر کرتے ہیں۔"

﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِیَسْكُنَ اِلَیْهَا ۚ﴾ (۷/ الاعراف: ۱۸۹)

"وہ اللہ ہی ہے جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا تا کہ وہ اس سے سکون [1] (خاطر) حاصل کرے۔"

نکاح کی ترغیب

آیات قرآنی

﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ ؕ﴾ (٤/ النساء: ٣)

"تو جو عورتیں پسند ہوں ان میں سے دو دو اور تین تین اور چار چار عورتوں سے نکاح [2] کرلو۔ پھر اگر تم کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ کئی عورتوں میں انصاف نہ کر

---

[1] اس آیت مبارکہ میں قرآن پاک نہایت وضاحت کے ساتھ پرسکون، نرم وشیریں اور جذبات سے بھرپور زندگی کا نقشہ کھینچتا ہے۔ وہ بتاتا ہے کہ بیوی کی آغوش وہ شبستان ہے جہاں معاش کی فکر میں سرگرداں، جان توڑ محنت، مسلسل بھاگ دوڑ اور دن بھر کی جاں گسل محنت کے بعد شوہر سکھ چین کی گھڑیاں گزارتا ہے اور تھک کر چور ہو جانے کے بعد از سر نو تازہ دم ہوتا ہے شوہر کی تمام تر خواہش یہ ہوتی ہے کہ زندگی کی یہ ہم سفر جب بھی اس سے ملے اس کا چہرہ تروتازہ، گلاب کی طرح شاداب، پھول کی طرح کھلا ہوا اور ہشاش بشاش رہے۔ اس کے کان گوش برآواز ہوں، دل محبت سے سرشار ہو، بات کرے تو نرمی اور شیرینی سے اس طرح ہم کلام ہو جس سے غم غلط ہو اور ساری تھکن جاتی رہے معلوم ہوا کہ بیوی راحت وسکون کا وہ گہوارہ ہے جہاں اس کے شوہر کو سکون نصیب ہوتا ہے اس کی ہمدردی اور محبت کی پاکیزہ چھاؤں میں اس کی خواہشات کو تسکین ملتی ہے دل حرام کاری سے بچتا ہے ایک ایک عضو کو ذلت اور حقارت کی گندگی سے نجات ملتی ہے اور اس طرح پورا بدن تباہی اور ہلاکت کے گڑھے سے نکل آتا ہے۔ (اسلام اور مرد وعورت کی زندگی: ص ۲۱، ۲۲، از محمود بن شریف)

قارئین ملاحظہ فرمائیں! آیا جو عورتیں گھروں سے دور لمبے عرصے تک محنت مشقت کا کام کرتی ہیں کیا یہ عورتیں شوہر کے درد کا درماں یا اس کی تھکن اور غموں کا مداوا بن سکتی ہیں؟

[2] اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ نکاح کرنا فرض ہے۔ اس کے باوجود مالدار حلقوں (اور مغرب زدہ طبقوں) میں اکثر و بیشتر نکاح کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ اس سے غفلت اور اعراض برتا جاتا ہے۔ نکاح کرکے اس پر ندامت کا اظہار کیا جاتا ہے اور محض ہنسی، دل لگی، لہو ولعب اور بے ہودہ افسانوں سے متاثر ہو کر اس کے ساتھ تمسخر اور ٹھٹھہ کیا جاتا ہے۔ =

سکو گے تو ایک عورت (کافی ہے) یا لونڈی جس کے تم مالک ہو۔"

﴿هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ط﴾ (۲/ البقرۃ:۱۸۷)

"وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کے لباس ہو۔" ❶

= ظاہر ہے یہ روش بندوں کو اللہ کی راہ سے دور لے جاتی ہے اور اس اہم فریضہ کی بابت لازمی عظمت، تقدس اور احترام کو دلوں سے کھرچ کر پھینک دیتی ہے جس کو اللہ نے اپنی کتاب میں اہمیت کے ساتھ مشروع قرار دیا ہے اور اس پر خاطر خواہ زور دیا ہے۔ (ازدواجی زندگی)

❶ امام طبری نے اس آیت کے تحت نکتہ کے طور پر کیا خوب لکھا ہے، فرماتے ہیں: ﴿هن لباس لكم﴾ زن و شوہر ہر کوئی دوسرے کے حق میں بمنزلہ پوشاک کے ہے کیونکہ ہم خوابی کے وقت ان کی پوشاک اتر جاتی ہے اور دونوں ایک لباس میں ملتے ہیں اور باہم اس طرح ہم آغوش ہوتے ہیں جیسے بدن کا لباس بدن سے ملا ہوتا ہے۔ (تفسیر طبری، ۳/۴۸۹) جب دو آدمی ایک دوسرے سے اس طرح گھل مل جاتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ وہ ایک قالب ایک پوشاک کی طرح ہم آہنگ ہیں یا ایک دوسرے کے لیے پوشاک کا درجہ رکھتے ہیں۔ کیونکہ پوشاک بھی (پردہ پوشی) اور سکون کا باعث ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا﴾ (۲۵/ الفرقان: ۴۷)

"وہی تو ہے جس نے رات کو تمہارے لیے پردہ (کا وقت) بنایا۔"

یعنی تسلی کا باعث بنایا جس سے تم سکون پاتے ہو۔ عموماً ہر آدمی کے حق میں اس کی بیوی کا یہی حال ہوتا ہے۔ اس کے سہارے اسے سکھ چین اور سکون قلب نصیب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا﴾ (۷/ الاعراف: ۱۸۹)

"اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا تا کہ وہ اس سے سکون (خاطر) حاصل کرے۔"

اس طرح گویا ساتھ ساتھ رہائش اور سکونت ہونے کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کے لیے آڑ اور بمنزلہ پوشاک کے بن جاتے ہیں۔

سید محمد قطب اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"زن و شوہر کے درمیان استوار رابطے کو حسین و لطیف پیرائے میں بیان کرتے ہوئے قرآن کریم کہتا ہے: ﴿هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ﴾ گنتی کے ان چند لفظوں میں آن واحد میں جسم اور روح کے درمیان تعلق کو عجیب و غریب انداز سے بیان کیا گیا اور بتایا گیا کہ لباس کو انسان کے بدن میں زبردست اہمیت حاصل ہے۔ لباس اس کے لیے آڑ اور پردہ کا کام دیتا ہے اور یہی لباس اس کے قد و قامت پر اس طرح فٹ ہوتا ہے کہ نہ کہیں سے چھوٹا ہوتا ہے، نہ بڑا ہوتا ہے۔ پھر زن و شوہر ایک دوسرے سے قطعی ہم آہنگ ہوتے ہیں۔ جب ان کا آپس میں ملاپ ہوتا ہے تو دونوں اس طرح یک جان دو قالب ہوتے ہیں اور یوں آپس میں شیر و شکر ہو جاتے ہیں کہ کچھ پتا نہیں چلتا کہ کس کی حد کہاں اور کس کا زاویہ کیا ہے؟ اور اس مضبوط ملاپ کے لیے دونوں ہی بے قرار ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کی طرف اس طرح کھنچے آتے ہیں جیسے کپڑا پہننے والا کپڑے کی طرف کھنچتا ہے۔ =

احادیث نبوی ﷺ

”بندہ ❶ جب نکاح کر لیتا ہے تو اس کا آدھا دین مکمل ہو جاتا ہے۔ اب باقی آدھے

== علاوہ ازیں دونوں آڑ ہیں ہمیشہ ایک دوسرے کی آڑ اور پشت پناہ بنتے ہیں۔ جسمانی طور پر پردہ پوشی اور حفاظت کا سامان ہوتے ہیں اور روحانی اور نفسیاتی لحاظ سے ایک دوسرے کا سہارا ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک دوسرے پر مر مٹنے والے کسی جوڑے کے بارے میں کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ان میں سے کون کس سے محبت کرتا ہے پھر ان میں سے ہر کوئی دوسرے کی عزت، عصمت، جان، مال اور اس کے سربستہ رازوں کی سختی سے حفاظت کرتا ہے اور یہ پسند نہیں کرتا کہ کوئی راز آشکار ہو اور کوئی اسے آنکھوں سے دیکھ لے، یا کانوں سے سن لے۔ یونہی دونوں ایک دوسرے کی ڈھال ہوتے ہیں۔

ایک دوسرے کو برائی سے بچانے کے لیے اس طرح سینہ سپر ہو جاتے ہیں جیسے تن کا کپڑا پہننے والوں کو دوپہر کی تمازت اور سردی کی شدت سے بچاتا ہے۔ مزید برآں یہ دونوں تن زیب پوشاک کی طرح ایک دوسرے کے تن بدن اور قد و قامت پر چسپاں ہوتے ہیں۔ پوشاک پہن کر ہر کوئی سکھ کا سانس لیتا ہے اور اپنے دائرہ عمل میں سرگرم اور چاق و چوبند ہوتا ہے۔ لباس پہن کر زیب و زینت اور حسن و جمال کی دولت سے مالا مال ہوتا ہے، جس سے دیکھنے والوں کو شادمانی اور مسرت ہوتی ہے۔

اس لیے اس قدر گہرے اور پھیلے ہوئے مفہوم کی منظر کشی کے لیے غالباً تشبیہ کے اس ایک جملہ سے بہتر کوئی جملہ نہیں ہو سکتا۔ پھر چونکہ مرد و عورت کے درمیان رابطہ اس حد تک گہرا ہوتا ہے اس لیے کہ ان کا ایک دوسرے سے ملاپ ناگزیر ہے۔ تاکہ ایک دوسرے کا لباس ہوں، ایک کو دوسرے سے خوبصورتی اور کمال حاصل ہو۔ پردہ پوشی اور ذاتی حفاظت کے لیے دونوں ہی ایک دوسرے سے وابستہ اور پیوستہ رہیں۔

(انسان، اسلام اور مادیت کی کشمکش کے درمیان: ص ۴۲۹)

❶ نکاح کے ذریعے سے مسلمان کی زندگی کی آدھی غرض اور اس کا آدھا انجام کار منضبط ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اس کے لیے سب سے پہلے وہ اپنے لیے مناسب رفیقۂ حیات منتخب کرنے کا اہتمام کرتا ہے۔ باریک بینی سے اس کی جستجو اور تلاش کرتا ہے۔ شریعت کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق اس کے لیے استخارہ کرتا ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ دو رکعت نماز ادا کر کے رسول اللہ ﷺ سے منقول دعا پڑھتا ہے اور یہ یقین کرتا ہے کہ اس کے بعد جو کچھ ہوگا، اس کے حق میں ٹھیک ہی ہوگا۔ (ان شاء اللہ) صحیح بخاری میں استخارے کی حسب ذیل دعا درج ہے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ۔ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ۔ اَوْقَالَ: عَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِهٖ۔ فَاقْدُرْهُ لِیْ (اَیْ اِقْضِ لِیْ بِهٖ وَهَیِّئْهُ) وَیَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْهِ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ۔ اَوْ قَالَ: عَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِهٖ۔ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدُرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ)) (صحیح بخاری: ۱۱۶۲) ==

دین کے متعلق اسے اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیے۔'' [1]

''دنیا ایک پونجی ہے اور دنیا کی سب سے بہتر پونجی نیک بیوی ہے۔'' [2]

''اے اللہ! میں تیرے علم کی مدد سے بھلائی طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت کی مدد سے مقدرت مانگتا ہوں اور تجھ سے تیرے فضل عظیم کا سوال کرتا ہوں۔ بیشک تو ہی قدرت رکھتا ہے اور میں نہیں رکھتا اور تو ہی جانتا ہے اور میں نہیں جانتا اور تو ہی غیبوں کا جاننے والا ہے۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام (جس کام کی ضرورت ہو اس کا نام لے) میرے لیے، میرے دین، میری زندگی اور میرے انجام کار کے لیے بہتر ہے، یا فرمایا: میری اس دنیا کے لیے، یا آخرت کے لیے، تو میرے لیے اس کام کا فیصلہ فرما دے (یعنی اس کا حکم صادر فرما دے، میرے لیے اس کو مہیا کر دے) اور اس کو میرے لیے آسان کر دے پھر میرے لیے اس میں برکت عطا کر اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے دین، زندگی اور انجام کار (یا فرمایا) میری دنیا اور آخرت کے لیے بدتر ہے تو اس کام کو مجھ سے دور کر دے اور مجھے اس سے دور کر دے اور میرے لیے بھلائی مہیا کر دے جہاں کہیں ہو، پھر تو اس کام کے ساتھ مجھ سے راضی ہو جا۔''

[1] اسناده ضعيف، شعب الايمان للبيهقی، ٤/ ٣٨٢: ٥٤٨٦؛ المعجم الاوسط للطبرانی: ٧٦٤٣؛ الموضح للخطيب، ٢/ ٨٤؛ الصحيحة للالبانی: ٦٢٥؛ عصمہ بن متوکل متروک اور خلیل بن مرہ ضعیف ہے، نیز جابر جعفی متہم ہے۔ [2] صحيح مسلم، كتاب الرضاع، باب خير متاع الدنيا......: ١٤٦٧؛ سنن النسائی، كتاب النكاح، باب المرأة الصالحة: ٣٢٣٤؛ سنن ابن ماجه، كتاب النكاح، باب افضل النساء: ١٨٥٥۔

''آباد کار ہم ہی ہیں'' نامی کتاب میں درج ہے: فرزند عزیز! یقین جانو! شادی کرنا لمبی عمر اور منظم و مضبوط زندگی کے حصول کا سب سے کارگر نسخہ ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ازدواجی زندگی میں بسا اوقات بال بچوں اور خانگی جھمیلوں کی وجہ سے بڑی دشواریاں پیش آتی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود شادی شدہ آدمی کو خوشی و مسرت، طمانیت اور دلی سکون نصیب ہوتا ہے جب کہ بن بیاہے نوجوان اپنی زندگی میں زبردست خلا اور اپنے شب و روز گزارنے میں بڑی کمی محسوس کرتے ہیں۔ کسی نے ٹھیک ہی کہا ہے:

''عنوان شباب میں کنوارا آدمی بادشاہوں کی طرح ہوتا ہے لیکن بڑھاپے میں اس کی حالت اپاہج غلاموں کی سی ہو جاتی ہے۔ رہا شادی شدہ نوجوان، تو ازدواجی زندگی کی ابتدا میں اگرچہ ماتحت غلام ہوتا ہے لیکن بڑھاپے میں گھر کے اندر اس کی حیثیت تاجدار بادشاہوں کی سی ہوتی ہے اور غیر شادی شدہ سن رسیدہ بوڑھوں کو آگے چل کر جیسی تنہائی اور وحشت سے سابقہ پڑتا ہے، یہ لوگ اس سے محفوظ رہتے ہیں۔''

نیویارک مینٹل ہاسپٹل کے میڈیکل انچارج ڈاکٹر ہاولبرگ کہتے ہیں:

''مینٹل ہاسپٹل میں عام طور پر مریض اس تناسب سے داخل ہوتے ہیں کہ ان میں ایک شادی شدہ ہوتا ہے تو چار غیر شادی ہوتے ہیں۔'' برٹلن کے ترتیب دیئے ہوئے اعداد و شمار سے پتا چلتا ہے کہ شادی شدہ جوڑوں کی نسبت غیر شادی شدہ کہیں زیادہ خودکشی کے مرتکب ہوتے ہیں جب کہ اکثر شادی شدہ افراد کی دماغی اور اخلاقی حالت نہایت متوازن اور ٹھوس ہوتی ہے۔ ان کی زندگی میں ٹھہراؤ ہوتا ہے اور جیسا کجرو اور سوداوی مزاج بہت سارے بن بیاہے نوجوانوں کا ہوتا ہے شادی شدہ جوڑوں میں اس کا شائبہ تک نہیں پایا جاتا۔ نیز یہ بھی مشاہدہ ہے کہ شادی شدہ خواتین

''تین آدمیوں کی مدد کرنا اللہ کا حق ہے: (1) مکاتب ❶ جو رقم کی ادائیگی میں سرگرداں ہو۔ (2) نکاح کرنے والا ❷ جو پاکدامنی کی زندگی گزارنا چاہتا ہے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا۔'' ❸

جنسی توانائی کی اہمیت ❹

﴿وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتَّىٰ يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ﴾

(٢٤/ النور: ٣٣)

''اور جن کو نکاح کا مقدور نہ ہو وہ اپنے آپ کو پاک دامن رکھیں یہاں تک کہ

= ہر چند کہ بچہ جننے، ماں بننے اور خانہ داری اور ازدواجی، غرض زندگی کے بے شمار مسائل میں گھری ہوتی ہیں پھر بھی اپنی غیر شادی شدہ سہیلیوں کے مقابلہ میں ان کی عمریں خاصی طویل ہوتی ہیں۔

❶ مکاتب، وہ غلام جو کچھ رقم دے کر اپنے آپ کو آزاد کرانے کی فکر میں ہو اور اس کے لیے محنت، مشقت اور دوڑ دھوپ میں لگا ہو۔

❷ بیشتر وہ لوگ جو نکاح کی استطاعت رکھتے ہوئے بھی نکاح نہیں کرتے ان کے ذہن میں ہمیشہ زناکاری کا لاوا پکتا ہے اور زنا انسان کو یقینی طور پر ایمان سے کوسوں دور لے جاتا ہے۔ اب جو مسلمان شادی نہیں کرتا، وہ درحقیقت اپنے دین کو بھی داؤ پر لگانا چاہتا ہے۔ اس لیے خوب سمجھ لینا چاہیے کہ جرم اور گناہ کے کیسے گہرے گڑھے میں وہ اپنے آپ کو گرانے جا رہا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: ''اگر میری زندگی کے صرف دس روز رہ جائیں تب بھی میں شادی کر لینا پسند کروں گا۔ تاکہ غیر شادی شدہ حالت میں اللہ تعالیٰ کو منہ نہ دکھاؤں۔'' (اسناده صحيح، المصنف لابن ابی شیبه: ١٥٩٠٦؛ سنن سعيد بن منصور: ٤٩٣؛ المعجم الكبير للطبرانی: ٩١٧٢) سلف صالحین اور ہر پیشرو مسلمان کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ جب ان کی اولاد سن بلوغ کو پہنچتی اور وہ نکاح کے قابل ہوتے تو وہ اپنے بچوں سے اس کی بابت کھل کر بات چیت کرتے۔ اس سلسلے میں ان کے ساتھ تعاون کرتے، مناسب طریقہ سے انہیں ترغیب دلاتے اور نیک اور شریف گھرانے کی دیندار لڑکیوں سے ان کے لیے شادی کی گفتگو کرتے۔ اس میں شک نہیں کہ زندگی کو پاکیزہ رکھنے اور شرافت کے ساتھ گزر اوقات کے لیے اس سے بہتر دوسرا کوئی راستہ نہیں ہو سکتا۔ (ازدواجی زندگی)

❸ اسناده صحيح، سنن الترمذی، كتاب فضائل الجهاد، باب ماجاء فی المجاهد والناكح......: ١٦٥٥؛ سنن النسائی، كتاب الجهاد، باب فضل الروحة فی سبيل الله عزوجل: ١٣٢٢؛ سنن ابن ماجه، ابواب العتق، باب المكاتب: ٢٥١٨؛ مسند احمد، ٢/ ٤٣٧: ٩٦٣١۔

اس روایت کی شان بھی کیسی نرالی ہے، جس میں شادی کرنے، اللہ کی راہ میں جہاد کرنے اور غلاموں کو آزادی دلانے کو ایک درجہ میں رکھا گیا ہے۔

❹ جنسی توانائی کی اہمیت سے ہماری مراد ماہرین نفسیات کی زبان میں وہ امتیاز اور قدردانی ہے جس کے تحت اس توانائی کی حفاظت ضروری ہو جاتی ہے اور شادی کرنا دشوار ہونے کی صورت میں مختلف علمی اور ادبی اور فنی غرض ہر میدان میں اس توانائی کی اہمیت کا احساس دلایا جاتا ہے۔ خود رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے کہ کنوارے تو جوانوں کو =

ان کو اللہ اپنے فضل سے خوش حال کر دے۔''

احادیث نبوی ﷺ

''اے گروہ جواناں! تم میں سے جس شخص کو نکاح [1] کرنے کی توفیق ہو وہ نکاح [2] کر لے کیونکہ نکاح آنکھوں کو بہت زیادہ نیچا رکھنے والا اور زنا کاری سے بچانے والا ہے۔

= روزے رکھنے چاہییں۔(صحیح بخاری: ٥٠٦٦) اس ارشاد سے بھی اس توانائی کی اہمیت کا احساس تیز ہوتا ہے اور دین اسلام کو اس راہ میں پیشرو ہونے کا شرف حاصل ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ حکم دائمی ہے جیسا کہ بعض غیر مسلم مذہبی راہنماؤں نے اپنے عمل سے اس کو دائمی مذہبی فیصلہ کی شکل میں پیش کیا۔

جنسی توانائی کی اہمیت کا یہ احساس مطالعہ، تحقیق اور نتائج اخذ کرنے میں اپنے اندر زبردست فوائد رکھتا ہے اور اسلام کی ان عظیم المرتبت توجہات کے مقابلہ میں فارویڈ یہودی کے پروپیگنڈے کی کوئی وقعت نہیں رہ جاتی جو جنسی قوت اور لذتیت کو تیزی سے تسکین دینے کا دعویٰ کرتا ہے اور جس کا جھوٹا اور بر خود غلط تصور یہ ہے کہ اس قوت کو اگر جلد از جلد تسکین نہ دی گئی تو اس سے بڑی رسوائی اور گہری نفسیاتی بیماریوں کے لاحق ہونے کا اندیشہ ہوگا!

ڈاکٹر کیسیس کاریال اپنی اہم کتاب ''گمنام انسان'' میں لکھتا ہے:

''مشہور ہے کہ شدید جنسی دباؤ سے دماغی چستی متاثر ہوتی ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بہتر حالت میں جنسی غدود کا پایا جانا از روئے عقل ضروری ہے تاکہ توانائی کی کامل مقدار میسر ہو۔'' (ص ۱۷۴)

فارویڈ کے نظریے کا خلاصہ

عالمی اسرائیلی منصوبہ بندی کے تحت یہ نظریہ اباحیت اور شہوانی جذبات میں ڈوب کر نوع انسان کی افزائش کا پروپیگنڈہ کرتا ہے۔ چنانچہ صیہونی دانشوروں کے سیاسی مسودے (Protocol) میں لکھا ہے کہ ''اخلاقی گراوٹ کے لیے ہر جگہ ہماری کوشش تیز سے تیز تر ہوگی تاکہ ہمارا تسلط مضبوط ہو۔ فارویڈ ہمارے جوانوں کی نظروں میں ہے جو دن کے اجالے میں ہمارے سامنے جنسی روابط کو بیان کرتا رہے گا تا آنکہ کسی چیز کا تقدس باقی نہ رہے۔ اس کی نمایاں غرض جنسی قوتوں کی تسکین ہے اور جب ایسا ہوگا تو اخلاق اور اخلاقی قدریں سب زمین بوس ہو جائیں گی۔

اس میں شک نہیں کہ فارویڈ کے نظریے کو دنیا کے ان گنت خطوں سے دیس نکالا دیا گیا۔ یہاں تک کہ سوویت یونین سے بھی اس کو نکال باہر کیا گیا کیونکہ نئی نسل میں اس کے بد اثرات ہمہ گیر پیمانے پر دیکھے گئے۔ پھر بھی افسوس اس بات پر ہے کہ ہماری بہت ساری یونیورسٹیوں میں ایک طے شدہ حقیقت کی طرح آج بھی اس نظریے کو پڑھایا جا رہا ہے۔

غرض جنسی توانائی کی اہمیت اور اس کی جو بھی حیثیت ہو بہر صورت اس کو بڑھاوا دینے کے لیے ہیجان انگیز مناظر، جنسی اور رومانی لٹریچر، شہوانی قصوں اور کہانیوں کو بروئے کار لانا کسی صورت زیب نہیں دیتا۔۔۔۔!

[1] یعنی جو شخص نکاح کے اخراجات اور بیوی کا نفقہ ادا کرنے کی قدرت رکھتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ جنسی قوت اس کے اندر بدرجہ اتم موجود ہو تو اس کو نکاح کر لینا چاہیے۔

[2] کتاب وسنت پر مشتمل مختلف صراحتوں سے پتا چلتا ہے کہ لائق اور باصلاحیت افراد کو لازمی طور پر شادی کر لینی چاہیے اس کے باوجود میں نہیں جانتا کہ بعض ائمہ نے کیونکر یہ نتیجہ نکالا کہ شادی بیاہ کا یہ حکم استحباب یا اباحت پر مبنی ہے؟

اور جس شخص کو نکاح کی استطاعت (1) نہ ہو اس پر روزے رکھنے لازم ہیں کیونکہ روزہ رکھنا آدمی کے لیے خصی (2) ہونے کے برابر ہے۔" (یعنی حفاظت اور پردہ دری کا

(1) اس میں شک نہیں کہ یہ حکم ابتدائے اسلام تک برقرار رہا۔ پھر جب حکومتوں کے قیام کے بعد عام طور پر خوشحالی اور بے نیازی کا دور دورہ ہوا، اس وقت سے آج تک ہر مسلمان مرد کو شادی کرنا حق ہے اور اگر مہر یا دیگر ازدواجی اخراجات کے لیے قرض لینے کی حاجت ہو تو قرض لے کر کام چلا لینے کی بھی اس کو اجازت ہے اور جب قرض کی ادائیگی کا وقت آئے گا تو اسلامی حکومت اس کی پابند ہوگی کہ زکوٰۃ میں مذکور "والغارمین" قرضداروں کے قرض ادا کرنے کی مد سے ان کے قرضہ جات ادا کرے۔ میں اپنے اس نقطۂ نظر کو قارئین کے دلوں میں راسخ کرنے کے لیے ذیل کا ایک واقعہ پیش کرتا ہوں:

سیرت عمر بن عبدالعزیز (مصنفہ ابن الحکم) میں لکھا ہے: حضرت عمر بن عبدالعزیز کے ایک بیٹے نے آپ کے نام ایک خط میں لکھا کہ ان کی شادی کرادی جائے اور مہر کی رقم بیت المال سے ادا کی جائے چونکہ اس لڑکے کی ایک بیوی پہلے سے موجود تھی اس لیے حضرت عمر کو غصہ آیا۔ آپ نے جواب میں لکھا:

"تمہارا خط ملا جس میں تم نے یہ مطالبہ کیا ہے کہ بیت المال کے روپیہ سے میں تمہارے لیے ایک سوکن کا انتظام کروں! جب کہ مہاجرین کے کتنے ایسے بیٹے ہیں جن کی ایک بیوی بھی نہیں، جس سے انہیں قدرے بے نیازی میسر ہو اب میں نہیں جانتا کہ تمہاری اس تحریر کا ان سے کیا جوڑ ہو سکتا ہے۔"

خط میں آگے چل کر آپ نے لکھا:

"تمہارے پاس ہمارے اسباب میں سے کچھ تانبا اور دوسری کچھ چیزیں ہوں گی انہیں بیچ کر حاصل شدہ روپیوں سے تم اپنا کام چلا لو۔" (سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۱۲۵، مطبع عبید)

معلوم ہوا کہ حضرت عمر کو اس پر حیرت نہیں ہوئی کہ آپ کے بیٹے نے بیت المال سے مہر کی ادائیگی کا تقاضا کیا۔ ہاں! آپ نے اس کو ترجیح دی کہ مہاجرین کے بیٹوں کی شادی پہلے کی جائے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنے گورنروں کو لکھا "قرضداروں کے قرض ادا کرو۔" انہوں نے جواب میں لکھا "بعض قرضدار ہمیں ایسے بھی مل رہے ہیں جن کے پاس رہائش کے لیے مکان، نوکر چاکر، سواری کے لیے گھوڑا اور گھر کا اثاثہ بھی موجود ہے۔ حضرت عمر رحمہ اللہ نے جواب دیا: "ہر مسلمان کے لیے سر چھپانے کے واسطے گھر کا ہونا خدمت کے لیے نوکر چاکر، اللہ کی راہ میں دشمنوں سے جہاد کے لیے سواری (غالباً آج کل سواری کی جگہ موٹریں لے سکتے ہیں بالخصوص جو ہمارے اپنے ملکوں کی تیار کردہ ہوں) اور گھر کا اثاثہ ہونا ضروری ہے۔ یعنی اس کے لیے اس کے بیوی بچوں کے لیے ان چیزوں کا ہونا ضروری ہے اور یہ سب ہوتے ہوئے بھی اس کا شمار غارمین میں ہوگا لہٰذا تم ان کے قرضے ادا کرو۔ (سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۱۶۴)

اور یہ صحیح ہے کہ اس قبیل کی ایک روایت بھی وارد ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ حکومتیں اپنے ملازمین کے لیے نکاح کرانے، رہائش کے لیے مکان اور نوکر چاکر فراہم کرنے کی پابند ہوتی ہیں۔

(2) حکیم و دانا، دستور ساز حقیقی کا حکم ہے کہ جب تک شادی نہ ہو اس وقت تک عزت و عصمت کی حفاظت کی =

= جائے اور جنسی توانائی کو قدر کی نظر سے دیکھا جائے۔ اس مناسبت سے فارویڈ کے مجرمانہ اور یہودیت پر مبنی تصور کا منہ توڑ جواب دینا ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ جس نے درحقیقت نام نہاد عزت و عصمت اور تندرستی کے تحفظ کا ڈھنڈورا پیٹ کر در پردہ فحاشی اور بے حیائی کو فروغ دینا چاہا ہے۔

مشہور دانشور ہنری میلر کہتا ہے: ''جسمانی بیماریوں سے حفاظت کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ شادی سے پہلے لذتیت اور شہوت پسندی کے ہر ہر طریقہ سے کلی پرہیز کیا جائے اور اگر ایسا کیا گیا تو اس سے جسمانی سلامتی کے علاوہ اور بھی بے شمار فوائد حاصل ہونے کی امید ہے لیکن دیکھیں تو سہی کہ اس سے اور کون کون سے فائدے حاصل ہوں گے؟

اس میں شک نہیں کہ جنسی خواہشات کی تکمیل کے لیے جو موقع میسر آئے اس کے سامنے فوراً سپر ڈال دینے سے قوت ارادی اور شخصیت کا وہ طلسم ٹوٹ جاتا ہے جس کی بنیاد اسی مضبوط قوت ارادی پر قائم ہوتی ہے اور جہاں تک ہم سمجھتے ہیں شخصیت سازی کا زود اثر اور سب سے آزمودہ نسخہ یہی ہے کہ جنسی لذتیت کے بے مہار جذبے کو قابو میں رکھا جائے۔ یہ عمل ابتدا میں قدرے دشوار ضرور ہوگا لیکن اگر اس کی عادت ڈال لی جائے تو یہ طریقہ سہل اور بے حد آسان ہوگا ورنہ بصورت دیگر جو شخص شہوت اور مخصوص جنسی لذت کے پیچھے دیوانہ ہوتا ہے ایسا آدمی دنیا کی ہر چیز کو شہوت کی عینک سے دیکھتا ہے۔ ہر صاف ستھری پاکیزہ چیز اسے مشکوک نظر آتی ہے۔ بلندی اور عظمت کے حصول کے لیے اس کا حوصلہ مردہ ہوتا جاتا ہے۔ عورتوں کی اہمیت کا احساس اس کے دل سے جاتا رہتا ہے۔ سماج کے ہر بندھن سے آزاد ہونے کے لیے اس کا دل بے چین ہوتا ہے اور انجام کار اکتاہٹ اور ہر چیز سے جی اچاٹ ہونے کے سوا کوئی چیز اس کے ہاتھ نہیں آتی لیکن اس کے برخلاف جو شخص جسمانی خواہشات اور نفسانی تقاضوں سے اپنے آپ کو بلند رکھتا ہے اس کی زندگی بلند درجات اور پاکیزہ احساسات سے پر ہوتی ہے۔ اس کے دل میں خوشی اور مسرت کے چشمے پھوٹ پڑتے ہیں جن سے پاک و صاف محبت کے چشمے جاری ہوتے ہیں تب اس کے پورے جسم، اس کے دل اس کے کل افکار پر شرافت اور عالی نسبی کی چھاپ نمایاں ہوتی ہے اور اس کی پوری زندگی رفعت و عظمت اور سربلندی سے لبریز، ترو تازہ اور شاداب ہو جاتی ہے۔

یہ ایک رہی! پھر جس کی زندگی میں شادی سے پہلے متعدد عورتیں داخل ہوتی ہیں اگر آگے چل کر اس کا کسی عورت سے نکاح ہو جاتا ہے حقیقت میں اس کے دل کو قرار نصیب نہیں ہوتا نہ اس کی ایک سی حالت باقی رہتی ہے۔ مشکل یہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کے دل میں امنڈنے والے جذبات کو سمجھنے سے بھی قاصر ہوتا ہے۔ پھر بکثرت ایسا ہوتا ہے کہ نوبت طلاق کی آتی ہے اور جو شخص شادی سے پہلے تک پاکیزہ اور صاف ستھرا ہوتا ہے ایسا آدمی عورت کے احترام کا عادی ہوتا ہے، اپنی شریک حیات اور بال بچوں کی اس کے دل میں قدر ہوتی ہے۔ الفت اور محبت کے اندر اسے ابدی اور دائمی تحفہ نظر آتا ہے اور مرد کی اس بے لوث محبت میں اس کی اہلیہ اخلاص اور صداقت کا گہرا اثر پاتی ہے۔ جس کے بعد وہ بھی اسے ٹوٹ کر چاہتی ہے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بس اسی کی ہو کر رہ جاتی ہے۔

آخر میں ہم عرض کریں گے کہ ازدواجی زندگی کے دوران میں بھی بے جا لذتیت سے پرہیز کرنا بے حد ضروری ہے کیونکہ متعدد چیزیں آدمی کو پرہیز کرنے اور رکنے پر مجبور کرتی ہیں۔ مثلاً: یہی کہ جلد جلد حمل قرار نہ پائے، دو بچوں =

= کے درمیان پیدائش کا وقفہ طویل ہو اور کسی قسم کی بیماری در پیش نہ ہو وغیرہ! اور جو شخص شادی سے پہلے ہی اپنے اوپر قابو رکھتا ہے اور زیادہ سے زیادہ اس کی مشق بہم پہنچاتا ہے وہ تمام حالات میں اپنی اہلیہ کی مصلحتوں اور ضرورتوں کو ان اجمال میں مقدم رکھنے کی دل سے خواہش کرتا ہے۔۔۔ اس مقام پر پہنچ کر ممکن ہے قارئین یہ سوچیں گے کہ یہ نظریہ بہت خوب ہے لیکن کیا ایسا ممکن ہے؟ جواب میں ہم عرض کریں گے کہ فطرت پسند آدمی ازدواج سے پہلے ٹھوکریں کھانے سے خود کو بچا سکتا ہے جس کی بکثرت مثالیں بھی پائی جاسکتی ہیں اور اگر قارئین یہ کہیں کہ اس قسم کی روک تھام کہیں صحت کے لیے مضر نہ ہو تو جواب میں ہم عرض کریں گے:

① کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ لذتیت سے پرہیز کی صورت میں جنسی اعضا میں لاغری آجاتی ہے لیکن صحیح حقیقت اس کے برعکس ہے اور اس صورت میں اطبا سے مراجعت ضروری ہے اور ان سے مراجعت کی صورت میں وہ بتائیں گے جن والدین نے جنسی وظیفہ کو بہتر طریقہ پر ادا کرنے کی مشق بہم پہنچائی ہے ان کی عزت و عصمت ازدواج سے پہلے بھی محفوظ اور بے داغ رہی ہے۔

② بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ وظیفۂ زوجیت سے پرہیز کی صورت میں جنسی اعضا میں ہیجان پیدا ہوتا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس عمل کو کرتے رہنے سے ہیجان بڑھتا ہے کیونکہ جس حد تک یہ وظیفہ ادا ہوگا متعلقہ اعضا حساس اور ان کی ذکاوت حس تادیر تیز ہوگی۔ پھر وہ دن آئے گا جب ان کے اندر کسی قسم کی قابل برداشت قوت ارادی نہ ہوگی لیکن اگر عملاً احتیاط ملحوظ ہوگی تو اس کے اندر ٹھہراؤ پیدا ہوگا اور رغبت اس حد تک نرم اور معتدل ہوگی کہ افکار اور خیالات میں بھی سکون آجائے گا۔

③ کچھ لوگ یہ بھی کہیں گے کہ وظیفۂ زوجیت سے پرہیز کے نتیجہ میں آدمی مشت زنی جیسی گندی عادت کا شکار ہو کر رہ جائے گا کیونکہ یقینی طور پر بداطوار دوستوں اور ہیجان انگیز مناظر کی وجہ سے بعض نوجوانوں کو اس کی لت پڑ جاتی ہے اور جب ایک مرتبہ اس کا مزہ لگ جاتا ہے تو بار بار ذہن اس کی طرف منتقل ہوتا ہے کیونکہ قوت ارادی ختم ہو جانے کی وجہ سے اس کا رجحان غالب ہوتا ہے۔ اسی طرح جیل خانوں اور اس کے اندر رہنے والوں میں یہ عادت بد کہیں زیادہ پائی جاتی ہے۔ لیکن اس بدعادت کو جڑ سے اکھاڑنے کے لیے ابتدا سے ہم نے جس علاج کی جستجو کی اور تیر بہدف پایا وہ یہ ہے کہ دل میں زبردست قوت ارادی اور اندرونی پاکیزگی کا جذبہ موجزن ہو۔ لیکن بایں ہمہ ہم ایسے لوگوں کو فراموش نہیں کر سکتے جو عورتوں کے پیچھے بھی لگے رہتے ہیں اور دوسروں کی بہ نسبت اس بدعادت کا خود ہی زیادہ شکار بھی ہوتے ہیں۔ بالخصوص جب انہیں اپنی خواہش پوری کرنے کے لیے عورتیں میسر نہیں آتیں تو جسمانی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے مشت زنی جیسی بدعادت سے زیادہ آسان کوئی اور صورت انہیں نظر نہیں آتی۔ اس لیے تمام چیزوں سے بہتر اور کارگر شکل یہی ہے کہ لذتیت سے پرہیز کو مفید اور ضروری خیال کیا جائے ورنہ پھر کسی اور چیز سے نفع کی امید بھی دشوار ہوگی۔

④ بعض لوگ یہ نتیجہ بھی اخذ کرتے ہیں کہ اجتناب اور پرہیز سے دو خطرے رونما ہوتے ہیں۔

اول: یہ کہ طویل عرصہ تک پرہیز کرنے کے نتیجہ میں مادہ منویہ ختم ہوتا جاتا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ مرض بھی بکثرت جنسی فعل انجام دینے سے لاحق ہوتا ہے۔ اس لیے یہ بیماری پرہیز کے نتیجہ میں نہیں بلکہ بدپرہیزی کی وجہ سے وجود میں آتی ہے۔ =

دوم: یہ کہ اس قسم کے شدید پرہیز کی وجہ سے کثرت احتلام کا عارضہ لاحق ہوتا ہے (یعنی نیند کی غفلت میں منی نکل جاتی ہے) لیکن جہاں تک ہم سمجھتے ہیں دوران احتلام خواب دیکھتے ہوئے اگر منی کا اخراج ہوتا ہے تو یہ ایک فطری چیز ہے اور اس صورت میں متعلقہ اعضا زائد منی خارج کرتے ہیں اور یہ حرج کی بات نہیں بلکہ ہم اس امر کو مہلک سمجھتے ہیں کہ نوجوان اس کو خطرناک سمجھیں۔ کیونکہ بسا اوقات ایسا بھی ہوگا کہ نوجوان احتلام کے ڈر سے غلط افکار میں پڑ جائیں گا اور یہ غلط افکار اور سیاہ تصورات ان کی نادانی اور کم فہمی کا نتیجہ ہوں گے۔

نیز ایک اور چیز سے ہمیں آگاہ ہونا چاہیے وہ یہ کہ کبھی جنسیات کے مختلف گوشوں کا دل میں تصور کرتے رہنے سے بھی کثرت احتلام کا عارضہ لاحق ہو جاتا ہے۔ جس کے بعد بلا واسطہ یہ کام ارادہ کے ساتھ جڑ جاتا ہے اور اگر ایسا ہوا تو یہ شدید پرہیز کا نتیجہ نہیں ہوگا بلکہ روحانی پستی اور اخلاقی انحطاط اس کی اصل وجہ ہوگی۔

جہاں تک نامرد ہونے کا تعلق ہے، جس کا شکار بھی بہتیرے نوجوان ہوتے ہیں تو اس کی وجہ بھی شدید پرہیز نہیں بلکہ اس کی حقیقی وجہ دراصل مشت زنی اور بکثرت مباشرت ہے۔ بہرکیف اس موضوع پر گفتگو کافی طویل ہوسکتی ہے اس لیے ہم قارئین کو مشہور اطبا سے مراجعت اور ان کی تصنیفات کے مطالعہ کا مشورہ دیں گے۔ جس کے بعد انہیں بھی یقین ہوگا کہ ہم نے کوئی چیز گھڑ کر پیش نہیں کی ہے بلکہ یہ صحیح حقائق اور بڑی حد تک تجربہ میں آئی ہوئی باتیں ہیں۔

اس حدیث۔۔اے گروہ جواناں۔۔! کی تشریح کرتے ہوئے علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے، یہ جو ارشاد ہے: ''تم میں سے جس شخص کو نکاح کرنے کی توفیق ہو وہ نکاح کرلے۔'' (صحیح بخاری: ٥٠٦٦؛ صحیح مسلم: ١٤٠٠) تو اس نکاح سے قوت مردمی مراد لی گئی ہے نیز اس سے نکاح کے اخراجات بھی مراد لیے گئے ہیں۔

البتہ ہمارے نزدیک اس کا پہلا معنی مقرر ہے کیونکہ اس لحاظ سے اس سے مراد نکاح اور ازدواج کے اخراجات ہیں۔ آگے فرمایا: ''اور جس کو نکاح کی استطاعت نہ ہو اس پر روزے رکھنے لازم ہیں کیونکہ روزہ رکھنا آدمی کے لیے خصی ہونے کے برابر ہے۔''

پیغمبر علیہ السلام نے اس حکم کے ذریعے سے درحقیقت ایک تشفی بخش علاج کی طرف راہنمائی فرمائی ہے اور یہی درحقیقت اس کا مجوزہ علاج ہے چنانچہ اصل تدبیر پر عمل نہ پائے جانے کی صورت میں آپ نے اس کے بدل یعنی روزے کو اختیار کرنے کا ارشاد فرمایا، کیونکہ روزے سے نفسانی شہوت ٹوٹ جاتی ہے۔ شہوانی جذبات سرد پڑ جاتے ہیں۔ اس لیے کہ بکثرت اور طرح طرح کی غذا استعمال کرنے سے شہوانی قوت بڑھتی ہے۔ غذا کی مقدار اور اس کے تنوع سے قوت تولید میں نمایاں فرق پڑتا ہے۔ لیکن اگر روزہ رکھا گیا تو اس سے تنگی پیدا ہوگی اور یہ اس کے حق میں خصی ہونے کے مترادف ہوگا۔ خال خال ایسا ہوتا ہے کہ بکثرت روزے رکھنے سے یا تو شہوت مردہ ہو جاتی ہے یا بے حد کمزور ہو جاتی ہے اور مجوزہ روزے اس کا معتدل علاج ہیں اور اعتدال دو طرفہ خوبیوں کے بیچ سے گزرنے والا بہتر راستہ اور دو مذموم شکلوں کے درمیان واقع سب سے اچھی صورت ہے کیونکہ ایک طرف نامردی ہے تو دوسری طرف شدید شہوت پرستی اور یہ دونوں اطوار حد اعتدال سے خارج ہیں۔

''كِلَا طَرَفَيْ قَصْدِ الْأُمُوْرِ ذَمِيْمٍ'' ہر دو انتہا درجہ کے راستوں کو اپنانا لائق مذمت ہے اور سب سے بہتر راستہ درمیانی راستہ ہوتا ہے۔ یہی حال اخلاق فاضلہ کا ہے کہ یہ ہر دو رخ کے درمیان ہوتا ہے جب کہ ایک رخ افراط اور دوسرا تفریط پر مبنی ہوتا ہے۔ دین مستقیم کا بنیادی وصف بھی یہی ہے کہ یہ دونوں قسم کی انتہا پسندی کے درمیان ہوتا

فائدہ دیتا ہے۔) [1]

= ہے۔ اسی طرح سنت بھی دو بدعتوں کے درمیان درخشاں ہوتی ہے۔ نزاعی مسائل میں بھی راست اور درست فیصلہ حد اعتدال پر مبنی ہوتا ہے۔ خوش قسمتی سے اگر کوئی راہ صواب کو اپنانا چاہے تو اس کے لیے یہی صورت ہے کہ ہر دو انتہا پسند نظریوں کے مقابلہ میں درمیانی اور معتدل فکر کو اپنانے کی کوشش کرے۔ (سر دست ہم ان سطروں پر اکتفا کرتے ہیں۔) کیونکہ تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ نہ یہ ہمارا موضوع ہے اور توفیق بس اللہ کی طرف سے ہے۔

[1] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب من لم یستطع الباءة فلیصم: ٥٠٦٦؛ صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسه الیه......: ١٤٠٠؛ سنن النسائی، کتاب الصیام، باب ذکر الاختلاف علی محمد بن ابی یعقوب......: ٢٢٤١، ٢٢٤٢۔

عورتیں زندگی کا سب سے حسین سرمایہ [1]

ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ﴾ (۳۰/ الروم: ۲۱)

[1] صنف نازک نے محض انسانیت، اس کے قالب اور اس کی ظاہری شکل وصورت کو ہی نئے سرے سے جنم نہیں دیا بلکہ شیر مادر کے ساتھ اس کے بدن میں جذب ہو کر انس ومحبت اور جذبہ وارفتگی کو اس کی نس نس میں بسایا ہے۔ جس نے التفات، تبسم، چہرے کے خد وخال اور اشاروں میں آدمیت کا مفہوم اس طرح سکھایا ہے کہ لڑکپن کی غفلت اور الھڑ پن کو بدل کر اس کی جگہ صاف بیانی اور کمال کو رکھا۔

یہی نہیں بلکہ آخر وہ کون ہے؟ جس نے عنفوان شباب میں مردانگی کو سنوارا، جس نے درشتی کی جگہ ہوش مندی اور شرافت کو پیدا کیا، وحشت کو محبت اور مسرت سے بدل دیا، خود غرضی اور انانیت کی جگہ سیر چشمی اور قربانی کا جذبہ ودیعت کیا، لاپروائی کے بجائے تعلق اور استواری کا درس دیا۔ وہ کون ہے؟ جس نے آغاز زندگی سے تہذیب اور شائستگی کا وہ سبق پڑھایا جس سے زندگی کے سربستہ راز کھل گئے۔ جس نے پھولوں کو حسن وجمال کا غازہ دیا، شاخوں کو لچکنے اور بل کھانے کا انداز سکھایا، جس نے دامن کوہ اور اس کے سلسلوں کو رعنا اور دلفریب بنایا، جس نے ٹیلوں اور چوٹیوں کو شادابی بخشی۔ ہاں! وہ کون ہے؟ جس کے لیے جا بجا ابھرے ہوئے ٹیلے، اداس شاہراہیں اور بنجر علاقے رنگ ونور میں نہا گئے، جہاں زندگی کا ایک ایک رنگ ہے۔ اگر چہ سچ مچ کی زندگی اور اس کا رنگ نہیں بس یادیں ہی یادیں رہ گئی ہیں۔

وہ کون ہے؟ جس نے پرندوں کے شور، تاروں کی سرگوشی اور کنوروں اور جھیلوں کے تھپیڑوں کی زبان سمجھی، وہ کون ہے جس کی بدولت انسانوں کے خیمے اور جھونپڑے فردوس بریں کا نمونہ بنے جو انسانی وجود کے لیے سچ مچ رشک کا سامان اور راحت اور سلامتی کا نشان قرار پائے۔ ہاں! آخر وہ کون سی ساحرہ ہے؟ جس نے کومل شباب کو اپنے دست نازک کی باکمال انگلیوں سے مس کیا اور اس کے نتیجہ میں نامور اور باکمال جانبازوں نے آنکھیں کھولیں جن کے ہاتھوں زندگی نے انگڑائی لی، نئے سرے سے سرگرمی اور میل محبت کا ہنگامہ برپا ہوا، حوصلوں اور امنگوں میں بہار آئی، لمحہ بہ لمحہ اور نسل در نسل حقائق پر گرفت مضبوط ہوئی تا آنکہ حیات خود ناپید ہوئی۔ لیکن پھر بھی حیات کو فنا کہاں! یہ سب کچھ ہمارے اندر آخر کس نے کر دکھایا؟ بھلا نسوانی جذبہ کے علاوہ یہ کون ہو سکتا ہے جو اپنے قد زیبا، رخ روشن، دل فریب شباب اور حسین وشیریں آرزوؤں کے ساتھ ہمارے سامنے جلوہ گر ہوئی؟ وہ کونسی ذات ہے جس نے آغاز سے موجود مردوں کی تند خوئی اور سختی کو اس حد تک نرم اور سبک بار کیا کہ اس سے زیادہ نرمی اور سبک باری بھلا کیا ہو سکتی ہے؟ ہاں وہ کونسی ذات ہو سکتی ہے جس نے مردوں کے سامنے عزت واحترام اور عظمت وشرافت کے مفہوم کو اتنا سخت جان بنا کر پیش کیا کہ موت اور تباہی اس کے سامنے بے معنی ہو کر رہ گئی؟

ہاں اس راست اور باہوش طبقۂ نسواں کے علاوہ وہ کونسی ذات ہو سکتی ہے جس نے مردوں کے اندر موجود خیر و خوبی، تازگی اور انوکھی اور باکمال فطری قابلیت کے ایک ایک جوہر کو سرگرم عمل کیا؟ وہ ذات گرامی جس کی آغوش =

”اور اس کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے (ایک نشانی) یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس کی عورتیں پیدا کیں۔ تاکہ تم ان کی طرف مائل ہو کر سکون حاصل کرو اور تم میں محبت اور مہربانی پیدا کر دی۔“ [1]

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

”تمہاری دنیا کی یہ چیزیں مجھے مرغوب ہیں: عورتیں، خوشبو اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔“ [2]

= مردوں کا پہلا وطن تھی اور اسی محبوب وطن کے رشتہ سے وہ اس کو دل سے چاہتا ہے اور کیوں نہ ہو جب کہ خاک وطن کا ذرہ ذرہ عظمت اور تقدس کا حامل ہوتا ہے حقیقی نسوانیت اور سچے طبقہ نسواں کا یہ ایک خاکہ ہے۔

بہرکیف نسوانیت محض جسم کا نام نہیں۔ نسوانیت ابتدا سے بے لوث محبت، حسن و جمال، رعنائی، آراستہ اور شائستہ جذبات اور از حد معزز اور استوار تعلق کا جیتا جاگتا مجسمہ ہے اور اگر کسی سادہ یا باکمال انسان کے لیے ممکن ہو کہ انسانیت کے یہ بنیادی مظاہر کسی مجسم عورت کی شکل میں پیش ہونے کے بجائے کسی مناسب پیغام یا دلچسپ صورت میں پیش ہوں، تو شاید وہ ایسا کر سکے۔ لیکن پھر بھی اس کی حیثیت ایسی ہوگی جیسے سخت پیاسے کو صاف و خالص پانی کے بجائے پھلوں کا نچوڑا ہوا رس پیش کیا جائے۔ (کیا وہ اس سے سیر ہوگا؟ ہرگز نہیں۔)

تب اگر کسی ماہر فن نے اپنے فن کے ذریعے سے نسوانیت کے محض جسمانی پہلو کو ہی اجاگر کرنا چاہا اور اس کا رخ کوتاہ یا اور یہ نظر محدود نہ رہا تو اس کے تحت محض جنسی رخ پر روشنی پڑ سکے گی جب کہ نسوانیت اپنے حقیقی معنی میں اس سے کہیں زیادہ ترو تازہ، پر فیض اور رنگین ہے۔

اگر کچھ نیچے اتر کر فنکار نے محض جسمانی سطح کو مد نظر رکھا لیکن کمزور میلان یا فنی رجحان ماند پڑنے کی وجہ سے اس پر بھی کلی توجہ نہ دے سکا تو اس کو اس کے حقیقی معیار تک بلند نہ کر سکے گا۔ جہاں نسوانیت حسن و جمال، نرمی، شفقت اور میل محبت کے ساتھ مجسم پائی جاتی ہے جہاں چہرے کے خدو خال اور نظروں اور ہونٹوں کا تبسم غرض ایک ایک چیز میں نگاہیں اخلاق و اطوار سے پیوست ہوتی ہیں۔ (رسالہ: اخلاق کے بغیر کوئی فن نہیں)

سچ ہے۔ اللہ کی ذات وہ پاک ذات ہے جس نے حسن و جمال کو پیدا کیا اور جو خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔

[1] یہ آیت کریمہ ایک اونچے اور بلند مفہوم کی طرف اشارہ کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ مرد و عورت کے درمیان تعلق محض اس قدر نہیں کہ وہ ایک ساتھ ایک جگہ سوتے ہیں نہیں، بلکہ ان کا آپس کا تعلق میل ملاپ اور شفقت و محبت کا تعلق ہے اور کسی عورت کی ہستی کے اعزاز اور اس کے بلند مقام پر فائز ہونے کی اس سے بڑی علامت کیا ہو سکتی ہے؟

[2] اسناده حسن، سنن النسائی کتاب عشرة النساء، باب حب النساء: ۳۳۹۲، ۳۳۹۱؛ مسند احمد، ۳/ ۱۲۸: ۱۲۲۹۳؛ المستدرك للحاكم، ۲/ ۱۶۰۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں عورتیں خواہ کتنی ہی پیاری کیوں نہ تھیں بالخصوص حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ بے حد محبت کرتے تھے لیکن اس میں شک نہیں کہ انتہا درجہ کی محبت آپ نے صرف باری تعالیٰ کی ذات کے لیے =

= رکھ چھوڑی تھی، چنانچہ یہ روایت صحیح ہے کہ آپ نے فرمایا: ''روئے زمین میں کسی کو اگر میں اپنا دوست بناتا تو ابوبکر کو دوست بناتا۔'' (صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب قول النبی ﷺ: ((لو کنت متخذاً خلیلاً)): ٣٦٥٦) ایک روایت میں ہے: ''لیکن تمہارا یہ ساتھی (ﷺ) بس اللہ کا دوست ہے۔''
(صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب من فضائل ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ: ٢٣٨٣)۔

اور یہ جو آپ نے فرمایا: ''تمہاری دنیا کی'' اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی اور چیزوں کی بہ نسبت اللہ نے ان دو چیزوں کو میری نظر میں زیادہ پسندیدہ بنایا ان میں ایک چیز فوری طور پر راحت پہنچاتی ہے اور دوسری آگے چل کر تقرب کا سبب بنتی ہے۔ رہی عورتیں تو وہ گھروں کا چراغ ہیں، گھر بساتی ہیں، انس قائم رکھتی ہیں، بچے پیدا کرتی ہیں، خانگی بنیادوں کو استوار کرتی ہیں اور یہی ان کی سب سے بڑی فضیلت ہے۔! رہی خوشبو تو وہ دلوں میں نشاط پیدا کرتی ہے، معزز فرشتوں کو اس سے فرحت ہوتی ہے۔ اس طرح نماز سے آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو سکون ملتا ہے ناچیز بندہ اپنے عظیم المرتبت پروردگار سے سرگوشی کا شرف حاصل کرتا ہے اور کسی انسان کی سعادت اور شرافت کی یہ سب سے انمول گھڑی ہوتی ہے۔ (التاج الجامع للاصول)

علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "نوادر الاذکیاء" میں لکھا ہے:

''ایک شاعر کا کچھ عورتوں پر گزر ہوا۔ ان کے حسن و جمال سے متاثر ہو کر اس نے کہا۔ بعض نے ایک دوسرا پس منظر یہ بتایا کہ ایک شاعر کو اپنی بیوی پر بڑا غصہ آیا اس نے کہا:

إِنَّ النِّسَاءَ شَيَاطِيْنٌ خُلِقْنَ لَنَا   نَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ شَرِّ الشَّيَاطِيْنِ

''یقیناً عورتیں شیطان ہیں جو ہمارے لیے پیدا کی گئی ہیں ان شیطانوں کی شرارتوں سے ہم بس اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔''

بیوی نے اس کے جواب میں نرمی اور شائستگی سے کہا:

إِنَّ النِّسَاءَ رِيَاحِيْنٌ خُلِقْنَ لَكُمْ   وَكُلُّكُمْ يَشْتَهِي شَمَّ الرَّيَاحِيْنِ

''یقیناً عورتیں خوشبودار پودا ہیں جو تمہارے لیے پیدا کی گئی ہیں اور تم میں سے ہر کوئی خوشبودار پودوں کو سونگھنا پسند کرتا ہے۔''

کتاب ''تحفۃ العروس'' میں لکھا ہے (یہ ایک قدیم حکایت ہے ہماری اس کتاب کا نام بھی اسی سے ماخوذ ہے) اس عورت کے اس مقولہ: ''عورتیں خوشبودار پودا ہیں۔'' کے تحت کتاب واجب الآداب کے مصنف نے ایک کتاب لکھی ہے وہ کہتا ہے: ایک دن خالد بن یزید بن معاویہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی غیبت کی اور آپ کو کنجوس بتانے لگا اس کی بیوی رملہ بنت زبیر یعنی حضرت عبداللہ کی بہن اس کے قریب ہی بیٹھی ہوئی تھیں وہ سر جھکائے بیٹھی رہیں اور کچھ کہا نہیں۔ خالد نے اہلیہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کیوں! تم نے کچھ کہا نہیں؟ کیا میری بات کا تمہیں بھی اعتراف ہے؟ اس لیے تم نے چپ سادھ لی یا میرا کہنا تمہیں ناگوار گزرا اور جواب نہ دینا پڑے اس لیے تم خاموش ہو؟ اہلیہ نے کہا میرے پیش نظر نہ یہ رخ ہے نہ وہ۔ بات یہ ہے کہ ہم عورتوں کا کام تم مردوں کے درمیان دخل دینا نہیں نہ ہم اس لیے پیدا کی گئی ہیں۔ ہماری حیثیت تو خوشبودار پودوں کی سی ہے جو سونگھنے اور سمیٹنے کے کام آتے ہیں اس لیے تمہارے بیچ دخل اندازی سے ہمیں کیا غرض؟ خالد کو اپنی اہلیہ کا جملہ پسند آیا۔ اس نے اس کی پیشانی چوم لی۔

حد درجہ عبادت کے لیے گوشہ نشینی کی مذمت

احادیث نبوی ﷺ

نبی کریم ﷺ کی بیویوں کے گھر میں تین آدمی آپ کی عبادت کا حال پوچھنے آئے۔ جب ان سے بیان کیا گیا تو انہوں نے آپ کی عبادت کو گویا کچھ کم خیال کیا۔ پھر انہوں نے کہا: ہمیں نبی کریم ﷺ سے کیا نسبت! آپ کے تو اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں۔ ایک کہنے لگا: اچھا تو میں اب رات بھر نماز پڑھا کروں گا۔ دوسرے نے کہا: میں ہمیشہ روزے رکھوں گا کبھی ناغہ نہیں کروں گا۔ تیسرے نے کہا: میں تو کبھی شادی ہی نہیں کروں گا۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: ''کیا تم لوگوں نے ایسی ایسی باتیں کہی ہیں؟ بخدا! میں تم سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور تم سے زیادہ حقوق اللہ کی نگہداشت کرنے والا ہوں۔ مگر میں روزہ رکھتا بھی ہوں اور چھوڑتا بھی ہوں، رات کو نماز پڑھتا بھی ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ (خبردار!) جو میری سنت سے منہ پھیرے گا وہ مجھ سے نہیں۔'' [1]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح: ۵۰۶۳؛ صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب استحباب لمن تاقت نفسه الیه......: ۱۴۰۱؛ سنن النسائی، کتاب النکاح، باب النهی عن التبتل: ۳۲۱۹۔

سخت افسوسناک امر یہ ہے کہ اگرچہ کتاب وسنت میں نکاح کے لیے بکثرت ترغیب وارد ہے۔ اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ نام نہاد صوفیا اول تو خود نکاح سے نفرت کرتے ہیں۔ دوسرے اوروں کو بھی نکاح کرنے سے منع کرتے ہیں اور یہ انتہا درجہ کی حماقت ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ مسلمانوں کو ستانے اور ان کے اندر بے حیائی پھیلانے کی منظم سازش کا نتیجہ ہے۔ علامہ ابن الجوزی نے اپنی کتاب ''تلبیس ابلیس'' میں اس نظریے کا منہ توڑ جواب دیا ہے اور صوفیا کی گمراہی کا پردہ فاش کیا ہے۔ چنانچہ صوفیا پر ترک نکاح کے بارے میں ''تلبیس ابلیس کا بیان'' کے تحت آپ لکھتے ہیں: جاننا چاہیے کہ جوان صوفیا جب نکاح نہ کرنے کے فیصلے پر اٹل ہو جاتے ہیں تو ان کی تین قسمیں ہو جاتی ہیں:

پہلی قسم: منی روک لینے کے مرض میں گرفتار ہوتے ہیں کیونکہ آدمی کی منی جب مدت دراز تک بند رہتی ہے تو اس کا زہریلا اثر دماغ تک چڑھ جاتا ہے۔ ابوبکر محمد بن زکریا رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

میں ایک قوم کو جانتا ہوں ان میں منی بہت تھی۔ پھر جب انہوں نے فلسفیت کے غلبہ کی وجہ سے ہم بستری سے اپنے آپ کو روکا تو ان کے جسموں میں برودت آ گئی ان کی حرکات وسکنات میں دشواری پیدا ہوئی۔ بلا سبب ان کی مشکلات بڑھتی گئیں اور انہیں مالی خولیا (سوداوی مزاج ہونے) کا عارضہ لاحق ہوا۔ جس کے تحت ان کی شہوتیں =

جناب رسالت مآب ﷺ نے حضرت سلمان اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہما کو بھائی بھائی بنا دیا تھا۔ (ایک مرتبہ کا ذکر ہے) حضرت سلمان رضی اللہ عنہ حضرت ابودرداء سے ملنے آئے تو ان کی اہلیہ ام درداء کو کچھ پریشان پایا آپ نے فرمایا: [1] کیا بات ہے میں تمہیں پریشان حال دیکھتا ہوں؟ انہوں نے کہا آپ کے بھائی ابودرداء رات کو اٹھ کر نمازیں پڑھتے ہیں اور دن میں روزہ رکھتے ہیں۔ انہیں دنیا کی حاجت نہیں۔ (یعنی میری طرف توجہ نہیں کرتے لہٰذا میں بھی دنیا اور دنیا کی چیزوں سے بہرہ ور نہیں) کچھ دیر بعد حضرت ابودرداء آئے اور انہیں خوش آمدید کہا پھر حضرت سلمان کے آگے کھانا رکھا اور فرمایا آپ کھایئے میں روزہ سے ہوں۔ حضرت سلمان نے فرمایا: میں قسم دے کر کہتا ہوں کہ جب تک آپ نہ کھائیں گے میں بھی نہ کھاؤں گا۔ یہ سن کر حضرت ابودرداء نے کھانا کھالیا، جب رات ہوئی تو حضرت سلمان بھی وہیں سو گئے۔ کچھ رات ہوئی تو حضرت ابودرداء تہجد پڑھنے کے لیے اٹھے۔ حضرت سلمان نے انہیں منع فرمایا اور کہا ابودرداء خود آپ کا بھی تو آپ پر کچھ حق ہے، آپ کے گھر والوں کا بھی آپ پر حق ہے۔

= کم ہوگئیں اوران کی بھوک اور قوت ہضم سب کچھ کمزور پڑتی گئی۔ سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے انہوں نے کہا: میں نے ایک شخص تارک جماع کو دیکھا کہ اس کی کھانے کی خواہش زائل ہوگئی تھی اور یہ حالت ہوگئی تھی کہ اگر تھوڑا سا کھاتا تھا تو اس کو کچھ اچھا نہیں معلوم ہوتا تھا اور قے کر دیتا تھا۔ پھر جب اپنی جماع کی عادت کی طرف رجوع کیا تو یہ بیماریاں اپنے آپ زائل ہوگئیں۔

دوسری قسم: یہ ہے کہ جس چیز کو وہ ترک کرتے ہیں آخر میں اس پر تل جاتے ہیں۔ صوفیا کا ایک گروہ ایسا بھی ہے جو ترک جماع پر جمار ہا ان کے اندر منی جمع ہوتی رہی پھر اس میں تحریک پیدا ہوئی تو یہ بے چین ہوگئے۔ ان کا رخ بدلا اور دنیا سے جس قدر بھاگتے تھے اس سے کئی گنا زیادہ میں گرفتار ہوئے۔ (یعنی ان پر شدید ردعمل ہوا اور نتیجہ یہ ہوا کہ اب شہوت میں ڈوب کر رہ گئے۔)

تیسری قسم: یہ ہے کہ بعض صوفیا لڑکوں کی صحبت اختیار کرتے ہیں۔ بعض لوگوں کو جہالت نے اس بات پر آمادہ کیا کہ انہوں نے (عضو تناسل کو کاٹ کر) خود کو مجبوب بنالیا اور اپنے دل میں یہ سوچا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے شرمانے کی وجہ سے ایسی حرکت کی ہے۔ حالانکہ یہ انتہا درجہ کی حماقت ہے۔ کیونکہ اللہ رب العزت نے مردوں کی صنف کو عورتوں کی صنف پر اسی عضو کے سبب سے شرف بخشا ہے اور اس عضو کو اس لیے پیدا کیا کہ نسل قائم رہے۔ جو شخص خود کو مجبوب بناتا ہے گویا زبان حال سے وہ اس کا اعلان کرنا چاہتا ہے کہ پہلی صورت صحیح نہیں تھی بلکہ یہ صحیح ہے۔ پھر اس کے اس عضو کاٹ ڈالنے سے نفس سے شہوت نکاح زائل نہیں ہوتی لہٰذا ان کا مقصد بھی حاصل نہیں ہوتا۔۔۔ الخ (قدرے اختصار کے ساتھ)

[1] یعنی وہ موٹا جھوٹا لباس پہنے ہوئی تھیں زیب وزینت کا پہناوا چھوڑ رکھا تھا۔

اس لیے روزے رکھو اور کبھی نہ رکھو، نمازیں پڑھو، گھر والوں سے بھی ملو۔ غرض سبھی حق دار وں ❶

❶ دین اسلام کا تعلق اسی زندگی سے ہے اس لیے دلی چاہت اور طبعی میلان پر اسلام روک نہیں لگاتا نہ اس کے درمیان رکاوٹیں کھڑی کرتا ہے۔ بلکہ خاطر خواہ اس کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ اس کے لیے میدان ہموار کرتا ہے اور یہ کوئی عجیب بات نہیں کیونکہ انسانوں کی بقا کا انحصار اسی طبعی اور فطری میلان پر ہے اور فطرت سے جنگ کرنا اتنی بڑی حماقت ہے جس سے بڑی کوئی حماقت نہیں ہو سکتی۔ اتنا ضرور ہے کہ خواہش اور میلان کی توجیہ کرنا اور اس کا رخ متعین کرنا بھی سب سے بڑی سعادت ہے۔

ہم جو یہ عرض کرتے ہیں کہ اسلام تادیر لذتوں کے حصول اور باسعادت زندگی گزارنے کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ اس کے لیے کوشش کرنے کی تلقین کرتا ہے تو اس سے ہمارے ناظرین کو کوئی اچنبھا نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ مثال کے طور پر جب اسلام زنا کاری اور شراب نوشی کو حرام ٹھہراتا ہے تو منجملہ دیگر اغراض کے ساتھ ساتھ اس کی ایک غرض یہ ہوتی ہے کہ اس کی توانائی اور جسمانی سلامتی تادیر باقی رہے اور لمبے عرصہ تک انسان اپنی لیاقت اور صلاحیت سے مستفید ہوتا رہے۔ اسلام انسانوں کے لطف اندوز ہونے کے بہت سے طریقوں پر ایسا کوئی پہرہ نہیں بٹھانا چاہتا نہ کوئی پابندی عائد کرنا چاہتا ہے جس سے خاطر خواہ استفادے کے بجائے اس راہ میں طرح طرح کی دشواریاں حائل ہوں جیسا کہ بعض جاہل اور نادان یہی سمجھتے ہیں۔ اسلام چاہتا کہ جہاں تک ہو سکے زیادہ سے زیادہ خاطر خواہ فوائد کا حصول ممکن ہو۔

آخر ہم نے دیکھ لیا کہ ازواج مطہرات سے رسول اکرم ﷺ کے معمولات کے بارے میں سوال کرنے والے ان تینوں صحابہ نے جب انسانی فطرت سے انحراف کرنا چاہا اور اپنے لیے الگ ہی راستہ تجویز کرنا چاہا تو رسول اللہ ﷺ نے برہمی کا اظہار فرمایا کیونکہ ان بندگان الٰہی نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ اس طریقہ سے وہ اللہ کے نزدیک ہوں گے۔ حالانکہ حضور ﷺ نے انہیں بتایا کہ اس عمل سے وہ اسلام اور راست و درست مبادئ فطرت سے نزدیک نہیں دور ہوں گے۔ شیطانوں کے وسوسوں میں مبتلا ہو کر تکلیف اٹھائیں گے۔ جنسی شہوت سے جنگ میں اپنے آپ کو الجھائے رہیں گے اور یہ سب ان کے لیے کڑی آزمائش ہوگی۔ کیونکہ کنوارا ہونا ان کے لیے بے حد تلخ ہوگا جس کی آلائش اور گناہ سے کم لوگ نجات پاتے ہیں اور جو لوگ نجات پا گئے بہت سے ان میں ایسے ہوں گے جو بسا اوقات احکام الٰہی اور فرائض سے اعراض کے مرتکب ہوں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: (بھائیو!) نکاح کر لو کیونکہ ازدواجی زندگی کا ایک دن غیر شادی شدہ زندگی کے اتنے اتنے برسوں کی عبادت سے بہتر ہوتا ہے۔ (نزهة المجالس و منتخب النفائس للصفوری، ۱/ ۲۱۹ میں بغیر کسی سند کے مذکور ہے۔)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو جب طعنہ دیا گیا تو آپ نے فرمایا۔ اچھا، میری شادی کا انتظام کر دو! میں بھی غیر شادی شدہ حالت میں اپنے اللہ سے ملنا ناگوار سمجھتا ہوں۔ (احیاء علوم الدین للغزالی، ۲/ ۲۳ میں بغیر کسی سند کے موجود ہے۔)

کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے فرزند عبداللہ کی والدہ کا انتقال ہوا اس کے دوسرے دن آپ نے شادی کی اور فرمایا: شادی کے بغیر ایک رات بھی بسر کرنا میں مناسب نہیں سمجھتا۔ (یہ بے اصل قول ہے۔ جسے غزالی نے اپنی کتاب احیاء علوم الدین، ۲/ ۲۳ میں نقل کیا)

کو ان کا حق ادا کرو۔ جب صبح ہوئی تو فرمایا: ہاں! اب چاہو تو اٹھ جاؤ۔ وہ اٹھے دونوں نے وضو کیا، سنتیں پڑھیں۔ اس کے بعد ابو درداء رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تا کہ حضرت سلمان کی کہی ہوئی باتیں آپ کے گوش گزار کریں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''ہاں! ابو درداء سلمان نے سچ کہا۔ خود تمہارا بھی تو تمہارے اوپر حق ہے۔'' آپ نے بھی وہی کہا جو حضرت سلمان نے عرض کیا تھا۔ (ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: ''سلمان نے سچ کہا۔'') [1]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب من أقسم على أخيه ليفطر في التطوع: ۱۹۶۸؛ سنن الترمذی، کتاب الزھد، باب في اعطاء حقوق النفس......: ۲٤۱۳۔

رشتۂ ازدواج کا پہلا زینہ

نیک خاوند اور نیک بیوی کا انتخاب [1]

آیات قرآنی

﴿ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ﴾ (۴۹/ الحجرات: ۱۳)

''بلاشبہ اللہ کے نزدیک تم سب میں عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہو۔''

﴿ وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ؕ اِنْ يَّكُوْنُوْا

---

[1] ازدواجی زندگی کی سب سے بڑی مشکل اور اس بندھن کے کمزور پڑنے کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ رفیقۂ حیات یا شریک زندگی کے انتخاب میں بڑی عجلت اور جلد بازی سے کام لیا جاتا ہے اور کسی قسم کی چھان بین اور جستجو نہیں کی جاتی۔ بے شمار نوجوان لڑکے اور لڑکیاں محض حسن کی چمک اور چہرے کا رنگ دیکھ کر مسحور ہو جاتے ہیں اور نکاح کے پاکیزہ رشتے میں ایک دوسرے کے ساتھ بندھ جاتے ہیں۔ پھر انجام کار زندگی کی دوڑ میں سر کے بل گرتے ہیں اور بڑی بڑی تکلیفیں اٹھاتے ہیں جلد بازی کا یہ مرض لڑکیوں میں کچھ ہی کم ہوتا ہے۔ ایک شخص کی اسی سلسلہ میں ایک کہانی مجھے یاد آئی'' کچھ بنی سنوری لڑکیوں کی ایک ٹولی قریب سے گزری۔'' ایک شخص سے کہا گیا کہ وہ ان میں سے اپنے لیے کوئی لڑکی پسند کرے۔ شخص مذکور نے قریب کی سر بفلک پہاڑی پر نظر دوڑائی۔ دور پہاڑ کی بلند چوٹی پر اسے ایک لڑکی نظر آئی۔ اس نے اسی لڑکی کو پسند کیا اور کہا'' میں اس لڑکی سے شادی کروں گا کیونکہ اس تک رسائی مشکل بھی ہے اور وہ نظروں سے کافی دور بھی ہے۔''

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے نیک، صالح، بااخلاق، دیندار، عفت شعار اور محفوظ گھرانوں سے رشتہ کرنے پر زور دیا۔ چنانچہ آگے آنے والی آیات و روایات سے اس کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

یورپ کی بعض یونیورسٹیوں نے ایک مستحسن قدم یہ اٹھایا ہے کہ وہاں کی ایک یونیورسٹی نے ایک پرائیویٹ ادارہ کھولا اور اس کا نام رکھا'' شادی بیاہ پنچایت'' اس دفتر میں خاص طور پر جنسی پیچیدگیوں کو حل کیا جاتا ہے، زندگی کے نئے ہم سفر کے متلاشی نوجوان لڑکوں، لڑکیوں کو مناسب مشورہ دیا جاتا ہے، ایک دوسرے کو منتخب کرنے میں خیر خواہی کے ساتھ ہدایات دی جاتی ہیں، جلد بازی سے روکا جاتا ہے اور ایسے رشتوں سے باز رکھنے کی سختی سے تاکید کی جاتی ہے جہاں لڑکے لڑکیاں بدمزاج ہوں اور ازدواجی ذمہ داریاں پوری نہ کر سکیں۔ کیا ہی بہتر ہوتا کہ ہماری یونیورسٹیاں بھی ایسا کوئی قدم اٹھاتیں تاکہ طلبا کے اندر حد سے بڑھی بداخلاقی، انارکی اور انتشار کا ازالہ ہوتا اور اگر راقم کو ذرا بھی اختیار ہوتا تو یونیورسٹیوں میں داخلہ کے خواہاں طلبا اور طالبات کے لیے میں یہ ضروری قرار دیتا کہ اپنے ضروری کاغذات کے ساتھ ساتھ اپنی منگیتر یا اہلیہ کے نام کا اندراج کریں جس سے قانونی طور پر اس کا نکاح ہونے والا ہے یا ہو چکا ہے اور اگر نکاح ہو چکا ہے تو اس کے مہر کی ایک مقدار ادا کر دیں اور بقیہ اس وقت کے لیے رکھ چھوڑیں جب ان کی فراغت عمل میں آئے اور وہ کوئی کام کرنے لگیں۔ ویسے بھی ایک کا کھانا دونوں کے لیے کافی ہوتا ہے۔ اس لیے یہ ممکن ہے کہ یک گونہ آسودگی کے ساتھ دونوں مل جل کر ایک ساتھ رہ سکیں گے۔

فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴾

(٢٤/ النور: ٣٢)

''اور تم میں (جو مرد وعورت) بغیر نکاح ہوں ان، کا نکاح کردو اور تمہارے غلاموں اور باندیوں میں سے جو نیک [1] ہوں، ان کا بھی نکاح کرادو! اگر وہ فقیر ہوں گے تو اللہ ان کو اپنے فضل سے خوشحال کردے گا اور اللہ بڑی وسعت والا (اور) جاننے والا ہے۔''

---

[1] آیت نے شوہر کے لیے کفو (برابری) کی شرط محض صلاح وفلاح کے لیے عائد کی ہے اور صلاح یہ ہے کہ وہ دیندار، با اخلاق اور نکاح کی مقدرت رکھتا ہو۔ کفو کے لیے مالدار ہونا ضروری نہیں کیونکہ اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ غریب شوہروں کو دولت سے نواز کر انہیں بے نیاز کرسکتا ہے اور اللہ سے بڑھ کر سچ کہنے والا کوئی نہیں ہوسکتا۔ نیز کفو میں یہ چیز بھی داخل ہے کہ منگیتر اسلام اور اسلامی شعار پر پختہ یقین والا اور ثابت قدم ہو اور اگر اس کے ساتھ علم کو بھی شامل کرلیا جائے تو پھر اس کا کیا کہنا کیونکہ علم کی رسائی اسلام میں بہت دور تک ہے۔ علم سے یہاں کتاب وسنت کا علم اور اس پر عمل پیرا ہونا ہے۔ رہا نسب اور مال میں کفو کا ہونا تو اسلام میں اس کا کوئی وزن نہیں ہے۔ اس لیے کہ پیغمبر علیہ السلام نے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دیا۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن کو حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دیا۔ حضرت ابوحذیفہ نے ہند بنت عتبہ بن ربیعہ کی شادی حضرت سالم رضی اللہ عنہ سے کرائی۔ جب کہ اس وقت سالم ایک انصاری خاتون کے غلام تھے۔ (نواب صدیق حسن خان رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب ''الدین الخالص'' ۴/ ۴۲۹۔۴۲۸ میں) ابن ابی ملیکہ سے مذکور ہے کہ فتح مکہ کے دن حضرت بلال رضی اللہ عنہ خانہ کعبہ کے اوپر چڑھے اور وہاں سے اذان دی۔ آپ کو دیکھ کر کچھ لوگوں نے کہا: کیا یہ کالا حبشی غلام کعبہ کے اوپر چڑھ کر اذان دے گا؟ دوسروں نے کہا: افوہ! یہ تو اللہ کے غضب کو بھڑکا دے گا۔ تب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ۭ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴾ (۴۹/ الحجرات: ۱۳)

''اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد ایک عورت سے پیدا کیا اور تم کو (مختلف) قومیں اور قبیلے بنایا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بلاشبہ اللہ کے نزدیک تم سب میں عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو۔ بے شک اللہ جاننے والا خبر رکھنے والا ہے۔'' (مرسل، تفسیر ابن ابی حاتم، ۱۰/ ۱۵۸ یہ روایت ارسال کی وجہ سے ضعیف ہے۔)

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو بیاضہ کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی کسی خاتون سے ابوہند کا نکاح کرادیں۔ قبیلۂ مذکورہ کے لوگوں نے جواب دیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم اپنے غلاموں سے اپنی بیٹیوں کا نکاح کرادیں؟ تب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ (مرسل، کتاب المراسیل لابی داود: ۲۱۸؛ السنن الکبریٰ للبیهقی، ۷/ ۱۳۶؛ سنن الدارقطنی، ۳/ ۳۰۰ یہ روایت مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے، نیز موصولاً بھی ضعیف ہے۔)

احادیث نبوی ﷺ

حضور ﷺ نے فرمایا: ''جب تمہارے پاس کوئی ایسا شخص نکاح کا پیغام بھیجے جس کے دین اور اخلاق سے تم راضی ہو تو اس سے نکاح کرادو۔ اگر تم ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور لمبا چوڑا فساد رونما ہوگا۔'' [1]

''کسی عورت سے ان چار چیزوں کے سبب نکاح کیا جاتا ہے: (1) اس کے مال کی وجہ سے (2) اس کے حسب ونسب کی وجہ سے (3) اس کے دین [2] کی وجہ سے (4) اس کے

[1] اسناده ضعيف، سنن الترمذي، كتاب النكاح، باب ماجاء فيمن ترضون دينه فزوجوه: ١٠٨٤؛ سنن ابن ماجه، كتاب النكاح، باب الأكفاء: ١٩٦٧ عبدالحمید بن سلیمان ضعیف اور ابن عجلان مدلس راوی ہیں اور سماع کی صراحت بھی نہیں ہے۔

[2] کفو میں زیادہ لحاظ دینداری کا رکھا جاتا ہے۔ اس لیے کہ جو کوئی اسلامی احکام کی تعمیل کرتا ہے، اس کے نواہی سے بچتا ہے، وہ اپنی بیوی کے ساتھ بھی حسن سلوک کرتا ہے، اس کے ساتھ امانت کا برتاؤ روا رکھتا ہے۔ دیندار خواتین بھی خواہشات کے پیچھے چلنا پسند نہیں کرتیں، نہ اپنے نفس کے فریب میں مبتلا ہوتی ہیں، نہ اپنے گھر کی عزت کو دھبہ لگاتیں ہیں۔ نہ ہی اپنے بچوں کی اصلاح وتربیت اور انہیں آداب زندگی سکھانے میں غفلت برتتی ہیں اور نہ ہی شوہروں کے حقوق میں کبھی کوتاہی کرتی ہیں۔ دین غصہ اور شہوانی قوتوں پر بھی بڑی حد تک روک لگاتا ہے۔ اس کی ایک یہی صفت کافی ہے کہ دل کی تشفی کی یہ موثر تدبیر ہے۔ اس کے علاوہ دین اخلاقی بگاڑ سے بچاتا ہے۔ ہلاکت کے گڑھوں میں گرنے سے روکتا ہے۔ لیکن دیندار ہونا الگ چیز ہے اور دین کے اندر غلو کرنا الگ چیز ہے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: اس امت کی بہتری میانہ روی میں ہے تاکہ آگے جانے والا لوٹ آئے اور پیچھے رہ جانے والا آ ملے۔
(ضعيف، شرح اصول اعتقاد اهل السنة: ٢٢٠١)
پھر میں بعض ایسے خاندانوں کو جانتا ہوں جن کے مرد مسلسل روزے رکھتے اور راتوں کو اٹھ کر تہجد پڑھتے تھے۔ مردوں کے اس زہد کے سبب عورتیں حیران اور ان کی زندگی اجیرن تھی۔ پھر بسا اوقات انہوں نے ایسی حرکتیں کیں جسے کوئی غیرت مند آدمی برداشت نہیں کرسکتا۔ اسی طرح میں نے کچھ خاندان ایسے دیکھے جہاں عورتیں انتہا پسند واقع ہوئی تھیں۔ خوب خوب روزے رکھتیں اور عبادت کرتی تھیں لیکن گھر کو انہوں نے گندگی کا ڈھیر بنا رکھا تھا اور بال بچوں کے ساتھ بھی بڑی لاپروائی برتتی تھیں۔ انجام کار ان کا حشر یہ ہوا کہ ہر دو خاندان تباہ وبرباد ہوکر رہ گئے۔ اس لیے کہ خیر ان دونوں برے پہلوؤں کے بیچ میں ہے یعنی دینداری میں بھی افراط وتفریط سے پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ میانہ روی سب سے بہتر عمل ہے۔
علم نفسیات کے ماہر بتاتے ہیں کہ اس قسم کا افراط اور انتہا پسندی ایک نفسیاتی بیماری ہے جس کی وجوہات مختلف ہیں۔ کسی کے اندر یہ مرض عقیدہ کی راہ سے داخل ہوتا ہے، کوئی اندھی تقلید سے اس کا شکار ہوتا ہے اور کوئی رضائے الٰہی کو چاہتا ہے۔ لیکن انتہا پسند ہو کر بس اسی کے پیچھے پڑ جاتا ہے اور اگر کوئی پوری شدت سے رضائے الٰہی کی جستجو کرے لیکن بیوی کی راحت اور روزی کے حصول میں کوتاہی نہ کرے تو رضائے الٰہی کے لیے اس کی تگ ودو اور کوشش کوتاہی سے ہزار گنا بہتر ہوگی۔ کیونکہ آخر اللہ رب العزت کا بھی ہم پر حق ہے، ہمارے جسم اور ہمارے اہل وعیال کا بھی ہم پر حق ہے۔ ==

حسن و جمال (1) کی وجہ سے۔ لیکن دیکھو! تم دین (2) والی عورت سے نکاح کرنا تمہارے ہاتھ

= اس طرح عبداللہ بن عمرو کے متعلق حضور ﷺ کی یہ حدیث مشہور ہے۔ ان کا قصہ یہ ہوا کہ وہ مسلسل روزے رکھتے تھے۔ حضور ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ نے انہیں بلوا بھیجا اور فرمایا: ''اگر تمہیں روزے رکھنا ہی ہیں تو ہمارے بھائی حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح روزے رکھو۔ ان کا طریقہ یہ تھا کہ وہ ایک دن روزہ رکھتے ایک دن افطار کرتے تھے۔ پھر تمہیں یہ جان لینا چاہیے کہ تمہارے بدن کا تم پر حق ہے، تمہارے بال بچوں کا تم پر حق ہے...... الخ'' (صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب حق الجسم فی الصوم: ۱۹۷۵؛ صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب النھی عن صوم الدھر......: ۱۱۵۹، مسلم ازدواجی بحران اور اس کا علاج: ۲:۷، ۳، ۷، مولفہ ڈاکٹر ذکی شافعی)

(1) اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ خوبصورتی اور حسن و جمال کی کوئی اہمیت نہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ نیا رشتہ تلاش کرتے وقت محض خوبصورتی کو سب کچھ نہ سمجھ لیا جائے ورنہ جہاں تک نفسی خوبصورتی کا تعلق ہے حدیث مبارکہ میں بطور خاص اس کا بھی لحاظ کیا گیا ہے۔ جیسا کہ اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ''تم اسے دیکھ لو! یہ تم دونوں کے درمیان محبت قائم رکھنے کے لیے زیادہ مناسب رہے گا۔'' (صحیح، سنن الترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء فی النظر الی المخطوبۃ: ۱۰۸۷)

نیز وہ روایت بھی اس کی دلیل ہے جس میں ایک عورت نے حضور ﷺ کے سامنے اپنے آپ کو پیش کیا۔ آپ نے اس پر ایک نظر ڈالی لیکن دوبارہ اس کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔ (صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب عرض المرأۃ نفسھا......: ۵۱۲۰، ۵۱۲۱)

(2) یعنی تم دیندار کی جستجو میں رہو صرف دولت مند کو مت ڈھونڈو۔ اللہ تمہیں کہیں زیادہ دولت عطا کرے گا۔ پچھلی سطروں سے میاں بیوی کے انتخاب کی اہمیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے اس لیے اچانک نگاہیں چار ہونے اور اس کے نتیجہ میں چٹ منگنی پٹ بیاہ کی صورتوں سے بہر صورت بچنا چاہیے اس لیے کہ اس کا انجام برا ہوتا ہے۔ صحیح انتخاب کی صورت یہ ہے کہ ایک دوسرے کو دیکھیں، ایک دوسرے کو سمجھیں، پرکھیں، اس طرح چال چلن اور طور طریق کو معلوم کریں۔ ''اسلام میں ازدواجی خوش نصیبی'' نامی کتاب میں درج ہے۔ ایک دن میں ریڈیو سن رہا تھا۔ ریڈیو میں ایک شخص نے دوسرے سے پوچھا کیا تم چاہتے ہو تمہاری بیوی بے حد حسین ہو؟ دوسرے نے کہا ہرگز نہیں! پہلے نے پوچھا بھلا وہ کیوں؟ کیا کوئی ایسا بھی ہوگا جو فتنہ پرور حسن و جمال کو ناپسند کرتا ہو؟ پہلے نے کہا نہیں! بلکہ بات دراصل یہ ہے کہ جب حسن فتنہ انگیز ہوتا ہے تو اس کے پیچھے فتنہ پرور دلال بھی لگے ہوتے ہیں جس کے بعد مشکلات کا لامتناہی سلسلہ چل پڑتا ہے۔ کہنے والے کا یہ جواب مجھے پسند آیا۔

بہر کیف ہمیں عورتوں کی انسانی خصوصیات پر غور کرنا چاہیے۔ یعنی دین، اخلاق، عفت، پاکدامنی، اس کے گھرانے، اس کی تہذیب اور اس کی عقل و دانش سب پر غور کرنا چاہیے۔ اس کے بعد کہیں حسن و جمال کی جستجو کرنے میں مضائقہ نہیں ہے (السعادۃ الزوجیہ فی الاسلام ص ۱۱۵، ۱۱۶) خاوند یا بیوی کے انتخاب کے لیے بعض نے حسب ذیل نصیحتیں تحریر کی ہیں:

① پہلے یہ نہ پوچھا جائے کہ ہونے والی بیوی نے کس درسگاہ میں تعلیم پائی بلکہ پہلے یہ معلوم کیا جائے کہ اس کی پرورش کس گھرانے میں ہوئی ہے؟

② نکاح ایسی لڑکی سے کیا جائے جس کی ماں نیک اور صالحہ ہو۔

③ میاں بیوی کا رشتہ یکساں معیشت کا رشتہ ہے اس لیے اپنا شریک کار ایسا منتخب کرو جو تمہارا ہم مشرب، یکساں طبیعت اور ایک جیسے اخلاق کا مالک ہو۔

سوال: کوئی یہ اعتراض کرسکتا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے دین والی عورتوں سے رشتہ کرنے کی ترغیب دی تو اللہ نے کتابی عورتوں سے نکاح کی اجازت کیوں دی؟

جواب: جہاں تک میں سمجھتا ہوں اللہ نے کتابی عورتوں پر شفقت اور مہربانی کے تحت مسلمانوں کو ان سے نکاح کی اجازت دی تاکہ یہ عورتیں فطری دین کی طرف مائل ہوں اور اس مذہب کو قبول کریں۔ جسے حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت محمد اور جملہ انبیائے کرام علیہم السلام نے اپنے اپنے وقتوں میں پیش کیا تھا۔ انہیں حقیقت حال کی خبر ہو اور جب وہ اسلامی ماحول میں آئیں تو رفتہ رفتہ دین اسلام میں بھی داخل ہو جائیں۔ اس میں شک نہیں کہ جب تک مسلمان پوری قوت سے اسلامی شخصیت کا حامل اور بیدار تھا ان کے موثر طریقہ کار اور مبارک اسلامی روش نے تمام تو نہیں لیکن بیشتر خواتین کو فوج درفوج اسلام میں داخل کرنے کا شاندار کردار ادا کیا تھا اور اس کا نتیجہ نہایت خوب رہا۔

یہ امر مسلم ہے، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ کتابی عورتوں سے نکاح کی اجازت نہایت کڑی شرطوں کے ساتھ مشروط ہے مثلاً یہ کہ بچوں کی تربیت خالص اسلامی رنگ میں ہو اور خانگی اسلامی ماحول شرک، اس کی آلائش اور اس کے کل مظاہر سے پاک صاف ہو تاکہ یہ چھوت اور گندگی مسلمان بچوں اور بچیوں میں سرایت نہ کر جائے اور فقہی قاعدہ ہے کہ ''جس سے واجب کی تکمیل ہو وہ بھی واجب ہوتا ہے۔'' بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ کتابی عورتوں سے رشتہ کی اجازت اس لیے تھی کہ ان دنوں مسلمان عورتوں کی قلت تھی۔ لیکن آج چونکہ ان کے ساتھ نکاح کی اجازت سے مسلمان عورتوں کی تباہی یقینی ہے اس لیے میری نظر میں رشتہ حرام ہونا چاہیے۔

افسوس تو یہ ہے کہ آج ان شرطوں کا پایا جانا آسان بھی نہیں ہے اس لیے کہ آج شوہر بیویوں کے سامنے دبے ہوتے ہیں۔ پھر وہ اپنے بچوں کی تربیت اور نگہداشت اپنی انہی بیویوں کے رحم وکرم پر چھوڑ دیتے ہیں۔ اس لیے اس فقہی قاعدہ کی بنیاد پر کہ ''منافع کی تحصیل سے زیادہ مفاسد کا دفع کرنا ضروری ہے۔'' میں اس کی دعوت دوں گا کہ ان حالات میں کتابی عورتوں سے نکاح کو موقوف کیا جائے اور کیوں نہ ہو جب کہ آج کا مسلمان جب خود آوارہ اور بدچلن ہے وہ اپنی بیویوں کو راہ راست پر کیسے لگائے؟

مزید برآں حربی کتابی عورتوں سے نکاح کی بابت اہل علم بھی اختلاف کرتے ہیں، چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اس قسم کا نکاح حلال نہیں۔ (تفسیر طبری، ۳/ ۶۸) جمہور علما بھی اس سے اختلاف کرتے ہیں اور اس کراہت کی وجہ باری تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

﴿ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ﴾

(۵۸/ المجادلة: ۲۲)

''جو لوگ اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں تم ان کو اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھو گے۔''

اور نکاح کر لینے سے دوستی کر لینا لازم آتا ہے۔ پھر چونکہ حربی کتابی عورتوں سے خطرہ یقینی ہے اس لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس رائے کو میں بھی صحیح خیال کرتا ہوں۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے۔ چنانچہ جن دنوں الجزائر =

= فرانس سے آخری مرحلہ کی فیصلہ کن جنگ میں مصروف تھا الجزائری مسلمانوں کی فرانسیسی نژاد عورتوں میں سخت اضطراب اور بے چینی پھیلی ہوئی تھی جن کا خمیازہ ان کے شوہروں کو بھگتنا پڑ رہا تھا۔ عظیم اہل قلم مصطفیٰ صادق رافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مضمون ''اجنبی عورتیں'' میں لکھا ہے:

میری اپنے بھائیوں سے گزارش ہے کہ وہ اجنبی اور پرائی عورتوں سے ہرگز شادی نہ کریں اس لیے کہ ایک مسلمان جب پرائی عورت سے نکاح کرتا ہے تو وہ ایک ساتھ چھ جرائم کا ارتکاب کرتا ہے اور ہر جرم اس پر ایک قسم کا الزام عائد کرتا ہے:

① اس اقدام سے لڑکیاں مصیبت میں مبتلا ہوں گی اور ان کا یہ حق مارا جائے گا کہ مسلمان مرد مسلمان عورتوں سے نکاح کریں۔ یہ رہا پہلا جرم جس کو ملکی اور وطنی جرم بھی کہا جا سکتا ہے۔

② مشرق و مغرب کے اس ملاپ سے مسلمانوں کی خصوصیات اور ان کے اخلاق گڈمڈ ہو جائیں گے۔ اسلامی روایات پامال ہوں گی اور انہیں اندر سے تباہ و برباد کرنا لازم آئے گا اور یہ ایک اخلاقی جرم ہے۔

③ خالص اسلامی خون اور پاکیزہ مسلم نسلوں میں غیروں کا جعلی اور مصنوعی خون شامل کرنا لازم آئے گا اور یہ بھاری سماجی جرم ہوگا۔

④ ہمارے اپنے گھروں میں اجنبی راج قائم ہوگا جہاں صرف ان کا تسلط ہوگا۔ ایک ایک چیز پر ان کا من مانی تصرف ہوگا اور یہ ایک سیاسی گناہ ہوگا۔

⑤ ایک مسلمان اپنی مسلم بہنوں کو چھوڑ کر پرائی عورتوں کو ترجیح دے گا جس سے دین پر پسندیدہ یا ناپسندیدہ خواہشات کا غلبہ لازم آئے گا۔ پھر اس کے ذریعے سے آنے والی نسلوں میں زہریلا مواد سرایت کرے گا اور کل تک ہمارے جن آباء و اجداد نے ان ملکوں کو فتح کیا اور ان عورتوں کو اپنی کنیزیں بنایا آج اس اقدام کے بعد ہماری مسلمان بہنوں کی عزت خاک میں مل جائے گی۔ اس لیے کہ وہ انہیں باندی بنا کر اپنی اہلیہ کے بعد انہیں دوسرے تیسرے درجہ پر رکھتے تھے اور آج ہمارے ہاتھوں انہیں محبوبہ کا درجہ حاصل ہو کر اولیت یا قانونی حیثیت حاصل ہوگی اور بیویاں باندی بن کر ان سے بھی فروتر ہوں گی۔ یہ دین کے خلاف ایک جرم ہوگا۔

⑥ علاوہ ازیں یہ بے چارہ مسلمان فروتر کو برتر پر ترجیح دے گا اور اسے احساس نہ ہوگا کہ وہ ایک ساتھ مزید پانچ جرائم کا ارتکاب کر رہا ہے۔ یہ اس کا چھٹا انسانیت سوز گناہ ہوگا...... الخ۔

اس پر اتنا اضافہ اور کر لینا چاہیے کہ یہ کتابی عورتیں برائے نام کتابی ہیں ورنہ ان کی اکثریت اندر سے شرک کی خوگر اور بے دین ہوتی ہے۔ اب بھلا سوچو! کیا ان عورتوں اور مسلمان مردوں کا ملاپ ہو سکتا ہے۔ یہ ایسا ہوگا جیسا کہ شاعر نے کہا:

أَيُّهَا الْمُنْكِحُ الثُّرَيَّا سُهَيْلًا ۔۔۔ عَمْرَكَ اللّٰهُ كَيْفَ يَلْتَقِيَانِ

''اے ثریا سے سہیل کا رشتہ کرنے والے! خدا تیری عمر دراز کرے لیکن کیا ان کا ملاپ بھی ممکن ہے؟''

هِيَ شَامِيَّةٌ إِذَا مَا اسْتَقَلَّتْ ۔۔۔ وَ سُهَيْلٌ إِذَا مَا اسْتَقَلَّ يَمَانِ

''اس لیے کہ یہ بلند ہوتی ہے تو شام پر نمودار ہوتی ہے اور سہیل جب طلوع ہوتا ہے تو یمن پر بلند ہوتا ہے۔''

اسی مناسبت سے ہم یہ بھی عرض کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے مشرک اور کافر عورتوں کی طرح آتش پرست اور =

مٹی میں مل جائیں۔“ ❶

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ام سلیم رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور مسلمان ہوجانا ان کے درمیان مہر طے ہوا۔ حضرت ام سلیم ابوطلحہ سے پہلے مسلمان ہوچکی تھیں۔ ابوطلحہ نے ان کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا ام سلیم نے جواب میں کہا: میں مسلمان ہوچکی ہوں اگر تم بھی اسلام لے آؤ تو میں تم سے نکاح کے لیے راضی ہوں۔ ابوطلحہ نے اسلام قبول کرلیا اور یہی ان کے درمیان مہر تجویز ہوا۔ ❷

زنا کار سے نکاح کرنے والی بھی زنا کار ہے

آیت قرآنی

﴿ اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۡ وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ﴾ (٢٤/ النور: ٣)

”بدکار مرد نکاح نہیں کرتا مگر بدکار ❸ عورت یا مشرک عورت سے اور بدکار

= بدھسٹ عورتوں کا مسلم مردوں سے نکاح حرام ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ۭ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ ﴾ (٢/ البقرة: ٢٢١)

”اور (اے مسلمانو!) جب تک مشرک عورتیں ایمان نہ لائیں ان سے نکاح نہ کرو کیونکہ مشرک عورتوں سے خواہ وہ تم کو کیسی ہی بھلی معلوم ہوں مسلمان باندی بہتر ہے۔“

یہ اس لیے کہ مختلف ذہن کے دو افراد کا یکجا ہونا محال ہے۔ بالخصوص جب ان کے درمیان نفرت کی دیواریں حائل ہوں۔ اس لیے کہ اس سے جھگڑا ہوگا۔ بچوں کا عقیدہ خطرے میں پڑ جائے گا اور ان کے اندر فساد رونما ہوگا۔ جب کتابی عورتوں سے اس قسم کے امکانی خطرات کا قوی اندیشہ ہے اور موجودہ حالات سے اس کی تصدیق ہوتی ہے تو حرمت کا حکم حسب سابق برقرار ہوگا۔

❶ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الأکفاء فی الدین: ٥٠٩٠؛ صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب استحباب نکاح ذات الدین: ١٤٦٦؛ سنن ابی داود: ٢٠٤٧؛ سنن النسائی: ٣٢٣٢؛ سنن ابن ماجه: ١٨٥٨۔

❷ اسناده حسن، سنن النسائی، کتاب النکاح، باب التزویج علی الاسلام: ٣٣٤٢۔

❸ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ پاکدامن مرد بدکار (بازاری) عورت سے نکاح نہیں کرسکتا تاوقتیکہ وہ توبہ نہ کرلے اگر اس نے توبہ کی تو پھر نکاح درست ہوگا ورنہ نہیں۔ (دیکھئے تفسیر ابن کثیر: ٦/ ٩) اسی طرح شریف باعزت عورت کا نکاح فاسق وفاجر بے آبرو مرد کے ساتھ کرنا درست نہ ہوگا جب تک کہ وہ توبہ نہ کرلے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: =

عورت کو بھی بدکار یا مشرک مرد کے سوا کوئی اور نکاح میں نہیں لاتا اور یہ ایمان والوں پر حرام ہے۔" [1]

= ﴿ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ (٢٤/ النور : ٣) "اور یہ ایمان والوں پر حرام ہے۔"

[1] امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "یعنی زانیوں کو لڑکی دینا، زنا کار لڑکی سے شادی کرنا اور عزت دار شریف لڑکیوں کو زنا کار مردوں کے حوالہ کرنا حرام ہے۔" (تفسیر ابن کثیر: ٦/ ٩)

نہایت افسوس کا مقام ہے کہ آج بہت سے خاندانوں میں یہ پیمانہ بالکل بدل گیا ہے اور کوئی اس کو اہمیت دینے کے لیے تیار نہیں۔ چنانچہ اگر لڑکی والوں سے کہا جاتا ہے کہ منگیتر زنا کا عادی ہے تو وہ کہتے ہیں در خت ایسا برا نہیں، ہاں کبھی کبھی جھونکوں سے ہل جاتا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ وہ نماز کا پابند نہیں تو کہتے ہیں ابھی کمسنی اور نادانی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ اسے شراب کی عادت ہے تو کہتے ہیں اللہ اس کے جام الٹ جانے کو معاف کر دے گا۔ اگر یوں کہا جائے کہ "بدعقیدہ ہے" تو اس کی بھی انہیں مطلق پروا نہ ہوگی۔ لیکن اگر یہ کہہ دیا جائے کہ وہ متوسط گھرانے سے تعلق رکھتا ہے تو ان کی چیخ نکل جاتی ہے اور ایک شور سا بپا ہو جاتا ہے۔ خواہ وہ کتنا ہی نیک اور اچھی سیرت کا مالک ہو۔

حالانکہ ان آبرو باختہ سر پھرے نوجوانوں کے ساتھ ان لڑکیوں کا رشتہ کر دینے سے ان کی کیسی کیسی مٹی پلید ہوتی ہے۔ کیا دن رات وہ طرح طرح کی آفتوں کا شکار نہیں ہوتی ہیں؟ کیا ایک بدکار آدمی کے پہلو میں رہ کر فتنہ و فساد سے حفاظت ان کے لیے ممکن ہوتی ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ یا تو یہ ہوگا کہ حرام کاری میں پڑ کر ان کا دین بھی تباہ و برباد ہوگا اگر وہ دیندار ہیں تو ان کی زندگی اجیرن اور ان کی ساری عمر جلتے کڑھتے گزرے گی۔

مجھے معلوم ہوا ہے کہ ایک نوجوان لڑکی نے کسی شرابی نوجوان سے شادی کی۔ ہنی مون (ماہ عسل) منانے کے لیے نوجوان اسے لے کر لبنان کے کسی ہوٹل میں فروکش ہوا۔ پہلی رات تخلیہ سے قبل مرد نے زبردستی عورت کو شراب پلائی اور خود بھی نشہ میں بدمست ہوا۔ اتفاق سے لڑکی رفع حاجت کے لیے باہر نکلی۔ ضرورت سے فارغ ہو کر جب اس نے اپنے کمرے میں لوٹنا چاہا تو نشہ کی وجہ سے اپنے کمرہ کی بجائے ایک دوسرے کمرہ میں چلی گئی۔ اس کمرے میں ایک شخص پہلے سے موجود تھا۔ اس نے لڑکی کو دبوچ لیا اور صبح تک وہ اس کے پاس رہی ادھر شوہر نیند اور شراب سے بدمست پڑا خراٹے لیتا رہا۔

فَكَانَ مَا كَانَ مِمَّا لَسْتُ اَذْكُرُهٗ ۔۔۔ فَظُنَّ شَرًّا وَّلَا تَسْاَلْ عَنِ الْخَبَرِ

"وہاں کیا ہوا؟ کچھ نہ پوچھو کیا ہوا۔ بس کچھ نہ پوچھو یوں سمجھو کہ بہت برا ہوا۔"

ابونعیم نے "حلیہ" میں لکھا ہے:

ابوطلحہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ ان دنوں حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس انہوں نے نکاح کا پیغام بھیجا۔ حضرت ام سلیم نے جواب میں کہا: میں بھی تمہیں جانتی ہوں تم جیسے آدمی کا پیغام رد نہیں کیا جاتا۔ لیکن بات یہ ہے کہ تم کافر ہو اور میں مسلمان ہوں اس لیے میرا تم سے رشتہ کرنا صحیح نہیں ہے۔ ابوطلحہ نے کہا: اچھا آنکھوں میں کیچڑ والی! تم اتنی بھی ہوشیار ہوگئیں! حضرت ام سلیم نے کہا: یہ کوئی ہوشیاری نہیں۔ ابوطلحہ نے کہا: لیکن کہاں سونا چاندی، کہاں تم؟ (ابوطلحہ نے انہیں سونے چاندی کا لالچ دینا چاہا۔) ام سلیم نے کہا: مجھے سونا چاندی مطلوب نہیں لیکن تم ہی سوچو! تم ایسے کی پرستش کرتے =

دکھاوے سے دھوکے میں نہ آنا چاہیے

آیت قرآنی

﴿ وَإِذَا رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ أَجْسَامُهُمْ ۖ وَإِن يَقُولُوا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ۖ كَأَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ۖ ﴾ (٦٣/ المنافقون: ٤)

''اور جب تم ان کو دیکھتے ہو تو تم کو ان کا قد و قامت خوشنما معلوم ہوتا ہے اور جب وہ بات کریں تو توجہ سے تم ان کی باتیں سننے لگتے ہو گویا کہ وہ لکڑیاں ہیں جو دیوار کے سہارے کھڑی کر دی گئی ہیں۔''

حدیث نبوی ﷺ

ایک شخص حضور اکرم ﷺ کے قریب سے گزرا۔ آپ نے فرمایا: اس شخص کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یہ اس لائق ہے کہ اگر کہیں منگنی کا پیغام بھیجے تو فوراً قبول کیا جائے۔ سفارش کرے تو تسلیم کی جائے، کوئی بات کرے تو لوگ گوش بر آواز ہوں۔ آپ یہ سن کر چپ رہے، پھر غریب مسلمانوں میں سے ایک شخص کا گزر ہوا۔ نبی کریم ﷺ نے دریافت فرمایا: ''اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟'' انہوں نے عرض کیا: یہ اس لائق ہے کہ اگر منگنی کرے تو کوئی اس سے نکاح کے لیے آمادہ نہ ہو، سفارش کرے تو قبول نہ کی جائے، کچھ کہے تو کوئی سننے کے لیے تیار نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پہلے کے مقابلہ میں یہ شخص زمین بھر کے سونے سے زیادہ بہتر ہے۔'' [1]

= ہو جو نہ سن سکتا ہے نہ دیکھ سکتا ہے نہ تمہیں کسی طرح مطمئن کر سکتا ہے۔ کیا تم اس سے نہیں جھجکتے کہ زمین سے اگنے والی ایک لکڑی کی پوجا کرتے ہو جسے فلاں قبیلہ کے حبشی نے تراش کر بنایا ہے؟ سنو! اگر تم نے اسلام قبول کر لیا تو بس یہی میرا مہر ہوگا۔ اس کے علاوہ مجھے کچھ درکار نہیں ابوطلحہ نے کہا: اچھا! بتاؤ میں مسلمان کیسے بنوں؟ حضرت ام سلیم نے عرض کیا اس کے لیے تم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ اور بس! چنانچہ حضرت ابوطلحہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور مشرف باسلام ہوئے۔ (حلية الاولياء، ٢/ ٥٩، ٦٠؛ سنن النسائی، كتاب النكاح، باب التزويج على الاسلام: ٣٣٤٢، ٣٣٤٣ وسنده صحيح)

[1] صحيح بخاری، كتاب النكاح، باب الأكفاء في الدين: ٥٠٩١؛ سنن ابن ماجه، كتاب الزهد، باب فضل الفقر: ٤١٢٠۔

منگیتر کو ضرور دیکھ لینا چاہیے 2

احادیث نبوی ﷺ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا کہ

---

2 منگیتر کو ضرور دیکھ لینا چاہیے۔ اس موضوع پر گفتگو کی مناسبت سے قارئین کو ایک گندے رواج سے آگاہ کرنا اہم سمجھتے ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ اس قسم کا نکما رواج آج بہت سارے مسلم خاندانوں میں بڑھتا جا رہا ہے۔ یہ رواج ہے شادی سے پہلے تجربہ اور آزمائش کے لیے لڑکوں اور لڑکیوں کا آزادانہ اختلاط۔ جس کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ چنانچہ ''رواج جس کو مٹ جانا چاہیے اور جن سے خوشیاں ملیامیٹ ہو جاتی ہیں۔'' نامی ایک رسالہ میں (جس کی میں نے جانچ کی اور اس پر نوٹس بھی لکھے۔) اس اختلاط کے بھیانک نتائج کو بخوبی پیش کیا گیا ہے۔ والدین اور سرپرستوں کی آگاہی کے لیے اس رسالہ کے چند اقتباسات یہاں ذکر کیے جاتے ہیں۔

ایک پرفریب تہذیب کے نام سے جس نے ہمارے ذہن ہمارے اخلاق اور ہماری روایات کو ہلا کر رکھ دیا ہے اور جس کے ہم قیدی بنے بیٹھے ہیں۔ اسی تہذیب اور اندھی تقلید کے نام سے ہم نے ایسے انجانے راستوں پر چلنا سیکھا جن کا دین اور اخلاق سے کوئی واسطہ نہیں۔ اس قسم کا ایک رواج یہ چل پڑا ہے کہ لڑکے اور لڑکیاں بطور تجربہ شادی سے پہلے آپس میں ملیں۔ اس سلسلے میں چونکہ ہم نے اس حد تک چھوٹ دے رکھی ہے کہ نہ کوئی چوکی پہرہ ہے، نہ ضمیر کا کھٹکا ہے، نہ دین کا احساس ہے، نہ ہی کسی خویش واقارب کا وہاں سے گزر ہے۔ اس آزادانہ اختلاط کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ میل ملاپ آج اپنی بدترین صورتوں کے ساتھ ہمارے سامنے پوری طرح موجود ہے۔ اس اختلاط کے نام سے درحقیقت ہم نے بارود کو آگ دکھائی ہے۔ تہذیب اور ثقافت کے نام پر شیر جیسے پھاڑ کھانے والے درندے کے منہ میں لقمۂ تر ڈال رکھا ہے۔ پھر اس کھلی چھوٹ کے نتیجے میں لڑکیوں اور خاندانوں کی جو درگت بنی عزت وناموس کو جس طرح سربازار رسوا ہونا پڑا اور جس قدر ذلت اور رسوائی ہوتی رہی اور جس کا ثبوت یہ ہے کہ اس قسم کے جنسی اسکینڈلوں سے اخباروں کے صفحات بھرے پڑے ہیں۔ ظاہر ہے ان سب کے بارے میں کوئی کیا کہہ سکتا ہے؟ سب سے زیادہ شرم کی بات تو یہ ہے کہ اس گندی روش نے رفتہ رفتہ ایسا عادی بنا دیا ہے اور لوگوں کا ایسا مزاج بن گیا ہے جس کی وجہ سے اس گندگی کا کسی کو احساس تک نہیں۔ کوئی اس پر منہ ٹیڑھا نہیں کرتا۔ کسی کی پیشانی پر بل نہیں آتا نہ کسی کے ماتھے پر ندامت کے آثار نمودار ہوتے ہیں اور انجام کار یہ ہوتا ہے کہ حرص وہوس کا یہ پتلا سانپ بن کر جب اپنے شکار کا رس چوس لیتا ہے، اپنا دل اس کھلونے سے اچھی طرح بہلا لیتا ہے اور ہاتھ آئی چیز سے طبیعت بہر حال اکتا جاتی ہے نیز جس چیز سے روکا جاتا ہے آدمی اسی کی کشش دل میں پاتا ہے۔ تب کوئی الزام دھر کر یا عیب لگا کر وہ اسے ایک طرف ڈال دیتا ہے اور اس کی عزت وناموس کا جنازہ نکال دیتا ہے: بھر بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس اختلاط کے نتیجے میں لڑکی شادی سے پہلے ماں بن جاتی ہے اور اس گھناؤنے جرم کی نشانی اس کے پیٹ میں پروان چڑھتی ہے۔ ایک لڑکی کی زندگی تباہ کرنے کے بعد پھر یہ نوجوان کسی دوسرے شکار کی تلاش میں نکلتا ہے اور وہی کھیل پھر شروع ہو جاتا ہے۔ اس طرح بدکاری بڑھتی ہے، بے حیائی پھیلتی جاتی ہے اور جب ہوس کو یوں تسکین ملتی ہے تو شادی کا بازار خود بخود پھیکا پڑ تا جاتا ہے۔ بھلا بتایا جائے کہ یہ چھٹے ہوئے بدمعاش اور بے مہار نوجوان جو بھنوروں کی طرح ایک پھول کو چھوڑ کر دوسرے پھول پر منڈلاتے ہیں، ایک کلی کا رس نچوڑ کر دوسرے کے درپے ہوتے ہیں، کیا کوئی ان کی گوشمالی کرنے والا ہے یا ان کا حساب بے باک کر سکتا ہے؟ =

ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا: میں نے ایک انصاری عورت سے نکاح کیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''تم نے اس کو دیکھ لیا ہے؟'' اس شخص نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا: ''جاؤ دیکھ لو! کیونکہ انصار کی عورتوں میں کچھ ہوتا ہے۔'' (یعنی انصاری عورتوں کی آنکھیں چھوٹی ہوتی ہیں۔) [1]

= ظاہر ہے بدکار لڑکیاں مفت میں اگر اپنی عزیز متاع از خود پیش کرنے کے لیے آمادہ ہیں تو ان اوباش نوجوانوں کے لیے نکاح کے بندھن میں پڑنے، اس کے اخراجات برداشت کرنے اور اس کی پابندیوں کو گوارا کرنے کی کیا ضرورت ہوگی؟ پھر یہ ہوگا کہ نوجوان حلال کو اپنانے سے گریز کریں گے۔ اگر والدین اور سرپرست اس گریز کی وجہ جاننا چاہیں تو ہم عرض کریں گے کہ یہ اس جھوٹی ثقافت اور پرفریب تہذیب کا شاخسانہ ہے، جس کی ناپاک گھڑی کو ہم نے مدت سے اپنے سروں پر اٹھا رکھا ہے اور اس کی بدولت ہم نے اپنی روایات، اپنا دین اور اپنی عزت وشرافت سب کو بیچ دیا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ اجنبی مردوں اور عورتوں کے آزادانہ اختلاط سے اسلام نے ہمیشہ روکا ہے اور بار بار یہ یاد دلایا ہے کہ ایک اجنبی مرد اور ایک اجنبی عورت کے ساتھ تیسرا شیطان ہے۔ (صحیح، سنن الترمذی، کتاب الرضاع، باب ماجاء فی کراهية الدخول علی المغيبات: ۱۱۷۱؛ مسند احمد، ۱/ ۲۶: ۱۷۷؛ صحیح ابن حبان: ۵۵۸۶) حضور اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ''میں نے اپنے بعد مردوں کے حق میں عورتوں سے بڑا کوئی اور فتنہ نہیں پایا۔'' (صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب ما یتقی من شؤم المرأة: ۵۰۹۶؛ صحیح مسلم، کتاب الرقاق باب اکثر اهل الجنة الفقراء...... ۲۷۴۰)

بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر دنیا میں مرد اور عورت کی ایک ایک ہڈی بھی باقی رہی تب بھی فطری طور پر ایک کا دوسرے کی طرف میلان ہوگا۔ نیز ان کا یہ پروپیگنڈہ قطعی جھوٹا ہے کہ اشراف گھرانوں کے افراد میں اس قسم کا اختلاط ہوا کرتا ہے حالانکہ حقیقت میں یہ نادان ہیں۔ جنسی توانائی یا انسانی فطرت کے بارے میں سراسر تجاہل برت رہے ہیں۔

اگر منگنی کرنے والا اپنے ارادہ میں پختہ اور شادی کے لیے پہلے سے تیار ہے تو ایسے شخص کو اسلام چہرے اور ہتھیلیوں کے دیکھنے کی اجازت دیتا ہے بلکہ اس کے لیے یہ مناسب ہے کہ کچھ مخلص، بڑی بوڑھی عورتوں کو لڑکی کے گھر بھیجے تاکہ وہ لڑکی کے اخلاق اور اس کے چال چلن کا اندازہ کریں۔ لڑکے کو بھی چاہیے کہ وہ اچھی طرح پہلے جائزہ لے اور اپنی آنے والی نسلوں کے بارے میں غور وفکر کرے۔ اس لیے کہ ماں باپ کی عادتیں آنے والی نسلوں میں ضرور سرایت کرتی ہیں۔

اگر نوبت اس کی آئی جسے اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے اور اس کا رواج ہوا تو اس سے ننگ وعار بڑھے گا، تباہی اور رسوائی میں اضافہ ہوگا اور لوگ کامیاب اسی صورت میں ہوں گے جب وہ لوٹ کر اپنے دین اور اپنی شریعت پر دوبارہ گامزن ہوں گے اور مرد وزن کے آزادانہ اختلاط سے گریز کریں گے۔ مرد وعورت کا یہ فرض ہے کہ دونوں اپنے اپنے میدان میں سرگرم عمل ہوں اور جس قدر اسلام میں انہیں پابند کیا گیا، کسی قسم کی سرکشی اور حدود سے تجاوز کیے بغیر اس سے آگے قدم نہ بڑھائیں۔ آج اخبارات اٹھا کر دیکھیے تو معلوم ہوگا کہ روزانہ ایسی خبریں آرہی ہیں جن سے عبرت اور نصیحت روز بروز بڑھتی جارہی ہے۔ آج کسی نوجوان لڑکے کا دل کسی ایسی ہی لڑکی کی طرف صحیح طریقے سے ملتفت ہوگا جو لوٹ کر پھر سے پردے اور گوشہ میں چلی جائے، گراوٹ اور بے جا آزادی سے خود کو بچائے، ہمیشہ نقاب اور حجاب کا استعمال کرے کہ یہی اس کا سچا محافظ ہے۔ ورنہ اس کے باہر چاروں طرف انسان نما بھیڑیے ہیں جن کے دل ان کے لیے بیکل ہیں اور ہوس نے ان کی آنکھوں کو اندھا کر رکھا ہے۔

[1] صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب ندب النظر الی وجه المرأة...... ۱۴۲۴؛ سنن النسائی، کتاب النکاح، باب اذا استشار رجل رجلاً فی المرأة...... ۳۲۴۸، ۳۲۴۹۔

ایک اور صحیح حدیث میں اس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ......

''اس عورت کو دیکھ لو! تم دونوں کے درمیان محبت ❶ قائم رکھنے کے لیے یہ زیادہ مناسب ہوگا۔'' ❷

''تم میں سے کوئی جب کسی عورت سے منگنی کرے تو اگر اس کے لیے اپنی منگیتر کو دیکھ لینا ممکن ہو تو دیکھ لے۔'' ❸

''تم میں سے کوئی اگر کسی عورت سے منگنی کرے تو اسے دیکھ لینے میں کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ منگنی کے ارادے سے دیکھے خواہ اس کی منگیتر کو اس کا علم نہ ہو۔'' ❹

❶ یعنی الفت قائم رکھنے کے لیے یہ زیادہ بہتر ہوگا۔ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ان یؤدم'' کا مفہوم یہ ہے کہ اس سے ایک دوسرے کے ساتھ ملائمت اور نرمی قائم ہوگی آپس میں صلاح اور درستی آئے گی لفظ ''ادام'' بھی اسی سے ماخوذ ہے، جس کے معنی ''سالن'' کے ہیں اور جس سے روٹی کھانا ٹھیک معلوم ہوتا ہے اور اگر یہ سب ہو لیکن آپس میں کوئی مناسبت اور ربط نہ ہو تو ظاہر ہے یا تو آپس میں محبت نہ ہوگی یا اس کے اندر پختگی اور استواری پیدا نہ ہوگی، اس لیے کہ آپس میں محبت پیدا ہونے کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ مناسبت پیدا ہونا بے حد ضروری ہے۔ (روضۃ المحبین۔ ص ٦٦)

یہ پہلو بھی بڑا دردناک اور دلخراش ہے کہ بہت سارے سرپرست منگیتر کو اپنی بیٹی دکھانا پسند نہیں کرتے اس کے بجائے اس کا فوٹو دکھاتے ہیں جس کو کوئی اجنبی فوٹو گرافر ان کی لاعلمی کی حالت میں کھینچے ہوتا ہے بعض اوقات یہ تصویریں ایسی ہوتی ہیں جن سے پیشانی عرق آلود ہوتی ہے اور اگر یہ تصویریں فوٹو گرافر یا اس شخص کے پاس باقی رہیں تو اس میں شک نہیں کہ اس سے طرح طرح کے فتنے اٹھ کھڑے ہوں گے اور یہ سب سنت نبوی کو چھوڑ دینے اور باطل عادتیں اپنا لینے کا نتیجہ ہوگا۔ ❷ صحیح، سنن الترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء فی النظر الی المخطوبۃ: ١٠٨٧؛ سنن النسائی، کتاب النکاح، باب اباحۃ النظر قبل التزویج: ٣٢٣٧۔

❸ حسن، سنن ابی داود، کتاب النکاح، باب فی الرجل ینظر الی المرأۃ......: ٢٠٨٢؛ مسند احمد، ٣/ ٣٣٤: ١٤٥٨٦؛ المستدرک للحاکم، ٢/ ١٦٥۔

❹ صحیح، مسند احمد، ٥/ ٤٢٤: ٢٣٦٠٢؛ المعجم الاوسط للطبرانی: ٩١٥؛ مسند البزار: ٣٧١٤؛ طحاوی، ٣/ ١٤؛ الصحیحۃ للالبانی: ٩٧۔

اس حدیث پر بعض صحابہ کرام جیسے محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ کا عمل پایا جاتا ہے۔ چنانچہ سہل بن ابوحثمہ کہتے ہیں: میں نے دیکھا کہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ ثبیتہ بنت ضحاک کو تیز تیز نظروں سے گھور رہے ہیں اس وقت ثبیتہ اپنے کھجوروں کے ایک جھنڈ میں تھی۔ میں نے عرض کیا: آپ صحابی رسول ہو کر ایسا کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا: ''اگر تمہارے دل میں کسی عورت سے منگنی کا خیال آئے تو اسے دیکھ لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔'' (اسنادہ ضعیف، سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب النظر الی المرأۃ......: ١٨٦٤؛ حجاج بن ارطاۃ ضعیف راوی ہے۔)

علمائے کرام اور فقہی ماہرین کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ منگیتر کو کس حد تک دیکھا جاسکتا ہے بعض کتب فکر =

شادی سے پہلے طبی جانچ

احادیث نبوی ﷺ

"جذامی سے ایسے علیحدہ رہو جیسے شیر سے علیحدہ رہتے ہو۔" ❶

"بیمار (اونٹ) کو تندرست کے پاس نہ لے جاؤ۔" ❷

= نے صرف چہرہ اور ہتھیلیوں کو دیکھنے کی اجازت دی ہے لیکن اس قید کی کوئی دلیل نظر نہیں آتی۔ نیز اس قسم کی قید لگانے میں صحابہ کی فہم ودانش کو معطل کرنا لازم آتا ہے۔

اس مناسبت سے ہم اللہ کے نبی حضرت سلیمان علیہ السلام کا عمل پیش کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ چونکہ آپ نے بلقیس سے نکاح کا ارادہ کیا۔ اس لیے اس کی پنڈلیوں کو دیکھنے کے لیے آپ نے محل تعمیر کیا۔ بلقیس نے اس محل (کے فرش) کو دیکھا تو یہ سمجھا کہ پانی ہے اس لیے اس نے پائنچے چڑھائے۔ اللہ کے برگزیدہ نبی نے اس کی پنڈلیاں دیکھ لیں اور اس سے نکاح فرمایا۔

اس موقع پر ایک اور سوال ذہن میں آتا ہے کہ جب حکیم ودانا دستور ساز نے شادی سے قبل مرد کو عورت کے دیکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی تو کیا ولی لڑکی کو شرعی پردے کے بغیر اس کے سامنے پیش کرے گا؟ حقیقت حال کا علم صرف اللہ کو ہے لیکن جہاں تک میں سمجھتا ہوں کہ اس کی اجازت ہے۔ بالخصوص جب کہ شارع علیہ السلام نے نکاح کے خواہاں مرد کو بقدر امکان اپنی منگیتر کو دیکھنے کی اجازت دی ہے۔ خواہ لڑکی کو اس کا علم نہ ہو۔

علامہ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"داود کہتے ہیں کہ منگیتر کا پورا بدن دیکھا جا سکتا ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے تین اقوال منقول ہیں۔ اول: یہ کہ اس کے چہرے اور دونوں ہاتھوں کو دیکھنے کی اجازت ہے۔ دوم: یہ کہ جو عضو عام طور پر کھلے ہوں انہیں دیکھ سکتا ہے۔ جیسے گردن اور دونوں پنڈلیاں وغیرہ۔ سوم: یہ کہ سر سے پیر تک عورت کے پورے حصہ کو دیکھ سکتا ہے خواہ وہ لائق ستر ہو یا نہیں۔ کیونکہ اس کی بھی صراحت ملتی ہے کہ مرد عورت کو کھلم کھلا دیکھ سکتا ہے۔ (تہذیب السنن ۳/۲۵،۲۶)

امام ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ نے مغنی (۷/۴۵۴) میں لکھا ہے:

عام طور پر جو عضو کھلے ہوتے ہیں انہیں دیکھنے کی اجازت اس لیے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لڑکی کی لاعلمی میں اسے دیکھنے کی اجازت دی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عادتاً (عموماً) کھلے ہوئے اعضا دیکھ لینا جائز ہے اور ڈھکے ہوئے اعضا کو نہ دیکھے محض کھلے ہوئے اعضا کو دیکھنا ممکن بھی نہیں ہے۔ (اور یہی راجح ہے۔)

ابن الجوزی نے فرمایا: اور جس طرح مرد عورت کی دینداری کا گہرا جائزہ لے سکتا ہے لڑکی کے سرپرست کو اس کی اجازت ہے کہ لڑکی کی طرف سے لڑکے کی دین داری، اس کے اخلاق اور اس کے چال چلن کا بغور مشاہدہ کرے کیونکہ اسی پر نکاح کا دارومدار ہے اور اگر سرپرست نے اپنی بیٹی کسی فاسق یا بدعتی کے حوالہ کی تو وہ اپنے اور اپنی بیٹی کے ساتھ بھیانک جرم کا مرتکب ہوگا۔ (منہاج القاصدین ص:۷۱)

❶ صحيح بخاري، كتاب الطب، باب الجذام: ٥٧٠٧۔ ❷ صحيح بخاري، كتاب الطب، باب لا هامة: ٥٧٧١۔

یہ دونوں صحیح حدیثیں چھوت چھات سے بچنے کا اشارہ کرتی ہیں۔ آج متعدد ترقی یافتہ ملکوں نے شادی سے =

”نہ خود نقصان اٹھاؤ، نہ دوسروں کو نقصان پہنچاؤ۔“ ❶

منگنی کرنے میں عجلت بازی سے ممانعت ❷

آیات قرآنی

﴿وَلَا تَعْتَدُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾ (۲/ البقرة: ۱۹۰)

”اور زیادتی نہ کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔“

= قبل طبی جانچ کا قانون پاس کیا ہے اس سلسلے میں اسلام کو اولیت کا شرف حاصل ہے۔
لیکن گہرے دکھ کے ساتھ میں عرض کروں گا کہ اکثر ڈاکٹر صاحبان اس قسم کی طبی جانچ میں لاپروائی برتتے ہیں۔ اسی طرح میاں بیوی بھی اس سے دور بھاگتے ہیں۔ جس سے ان کے اور ان کی اولاد کے لیے آگے چل کر بڑی بڑی دشواریاں پیدا ہوتی ہیں۔ علاوہ ازیں شادی کے خواہشمند لڑکے اور لڑکیوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ کسی پوشیدہ یا متعدی بیماری میں مبتلا ہوں تو ہرگز ہرگز شادی نہ کریں۔ چنانچہ صحیح حدیث مبارکہ میں ہے: ”تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے وہی پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔“ (مسلم: ۴۵)
ڈاکٹر وجیہ زین العابدین نے اپنے رسالہ ”اسلام اور جنسی تربیت“ میں لکھا ہے: ان احادیث ”نہ خود نقصان اٹھاؤ نہ دوسروں کو نقصان پہنچاؤ۔“ وغیرہ سے میں یہ نتیجہ اخذ کرتا ہوں کہ لائق اور مناسب عورت کے انتخاب اور اس سے مضرت کے دفعیہ کے لیے اس طرح لڑکے کو اذیت سے بچانے کے لیے ضروری ہے کہ اسلامی نظام میں شادی سے قبل طبی جانچ کا جو عمل مقرر ہے اس کو رواج دیا جائے۔ خاص طور پر یہ جاننے کے لیے بھی کہ کس قسم کی عورتیں زیادہ بچے پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں، کون سے مرد متعدی امراض سے محفوظ ہیں، ان میں کوئی نامرد پاگل یا کوئی لڑکی بانجھ تو نہیں ہے؟
مردوں کی جسمانی صحت کی سلامتی کے لیے یہ ضروری ہے کہ ان کے اندر نکاح کی صلاحیت ہو۔ اس لیے کہ حدیث مبارکہ میں وارد ہے: ”تم میں جو کوئی نکاح کی صلاحیت رکھے اسے شادی کر لینی چاہیے...... الخ۔“ (صحیح بخاری، كتاب الصوم، باب الصوم لمن خاف على نفسه العزوبة: ۱۹۰۵) نکاح کی استطاعت سے مراد جائے سکونت اور شادی کے دیگر ضروری اسباب کی فراہمی ہے۔ اس سے مراد جنسی قوت بھی ہے جیسا کہ: فیروز آبادی کی لغت کی کتاب ”محیط“ میں لکھا ہے۔
اس لیے پھر شادی کے خواہشمند لڑکے لڑکیوں کو شادی سے پہلے چند آزمائشی تجربات سے ہو کر گزرنا ضروری ہے جس کا مقصد واضح ہے کہ اطمینان حاصل ہو، نقص اور کوتاہی کا علم ہو اور کمزوری یا بیماری جو کچھ درپیش ہو اس کا ازالہ ممکن ہو سکے۔

❶ اسناده ضعيف، سنن ابن ماجه، كتاب الاحكام، باب من بنى في حقه ما يضر بجاره: ۲۳۴۰، ۲۳۴۱ جابر جعفی کذاب اور اسحاق بن یحییٰ بن ولید کی روایت سیدنا عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے مرسل ہے۔
تنبیہ: یہ روایت اپنے تمام طرق کے ساتھ ضعیف ہی ہے۔

❷ بہی الخولی نے اپنی کتاب ”گھر اور سماج میں عورت کا مقام“ میں لکھا ہے کہ کسی شریف آدمی کو کسی ایسی لڑکی کے پاس پیغام بھیجنا حلال نہیں جس کے پاس کسی اور نے بھی پیغام بھیج رکھا ہے اور یہ وہ جانتا ہے۔ اس قسم کی جلد بازی سے باہمی رشتے کٹ جاتے ہیں اور آپس میں دشمنی اور بغض وحسد پیدا ہوتا ہے اس کے علاوہ یہ انتہا درجہ کی اخلاقی گراوٹ =

﴿ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴾ (۳۳/ الاحزاب:۵۸)

"اور جو لوگ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو بغیر اس کے کہ انہوں نے کچھ کیا ہو، ایذا دیتے ہیں تو بے شک وہ بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اپنے سر پر اٹھاتے ہیں۔"

حدیث نبوی ﷺ

"کوئی شخص اپنے بھائی کے پیغام پر پیغام نہ بھیجے۔ جب تک کہ پہلا منگیتر اپنی منگنی چھوڑ نہ دے یا دوسرے کو اجازت نہ دے دے۔" [1]

دائمی محبت اور کامیاب شادی

آیات قرآنی

﴿ وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۗ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ (۵۹/ الحشر: ۹)

"اور ان کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود ان کو فاقہ ہو اور جو شخص اپنے نفس

= اور دماغی خلل کی علامت ہے کیونکہ جو شخص اس قسم کے شرمناک میدان میں قدم رکھتا ہے وہ اپنی تعریف ضرور کرتا ہے اور اس دوسرے کی مذمت کرتا ہے۔ تعریف کرتے ہوئے ظاہر ہے اپنی ایسی بھی خوبیاں بیان کرتا ہے جو اس میں نہیں اور اگر وہ اس کے اندر ہیں تب بھی اپنی اس طرح تعریف کرنا اس کے لیے کافی بڑا عیب ہے اور اگر اس نے دوسرے کی عیب جوئی کی اور یہ عیب تمام کے تمام اس کے اندر موجود ہیں تب بھی اس کا یہ بھاری گناہ ہوگا۔ وہ دوسروں کی غیبت کرتا ہے۔

[1] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب لا یخطب علی خطبۃ اخیہ……: ۵۱۴۴؛ صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب تحریم الجمع بین المرأۃ وعمتها……: ۱۴۰۸۔

یہ اس وقت ہوگا جب کہ پہلے سے پیغام بھیجنے والا اپنے پیغام سے دست بردار نہ ہوا ہو۔ لیکن اگر وہ دست بردار ہو چکا ہو تو پھر دوسرے شخص کے لیے بات چیت آگے بڑھانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، نیز اگر پہلا شخص فاسق و فاجر اور بدکار ہے تو دوسرے شخص کے لیے اپنے نام سے پیغام بھیجنا حق اور درست ہے کیونکہ اس لڑکی کو ایک فاسق کے رحم و کرم پر چھوڑنے کی بجائے اس کے چنگل سے نجات دلانا ایک مسلمان کا حق ہے۔ ہر مسلم کا مذہبی فریضہ ہے کہ اس سے مشورہ لیے جانے کی صورت میں اپنے نزدیک بہتر سے بہتر صورت کو مخاطب کے سامنے پیش کرے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کی کتاب "جماع العلم" (بہ تحقیق احمد شاکر) میں لکھا ہے:

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: "جب تم عدت گزار کر پورے =

کے بخل سے بچالیا گیا تو ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔‘‘

﴿ وَلَا تَمۡنُن تَسۡتَكۡثِرُ ﴾ (۷۴/ المدثر: ۶)

’’اور اس نیت سے احسان نہ کرو کہ اس سے زیادہ کے طالب ہو۔‘‘

حدیث نبوی ﷺ

’’تم میں سے کوئی اس وقت تک کامل ایمان والا نہیں جب تک کہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہی بھلی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہو۔‘‘ [1]

بچپن کی شادی سے گریز [2]

آیات قرانی

﴿ وَلَهُنَّ مِثۡلُ ٱلَّذِي عَلَيۡهِنَّ بِٱلۡمَعۡرُوفِ ﴾ (۲/ البقرۃ: ۲۲۸)

= طور پر حلال ہو جاؤ تو مجھے اطلاع دو۔‘‘ جب ان کی عدت پوری ہوئی تو انہوں نے آپ کو اطلاع دی کہ معاویہ بن ابوسفیان اور ابوجہم بن حذیفہ نے مجھے نکاح کا پیغام بھیجا ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ’’کہ ابوجہم تو اپنی لاٹھی عورتوں سے نہیں اٹھاتا (یعنی وہ اپنی بیوی کو مارتا ہے) اور معاویہ بالکل مفلس ہے اس کے پاس کچھ مال و دولت نہیں ہے، لہٰذا تم اسامہ سے نکاح کر لو۔‘‘ میں نے اسامہ سے نکاح کر لیا، مجھے اللہ نے اسامہ کے ذریعے سے برکت دی اور ان کی بدولت اوروں کو مجھ پر رشک آیا۔ (صحیح، سنن النسائی، کتاب النکاح، باب اذا استشارت المرأۃ رجلا فیمن یخطبها هل......: ۳۲۴۷) اس حدیث کو امام شافعی رحمہ اللہ نے ’’کتاب الام‘‘ میں ذکر فرمایا۔ اسی طرح امام احمد اور امام بخاری رحمہما اللہ کے علاوہ جملہ محدثین نے اس کو نقل کیا ہے۔

[1] صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب من الإیمان أن یحب لأخیه......: ۱۳؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی أن من خصال الایمان......: ۴۵۔
تنبیہ: ’’من الخیر‘‘ کے الفاظ سنن النسائی کتاب الایمان، باب علامۃ الایمان: ۵۰۲۰ میں ہیں۔

[2] اس عنوان کو سن کر ممکن ہے بحث کی ابتدا میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کے عقد مسعود کا قصہ ذہن میں آئے کیونکہ ان دونوں کی عمر میں نمایاں فرق تھا، لیکن مذکورہ بالا کلیہ سے ذیل کے ناگزیر اسباب کے تحت یہ واقعہ پوری طرح مستثنیٰ ہے ایسے چند اسباب یہاں ذکر کیے جاتے ہیں:
(الف) رسالت مآب ﷺ کی شخصیت کا کسی اور کی شخصیت سے موازنہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ بڑی سعادت تھی کہ ان کا نکاح ایسے بے مثال انسان سے ہوا۔ انہیں اختیار بھی دیا گیا تھا لیکن انہوں نے حضور اکرم ﷺ کو ہی اختیار فرمایا۔
(ب) اس رشتہ سے ایک انتظامی حکمت عملی بھی مقصود تھی وہ یہ کہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر کے روابط =

”اور عورتوں کا حق مردوں پر ویسا ہی ہے جیسا دستور کے موافق مردوں کا حق عورتوں پر ہے۔“

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

”تم میں سے کوئی اس وقت تک کامل ایمان والا نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہی کچھ پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔“ [1]

”نہ خود نقصان اٹھاؤ، نہ دوسروں کو نقصان پہنچاؤ۔“ [2]

نکاح میں ولی کی شرط

آیت قرآنی

﴿ وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ ۚ إِن يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ۗ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴾

(٢٤/ النور: ٣٢)

= زیادہ سے زیادہ گہرے ہوں۔ حضرت صدیق اکبر کا شمار عرب کے صف اول کے لوگوں میں تھا اس لیے دونوں کا یکساں مفاد اور بنیادی مصلحتیں آپ کے پیش نظر تھیں۔ پھر اسلامی دعوت و تبلیغ کے مقصد کو آگے بڑھانے اور اس سلسلے کے دوسرے کاموں کے لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بار بار کاشانۂ نبوت میں آیا جایا کرتے تھے۔

(ج) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بے اندازہ دینی صلاحیت کی مالک تھیں۔ آپ سے ملتی جلتی صلاحیت کم و بیش جملہ صحابیات کے اندر بھی موجود تھی۔ عفت اور پاکدامنی ان سب کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اس لیے اس رشتہ سے کسی اندیشہ کا امکان بھی محال تھا۔

(د) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طاقت اور توانائی بھی اس کی متقاضی تھی کیونکہ صحیح حدیث کی رو سے چالیس صحابہ کرام کے مساوی قوت آپ کو حاصل تھی۔ (الطبقات لابن سعد، ١/ ٢٧٤؛ زوائد مسند الحارث: ٩٤٣)

لیکن اس سے ہٹ کر میں تمام مردوں عورتوں کو ہمدردانہ طور پر نصیحت کروں گا کہ وہ شادی کے وقت ڈھلتی ہوئی عمر کے بڑھتے ہوئے فرق کو کسی طرح منظور نہ کریں۔ اس لیے کہ اس میں بڑے بڑے خطرات پوشیدہ ہیں اور آج جب کہ دینی جذبات سرد پڑتے جا رہے ہیں اس قسم کے اقدام کے بعد بڑی بڑی خرابیوں کا اس میں قوی اندیشہ ہے۔

[1] صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب من الایمان أن یحب لأخیہ……: ١٣؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علیٰ أن من خصال الایمان……: ٤٥، ”من الخیر“ کے الفاظ کے لیے دیکھیے: سنن النسائی: ٥٠٢٠، کما تقدم۔ [2] اسنادہ ضعیف، سنن ابن ماجہ، کتاب الاحکام، باب من بنی فی حقہ ما یضر بجارہ: ٢٣٤٠، ٢٣٤١ جابر جعفی کذاب ہے اور اسحاق بن یحییٰ بن ولید کی روایت سیدنا عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے مرسل ہے۔

"اور تم میں ❶ جو (مرد و عورت) بغیر نکاح ہوں ان کا نکاح کر دو اور تمہارے غلاموں اور باندیوں میں سے جو نیک ہوں ان کا بھی نکاح کر دو۔ اگر وہ فقیر ہوں گے تو اللہ ان کو اپنے فضل سے خوشحال کر دے گا اور اللہ بڑی وسعت والا (اور) جاننے والا ہے۔"

احادیث نبوی ﷺ

"ولی اور دو عادل گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔" ❷

"جس عورت نے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر لیا اس کا نکاح باطل ہے، اس کا

---

❶ مفسرین نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ عورت اپنے سرپرست کے بغیر اپنا نکاح نہیں کرا سکتی۔ کیونکہ آیت میں روئے سخن ولیوں اور سرپرستوں کی طرف ہے۔ بالغہ اور نابالغہ ہر کسی کے نکاح میں ولی کا یکساں طور پر ہونا واجب ہے۔ شادی کے لیے رضامندی کی خاطر ولی کا ہامی بھرنا فطرت سلیم اور ذوق مستقیم کے ساتھ پورے طور پر ہم آہنگ ہے اور اسی قسم کی روح شریعت کے دوسرے اوامر اور نواہی میں بھی کارفرما ہوتی ہے۔ اس لیے اگر رضامندی پائی گئی تو ولی یہ دیکھ کر ششدر نہیں رہ جائے گا کہ اس کی ایک قریبی عزیزہ گھر میں ہے اور ایک اجنبی مرد شوہر بن کر کسی پیشگی اطلاع یا علم کے بغیر بلا کھٹکے اس کے پاس آتا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کوئی عقل و بصیرت والا اس کو برداشت نہیں کرے گا نہ یہ صورت اس کے نزدیک قابل قبول ہوگی۔

بالغ لڑکی ولی اور سرپرست کے بغیر آپ اپنا نکاح کر سکتی ہے احناف اس کو ثابت کرنے کے لیے اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ "بیوہ عورت ولی کے بغیر آپ اپنا نکاح کرانے کا حق رکھتی ہے۔" حالانکہ یہ روایت ان کی دلیل نہیں بن سکتی چنانچہ مناوی نے اس کی تشریح کرتے ہوئے شرح جامع الصغیر میں لکھا ہے: اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی لڑکی کا نکاح ولی اس وقت تک نہیں کرا سکتا جب تک کہ لڑکی منہ سے کہہ کر نکاح کی اجازت نہ دے دے۔ کیونکہ ولی کے مقابلہ میں لڑکی عقد نکاح کا حق خود زیادہ رکھتی ہے۔ لیکن احناف اس حدیث کی جو تاویل کرتے ہیں صحیح حدیث سے اس کی تردید ہوتی ہے اور اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ولی کی اجازت ضروری ہے۔

یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ اگر لڑکی نکاح کے لیے خود آگے بڑھے، سب کچھ خود کرے اور سرپرستوں کو نظر انداز کر دے تو اس میں بڑی خرابیاں مضمر ہیں۔ اس لیے کہ اس کا قوی امکان ہے کہ کسی انجانے لڑکے کی چکنی چپڑی باتوں میں آ کر لڑکی دھوکا کھا جائے اس لیے کہ لڑکی قطعی ناواقف ہے۔ پھر اس کے بعد لڑکی کی بدبختی اور حرماں نصیبی کا کبھی نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو اور بسا اوقات ایسا بھی ہوگا کہ مرد اپنی ضرورت پوری کرنے کے بعد اس لڑکی کو طلاق دے دے۔ اس لیے نادان لڑکی کو سمجھے اس راہ میں بہت پھونک پھونک کر قدم اٹھانا چاہیے اور تباہ ہونے سے بچنا چاہیے۔

❷ ضعیف، السنن الکبریٰ للبیهقی، ۷/ ۱۲۵ ومعرفة السنن: ٤١٠١؛ سنن الدار قطنی، ۳/ ۲۲۵
اس روایت میں ابن جریج و زہری کی تدلیس کے علاوہ بھی علتیں ہیں۔

نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے۔" [1]

دو محبت کرنے والوں کے لیے شادی جیسی کوئی چیز نہیں [2]

حدیث نبوی ﷺ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میری آغوش تربیت میں ایک یتیم لڑکی ہے جس سے نکاح کے لیے ایک مالدار نے پیغام بھیجا ہے اور ایک غریب آدمی نے بھی پیغام بھیجا ہے۔ میں مالدار سے رشتہ کرانا چاہتا ہوں اور وہ غریب سے (اب میں کیا کروں؟) حضور ﷺ نے جواب دیا: "آپس میں دو محبت کرنے والوں کے لیے نکاح سے بہتر کوئی چیز نہیں دیکھی گئی۔" [3]

محبت کٹھن ہوتی ہے

آیات قرآنی

﴿وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ﴾ (۲/ البقرۃ: ۲۸٦)

"ایسا بوجھ ہم سے نہ اٹھوانا جس کے اٹھانے کی ہمیں طاقت نہ ہو۔"

﴿وَخُلِقَ الْإِنسَانُ ضَعِيفًا﴾ (٤/ النساء: ۲۸)

---

[1] صحیح، سنن ابی داود، کتاب النکاح، باب فی الولی: ۲۰۸۵؛ سنن الترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء لا نکاح الا بولی: ۱۱۰۱؛ سنن ابن ماجه، کتاب النکاح، باب لا نکاح الا بولی: ۱۸۷۹، ۱۸۸۰، ۱۸۸۱۔

[2] بدمست شہوت، وقتی جنسی خواہش یا لذت پسندی کا نام محبت نہیں بلکہ یہ جھوٹی محبت ہے جو بہت جلد سرد پڑ جاتی ہے اور اپنے پیچھے بدترین نتائج، مشکلات اور مسائل چھوڑ جاتی ہے۔ چنانچہ "اپنی ازدواجی زندگی کی تعمیر کیسے کر سکتے ہو؟" نامی کتاب ص ۴۴ میں لکھا ہے:

قصہ کہانیوں میں عشق و محبت کے جو واقعات ہمیں نظر آتے ہیں ان کی حقیقت سراسر افسانوں اور خواب کی سی ہوتی ہے۔ یہ جھوٹی آرزوؤں اور فاسد تصورات کا نتیجہ ہے۔ دراصل جب آدمی کسی سے محبت کرتا ہے تو اپنے محبوب میں اسے ایک مثالی صورت نظر آتی ہے۔ لڑکا ایک مثالی لڑکی کی شباہت دیکھتا ہے اور لڑکی بھی اسی طرح مثالی لڑکے کی تصویر اپنے سامنے پاتی ہے۔ لیکن یہ سچ ہے کہ حقائق کی دنیا میں ان تصویروں کے اندر جان نہیں ڈالی جا سکتی بلکہ خیالی دنیا سے نکل کر حقائق کی دنیا میں آنے کے بعد اسے اپنے دل پر پتھر رکھا ہوا نظر آتا ہے۔ اسی لیے کہتے ہیں کہ محبت اندھی ہوتی ہے۔

[3] اسنادہ حسن، سنن ابن ماجه، کتاب النکاح، باب ماجاء فی فضل النکاح: ۱۸٤۷؛ المستدرك للحاکم، ۲/ ۱٦۰؛ السنن الکبریٰ للبیهقی، ۷/ ۷۸۔

''انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔''

﴿ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗٓ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ﴾ (۱۲/ یوسف: ۳۱)

''پھر جب ان عورتوں نے (یوسف علیہ السلام) کو دیکھا تو (ان کے جمال سے) حیران رہ گئیں اور (پھل تراشتے تراشتے) اپنے ہاتھ کاٹ لیے اور کہا سبحان اللہ! یہ انسان نہیں بلکہ یہ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے۔''

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ ذات السلاسل میں فوج کا سردار بنا کر بھیجا۔ اس لشکر میں ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ جب میں لوٹ کر خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو عرض کیا: حضور کون آدمی آپ کو سب سے زیادہ پسند ہے؟ آپ نے فرمایا: ''تم کیا چاہتے ہو؟'' میں نے عرض کیا: میں بس جاننا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''عائشہ۔'' میں نے عرض کیا مردوں میں؟ فرمایا: ''اس کے والد۔'' [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

امہات المومنین نے جناب سیدہ فاطمہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے باریابی کی اجازت طلب کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت میری چادر اوڑھے میرے ہی پاس لیٹے ہوئے تھے۔ آپ نے جناب سیدہ کو اجازت مرحمت فرمائی۔ حضرت فاطمہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی بیویوں نے مجھے خدمت عالیہ میں بھیجا ہے۔ وہ چاہتی ہیں کہ آپ ابو قحافہ کی بیٹی کے ساتھ (دلی محبت میں) اوروں سے برابری کیجیے! میں خاموش تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بیٹی کیا جسے میں چاہتا ہوں تجھے اس کی چاہت نہیں؟'' حضرت فاطمہ نے عرض کیا: کیوں نہیں! فرمایا: ''تم بھی اس سے محبت کرو۔'' [2]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم باب (۳۴): ۳۶۶۲؛ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب من فضائل ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ: ۲۳۸۴۔

[2] صحیح بخاری، کتاب الهبة وفضلها......، باب من أهدی الی صاحبه......: ۲۵۸۱؛ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب فی فضل عائشہ رضی اللہ عنہا: ۲۴۴۲۔

مغیث اپنی بیوی بریرہ سے جدا ہونے کے بعد اس کے پیچھے پیچھے روتے پھر رہے تھے۔ بریرہ ان سے بے گانہ ہو چکی تھی اور (مغیث کے) آنسو [1] ان کی داڑھی پر ٹپ ٹپ گر رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن عباس! ''کیا تمہیں مغیث کی محبت اور بریرہ کی اس بے التفاتی اور بے رخی پر تعجب نہیں ہوتا ہے؟'' پھر آپ نے فرمایا: ''بریرہ کاش تو اس کے پاس چلی جاتی۔'' وہ بولی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ مجھے یہ حکم فرمار ہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں میں تو صرف سفارش کرتا ہوں۔'' اس نے جواب دیا پھر مجھے اس کی حاجت نہیں ہے۔ [2]

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر شکایت کی کہ ان کی بیوی کسی ایسے شخص کو منع نہیں کرتی جس کا ہاتھ اس سے مس ہو۔ آپ نے فرمایا: ''پھر اسے طلاق دے دو۔'' اس شخص نے عرض کیا یارسول اللہ! میں اس سے راحت [3] پاتا ہوں۔ تو آپ نے فرمایا: ''پھر تو

---

[1] کتاب ''حجۃ اللہ البالغہ'' ص ۱۴۱ ج ۲ میں درج ہے:

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے قصہ کی تفصیل یہ ہے کہ انہیں آزاد کیا گیا، ان کے شوہر غلام تھے۔ اس لیے آزادی کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اختیار دیا۔ بریرہ نے اپنے آپ کو اختیار کیا۔ راقم عرض کرتا ہے کہ اس اختیار کی وجہ یہ ہے کہ عورت آزاد ہو جائے تو کسی غلام کے زیر نکاح رہنا اس کے لیے باعث شرم ہے۔ لہٰذا اس شرم اور ننگ و عار کا دفعیہ ضروری ہے۔ ہاں اگر لڑکی خود اس کے لیے راضی ہو تو مضائقہ نہیں اور جب باندی اپنے آقا کے زیر ملکیت تھی تو نکاح کے لیے آقا کی مرضی، اس کی رضامندی کی علامت نہیں بن سکتی تھی جب کہ نکاح باہم رضامندی سے ہوتا ہے۔ لہٰذا آزاد ہونے کے بعد باندی کو اپنے بارے میں پورا اختیار ہونا چاہیے اور اس کی رضامندی کا لحاظ کیا جانا چاہیے۔

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''سفارش کرنے والوں کے آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے ایک معشوق کے سامنے اس کے عاشق کے لیے کی گئی یہ ایک سفارش تھی جو بڑی عظیم المرتبت اور بلند پائے کی سفارش تھی جس سے ثواب کی امید کی جاسکتی ہے۔ کیونکہ اس سفارش کی غرض یہ ہے کہ دو محبت کرنے والے اللہ اور اس کے رسول کی چاہت والی چیزوں پر یکجا ہوں۔ اس لیے کہ ابلیس اور اس کے چیلے چاپڑوں کو سب سے زیادہ اس چیز سے خوشی ہوتی ہے کہ محبت کرنے والے ان دونوں افراد کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا جائے۔''

[2] صحیح بخاری، کتاب الطلاق، باب شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی زوج بریرۃ: ۵۲۸۳؛ سنن ابی داود: ۲۲۳۱؛ سنن ابن ماجہ: ۲۰۷۵؛ سنن النسائی: ۵۴۱۹۔

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابی کو اس عورت کے عشق سے اس لیے نہیں روکا کیونکہ عشق و محبت پر کسی کا قابو نہیں رہتا۔

[3] ''روضتہ المحبین'' مصنفہ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ میں درج ہے:==

اس سے فائدہ اٹھا۔“ [1]

محبت کرنے والوں کے ساتھ شفقت اور ان کے حق میں سفارش

آیات قرآنی

﴿مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ۗ﴾ (٤/ النساء:٨٥)

”جو شخص اچھی بات کی سفارش کرے تو اس (کے ثواب) میں سے اس کو حصہ ملے گا اور جو شخص بری بات کی سفارش کرے تو اس (کے عذاب) میں سے اس کا حصہ ہوگا۔“

﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۠ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۠﴾

”اور (دیکھو) نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم کی باتوں میں مدد نہ کرو۔“ (٥/ المائدۃ:٢)

احادیث نبوی ﷺ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم سفارش کیا کرو، اجر پاؤ گے اور فیصلہ (تو وہی ہوگا) جو اللہ چاہے گا اور اپنے نبی کی زبان سے کرائے گا۔ [2]

= حضور اکرم ﷺ نے چھوٹی خرابی کو بڑی خرابی کے ذریعے سے دفع کرنا چاہا۔ کیونکہ مذکور شخص نے جب یہ شکایت کی کہ اس عورت کے بغیر اسے چین نہیں۔ شاید اس کی محبت کا اس قدر غلبہ تھا کہ اس کے بغیر معصیت کا اندیشہ لاحق تھا اس لیے پیغمبر علیہ السلام نے حکم دیا کہ اس عورت کو روکے رکھو، تاکہ دل کو ڈھارس بندھے، خرابی دور ہو اور اس برائی کا اندیشہ نہ رہ جائے جس کا ڈر ہے۔

[1] اسنادہ صحیح، سنن ابی داود، کتاب النکاح، باب النھی عن تزویج من لم یلد من النساء: ٢٠٤٩؛ سنن النسائی، کتاب الطلاق، باب ماجاء فی الخلع: ٣٤٩٤۔

[2] صحیح بخاری، کتاب الادب، باب تعاون المومنین بعضھم بعضًا: ٦٠٢٧؛ صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والآدب، باب استحباب مجالسۃ الصالحین: ٢٦٢٧۔

گزشتہ بحث میں بریرۃ کا قصہ گزرا ہے۔(جو اسی سے مناسبت رکھتا ہے) عہدِ نبوی ﷺ میں ایک شخص نے اپنی بیٹی کی شادی کر دی جبکہ اس سے پہلے کسی دوسرے شخص نے اسے (منگنی) کا پیغام بھیجا تھا۔ نبی ﷺ تک یہ بات پہنچی کہ لڑکی کو یہ نکاح پسند نہیں جو اس کے باپ نے طے کیا تھا اور وہ چاہتی تھی کہ (اس کا باپ) پہلی جگہ نکاح کر دیتا، پس نبی ﷺ نے اس کا نکاح ختم کر کے اس کی پسندیدہ جگہ پر کرا دیا۔ [1]

شادی سے قبل لڑکی سے اجازت ضروری ہے

احادیث نبوی ﷺ

''بیوہ سے اس کے مشورہ کے بغیر نکاح نہ کیا جائے اور نہ دوشیزہ سے بغیر اس کے اذن کے نکاح کیا جائے۔'' صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اذن کیسا؟ فرمایا: ''اس کا خاموش رہنا ہی اذن ہے۔'' [2]

حضرت خنساء بنتِ خذام رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ان کے والد نے ان کی اجازت کے بغیر ان کا نکاح کسی کے ساتھ کر دیا۔ اس سے پہلے ان کا ایک نکاح ہو چکا تھا وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں۔ تب آنحضرت ﷺ نے ان کے اس نکاح کو تڑوا دیا۔ [3]

عبداللہ بن بریدہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں: انہوں نے کہا کہ ایک نوجوان لڑکی رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئی اور عرض کیا میرے باپ نے اپنے بھتیجے سے میرا نکاح کر دیا ہے تا کہ اس کے پست مقام کو قدرے بلند کرے۔ آنحضرت ﷺ نے اس بارے میں اس کو اختیار عطا فرمایا، لڑکی نے اپنے باپ ہی کے اقدام کی تائید کی پھر کہا: میں عورتوں کو یہ بتانا چاہتی تھی کہ باپ جو یہ حرکت کرتے ہیں انہیں اس کا کوئی حق نہیں ہے۔ [4]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب اذا زوج الرجل ابنتہ......: ٥١٣٨، بألفاظ مختلفۃ۔

[2] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب لا ینکح الأب وغیرہ......: ٥١٣٦؛ صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب استئذان الثیب فی النکاح......: ١٤١٩۔

[3] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب اذا زوج الرجل ابنتہ......: ٥١٣٨۔

[4] اسنادہ صحیح، سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب من زوج ابنتہ......: ١٨٧٤؛ سنن النسائی، کتاب النکاح، باب البکر یزوجھا ابوھا......: ٣٢٧١۔

لڑکی کو اپنی پسند کے شوہر سے نکاح نہ کرنے دینا

آیت قرآنی

﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ ۗ ذَٰلِكَ يُوعَظُ بِهِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۗ ذَٰلِكُمْ أَزْكَىٰ لَكُمْ وَأَطْهَرُ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ (۲/ البقرۃ: ۲۳۲)

''اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دو اور ان کی عدت پوری ہو جائے تو ان کے شوہروں کے ساتھ نکاح کرنے سے ان کو مت روکو بشرطیکہ دستور کے موافق وہ آپس میں رضامند ہو جائیں۔ اس حکم سے اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو تم میں سے اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔ یہ تمہارے لیے بڑی پاکیزگی اور بڑی صفائی کی بات ہے اور (خانہ داری کی مصلحتوں کو) اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔''

حدیث نبوی ﷺ

حضرت حسن سے بذریعہ معقل بن یسار رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ انہوں نے اپنی بہن کی شادی ایک مسلمان شخص سے کردی۔ یہ عورت اس کے پاس رہی پھر اس آدمی نے اس کو ایک طلاق دے دی اور اس کو یونہی رہنے دیا، رجوع نہیں کیا۔ رفتہ رفتہ اس کی عدت بھی ختم ہوگئی اور وہ آپ ہی اپنی خود مختار رہی۔ تب اور پیغام بھیجنے والوں کے ساتھ اس آدمی نے بھی نکاح کا پیغام بھیجا۔ عورت اس کے ساتھ رشتہ کے لیے راضی ہوگئی، لڑکے نے معقل رضی اللہ عنہ کے پاس اطلاع بھیجی، معقل کو غصہ آیا۔ انہوں نے کہا: میں نے تجھے اس عورت کے ساتھ سرفراز کیا تو نے اسے طلاق دے دی۔ اللہ کی قسم! اب میں کبھی اس کی شادی تیرے ساتھ نہیں کروں گا۔

راوی حضرت حسن کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ جان لیا کہ اس مرد کو اس عورت کی واقعی خواہش ہے اور عورت بھی اسی مرد کو چاہتی ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: ﴿و اذا طلقتم النساء﴾ جب حضرت معقل نے یہ سنا تو کہا: میرے پروردگار کی بات میرے سر

آنکھوں پر۔ میں سننے اور تابعداری کرنے کے لیے حاضر ہوں۔ پھر انہوں نے اس آدمی کو بلایا اور کہا: لے! میں اس عورت کو تیرے نکاح میں دیتا ہوں اور تیری خاطر مدارت بھی کروں گا۔ [1]

اپنی بیٹی کو خود سے نیک داماد کے سپرد کرنا

آیات قرآنی:

﴿ وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ أُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ۬ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ۭ قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَاۗءُ ٚ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ۝ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّىْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ۝ فَجَاۗءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَاۗءٍ ۡ قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا ۭ فَلَمَّا جَاۗءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ۪ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ۡ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ۝ قَالَ اِنِّىْٓ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓي اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ ۭ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ ۭ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ۝ۧ﴾ (۲۸/ القصص: ۲۳ تا ۲۸)

''اور جب (موسیٰ علیہ السلام) مدین کے پانی (کے کنویں) پر پہنچے تو وہاں لوگوں کا ایک مجمع دیکھا کہ وہ (اپنے چوپایوں کو) پانی پلا رہے ہیں اور ان لوگوں کے

[1] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب: ﴿واذا طلقتم النساء......﴾: ۴۵۲۹؛ سنن ابی داود، کتاب النکاح، باب فی العضل: ۲۰۸۷؛ سنن الترمذی: ۲۹۸۱۔

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد امام ترمذی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بغیر ولی کے نکاح جائز نہیں (خواہ بیوہ ہی کیوں نہ ہو) کیونکہ حضرت معقل بن یسار کی ہمشیرہ کنواری نہ تھیں اب اگر ولی کو نظر انداز کر کے نکاح کا اختیار خود ان کے ہاتھ میں ہوتا تو وہ خود نکاح کر لیتی اور اپنے ولی حضرت معقل کی محتاج نہ ہوتیں اور اللہ نے بھی اس آیت میں ولیوں ہی کو خطاب فرمایا ہے چنانچہ فرمایا: ''ان عورتوں کو اپنے خاوندوں کے ساتھ نکاح کرنے سے منع نہ کرو۔''

ایک طرف دو عورتوں کو دیکھا کہ وہ (اپنی بکریوں کو) روکے کھڑی ہیں۔ موسیٰ نے ان سے پوچھا کہ تمہارا کیا مقصد ہے؟ انہوں نے کہا کہ جب تک چرواہے (اپنے جانوروں) کو پانی پلا کر چلے نہ جائیں ہم پانی نہیں پلاتیں اور ہمارے والد بہت بوڑھے ہیں۔ تو (یہ سن کر) موسیٰ نے ان کے لیے (پانی کھینچ کر بکریوں کو) پلا دیا۔ پھر وہاں سے ہٹ کر سایہ میں جا بیٹھے اور کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار! اس وقت جو نعمت بھی تو میری طرف نازل کرے میں اس کا محتاج ہوں۔ (تھوڑی دیر کے بعد) ان عورتوں میں سے ایک شرم کے ساتھ چلتی ہوئی موسیٰ کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میرے والد بلا رہے ہیں تاکہ تم نے ہمارے لیے جو پانی پلایا ہے اس کی اجرت تمہیں دیں۔ پھر جب موسیٰ ان (لڑکیوں کے والد) کے پاس آئے اور ان سے اپنا حال بیان کیا تو انہوں نے (تسلی دی اور) کہا کہ کچھ خوف نہ کرو کہ اب تم ظالم لوگوں سے بچ آئے ہو۔ ایک لڑکی نے کہا کہ ابا جان آپ ان کو نوکر رکھ لیجیے کیونکہ اچھا نوکر وہی ہے جو طاقت ور اور امانت دار ہو۔ انہوں نے موسیٰ سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ میں اپنی دو بیٹیوں میں سے ایک کا تمہارے ساتھ نکاح کر دوں اس شرط پر کہ تم آٹھ برس میری خدمت کرو اور اگر دس پورے کر دو تو وہ تمہاری طرف سے احسان ہوگا اور میں اس معاملہ میں تم پر کوئی مشقت ڈالنا نہیں چاہتا۔ تم مجھے ان شاء اللہ نیک لوگوں میں پاؤ گے۔ موسیٰ نے کہا کہ مجھ میں اور آپ میں یہ بات پکی ہو گئی۔ میں ان مدتوں میں سے جو (مدت چاہوں) پوری کر دوں تو مجھ پر کوئی زیادتی نہیں ہونی چاہیے اور ہم جو معاہدہ کرتے ہیں اس پر اللہ گواہ ہے۔ [1]

---

[1] اس طرح اس عظیم المرتبت شخصیت (حضرت شعیب علیہ السلام) نے جو نیکوں کے سردار تھے کوئی عامی یا معمولی آدمی نہ تھے۔ اپنی بیٹی کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے پیش کیا اور ایک سادہ ماحول میں یہ مبارک عقد عمل میں آیا۔ وہاں خاندانی رسوم یا کوئی فرسودہ رواج کارفرما نہیں تھا۔ نہ ہی قدم قدم پر دشوار گزار رکاوٹیں کھڑی ہو رہی تھیں۔ اس والد بزرگوار نے فرسودہ رسموں کو دیوار پر مار دیا اور جب انہیں پتا چلا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک امانت دار، عفت شعار، زیرک اور طاقتور مرد مومن ہیں تو آپ نے اپنی صاحبزادی کا نکاح ان کے ساتھ کرنے میں عجلت سے کام لیا اور ان کے مادی فقر اور غریبی کا کوئی خیال نہیں کیا۔

حضور اکرم ﷺ اور آپ کی ازواج مطہرات کا نکاح بھی اسی سادگی، آسانی اور پاکیزگی کا مظہر تھا۔ آج ہم نے جن رسموں کو گلے سے لگایا ہے یہ تمام تر فرعونی رسوم اور جہنمی ہتھکنڈے ہیں جن سے خاندان تباہ، نوجوانوں کی شادیاں دن بدن دشوار اور آنے والی نسلیں برباد ہوتی جارہی ہیں۔ آخر جاہلیت کی ان رسموں سے ہم کب بیزار ہوں گے؟

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب میں نے اپنی بیٹی کا نکاح ایک مرد صالح سے کیا تو میں نے صرف زر مہر ایک کاغذ پر لکھوا لینے پر اکتفا کیا۔ ہاں جتنا لڑکی کے شوہر سے بن سکا اس نے ادا کیا اور بس۔ وہی اس محفل میں وصول کیا گیا۔ اس وقت پہلی اور آخری شرط میں نے یہی لگائی تھی کہ بچی کے لیے کوئی زیور یا کوئی اور چیز نہ بنوائی جائے۔

اور اس مناسبت سے کہ صالحین نے اپنی نیک سیرت بیٹیاں اللہ کے پاکباز بندوں کو خود سے حوالہ کی ہیں۔ ذیل میں ایک دلچسپ اور عجیب وغریب واقعہ پیش کرتا ہوں یہ قصہ تاریخی کتابوں میں درج ہے:

حضرت عبداللہ بن ابو وداعہ سے منقول ہے: کہتے ہیں کہ میں حضرت سعید بن میسب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر رہا کرتا تھا۔ اتفاق سے میں کچھ روز حاضر خدمت نہ ہوسکا اور آپ نے میری غیر حاضری کے بارے میں لوگوں سے سوال کیا۔ جب میں حاضر خدمت ہوا تو آپ نے پوچھا تم کہاں تھے؟ میں نے عرض کیا میری اہلیہ کا انتقال ہوگیا تھا میں اس کی تجہیز وتکفین میں لگا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا: تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا! میں بھی شریک ہوجاتا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر میں نے اٹھنا چاہا، آپ نے فرمایا: پھر تم نے کوئی اور لڑکی دیکھی؟ میں نے عرض کیا اللہ آپ کا بھلا کرے۔ بھلا مجھ سے کون نکاح کرائے گا میرے پاس شاید دو یا تین درہم ہوں گے۔ آپ نے فرمایا: میں اپنی بیٹی سے تمہارا نکاح کراتا ہوں۔ میں نے کہا: آپ نکاح کرائیں گے؟ آپ نے کہا ہاں! چنانچہ اسی وقت آپ نے خطبہ پڑھا، اللہ کی حمد وثنا بیان فرمائی، درود شریف پڑھا اور دو یا تین درہم مہر پر (راوی کو شک ہے) میرا نکاح کرادیا۔ میں آپ کی مجلس سے اٹھا تو مارے خوشی کے مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ میں کیا کروں، پھر میں نے اپنے گھر کی راہ لی اور راستہ میں سوچنے لگا کہ کسی سے کچھ قرض لوں، کسی سے کوئی رقم ادھار لوں، پھر میں نے مغرب کی نماز ادا کی اور اپنے گھر لوٹا۔ گھر پہنچ کر میں نے چراغ جلایا۔ میرا روزہ تھا اس لیے افطار کے لیے کھانا اپنے سامنے رکھا۔ میرا کھانا کیا تھا؟ روٹی اور زیتون کا تیل تھا۔ اچانک مجھے محسوس ہوا کہ کوئی دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے۔ میں نے کہا کون ہے؟ آواز آئی میں سعید ہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے سعید نامی ایک ایک آدمی کا تصور کیا کہ یہ کون سعید ہوسکتا ہے؟ لیکن سعید بن میسب کی طرف میرا ذہن بھی نہیں گیا۔ کیونکہ چالیس سال کا عرصہ ان پر ایسا گزرا کہ وہ گھر سے مسجد کے علاوہ کہیں نہیں نکلے، نہ کہیں گئے۔ میں لپک کر دروازے پر پہنچا۔ دیکھا تو حضرت سعید بن میسب رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما ہیں۔ مجھے وہم ہوا کہ شاید آپ کا ارادہ بدل گیا ہے۔ میں نے عرض کیا ابو محمد! (یہ حضرت سعید کی کنیت ہے) اگر آپ اطلاع کردیتے تو میں خود آجاتا۔ آپ نے فرمایا: نہیں تم اس کے زیادہ مستحق تھے کہ تمہارے پاس آیا جائے۔ میں نے عرض کیا کہیے کیا حکم ہے؟ انہوں نے فرمایا: تم غیر شادی شدہ تھے اب تمہاری شادی ہوگئی ہے۔ اس لیے مجھے اچھا نہیں معلوم ہوا کہ تم رات تنہا گزارو۔

یہ تمہاری بیوی حاضر ہے۔ میں نے دیکھا کہ آپ کی صاحبزادی یعنی میری اہلیہ آپ کے ٹھیک پیچھے کھڑی ہیں۔ آپ نے صاحبزادی کو دروازے سے اندر داخل کیا اور خود تشریف لے گئے۔ راوی کہتے ہیں: اب میں نے ان سے تخلیہ کیا۔ میں نے دیکھا کہ حسن وجمال میں وہ یگانۂ روزگار تھیں۔ لوگوں سے کہیں زیادہ انہیں کلام پاک یاد تھا۔ احادیث نبوی ﷺ ان کی نوک زبان پر تھیں اور سب عورتوں سے کہیں زیادہ شوہر کے حقوق سے انہیں کامل

حدیث نبوی ﷺ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان دنوں آپ کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے شوہر کا انتقال ہو چکا تھا۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوئی۔ میں نے حفصہ کو ان سے رشتہ کے لیے پیش کیا اور کہا: اگر آپ چاہیں تو حفصہ بنت عمر کا آپ سے نکاح کرادوں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا: اس معاملہ میں پہلے میں غور کرلوں (پھر جواب دوں گا۔) میں کئی دن ٹھہرا رہا۔ پھر وہ مجھ سے ملے میں نے دوبارہ پیشکش کی انہوں نے کہا: مجھے ابھی نکاح کرنا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملا اور میں نے کہا: اگر تم چاہو تو میں اپنی بیٹی حفصہ کا تم سے بیاہ کردوں؟ ابوبکر خاموش ہو گئے اور مجھے کچھ جواب نہ دیا۔ مجھے ان پر عثمان سے بھی زیادہ غصہ آیا۔ پھر میں چند روز رکا تھا کہ آنحضرت ﷺ نے حفصہ کا پیغام بھیجا۔ میں نے حفصہ کا نکاح آپ سے کردیا۔ پھر مجھ سے ابوبکر رضی اللہ عنہ ملے تو کہا: جب تم نے حفصہ کا ذکر کیا اور میں نے کوئی جواب نہیں دیا تو شاید تم ناراض ہو گئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا ہاں! ابوبکر رضی اللہ عنہ

= واقفیت حاصل تھی۔ (اسنادہ ضعیف، حلیۃ الاولیاء لابی نعیم، ۲/ ۱٦۷؛ سیر اعلام النبلاء للذهبی، ٤/ ۲۳۳ عبداللہ بن وہب مدلس ہیں اور سماع کی صراحت نہیں ہے۔) حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ کی اس صاحبزادی سے خلیفہ عبدالملک بن مروان نے اپنے بیٹے ولید بن عبدالملک کے لیے پہلے سے پیغام بھیجا تھا۔ ان دنوں ولید ولی عہد تھا۔ لیکن حضرت سعید رحمہ اللہ نے انکار فرمادیا۔ (اسنادہ حسن، کتاب الزهد لابی داود: ٤۲٥، طبقات ابن سعد، ٥/ ۱۳۸؛ سیر اعلام النبلاء للذهبی، ٤/ ۲۳٥) یہ ایک رہی، لیکن یہ جو اوپر مذکور ہے کہ حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ نے اپنی زندگی کا محور مسجد میں نمازیں پڑھنا بنالیا تھا۔ ظاہر ہے، باعمل علما کا یہ شیوہ نہیں لیکن حضرت سعید جو یہ کرتے تھے یہ محض عام مسلمانوں کی تعلیم وتلقین کے لیے کرتے تھے۔

اس میں شک نہیں کہ اپنی بیٹیوں کو پیش کرنے کا یہ کام ماضی میں ہی محض سلف صالحین نے ہی نہیں کیا تھا۔ بلکہ ہر زمانے میں اور ہر علاقے میں اللہ کے نیک بندوں نے اس سنت کو زندہ رکھا ہے۔ چنانچہ میرے بعض دوستوں نے مجھے بتایا کہ دمشق میں میدان والی مسجد کے ایک امام نے ایک دن مسجد میں خطبہ دیا اور نوجوانوں اور سرپرستوں کو کم مہر مقرر کرنے کے لیے ترغیب دی۔ دوران تقریر میں انہوں نے فرمایا:

میرے پاس پانچ لڑکیاں ہیں۔ تم میں سے جو کوئی شادی کرنا چاہے میں اپنی بیٹی اسے دے سکتا ہوں۔ میری کوئی شرط نہیں ہے سوائے ایک شرط کے کہ لڑکا دیندار اور بااخلاق ہو۔ کہتے ہیں کہ ابھی ایک ماہ بھی نہیں گزرا تھا کہ صاحب موصوف کی تمام بیٹیوں کا رشتہ طے ہوا اور نکاح بھی ہو گیا۔

کہنے لگے مجھے تمہاری بات قبول کرنے سے کوئی انکار نہیں تھا، لیکن میں جانتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کا ذکر کیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کا بھید کھولنا مجھے مقصود نہ تھا اگر آپ یہ ارادہ نہ کرتے تو میں منظور کر لیتا۔ [1]

گراں مہر باندھنے سے ممانعت

احادیث نبوی ﷺ

''مبارک عورت وہ ہے جس سے منگنی کرنا آسان ہو، جس کا مہر دینا آسان ہو اور جس کے ساتھ حسن سلوک آسان ہو۔'' [2]

ایک عورت نے خدمت گرامی میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں اپنے نفس کا اختیار حضور کو دینے کے لیے آئی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے نظر اٹھا کر اس کو دیکھا اور سر مبارک جھکا لیا۔ عورت دیر تک کھڑی رہی۔ تب ایک صحابی نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اگر حضور کو اس کی ضرورت نہیں ہے تو میرا نکاح اس سے کر دیجیے۔ فرمایا: ''تیرے پاس مہر کے طور پر کوئی چیز بھی ہے۔'' اس نے عرض کیا میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ یہی ایک تہبند ہے۔ فرمایا: ''گھر جا کر دیکھو شاید لوہے کی کوئی انگوٹھی [3] ہی مل جائے۔'' حسب الحکم وہ شخص گیا لیکن کوئی چیز نہیں ملی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تجھ کو کچھ قرآن بھی آتا ہے؟'' اس نے تفصیل وار بیان کیا کہ فلاں فلاں سورتیں آتی ہیں فرمایا: ''اچھا تو جا میں نے تیرا نکاح اس

---

[1] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب عرض الانسان ابنته...... : ۵۱۲۲۔

[2] اسنادہ ضعیف، مسند احمد، ٦/ ٧٧: ٢٤٤٧٨؛ صحیح ابن حبان: ٤٠٩٥، اسامہ بن زید بن اسلم ضعیف راوی ہے۔

[3] اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ لوہے کی انگوٹھی پہننا جائز ہے اور عورتیں بھی اسے استعمال کر سکتی ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس کی قیمت سے کوئی فائدہ اٹھایا جائے کیونکہ اس کا استعمال ممنوع ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے کسی صحابی کے ہاتھ میں سونے کی ایک انگوٹھی دیکھی تو ان سے قدرے بے التفاتی فرمائی۔ انہوں نے سونے کی انگوٹھی اتار پھینکی اور اس کی جگہ لوہے کی انگوٹھی پہن لی۔ آپ نے دیکھا تو فرمایا: ''یہ تو اور برا ہوا یہ دوزخیوں کا زیور ہے۔'' انہوں نے لوہے کی انگوٹھی بھی ایک طرف ڈال دی۔ اور اس کی جگہ چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی۔ (حسن، سنن ابی داود کتاب الخاتم باب ماجاء فی خاتم الحدید: ٤٢٢٣؛ سنن الترمذی، کتاب اللباس، باب ماجاء فی خاتم الحدید: ١٧٨٥؛ سنن النسائی: ٥١٩٨؛ مسند احمد، ٢/ ١٧٩ وصححه ابن حبان: ١٤٦٧)

سے کر دیا کہ تو اس کو جتنا قرآن تجھے یاد ہے اس کی تعلیم دے۔" [1]

دوسری روایت میں مذکور ہے "جا میں نے تیرا اس کے ساتھ نکاح کیا تو اسے قرآن سکھا دے۔" [2]

ایک اور عمدہ روایت میں ہے کہ جب حضور ﷺ نے اس سے لوہے کی انگوٹھی طلب فرمائی اور انہیں وہ بھی دستیاب نہ ہوئی تو انہوں نے عرض کیا: حضور میرے پاس کچھ نہیں ہے سوائے میرے اس تہبند کے۔ میں اس کو اس کا نصف دے سکتا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "یہ تیرے تہبند کا کیا کرے گی۔ اگر یہ پہن لے گی تو برہنہ رہے گا اگر تو نے پہن لیا تو اس کے پاس کچھ نہ رہے گا۔" مجبوراً وہ شخص بیٹھ گیا جب بیٹھے بیٹھے دیر ہوگئی۔ تو اٹھ کھڑا ہوا۔ حضور ﷺ نے اس کو جاتے دیکھ کر حکم دیا کہ اس کو بلالو۔ اس کو بلایا گیا، وہ حاضر ہوا، ارشاد فرمایا: "تجھ کو کچھ قرآن بھی آتا ہے؟" وہ تفصیل سے بتانے لگا کہ فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں...... الخ۔ [3]

حضرت ابو سلمہ بن عبدالرحمن کہتے ہیں: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا مہر کتنا تھا؟ فرمایا: حضور ﷺ کی بیویوں کا مہر بارہ اوقیہ اور ایک نش ہوتا تھا۔ تمہیں معلوم ہے کہ نش کتنا ہوتا تھا؟ میں نے عرض کیا نہیں! فرمایا: نش نصف اوقیہ کو کہتے ہیں۔ میں نے کہا: اس حساب سے پانچ سو درہم ہو گئے۔ [4]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایا: جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: "اسے کچھ مہر ادا کر دو۔" فرمایا میرے پاس تو

[1] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب عرض المرأة نفسها......: ۵۱۲۱، ۵۰۲۹؛ صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب الصداق وجواز کونه......: ۱۴۲۵۔ [2] دیکھیے حوالہ سابقہ۔

[3] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب عرض المرأة نفسها......: ۵۱۲۱، ۲۳۱۰؛ سنن ابی داود، کتاب النکاح، باب فی التزویج علی العمل یعمل: ۲۱۱۱۔

[4] صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب الصداق وجواز کونه تعلیم قرآن......: ۱۴۲۶؛ سنن ابی داود، کتاب النکاح، باب الصداق: ۲۱۰۵۔

ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ اس طرح جملہ مہر پانچ سو درہم ہوا اور ایک درہم چالیس شامی قرش کا ہوتا ہے، لہٰذا پورا مہر دو سو شامی لیرہ ہوگا۔ راقم عرض کرتا ہے کہ قدیم لین دین اسی حساب سے ہوتا تھا، لیکن اب اس میں کافی اضافہ ہو چکا ہے اس لیے حساب بھی بدل جائے گا۔

کچھ بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا: ''تمہاری تانت والی زرہ کہاں ہے؟'' چنانچہ آپ نے وہی زرہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو عطا فرمائی۔ ❶

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ ان کا آپس کا طے کردہ مہر یہ تھا کہ ابوطلحہ مسلمان ہو جائیں کیونکہ حضرت ام سلیم مسلمان ہونے میں ابوطلحہ سے سبقت لے گئی تھیں۔

ابوطلحہ نے ان کے پاس پیغام بھیجا۔ آپ نے جواب میں فرمایا: میں نے اسلام قبول کر لیا ہے، اگر تم بھی اسلام لے آؤ تو میرا تم سے نکاح ہو جائے گا، چنانچہ ابوطلحہ مسلمان ہوئے اور آپ کا اسلام ام سلیم رضی اللہ عنہا کا مہر قرار پایا۔ ❷

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سنو! عورتوں کے مہر زیادہ ❸ نہ رکھو۔ اگر زیادہ

---

❶ صحیح، سنن ابی داود کتاب النکاح، باب فی الرجل یدخل بامرأته......: ۲۱۲۵؛ سنن النسائی، کتاب النکاح، باب نحلة الخلوة: ۳۳۷۷، ۳۳۷۸۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کا مہر اس قدر تھا جس کی کوئی خاص قیمت نہیں تھی۔ آپ کے والد بزرگوار نے آپ کا نکاح ایک ایسی چیز کے عوض کرایا جس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا تھا۔ بس وہ بلاکم وکاست ایک نشانی تھی اور بس۔ شادی بیاہ اور رشتے ناتے کے متعلق اسلامی روایات اور موجودہ زمانے کی ہماری ان جاہلی رسموں کے درمیان کتنا فرق ہے جس کے نتیجے میں آج شوہر دردر کی ٹھوکریں کھاتا ہے اور پیہم تکلیفیں اٹھاتا ہے۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

ثَلَاثَةٌ تَشْقَى بِهِنَّ الدَّارُ اَلْعُرْسُ وَالْمَاتَمُ ثُمَّ الزَّارُ

''تین چیزوں سے گھر تباہ ہوتے ہیں شادی بیاہ سے، ماتم سے اور حاضرات کے کرتب سے۔'' (حاضرات وہ نشست ہوتی ہے جسمیں عامل اور پیر طبل وغیرہ بجا کر مرگی اور آسیب زدہ لوگوں کے اندر سے جن بھگانے کا ڈھونگ رچاتے ہیں۔)

❷ اسنادہ حسن، سنن النسائی، کتاب النکاح، باب التزویج علی الاسلام: ۳۳٤۲، ۳۳٤۳۔

❸ یہ جو قصہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب گراں مہر سے ممانعت فرمائی تو ایک عورت نے آپ پر اعتراض کیا اور یہ آیت پیش کی:

﴿وَاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا﴾ (٤/ النساء: ٢٠) ''خواہ پہلے عورت کو ڈھیروں مال دے چکے ہو۔''

یہ قصہ صحیح نہیں ہے اور اس کی دو وجوہ ہیں:

پہلی وجہ فن حدیث سے تعلق رکھتی ہے یہ روایت کئی طرق سے منقول ہے لیکن اس کے اندر انقطاع پایا جاتا ہے۔ بعض روایتیں مجالد بن سعید اور قیس بن ربیع کی وجہ سے ضعیف ہیں۔ ان دونوں کو ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے ضعیف کہا ہے۔ =

مہر رکھنا دنیا میں کسی عزت کے لائق یا اللہ کے نزدیک تقویٰ کے قابل ہوتا تو رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ اس کے حق دار ہوتے۔ میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ ﷺ نے خود اپنا کسی عورت سے نکاح کیا ہو یا اپنی کسی بیٹی کا نکاح کرایا ہو اور بارہ اوقیہ سے زیادہ مہر مقرر فرمایا ہو۔ [1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جہیز میں ایک کمبل اور ایک تکیہ دیا جو اذخر (خشک گھاس) سے بھرا ہوا تھا۔ [2]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی میں ہم شریک تھے۔ اس سے بہتر شادی کی تقریب ہم نے نہیں دیکھی۔ ہم نے ان کے بستر میں پتیاں بھر دیں، پھر کھجور اور کشمش اکٹھا کیا اور اس کو ہم نے تناول کیا شادی کی رات [3] ان کا بستر مینڈھے کی کھال کا بنا ہوا تھا۔ (یہ روایت بے اصل ہے)

= دوسری وجہ فقہی ہے۔ وہ یہ کہ زیادہ مہر مقرر کرنا حرام ہے کیونکہ اس میں بڑے مفاسد مضمر ہیں۔ جب کہ اوپر مذکورہ آیت سے پتہ چلتا ہے کہ شوہر از خود اپنی خوشی سے زیادہ مہر دیتا ہے۔ لیکن اگر عورت یا اس کا کوئی سرپرست زیادہ مہر طلب کرے تو یہی منع ہے۔ مذکورہ بالا قصہ میں یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ عورت خلیفہ کے سامنے اعتراض کرے اور خلیفہ وقت یہ کہنے پر مجبور ہو کہ ''عمر نے غلطی کی عورت نے صحیح کہا۔'' بالخصوص جب کہ سابقہ صفحات میں مہر کی بابت تفصیل سے گزرا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسی عورت کو خیر و برکت کا باعث قرار دیا ہے جس کا مہر با آسانی دیا جا سکے۔

[1] اسنادہ حسن، سنن ابی داود، کتاب النکاح، باب الصداق: ۲۱۰٦؛ سنن الترمذی، کتاب النکاح، باب (۲۳): ۱۱۱٤؛ سنن النسائی، کتاب النکاح، باب القسط فی الأصدقة: ۳۳۵۱؛ سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب صداق النساء: ۱۸۸۷۔

[2] صحیح، سنن النسائی، کتاب النکاح، باب جہاز الرجل ابنتہ: ۳۳۸٦۔

[3] کہاں پیغمبر آخر الزماں کی سب سے چہیتی بیٹی کی شادی میں یہ سادگی اور سہولت اور کہاں امرا اور سلاطین کے یہاں ہونے والی شادیوں میں وہ اسراف اور فضول خرچی، جس نے حکومت کا سارا خزانہ خالی کیا۔ جس نے پورے ملک کو کنگال بنا کر رکھ دیا۔ ذیل میں ہم ایسی صرف چند مثالیں پیش کرتے ہیں:

① جب بوران سے مامون الرشید کی شادی ہوئی تو پورے دار الخلافہ میں قیمتی موتیاں بچھائی گئیں اور شادی میں مدعو عورتوں سے گزارش کی گئی کہ جس قدر موتیاں ان کے ہاتھوں میں آ سکیں سب کی سب بوران پر نچھاور کریں۔

اس شادی کے موقع پر جب بڑے بڑے کمانڈر اور امرا حاضر ہوئے تو مامون نے ان پر پرچیاں نچھاور کیں ان پرچیوں پر مختلف شہروں اور بستیوں کے نام درج تھے جس کے ہاتھ جو پرچہ لگا اس شہر یا بستی کا وہ شخص مالک بن گیا۔ حیرت اور تعجب کا مقام ہے کہ بعض مصنفین نے اس ابلیسی شادی کو ''دعوت اسلام'' کا نام دیا ہے۔

② ''تین: لہنیں جنہوں نے سرکاری خزانوں کو خالی کر دیا۔'' (مصنفہ ڈاکٹر محمد الحنفی) نامی رسالہ میں لکھا ہے =

= جس کا خلاصہ ہم یہاں درج کرتے ہیں:

مؤرخین نے بالاتفاق یہ لکھا ہے کہ خمارویہ کی بیٹی (قطر الندی) جس کی شادی خلیفہ معتضد سے ہوئی۔ اس کے جہیز میں سونے کی چار سلوں سے بنا ہوا جھروکہ تھا جس پر سونے کی جھالروں والا گنبد رکھا ہوا تھا۔ ہر جھالر کے بیچ میں ایک بالی معلق تھی۔ بالی کے اندر ایسا موتی جڑا ہوا تھا جس کی قیمت کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا تھا۔ جہیز کے اندر سونے کا ہاون دستہ ہوتا تھا جس میں عود اور دیگر خوشبویات کوٹی جاتی تھیں۔ نیز ایسے ہزار جھروکے ہوتے تھے۔ ہر جھروکہ کی قیمت دس دینار ہوتی تھی۔

خمارویہ نے اپنی لاڈلی کی شادی کے موقع پر ہی اس قدر اسراف سے کام نہیں لیا بلکہ اس کی رخصتی کے موقع پر جب اسے مصر سے بغداد لے جایا جانے لگا، تو اس طویل سفر میں ہر منزل پر اس نے ایک محل بنوانے کا حکم دیا تاکہ قطر الندیٰ اس میں تھوڑی دیر آرام کر سکے اور ہر محل ایسا تھا جس میں راحت اور آسائش کے وہ تمام اسباب مہیا تھے جو ایک دلہن کے لیے بالخصوص سفر میں ضروری ہوتے ہیں۔

ابن خلکان نے لکھا ہے کہ قطر الندیٰ کا مہر اربوں درہم پر مشتمل تھا۔ اس بھاری بھرکم شادی کے اخراجات کی اب تک جو تفصیل لکھی گئی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ شادی کے کل اخراجات کے مقابلہ میں اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ چنانچہ اس بارے میں ہم ابن خصاص کے بیان کو پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ ابن خصاص وہ جوہری تھا جس نے جہیز کی تیاری میں زبردست کردار ادا کیا تھا۔ تنہا اس شخص کو خمارویہ نے اس کے بیان کے مطابق چار لاکھ دینار صرف بطور انعام دیا تھا۔ ان دنوں اس قسم کے عوامی گیت لوگوں کی زبان پر چل پڑے تھے۔

الحنة الحنة یاقطر الندی شباك حبیبی یا عینی جلاب الهوی

③ خدیوِ مصر شاہ اسمٰعیل کے بیٹوں، بیٹیوں اور چاروں شہزادیوں کی شادی میں بادشاہ اور اس کے امراء نے جس طرح دل کے ارمان نکالے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دلوں میں اسراف، فضول خرچی، عیش پسندی اور بڑائی کے جراثیم کس قدر راسخ ہو چکے تھے۔ اس موقع پر عظمت اور شکوہ کا جو مظاہرہ کیا گیا اس کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ کیسے کیسے فاخرہ لباس بنائے گئے جو زرتار جواہر سے مرصع تھے جن کے اندر الماس، یاقوت اور طرح طرح کے ہیرے جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ ان گنت سونے چاندی کے برتن خالص چمک بجلی کے بنے ہوئے سیٹ، جن کے اندر نادر روزگار پتھر لگائے گئے تھے۔ جہیز کے کل اسباب کے چھوٹے چھوٹے حصے بنا کر انہیں خالص سونے کے ایسے اونچے تخت پر سجایا گیا تھا جس کے پائے خالص یاقوت، زمرد اور فیروزے کے بنے ہوئے تھے...... الخ۔ (بہ اختصار)

ان خانہ خراب دلہنوں نے (جن کا مختصر تذکرہ اوپر گزرا) ماضی بعید میں عالم عرب کا خزانہ خالی کیا۔ جب ان کے پاس فوج یا اسلحہ غرض کسی قسم کی تیاری نہ رہی تو اس کے نتیجہ میں ٹڈی دل صلیبی اور تاتاری فوجوں نے عرب دنیا پر یلغار کی اور یہ ابھی کل کی بات ہے کہ انگریز مصر میں گھس آئے اور اس پر قبضہ کر لیا۔

شرعی شادی

رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی (ربیعہ اسلمی رضی اللہ عنہ) پوری یکسوئی سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ رات کو بھی آپ کے پاس رہتے تھے تاکہ اگر کوئی ضرورت در پیش ہو تو فوراً اس کی تعمیل کر سکیں۔ ایک بار رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''تم شادی کیوں نہیں کر لیتے؟'' انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں فقیر آدمی ہوں میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ بس آپ کی خدمت میں حاضر رہوں۔ حضور ﷺ چپ رہے۔ وہ شخص دوبارہ حاضر خدمت ہوا آپ نے وہی سوال دہرایا۔ انہوں نے پھر وہی جواب دیا۔ پھر صحابی تھوڑی دیر سوچنے لگے پھر کہا: اللہ کی قسم! اللہ کے رسول ﷺ کو میری دنیا اور آخرت کی مصلحتوں کا اور ان چیزوں کا زیادہ علم ہے جو بارگاہ الٰہی میں مجھے قریب کر سکتی ہیں۔ اگر تیسری بار آپ مجھ سے کہیں گے تو میں آپ کے ارشاد کی ضرور تعمیل کروں گا۔ بالآخر تیسری مرتبہ آپ نے فرمایا: ''تم شادی کیوں نہیں کر لیتے؟'' اس بار صحابی مذکور نے عرض کیا حضور! میری شادی کرا دیجیے۔ آپ نے فرمایا: ''بنو فلاں کے پاس جاؤ اور کہو کہ رسول اللہ! (ﷺ) تمہیں حکم دیتے ہیں کہ اپنی کسی لڑکی سے میرا نکاح کر دو۔'' صحابی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میرے پاس تو کچھ بھی نہیں (یعنی کوئی چیز میری ملکیت میں نہیں ہے۔) آپ نے اصحاب کرام سے فرمایا: ''جاؤ اپنے بھائی کے لیے ایک گٹھلی [1] کے وزن برابر سونا جمع کر دو۔'' صحابہ کرام نے اس قدر سونا جمع کیا پھر اسے لے کر ان لوگوں کے پاس گئے اور اس کی شادی کرا دی پھر انہوں نے مل کر ایک بکری فراہم کی اور اس کا ولیمہ کیا۔ [2]

---

[1] یعنی کم وبیش ساٹھ شامی لیرہ۔ بعض ملکوں میں قدیم رواج یہ تھا کہ جب کوئی نوجوان شادی کرنا چاہتا اور شادی کی بات چیت طے ہو جاتی تو اس تقریب کی مناسبت سے ایک چھوٹی موٹی محفل منعقد ہوتی۔ دوست، احباب خویش واقارب اور پاس پڑوس کے لوگ جمع ہوتے اور یہ نوجوان ایک طرف بیٹھ کر الٹی ٹوپی ہاتھ میں لیے آنے والے مہمان کو خوش آمدید کہتا ہر آنے والا اپنی مقدرت کے مطابق کچھ ہدیہ اسے پیش کرتا۔ یہ اس ٹوپی میں جمع کرتا جاتا۔ یہاں تک کہ ٹوپی بھر جاتی۔ یہ نوجوان اس جمع پونجی کو مہر، ولیمہ اور شادی کے دیگر مصارف میں خرچ کرتا تھا۔

[2] اسنادہ حسن، مسند احمد، ٤/ ٥٨: ١٦٥٧٧؛ المستدرك للحاكم: ٢/ ١٧٣، ٣/ ٥٢١۔

آج سے بیس سال پہلے میں نے اپنی کتاب ''بہتر خاندان کی تشکیل'' میں زیر عنوان ''شادی کے لیے چلو'' ایک مضمون لکھا تھا، جس کا ایک اقتباس ذیل میں درج کرتا ہوں:=

مہر اور اس کی ادائیگی کی شدید خواہش

آیت قرآنی

﴿وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً ۚ فَإِن طِبْنَ لَكُمْ عَن شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا

"آؤ شادی کے لیے چلو" یہ زریں فقرہ آج ہمارے معاشرے میں بالکل اسی طرح زبان زد خاص و عام ہو جانا چاہیے جیسے ہم ایک دوسرے سے کہتے ہیں آؤ بھائی! چلو چلو چائے پینے چلیں! وغیرہ۔ لیکن یہ اسی وقت ہوگا جب شادی بے حد سستی اور آسان ہو جائے اور میاں بیوی دونوں دل سے اس کے خواہاں ہوں اور اگر ایسے تمام نوجوان لڑکوں، لڑکیوں کے اعداد و شمار فراہم کیے جائیں جنہوں نے شادی کے بعد ازدواجی میدان میں اب تک قدم نہیں رکھا ہے تو اس میں شک نہیں کہ مستقبل کے مہیب خطرات سے ہمارے ہوش ٹھکانے لگ جائیں گے اور ہم چاروں طرف سے زبردست سماجی، سیاسی اور اخلاقی بحران میں اپنے آپ کو گھرا ہوا پائیں۔ جو قوم بھی بالخصوص ازدواجی امور میں سستی کرتی ہے اس کے افراد فحش کاری اور بے حیائی میں مبتلا ہوتے ہیں اور پوری قوم جب اخلاقی پستی اور افراد کی کمی کا شکار ہوتی ہے تو بہت سارے بیرونی خطرات بھی تیزی سے سر ابھارتے ہیں۔ چنانچہ فرانس پر جرمنی کی یلغار کے بعد ایک موقع پر وہاں کے مارشل پیٹن نے فرانسیسی قوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا: "اپنی غلطیوں کو تولو تمہیں خود ان کا بوجھل پن محسوس ہوگا۔ تم بچوں کو نہیں چاہتے، نہ گھریلو زندگی چاہتے ہو۔ تم نے شرافت ایک طرف ڈال رکھی ہے، اخلاقی قدروں کو پامال کر رکھا ہے، شہوت جہاں بھی پوری ہوتی ہو تم ایسے تمام عشرت کدوں کی طرف دوڑ پڑتے ہو۔ دیکھو شہوت اور خواہشات کے ہاتھوں تمہارا کیا انجام ہوا ہے۔"

سب سے زیادہ افسوس کی بات یہ ہے کہ جب آدمی کسی لڑکی کی طرف شادی کا پیغام بھیجتا ہے تو اس کا باپ گراں مہر اور بھاری بھرکم جہیز کا مطالبہ کرتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ اس کا یہ مطالبہ حق ہے۔ فطری طور پر یہ سب کچھ ضرور مانگنا چاہیے۔ آخر اس کی بیٹی اور ہونے والی دلہن کو کپڑے زیور، ساز و سامان اور بہت سارے اسباب کی ضرورت ہے۔ ڈائننگ ہال، ویٹنگ روم، بیڈ روم، فریج، ایئر کنڈیشنز، واشنگ مشین بلکہ اسی کے ساتھ ساتھ موٹر کار اور اس کے علاوہ منگنی اور شادی کی سجی سجائی محفلیں وغیرہ۔

ہم سرپرستوں اور والدین کے ان ضروری اور غیر ضروری مطالبات پر ان سے الجھنا نہیں چاہتے لیکن اس سب کے مقابلہ میں اس مہر اور جہیز کا ذکر ضروری سمجھتے ہیں جس کو دو جہاں کے سردار نبی آخر الزماں ﷺ نے اپنی سب سے چہیتی بیٹی کو دیا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اسے کوئی چیز دے دو۔" حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضور میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: "تمہاری تانت کی زرہ کیا ہوئی؟" انہوں نے عرض کیا وہ میرے پاس ہے۔ فرمایا: "وہی اسے دے دو۔" (صحیح، سنن النسائی، کتاب النکاح، باب نحلة الخلوة: ٣٣٧٧)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جہیز میں ایک کمبل اور تکیہ دیا جس کا

﴿فَكُلُوْهُ هَنِيْٓــًٔا مَّرِيْٓــًٔا﴾ (٤/ النساء: ٣)

”اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دے دیا کرو۔ ہاں اگر وہ اپنی خوشی سے اس میں سے کچھ تم کو چھوڑ دیں تو اسے شوق اور خوشگواری سے کھالو۔“ ❶

﴿وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْــًٔا ؕ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ○ وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ

= بھراؤ اذخر نامی (یعنی خشک گھاس پھوس) کا تھا۔ (صحیح، سنن النسائی، کتاب النکاح، باب جهاز الرجل ابنته: ٣٣٨٦) حضرت جابر سے یہ بھی روایت ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی میں ہم بھی شریک تھے۔ اس سے بہتر شادی کی کوئی تقریب نہیں دیکھی گئی۔ ہم نے ان کے بستر میں خشک پتوں کا بھراؤ کیا۔ پھر کھجور اور کشمش اکٹھا کیا اور اس کو کھایا۔ پہلی رات ان کا بستر بھیڑ کی کھال کا تھا۔ (یہ روایت بے اصل ہے) ہم نے اس روایت کو ذرا پہلے بھی ذکر کیا ہے۔ مزید تاکید کے لیے یہاں پھر سے اس کا اعادہ کر دیا ہے۔ (ہمارے برصغیر پاک و ہند میں اہل عرب کے الٹ معاملہ ہے۔ یہاں لڑکی والوں کو جہیز اور بارات کے کھانے کا انتظام کرنا پڑتا ہے اور اس کے لیے زر کثیر خرچ کرنا پڑتا ہے۔ دولت مند طبقہ تو بہت کچھ کر لیتا ہے جبکہ سفید پوش یہ سب مطالبات پورے کرنے کے لیے سود پر قرض لینے پر مجبور ہوتے ہیں۔ نتیجے میں دنیا و آخرت برباد کر لیتے ہیں۔ جب کہ ہزاروں لڑکیاں محض جہیز نہ ہونے کی وجہ سے غیر شادی شدہ رہ جاتی ہیں اور کئی ایک معاشرتی خرابیوں کا باعث بنتی ہیں۔ اس کے علاوہ سینکڑوں غریب دلہنیں جہیز نہ لانے کی بنا پر سسرال والوں کے انتقام کا نشانہ بن جاتی ہیں۔ جو سسرال والے لڑکی کو زندہ جلانے یا قتل کرنے کی ہمت نہیں رکھتے وہ اس غریب دلہن کی زندگی کو ویسے ہی طعنوں سے جہنم بنائے رکھتے ہیں)۔

❶ مہر کی مناسبت سے ہمیں جان لینا چاہیے کہ یہ چیز عورتوں کا حق ہے عورتیں اپنی دیگر املاک کی طرح اس کی بھی مالک ہوں گی۔ شوہر اس کے کل یا جز کسی کا مالک نہیں مانا جائے گا۔ نہ ہی شوہر کو یہ حق حاصل ہوگا کہ جہیز کے نام پر لڑکیوں یا ان کے سرپرستوں سے جبراً کچھ وصول کرے۔ اس کے برعکس رہائش کے لیے مکان فراہم کرنا مرد کا کام ہے۔ خانگی ضرورت کی ایک ایک چیز وہ مہیا کرے گا۔ اپنی اہلیہ کے لیے کپڑے وغیرہ اور روزمرہ کے خرچ کی کفالت کرے گا۔ غیر ضروری خرچ جو آج کل عورتوں کا فیشن بن گیا ہے اس کا ذمہ دار مرد نہیں ہے ہاں اگر مرد اپنی خوشی سے کوئی چیز سپرد کرے تو مضائقہ نہیں۔ اس کی دلیل باری تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

﴿وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓــًٔا مَّرِيْٓــًٔا ○﴾ (٤/ النساء: ٥)

”اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دے دیا کرو۔ ہاں اگر وہ اپنی خوشی سے اس میں سے کچھ تم کو چھوڑ دیں، تو اسے شوق اور خوش گواری سے کھالو۔“

یہ رواج جو آج کل چل پڑا ہے کہ لڑکے والے لڑکی والوں پر بے جا دباؤ ڈالتے ہیں اور رنگا رنگ کے کپڑے، گھر کا اثاثہ، برتن اور تحفے دلانے پر زور دیتے ہیں۔ دراصل یہ لوگوں کا مال ناحق طریقے سے کھانے کے مترادف =

وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴾

(٤/ النساء: ٢٠، ٢١)

''اور اگر تم ایک عورت کو چھوڑ کر دوسری کرنا چاہو، خواہ پہلی عورت کو ڈھیروں مال دے چکے ہو تو اس سے کچھ بھی واپس نہ لو۔ کیا تم کسی پر کسی قسم کا بہتان لگا کر اور صریح گناہ کے ذریعے سے اپنا مال اس سے واپس لو گے اور تم دیا ہوا مال (عورت سے) کیونکر لے سکتے ہو حالانکہ تم ایک دوسرے سے بے حجابانہ مل چکے ہو اور عورتیں نکاح کے وقت تم سے مضبوط عہد بھی لے چکی ہیں۔''

= ہے۔ یہ اللہ کے اس قانون کے خلاف ہے جس کو اس نے بندوں کی بھلائی کے لیے نافذ کیا ہے۔ اشراف اور باعزت افراد اس قسم کی اوچھی حرکتوں کو کبھی پسند نہیں کرتے۔ نہ ہی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والا کبھی اس کو گوارا کرے گا۔

بیشتر نوجوان اور ڈ لہے منہ کھول کر یہ فرمائش کرتے ہیں کہ انہیں جہیز میں فلاں فلاں چیزیں درکار ہیں۔ اب لڑکی والے مجبور ہوتے ہیں کہ مہر میں جو ملنے والا ہے اس سے کہیں زیادہ رقم پہلے ہی ان بے جا فرمائشوں پر صرف کریں۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ بیچارے ناک تک قرضوں میں ڈوب جاتے ہیں۔ ان جاہلانہ رسموں میں کہیں برکت نہیں ہوتی کیونکہ دینے والا خوش دلی سے انہیں نہیں دیتا اور شوہر بھی بے جا دباؤ ڈال کر زور، زبردستی اور جبر و اکراہ کا مرتکب ہو جاتا ہے۔

ہمارے علاقہ میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض لڑکیاں مہر کی رقم سے جہیز کا سامان فراہم کرتی ہیں۔ اگر یہ عمل کسی جبر و اکراہ کے بغیر عمل میں آئے تو ظاہر ہے اس میں مضائقہ نہیں ہونا چاہیے۔ البتہ اس موقع پر اسراف، فضول خرچی، ریاکاری اور جھوٹی نمائش سے حتی الامکان بچنا چاہیے۔ کیونکہ اس سے غرور، تمکنت اور تکبر کی بو آتی ہے۔ اس لیے کہ

﴿ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴾

(١٧/ اسرائیل: ٢٧)

''فضول خرچی سے مال اڑانے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ہی ناشکرا ہے۔''

یہی وہ لوگ ہیں جو سونے چاندی سے بھرا ہوا گھر چاہتے ہیں۔ ان کی کوشش ہوتی ہے کہ اس قسم کے برتن انہیں استعمال کو ملیں۔ حالانکہ یہ شیطانی راستہ پر چلتے ہیں، جو کام تھوڑے اخراجات میں پورا ہو سکے اس کے لیے جبراً زیادہ سے زیادہ روپیہ خرچ کرنا چاہتے ہیں اور جس چیز سے اللہ کے رسول ﷺ نے منع فرمایا، اس کو یہ اپنے لیے حلال اور پاکیزہ ٹھہرانا چاہتے ہیں۔ جب کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

''جو لوگ سونے چاندی کے برتنوں میں کھاتے ہیں، وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ ٹھونس رہے ہیں۔''

(صحیح بخاری، کتاب الأشربة باب آنیة الفضة: ٥٦٣٤؛ صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب تحریم استعمال أوانی الذهب: ٢٠٦٥: [٥٣٨٧])۔

احادیث نبوی ﷺ

''جس شخص نے تھوڑے یا زیادہ جس قدر مہر پر بھی کسی عورت سے نکاح کیا اور اندر سے یہ تہیہ کرلیا کہ بیوی کے اس حق کو ادا نہیں کرے گا تو یہ اس (عورت) کو دھوکا دینا ہوگا، اور اگر اس نے اس حق کو ادا نہ کیا اور مرگیا تو قیامت کے دن اللہ کے سامنے زنا کار کے روپ میں پیش ہوگا۔'' [1]

''سب سے زیادہ پوری کرنے کے لائق وہ شرط (یعنی نکاح کی شرط) ہے جس کے ذریعے سے عورتوں کی شرمگاہوں کو تم نے اپنے لیے حلال بنایا ہے۔'' [2]

خطبۂ نکاح

عقد نکاح سے پہلے خطبہ پڑھنا چاہیے۔ خطبہ کا آغاز اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور رسول مقبول ﷺ پر درود وسلام سے کرنا چاہیے اور افضل خطبہ یہ ہے:

خطبۂ حاجت (خطبۂ نکاح)

((اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ))

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾

(۳/ آل عمران: ۱۰۲)

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾ (٤/ النساء: ١)

---

[1] حسن، المعجم الصغير للطبراني، ١/ ٤٣ والاوسط: ١٨٥١؛ قال هيثمي: "ورجاله ثقات"۔ مجمع الزوائد: ٧٥٠٧۔ [2] صحيح بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی المهر......: ٢٧٢١؛ صحيح مسلم، کتاب النکاح، باب الوفاء بالشروط فی النکاح: ١٤١٨۔

”بلاشبہ سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں ہم اس کی تعریف کرتے ہیں اور اسی سے مدد چاہتے ہیں اور اس سے بخشش چاہتے ہیں اور اس کی پناہ چاہتے ہیں اپنے نفس کی برائیوں اور اپنے برے کاموں سے۔ جس کو اللہ ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جس کو وہ گمراہ کر دے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں، میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ صرف اکیلا اللہ ہی عبادت کے لائق ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔“ اے ایمان والو! ڈرنے کی طرح اللہ سے ڈرو اور مسلمان ہو کر مرو۔“

”اے لوگو! ڈرو اپنے پروردگار سے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے پھیلا دیئے بہت سے مرد اور عورتیں اور ڈرتے رہو اس اللہ سے جس سے تم مانگتے ہو اور رشتہ داروں کا خیال رکھو بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری دیکھ بھال کرنے والا ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۝ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ۝﴾ (الاحزاب: ۷۰، ۷۱) [1]

”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو اللہ تمہارے کام کو سنوار دے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو اسے بہت بڑی کامیابی حاصل ہوگی۔“

اس کے بعد نکاح پڑھوانے والا لڑکے اور لڑکی سے اقرار کرائے مثلاً یوں کہے:

میں تمہاری فلاں بیٹی سے رشتہ کے لیے حاضر ہوا ہوں جو بعوض اتنے حق مہر کے (جو کہ پہلے مقرر کیا ہو) کیا تجھے قبول ہے؟ لڑکا/لڑکی جواب میں ہاں کہے گا اور بھی جو کلمات مناسب ہوں ادا کرے۔

حضور ﷺ نے فرمایا: ”جس خطبہ میں تشہد (حمد و ثنائے الٰہی) نہ ہو وہ اس ہاتھ کی

[1] اسنادہ ضعیف، سنن ابی داود، باب فی خطبة النکاح: ۲۱۱۸؛ سنن الترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء فی خطبة النکاح: ۱۱۰۵؛ سنن النسائی، کتاب الجمعة، باب کیفیة الخطبة: ۱٤۰۵ سنن ابن ماجه، کتاب النکاح باب خطبة النکاح: ۱۸۹۲ یہ روایت ابو اسحاق کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔

طرح ہے جو کٹا ہوا ہے۔'' ❶

شادی سے قبل بعض ہدایات اور نصیحتیں

ماں باپ کی طرف سے بیٹی کو نصیحت

دلہن کو نصیحت کرنا مستحب ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب کسی دلہن کو اس کے شوہر کے پاس بھیجتے تو اسے شوہر کی خدمت اور اس کے حقوق کی رعایت کی تاکید کرتے تھے۔ (اس روایت کی اصل نامعلوم ہے)

شادی کے وقت باپ کی بیٹی کو نصیحت

حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب نے اپنی بیٹی کو حسب ذیل نصیحت کی تھی آپ نے فرمایا: غیرت (رشک اور غرور) سے بچنا کیونکہ غیرت طلاق کی چابی ہے۔ زیادہ ڈانٹ ڈپٹ سے پرہیز کرنا، کیونکہ اس سے بغض وحسد پیدا ہوتا ہے۔ سرمہ ❷ ضرور استعمال کرنا کہ یہ سب

---

❶ اسنادہ صحیح، سنن ابی داود، کتاب الأدب، باب فی الخطبة: ٤٨٤١؛ سنن الترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء فی خطبة النکاح: ١١٠٦۔

❷ فرافصہ بن احوص نے اپنی بیٹی نائلہ کا نکاح امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کیا جب ان کی رخصتی کا وقت آیا تو باپ نے نصیحت کرتے ہوئے کہا:

میری بیٹی! تو قریش کی کچھ عورتوں کے پاس جا رہی ہے جنھیں تیری نسبت خوشبو زیادہ میسر ہے اس لیے دو عادتیں میری طرف سے یاد رکھنا سرمہ کا استعمال کرنا اور پانی کی خوشبو لگانا (یعنی خوب غسل کرنا) کہ تیری مہک مشکیزہ کی مہک کی طرح ہو جس پر بارش کا پانی پڑا ہو۔ (اخبار المدینة لعمر بن شبة، ٢/ ١١٠، ١١١ وسندہ حسن)

کندہ کے حکمران عمرو بن حجر نے ام ایاس بنت عوف بن مسلم شیبانی کے ساتھ شادی کا پیغام بھیجا۔ شادی کے بعد شب زفاف سے پہلے لڑکی کی ماں امامہ بنت حارث نے اپنی بیٹی سے تنہائی میں بات چیت کی اور حسب ذیل نصیحتیں کیں، جن سے مبارک ازدواجی زندگی کی بنیادیں قائم ہیں اور یہ پتہ چلتا ہے کہ بیوی پر اس کے شوہر کے کیا حقوق اور واجبات ہیں یہ نصیحتیں تمام دلہنوں کے لیے ہدایت نامہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ماں نے کہا:

بیٹی! تیرا وہ ماحول چھوٹ گیا جس سے تو نکل کر جا رہی ہے۔ تیرا وہ نشیمن بھی پیچھے رہ گیا جہاں غافل کو بھی ایک مقام حاصل تھا اور عقل مند کو بھی سہارا تھا۔ اگر کوئی عورت شوہر سے اس لیے بے نیاز ہوتی کہ اس کے ماں باپ بھی شدید حاجت کے باوجود ایک دوسرے سے بے نیاز تھے تو میں بھی لوگوں میں سب سے زیادہ بے نیاز ہوتی۔ =

سے بہتر زینت ہے اور سب سے بہتر خوشبو پانی ہے۔

اپنے داماد کو ہدایت

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے رشتہ کا پیغام بھیجا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ تمہاری ہے بشرطیکہ تم اس کے ساتھ بہتر طریقہ سے رہو۔'' [1]

عثمان بن عنبسہ بن ابوسفیان نے اپنے چچا عتبہ کے پاس اس کی بیٹی کے لیے اپنے رشتہ کا

= لیکن حقیقت یہ ہے کہ عورتیں مردوں کے لیے پیدا کی گئیں اور مرد عورتوں کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔ بیٹی! تیراوہ ماحول چھوٹ گیا جس سے تو نکل کر جارہی ہے تیراوہ نشیمن بھی رہ چلا گیا جس میں تو پروان چڑھی۔ اب تیرا رخ ایسے آشیانہ کی طرف ہے جس سے تو آشنا نہیں۔ وہاں تیرا ہم نشین وہ ہے جو تیرا اشناسا نہیں۔ آج تیری گردن اور تیرا پورا بدن اسی کے زیرنگیں ہے۔ اس لیے تو اس کی کنیز بن کر رہ وہ تیرا تابعدار غلام بن کر رہے گا۔ اس کے لیے دس عادتیں اپنے اندر پیدا کر آگے چل کر یہ تیرے لیے کام آئیں گی:

پہلی اور دوسری خصلت یہ کہ قناعت کے ساتھ ساتھ اس کے لیے انکساری برتنا۔ اس کی ایک ایک بات سننا اور اس کی اطاعت کرنا۔ تیسری اور چوتھی خصلت یہ کہ شوہر کی نگاہ اور اس کی پسندیدہ خوشبو کا خیال رکھنا۔ اس لیے جب اس کی تجھ پر نگاہ پڑے اس کی طبیعت میلی نہ ہونے پائے۔ تیرے بدن سے ایسی کوئی مہک نہ آئے جو اسے ناپسند ہو۔ پانچویں اور چھٹی خصلت یہ ہے کہ اس کے سونے اور کھانے کے اوقات کا لحاظ رکھنا کیونکہ تادیر بھوک برداشت کرنے سے آگ سی بھڑک اٹھتی ہے اور نیند میں کمی آنے سے غصہ تیز ہوتا ہے۔ ساتویں اور آٹھویں خصلت یہ ہے کہ اس کے مال کی حفاظت کرنا اس کے اہل وعیال اور اس کے مرتبہ کا لحاظ رکھنا۔ مال کی بہتر نگہداشت حسن انتظام سے ہوتی ہے اور اہل وعیال کی حفاظت حسن تدبیر سے۔ نویں اور دسویں خصلت یہ ہے کہ کبھی اس کی حکم عدولی نہ کرنا نہ ہی اس کے کسی راز کو آشکار کرنا۔ اگر اس کی حکم عدولی کی تو اس کا سینہ غصے سے بھڑک اٹھے گا اور اگر اس کے راز کھول دیئے تو اس کے فریب سے حفاظت ممکن نہ ہوگی۔ جب وہ رنجیدہ ہو تو اس کے سامنے ہرگز خوشی کا اظہار نہ کرنا اور اگر خوش ہو تو رنج وغم ظاہر نہ کرنا۔

ایک شخص نے اپنی بیٹی کا نکاح اپنے بھتیجے سے کیا۔ جب اس کی رخصتی کا وقت آیا تو لڑکی کی ماں سے کہا اس سے کہہ دینا کہ کسی غار کی کھوہ میں اترنے سے پہلے پانی کا بندوبست کرنا۔ کیونکہ پانی برتر کے لیے اجلے پن اور کمتر کے لیے صفائی کا سبب ہوتا ہے۔ بکثرت شوہر کے ساتھ لیٹنے سے گریز کرنا کیونکہ جب بدن چور ہو جاتا ہے تو دل بھی اکتا جاتا ہے لیکن اس کی شہوت پر روک نہ لگانا کیونکہ موافقت کرنے میں ہی بہتری ہے۔ ابوالاسود نے اپنی بیٹی سے کہا: غیرت سے بچنا کیونکہ غیرت طلاق کی چابی ہے۔ (الوافی بالوفیات للصفدی، ٥/ ٣٠٩)

زیب وزینت کا خیال رکھنا اور سب سے بہتر زینت سرمہ ہے۔ خوشبو کا استعمال کرنا اور بہتر خوشبو سے اچھی طرح وضو کرنا۔ یورپ کی کسی حسین وجمیل خاتون نے بھی اپنی ہم عصر لڑکیوں کو دن بھر میں کئی مرتبہ ٹھنڈے پانی سے چہرہ دھونے کی تاکید کی تھی معلوم ہوا کہ وضو میں کیا کیا حکمتیں پوشیدہ ہیں۔

[1] حسن، المعجم الکبیر للطبرانی: ٣٥٧٠؛ کشف الاستار: ١٤٠٦؛ الطبقات لابن سعد: ٨/ ١٩، ٢٠؛ الصحیحہ للالبانی: ١٦٦۔

پیغام بھیجا چچا نے اسے اپنے پہلو میں بٹھایا اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہنے لگے انتہائی عزیز قریبی نے میری از حد چہیتی کے ساتھ رشتہ کا پیغام بھیجا جس کو میں ٹال نہیں سکتا، اس کے ساتھ تعاون کیے بغیر گزارا نہیں۔ میں نے تم دونوں کو ایک دوسرے کے نکاح میں دیا۔ تم اس سے زیادہ میری نظر میں معزز ہو اور وہ تم سے زیادہ میرے دل کے قریب ہے۔ اس کا اکرام کرنا تاکہ میری زبان پر تمہارا اچھا ذکر رہے۔ اسے ذلیل نہ کرنا ورنہ میری نظر میں تمہارا مرتبہ کم ہوگا قرابت کے ساتھ ساتھ میں نے تمہیں اپنے نزدیک کیا اور اپنے دل کو میرے دل سے دور نہ ہونے دینا۔

بیوی کے لیے خاوند کی ہدایت

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ سے فرمایا: مجھے غصے میں دیکھو تو میرے غصے کو کم کرنے اور مجھے راضی کرنے کی کوشش کرنا۔ جب میں تمہیں غصہ میں دیکھوں گا تو تمہارا غصہ کم کرنے اور تمہیں راضی کرنے کی کوشش کروں گا۔

خُذِ الْعَفْوَ مِنِّی تَسْتَدِیْمِی مُوَدَّتِیْ وَلَا تَنْطِقِیْ فِیْ سَوْرَتِیْ حِیْنَ اَغْضَبُ

”مجھے معاف کرنا۔ اس سے میری تم سے محبت تادیر برقرار رہے گی۔ غصے میں بھرے ہونے کی حالت میں مجھ سے کچھ نہ کہنا۔“

وَلَا تَنْقُرِیْنِیْ نَقْرَكَ الدُّفِّ مَرَّةً فَاِنَّكَ لَا تَدْرِیْنَ كَیْفَ الْمُغَیَّبُ

”جس طرح دف پر تھاپ پڑتے ہیں ایسے مجھے ٹھوکے نہ دینا کیونکہ تمہاری پیٹھ پیچھے مجھ پر کیا گزرتی ہے تم نہیں جانتیں۔“

وَلَا تُكْثِرِیْ الشَّكْوٰی فَتَذْهَبُ بِالْقُوٰی وَیَاْبَاكَ قَلْبِیْ وَالْقُلُوْبُ تُقَلَّبُ

”ہر گھڑی شکوہ شکایت نہ کرنا اس سے توانائی چلی جاتی ہے دل میں نفرت پیدا ہوتی ہے اور دل بڑی جلدی الٹ پلٹ ہو جاتا ہے۔“

فَاِنِّیْ رَاَیْتُ الْحُبَّ فِی الْقَلْبِ وَالْاَذٰی اِذَا اجْتَمَعَا لَمْ یَلْبَثِ الْحُبُّ یَذْهَبُ

”میں نے دیکھا ہے کہ دل میں محبت اور اذیت جب بھی اکٹھی ہوتی ہے محبت فوراً رخصت ہو جاتی ہے۔“ (یہ واقعہ بے اصل ہے۔ واللہ اعلم)

شب زفاف سے پہلے ایک ہم عصر ماں کی اپنی بیٹی کو نصیحت

ایک ہم عصر ماں نے اپنی بیٹی کو خوشی اور غمی کے ملے جلے جذبات کے ساتھ ذیل کی

نصیحتوں سے نوازا:

میری بیٹی، میری لختِ جگر! ایک نئی زندگی کی ڈگر پر تیرے قدم اٹھنے والے ہیں۔ ایک ایسی زندگی جہاں تیری ماں یا تیرے باپ کا گزر نہیں۔ نہ تیرے کسی بھائی کا وہاں ٹھکانا ہے۔ تو ایک ایسے شخص کی ہم سفر اور شریک زندگی بننے جا رہی ہے جو اپنے علاوہ کسی کو یہاں تک کہ تیرے عزیز ترین رشتہ داروں کو بھی تیرے اندر اپنا حصہ دار دیکھنا گوارا نہیں کرے گا خواہ اس سے تیرے خون اور گوشت کا رشتہ ہی کیوں نہ ہو۔

میری عزیز بیٹی! اس کی زوجہ اور اس کی ماں دونوں کا کردار ادا کرنا۔ اس کے ساتھ اس طرح برتاؤ رکھنا گویا تو ہی اس کی زندگی کی کل پونجی اور تو ہی اس کی دنیا کا کل سرمایہ ہے۔ یہ ہمیشہ یاد رکھنا کہ مرد خواہ کوئی بھی ہو اس کی حیثیت بڑے بچے کی سی ہوتی ہے۔ نرم اور مختصر سی بات جو اس کے لیے بھی سعادت مندی کی ہے وہ یہ کہ تو ہرگز اسے یہ احساس نہ دلانا کہ اس سے نکاح کے بعد تو اپنے اہل اور خاندان سے کٹ گئی۔ ویسے اسے بھی بخوبی اس کا احساس ہے۔ اس نے بھی صرف تیرے لیے اپنے والدین اور اپنے خاندان کو چھوڑا ہے۔ پھر بھی تیرے اور اس کے درمیان فرق وہی مرد اور عورت ہونے کا ہے۔ عورت ہمیشہ اپنے خاندان کی طرف مائل ہوتی ہے۔ اس کا دل اسی گھر میں اٹکا ہوتا ہے جہاں وہ پیدا ہوئی، پلی، بڑھی، پروان چڑھی لیکن بہر حال اسے اس نئی زندگی کا عادی خود کو بنانا ہے۔ ایک ایسے شخص کے ساتھ اپنی زندگی کو پر کیف بنانا ہے جو اس کا شوہر، اس کا نگراں اور اس کے ہونے والے بچوں کا باپ ہے اور یہی اس کی نئی دنیا اور کل کائنات ہے۔

میری بیٹی، میری لختِ جگر! یہ تیرا حال اور مستقبل ہے۔ یہ تیرا مشترکہ خاندان ہے۔ جس کے بنانے اور تعمیر کرنے میں تو اور تیرا شوہر دونوں شریک ہیں۔ تیرے ماں باپ عہد ماضی کی داستان بن گئے لیکن میں یہ نہیں کہوں گی کہ آج سے تو اپنے ماں باپ اور بھائیوں کو بھول جانا۔ ہرگز نہیں۔ اس لیے کہ میری لاڈلی! وہ بھی کبھی تجھے فراموش نہیں کریں گے اور ایک ماں اپنے دل کے ٹکڑے کو فراموش بھی کیسے کر سکتی ہے۔ ہاں میری التجا ہے کہ تو اپنے شوہر سے ٹوٹ کر محبت کرنا۔ اس کے لیے زندہ رہنا اور اسی کے ساتھ رہنے میں اپنی زندگی کی خوشی سمجھنا۔

اظہارِ مسرت اور گیت ودف بجانا

احادیث نبوی ﷺ

حضرت ربیع بنت معوذ کہتی ہیں: جب میرے ساتھ خلوت کی گئی رسول اللہ ﷺ میرے فرش پر آ کر اس طرح بیٹھ گئے جیسا تو میرے پاس بیٹھا ہے (خطاب راوی سے ہے) تب چھوٹی چھوٹی بچیاں دف بجا کر بدر میں شہید باپوں کا مرثیہ پڑھنے لگیں۔ ایک ان میں سے پڑھنے لگی:

"وَفِينَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ۔"

''اور ہم میں ایک نبی ہیں جو کل کا حال جانتے ہیں (کہ کیا ہوگا)۔''

آپ نے فرمایا: ''اس کو چھوڑ دے اور پہلے جو کہہ رہی تھی وہی کہے جا۔'' [1]

ایک صحیح روایت میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''کل کیا ہونے والا ہے یہ اللہ کے سوا کوئی نہیں جان سکتا۔'' [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ انہوں نے ایک لڑکی کو ایک انصاری مرد کے ساتھ بیاہ دیا۔ رخصتی کا وقت آیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس کے پاس سرود (چھوٹے بچوں کا گانا) نہیں، کیونکہ انصار کو سرود اچھا معلوم ہوتا ہے۔'' [3]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب ضرب الدف فی النکاح ...... : ٥١٤٧۔

[2] صحیح، سنن ابن ماجه، کتاب النکاح، باب الغناء والدف: ١٨٩٧۔
اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:
﴿قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ﴾ (٦/ الانعام: ٥٠)
''اے نبی آپ کہہ دیجیے کہ میں تم لوگوں سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں۔''
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کچھ مانگنا ہو تو اللہ سے مانگنا اور جب مدد کی ضرورت ہو تو اللہ سے مدد طلب کرنا۔ (حسن، سنن الترمذی، کتاب صفة القیامة، باب (٥٩): ٢٥١٦؛ مسند احمد، ١/ ٢٩٣: ٢٦٦٩) اور اسی طرح اپنی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے فاطمہ! اللہ کے ہاں میں تمہیں کوئی فائدہ نہ دے پاؤں گا۔ (صحیح بخاری: ٢٧٥٣؛ صحیح مسلم: ٢٠٦)...... افسوس! جو کچھ بوصیری نے بردہ میں لکھا ہے وہ سراسر (اس کے برعکس) ضلالت و گمراہی حتیٰ کہ شرک بھی ہے۔ (باختصار)

[3] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب النسوة اللاتي يهدين ...... : ٥١٦٢۔

"حلال وحرام کے درمیان تمیز آواز اور دف سے ہوتی ہے۔" ❶

❶ حسن، سنن الترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء فی اعلان النکاح: ۱۰۸۸؛ سنن النسائی، کتاب النکاح، باب اعلان النکاح بالصوت……: ۳۳۷۱؛ سنن ابن ماجه، کتاب النکاح، باب اعلان النکاح: ۱۸۹۶۔

گانے اور موسیقی کے بارے میں ڈھیل دینا درست نہیں۔ شادی بیاہ کے موقع پر جس موسیقی کی اجازت ہے اور جیسا کہ احادیث میں وارد ہے یہ وہ موسیقی ہے جو بھلی باتوں پر مشتمل ہوتی ہے بشرطیکہ فحش اور بدکلامی سے خالی ہو۔ ساز اور گانے بجانے کا کوئی سامان نہ ہو۔ ہاں دف کا معاملہ الگ ہے۔ موسیقی کے یہ سامان اور آوارہ نغمے ہمیشہ بے شمار مفاسد اور حرام شہوت رانی کا سبب بنتے ہیں اس لیے ماں باپ اور خاوندوں کو ان سازوں، ان سے بلند ہونے والے نغموں اور ان کی بدولت پیش آنے والے خطرات سے بچنا چاہیے۔

موسیقی اور گانے کو بعض لوگ یہ کہہ کر رواج دینا چاہتے ہیں کہ اس سے طبیعت میں نرمی آتی ہے اور جذبات میں امنگ پیدا ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے۔ صحیح یہ ہے کہ موسیقی سے شہوت بھڑکتی ہے اور ہوس کی آنچ تیز تر ہوتی ہے۔ اگر موسیقی وہ سب ہوتا جو اوپر مذکور ہے تو سب سے پہلے گویوں اور سازندوں کی طبیعتوں میں نرمی آتی، ان کے اخلاق سنورتے، جب کہ ہم کبھی گانے بجانے والوں کو دیکھتے ہیں کہ ان کے اندر کجروی، گمراہی اور بے حیائی عام ہے۔ مزید افسوس اس سے ہوتا ہے کہ بعض لوگ دف پر قیاس کر کے شادی بیاہ کے موقع پر گانا اور موسیقی کو جائز قرار دیتے ہیں حالانکہ یہ بھی محض بہتان ہے اس لیے کہ موجودہ مروج موسیقی کی متعدد شکلیں حضور ﷺ کے زمانے میں بھی موجود تھیں اور ان سے آپ نے منع فرمایا۔ مثلاً آپ کا ارشاد ہے:

"میری امت میں کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو زنا، ریشم اور موسیقی کو حلال قرار دیں گے۔" (صحیح بخاری، کتاب الأشربة، باب ماجاء فیمن یستحل الخمر……: ۵۵۹۰؛ صحیح ابن حبان: ۶۷۱۹) نیز آپ نے فرمایا:

"دو صورتیں دنیا اور آخرت میں ملعون ہیں۔ خوشی کے موقع پر بانسری بجانا اور مصیبت کے وقت رونا۔"

(اسنادہ حسن، کشف الاستار، ۱/ ۳۷۷)

نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ کہتے ہیں:

اسباب موسیقی کے بغیر گانا سننے میں سلف سے خلف تک علما میں بڑا اختلاف ہے۔ پھر بھی مضامین اور خیالات کے مطالعہ کرنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ بین اور بانسری کے بغیر گیتوں کا سننا مباح ہے مکروہ یا حرام نہیں۔ نہ اس کے حرام ہونے پر اہل علم کا اجماع ہے جیسا کہ بعضوں نے خیال کیا ہے۔

لیکن یہ بھی واضح ہونا چاہیے کہ اس سماع سے مراد عمدہ اشعار اور عمدہ مضمون کا سماع کرنا ہے، جس میں اللہ اور اس کے رسول کا ذکر یا کوئی کلمہ حکمت یا عمدہ نصیحت ہو، کسی حدیث کی تشریح یا آیت مبارکہ کی تفسیر وارد ہو، کوئی عمدہ تشبیہ ہو، لطیف استعارہ، بلیغ کنایہ یا ایسی کوئی سی چیز ہو جو اسلام میں مکروہ کے دائرے میں نہ آتی ہو۔ اور جو گیت درج بالا اوصاف سے خالی ہوں تو ان سے اجتناب ہی میں احتیاط ہے، جیسا کہ صاحب "دلیل الطالب علی أرجح المطالب" اور "ہدایة السائل الی أدلة المسائل" نے وضاحت کی ہے، پس ان دونوں کتابوں کا مطالعہ کریں۔ علامہ شوکانی رحمہ اللہ کے "رسالہ" میں گانے سے متعلق مسئلے پر اہل علم کے اقوال موجود ہیں، گانے کو حلال اور حرام قرار دینے والوں کے =

احادیث نبوی ﷺ

حضور اکرم ﷺ نے ایک شادی کی تقریب میں کچھ لوگوں کو یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا۔

"وَزَوْجُكَ فِي النَّادِيْ وَيَعْلَمُ مَافِيْ غَدٍ۔"

"تمہارا شوہر حوادث روزگار اور کل کیا ہونے والا اس کو بخوبی جانتا ہے۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کل کیا ہونے والا ہے، اس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جان سکتا۔" [1]

حضرت عامر بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں قرظ بن کعب، ابو مسعود اور ایک تیسرے صحابی جن کا نام لیا، ان کے پاس گیا تو کچھ بچیاں دف بجا کر گا رہی تھیں۔ میں نے کہا: تم محمد ﷺ کے اصحاب ہو کر یہ سب دیکھ رہے ہو اور چپ ہو؟ انہوں نے فرمایا: حضور

= دلائل (بھی مذکور) ہیں۔ انہوں نے اس مسئلے پر ایسی تحقیق کی ہے کہ اس کے (مطالعہ کے) بعد کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہیں رہتی۔

دوسرا رسالہ جس کا نام "ابطال دعوی الاجماع علی تحریم مطلق السماع" ہے۔ اس رسالے کے آخر میں (صاحب رسالہ نے) لکھا ہے: "ہمارے ذکر کردہ اقوال ودلائل کے بعد اس میں شک نہیں رہتا کہ گانے (گیت وغیرہ) مشتبہ امور میں سے ہیں، اور اہل ایمان شبہات والے امور سے رک جاتے ہیں، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کی صحیح حدیث سے ثابت ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: جو شبہات سے بچ گیا اس نے اپنی عزت اور اپنے دین کو محفوظ کر لیا اور جو شبے والی چیزوں میں جا پڑا (وہ حرام میں مبتلا ہو جائے گا) جیسے چراگاہ کے اردگرد بکریاں چرانے والا، ممکن ہے۔ (نادانستہ طور پر) وہ چراگاہ میں پڑ جائے۔ (صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب فضل من استبرأ لدینه...... : ٥٢)

لیکن گانے کے مسئلے میں شبہات نہیں ہیں کیونکہ اس کی حرمت پر صریح احادیث موجود ہیں۔

جب (گیت) حسن و جمال، ہجر و وصال، بوس و کنار، بے حیائی و پردہ دری، شراب نوشی اور حیا و قار کو بالائے طاق رکھنے پر مشتمل ہوں تو پھر اجتناب اور حیا، وقار کو بالائے طاق رکھنے پر مشتمل ہوں تو پھر اجتناب اور بھی ضروری ہو جاتا ہے۔

بعض دانا لوگوں کا کہنا ہے کہ موسیقی موت کے اسباب میں سے ایک سبب ہے۔ پوچھا گیا وہ کس طرح؟ تو انہوں نے کہا: "آدمی گانا سن کر جھوم اٹھتا ہے تو اپنا مال خرچ کرتا ہے (جس بنا پر وہ) فقیر بن جاتا ہے۔ جب (یہ کیفیت) طوالت اختیار کرتی ہے تو بیمار پڑ جاتا ہے (اور اسی بیماری میں) موت اسے آلیتی ہے۔

[1] صحیح، المعجم الصغیر للطبرانی، ١/ ١٢٤: ٨٣٠ والکبیر، ٢٤/ ٢٧٣: ٦٩٥؛ السنن الکبریٰ للبیهقی، ٧/ ٢٨٩ وصححه الحاکم، ٢/ ١٨٤، ١٨٥۔

اکرم ﷺ نے شادی کی تقریب میں ہمیں اس کی اجازت دی ہے۔ [1]

اپنی بیوی کے لیے آراستہ ہو اور اسے صرف اپنے لیے آراستہ ہونے دو [2]

آیت قرآنی

﴿ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾ (۲/ البقرة: ۲۲۸)

"اور عورتوں کا حق مردوں پر ویسا ہی ہے جیسا دستور کے موافق مردوں کا حق عورتوں پر ہے۔"

احادیث نبوی ﷺ

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا۔ گھر میں تشریف لانے کے بعد رسول اللہ ﷺ پہلے کون سا عمل کرتے تھے؟ آپ نے جواب دیا پہلے مسواک کرتے تھے۔" [3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں اپنی اہلیہ کے لیے خود کو سنوارتا ہوں۔ [4]

---

[1] صحیح، سنن النسائی، کتاب النکاح، باب اللهو والغناء عند العروس: ۳۳۸۵؛ المستدرك للحاکم، ۲/ ۱۸۴؛ السنن الکبریٰ للبیهقی، ۷/ ۲۸۹۔

[2] بعض روایتوں میں آتا ہے کہ اپنے کپڑے دھولیا کرو۔ بال تراش کر سنوار لیا کرو۔ مسواک کرکے زیب وزینت اور صفائی کے ساتھ رہو کیونکہ بنی اسرائیل یہ سب نہیں کرتے تھے۔ اس لیے ان کی بیویاں زنا کاری کی طرف مائل ہوتی گئیں۔ (اس روایت کی اصل معلوم نہیں ہے۔)

[3] صحیح مسلم، کتاب الطهارة باب السواك: ۲۵۳؛ سنن ابی داود، کتاب الطهارة، باب السواك لمن قام باللیل: ۵۱؛ سنن النسائی، کتاب الطهارة، باب السواك فی کل حین: ۸؛ سنن ابن ماجه، کتاب الطهارة، باب السواك: ۲۹۰۔
شاید رسول اللہ ﷺ پہلے اس لیے مسواک فرماتے ہوں کہ ازواج مطہرات کا بوسہ لے کر آپ ان کا استقبال کریں اور یہ نامناسب نہیں کہ میاں بیوی صبح بوسہ لے کر ایک دوسرے سے جدا ہوں اور شام کو دوبارہ ایک دوسرے سے ملیں تو ایک دوسرے کی پیشانی چوم لیں تاکہ حسین وخوشگوار یادیں برقرار رہیں۔

[4] ہاں بیوی کو تمہارے لیے زیب وزینت کرنی چاہیے شاہراہوں اور محفلوں میں نظر آنے والے لوگوں کے لیے نہیں۔
امام قرطبی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ لائق اور باہوش آدمی اپنے طور پر خود کو آراستہ رکھتا ہے اور اس کی کوشش کرتا ہے کہ اس کی بیوی اس سے خوش رہے اور دوسرے مردوں =

جیسے وہ میرے لیے اپنے آپ کو سنوارتی ہے۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ میرا جو حق اس کے اوپر ہے اسے پورا پورا وصول کرنے کے لیے اس پر اصرار کروں تا کہ وہ بھی مجھے جو اس کے حقوق ہیں ان کا مطالبہ کرنے کے لیے اڑ جائے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ﴾

''اور عورتوں کا حق مردوں پر ویسا ہی ہے جیسا کہ دستور کے موافق مردوں کا حق عورتوں پر ہے۔(۲/البقرۃ:۲۲۸)(تفسیر القرطبی ۳/۱۲۳)

خلیفہ دوم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا۔ گرد وغبار سے اٹا ہوا، بال بکھرے ہوئے، اس کے ساتھ اس کی بیوی تھی جو کہہ رہی تھی:

اے امیر المومنین! میں اس کے لیے نہیں نہ یہ میرے لیے ہے۔ [1] آپ نے جان لیا کہ عورت اپنے شوہر سے نفرت کرتی ہے اس لیے آپ نے شوہر کو حکم دیا کہ وہ غسل کرے اپنے سر کے بالوں کو ترشوالے اور ناخن کتر لے، جب شوہر فارغ ہو کر آیا تو آپ نے کہا کہ اب بیوی

= کی طرف مائل ہونے کے بجائے دامن کو بچائے رہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ رہا خوشبو لگانا، مسواک کرنا، میل کچیل سے خود کو بچائے رکھنا، زائد بالوں کو نکال دینا، پاکی حاصل کرنا اور ناخن ترشوانا تو یہ بہتر اور مناسب چیزیں ہیں۔ آپ نے یہ بھی کہا ہے کہ مرد کو چاہیے کہ اپنی بیوی کی خواہش کے دنوں کا خیال رکھے۔ اس کے دامن کو داغدار نہ ہونے دے نہ ہی دوسروں کی طرف مائل ہونے کا اسے موقع دے اور اگر خواب گاہ میں اس کے حقوق کی تکمیل سے کوتاہی کا اندیشہ ہو تو مقوی اور مشتہی دواؤں کا برابر استعمال رکھے تا کہ عفت اور پاکدامنی برقرار رہے۔

[1] یعنی مجھے اس سے بچایئے! کتاب ''تحفۃ العروس'' میں لکھا ہے عورتیں مردوں کی گڑیا ہیں۔ اس لیے مردوں کو چاہیے کہ جہاں تک ہو سکے اپنی ان گڑیوں کو بنائے سنوارے رکھیں۔ زیب و زینت مرد کی شہوت کو تیز کرتی ہے۔ اس کی آنکھوں کو بھر دیتی ہے۔ عورت کے محاسن اس سے نمایاں ہوتے ہیں۔ الفت اور محبت تا دیر قائم رہتی ہے۔ ابو الفرج اصفہانی نے ''کتاب نسواں'' میں یہ مضمون درج کیا ہے: سڈول اور حسین وجمیل عورت بھی اپنے شوہر کی نظر میں اس وقت اپنا مقام بناتی ہے جب وہ زیب و زینت اور صاف ستھری رہنے کی پابند ہو۔ اپنے حسن میں اضافہ کرنے والے قسم قسم کے زیور، طرح طرح کے کپڑے اور آرائش کے ایسے طریقوں پر کاربند ہو جو مرد کے لیے مناسب ہوں، جنہیں وہ پسند کرتا ہو۔ اس کی ہمیشہ کوشش کرے کہ مرد کی نظر اس کی کسی گندگی یا ناگوار بو یا کسی ناپسندیدہ چیز پر نہ پڑ جائے اور اگر اس نے ان چیزوں میں کوتاہی برتی تو اس کا نقصان آپ اٹھائے گی کیونکہ اس کا قوی اندیشہ ہے کہ شوہر اس کی سستی اور لا پرواہی کو بھانپ لے گا اور کسی اور کی طرف مائل ہو گا۔ عورتوں کو چاہیے کہ ان اوقات میں خاص طور پر اپنے آپ کو سنوارے رکھیں جن گھڑیوں میں اللہ نے غلاموں اور بچوں کو میاں بیوی کے مخصوص کمروں کے اندر جانے کے لیے اجازت لینا ضروری قرار دیا ہے اور قرآن میں اس کا ذکر ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: =

کے سامنے آؤ۔ بیوی نے دیکھا تو دم بخود رہ گئی اور نہ پہچاننے کی وجہ سے پیچھے ہٹنے لگی۔ پھر جب پہچان لیا تو اس کا بوسہ لیا اور اپنے دعوے سے دستبردار ہوگئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہیں ان کے ساتھ اسی طرح کا برتاؤ کرنا چاہیے۔ اللہ کی قسم! انہیں یہ پسند ہے کہ تم ان کے لیے آراستہ پیراستہ رہو جیسے تم چاہتے ہو کہ وہ تمہارے لیے بنی سنوری رہیں۔ (یہ روایت بے اصل ہے)

''جب تم رات میں (سفر سے) لوٹو تو اپنے گھر والوں کے پاس نہ جاؤ [1] یہاں تک کہ

= ﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لِيَسْتَـْٔذِنكُمُ ٱلَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَـٰنُكُمْ وَٱلَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا۟ ٱلْحُلُمَ مِنكُمْ ثَلَـٰثَ مَرَّٰتٍ ۚ مِّن قَبْلِ صَلَوٰةِ ٱلْفَجْرِ وَحِينَ تَضَعُونَ ثِيَابَكُم مِّنَ ٱلظَّهِيرَةِ وَمِنۢ بَعْدِ صَلَوٰةِ ٱلْعِشَآءِ ۚ ثَلَـٰثُ عَوْرَٰتٍ لَّكُمْ ۚ﴾ (٢٤/ النور:٥٨)

''مومنو! تمہارے جو غلام ہیں وہ اور تمہارے نابالغ لڑکے تین اوقات میں (ضرور) تم سے اجازت لے لیا کریں (وہ اوقات یہ ہیں) نماز فجر سے پہلے اور جب تم دوپہر کو کپڑے اتارا کرتے ہو اور عشا کی نماز کے بعد۔ یہ تین اوقات تمہارے پردے کے ہیں۔''

لیکن یہ بھی یاد رہے کہ زیب و زینت کی فضیلت خواہ کسی قدر ہو پھر بھی عورت کو چاہیے کہ اس میں مبالغہ سے کام نہ لے۔ اپنی ساری فکر، اپنے علم کی انتہا اور اپنا سب سے بڑا مشغلہ اسی کو نہ بنائے رکھے ورنہ یہ اس کے ہلکے پن، جہالت اور سطحی فکر کی دلیل ہوگی۔ معمول اور اعتدال کے مطابق راستہ سب سے بہتر اور خوبصورت راستہ ہوتا ہے جب کہ برانگیختہ ہونے اور بہک جانے میں بڑا نقصان اور بے حد ضرر ہوتا ہے۔ بہرکیف مسلم خواتین کو یورپ سے درآمد کی گئی زیب و زینت اور عطر و روغن سے کلی پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ اجنبی عورتوں سے مشابہت بھی حد درجہ حرام ہے تاکہ اس کی اپنی حقیقت، اصلیت اور شخصی وقار محفوظ رہے۔

[1] ''فیض القدیر'' میں ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر سفر (سے لوٹنا) قریب ہو اور شوہر کی آمد متوقع ہو اور عورت اس کے لیے تیاری کر لے تو آنا مکروہ نہیں کیونکہ کراہیت پیدا کرنے والی علت ختم ہو چکی اور وہ عورت کا تیار نہ ہونا ہے، لہٰذا اب معاف ہے۔

حدیث کے اندر ایک غرض یہ پنہاں ہے کہ مرد بیوی کی کمزوری تلاش نہ کرے اور عالم تو درکنار، کسی باہوش کو بھی یہ کہنے کی گنجائش نہ ہونی چاہیے کہ آدمی اپنے گھر والوں سے چشم پوشی برتے، اندرونی اور مخفی چیزوں میں ڈھیل دے۔ ورنہ یہ ہوگا کہ طرح طرح کی خرابیوں میں پڑنے کا انہیں موقع میسر ہوگا اور یہ چیز یونہی ڈھکی رہے گی اور اگر اس قسم کی پوچھ گچھ شوہر نے جاری رکھی تو یہ اس پر پردہ ڈالنے سے الگ نہیں جس کا حکم ہے کیونکہ شوہر اگر کوئی مشتبہ چیز دیکھے گا تو اسے ڈھانپ لے گا۔ چاہے گا تو اہلیہ سے علیحدگی اختیار کر لے گا۔ اندر اندر سے تنبیہ کر دے گا اور اس طرح فساد کے راستہ کو بند کر سکے گا۔ اس حدیث میں ایک لطیف اور اہم توجیہ یہ بھی ہے کہ بیوی کو اپنے قد و قامت کے حسن کا خیال رکھنا چاہیے اور شوہر کے سامنے اچھی شکل و صورت میں آنا چاہیے جیسے وہ اس کی شادی کی رات ہو۔ اس مہتم بالشان چیز سے اکثر عورتیں غفلت برتتی ہیں اس لیے مردوں کے سامنے انتہائی گئے گزرے کپڑوں میں آتی ہیں جس سے مرد نفرت کرتا ہے اور بڑی ناگواری محسوس کرتا ہے۔

وہ عورت جس کا خاوند (سفر کی وجہ سے) غائب ❶ تھا اپنے زائد بال صاف کر لے۔ بال بکھرے ❷ ہوں تو ان میں کنگھی کر لے اور دیکھو! ہوشیار رہو خوب خیال رکھو۔'' ❸

☆ ''دس چیزیں فطرت میں داخل ہیں:

مونچھوں ❹ کے بال کٹوانا، داڑھی بڑھانا، ❺ مسواک کرنا، ❻ ناک میں پانی

❶ یعنی جس کا شوہر سفر میں تھا اسے چاہیے کہ جن بالوں کے زائل کرنے کا حکم ہے انہیں دور کرے۔
❷ یعنی میلے کچیلے ہوں یا پراگندہ ہوں۔
❸ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب طلب الولد: ٥٢٤٦۔
یعنی آگاہ رہو، ہوش و خرد کے ناخن لو، صبر و حوصلے سے کام لو تاکہ زیادہ دن تک عورت سے دور رہنے یا پردیس میں ہونے کی وجہ سے حیض کی حالت میں بیوی سے جماع نہ کر لو۔
❹ اس حدیث سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ مونچھ کے بال کٹوانا واجب ہے۔ خاص طور پر لبوں کو ترشوانا چاہیے جو ہونٹ سے بڑھے ہوں لیکن انہیں جڑ سے کاٹ لینا یا مونڈ لینا ضروری نہیں۔ جیسے ڈاڑھی بڑھانے والے آج کرتے ہیں۔ شاید انہیں حدیث مبارکہ کا حقیقی مفہوم نہیں معلوم۔ پھر خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دونوں طرف مونچھیں نکلی ہوئی تھیں۔ غصہ کے وقت آپ ان مونچھوں کو تاؤ دیا کرتے تھے۔ (اسنادہ صحیح، کتاب العلل ومعرفة الرجال للامام احمد، ١/ ٢٦١: ١٥٠٧) امام مالک رحمہ اللہ سے کسی نے مبالغہ کے ساتھ مونچھیں صاف کرنے والے کی بابت پوچھا آپ نے جواب دیا میں سمجھتا ہوں کہ اسے سزا دینی چاہیے۔ (التمهيد لابن عبدالبر، ٢١/ ٦٤؛ السنن الكبرىٰ للبيهقي، ١/ ١٥١)
[تنبیہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اپنی مونچھیں اتنی کاٹتے کہ ان کی (سفید) جلد نظر آتی تھی۔ (شرح معاني الآثار، ٤/ ٢٣١ وسنده صحيح) امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے بھی اپنی مونچھوں کو اُسترے سے منڈوایا تھا۔ (التاريخ الكبير لابن ابي خيثمه: ٣١١ وسنده صحيح) لہٰذا معلوم ہوا کہ مونچھیں کاٹنا افضل جبکہ منڈوانا بھی جائز ہے۔ ندیم ظہیر]
❺ داڑھی بڑھانا مردوں کی خوبصورتی کی علامت ہے۔ خاص طور پر قدیم زمانے میں جب کہ فطرت ابھی مسخ نہیں ہوئی تھی اس پر عمل ہوتا تھا۔ پھر یہ دیکھا جا سکتا ہے نر شیر مادہ شیرنی سے زیادہ خوبصورت ہوتا ہے۔
مرغ، مرغی سے زیادہ حسین ہوتا ہے۔ نر پرندہ، مادہ پرندے سے زیادہ بھلا معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ نروں کے چہروں پر بال ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں داڑھی جنسی قوت کی افزائش کے لیے معاون ہوتی ہے۔ اس کی وجہ سے خون میں نر ہارمون بکثرت پیدا ہوتے ہیں جب کہ داڑھی منڈانے کی صورت میں خون کے اندر مادہ ہارمون کی پیدائش زیادہ ہوتی ہے کیونکہ اس صورت میں چہرہ عورتوں کے مشابہ ہوتا ہے اور یہ مشہور ہے کہ باریش مردوں کی جنسی توانائی داڑھی منڈے ہوئے جوانوں سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ ڈاکٹر صبری قبانی نے اپنے رسالہ میں لکھا کہ داڑھی رہنے سے جنسی عمل کے وقت عورت زیادہ برانگیختہ ہوتی ہے۔ غور کرنا چاہیے کہ داڑھی نہ ہونے سے مردوں عورتوں کو کتنا نقصان ہوتا ہے۔ پھر احادیث میں داڑھی منڈانے سے ممانعت وارد ہے اور عورتوں سے مشابہت ہونے کی وجہ سے اس فعل پر لعنت کی گئی ہے۔
❻ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک (درخت کی تازہ لکڑی وغیرہ) سے دانتوں کی صفائی کا بڑا اہتمام کیا ہے۔ =

(ڈالنا) چڑھانا، ناخن کاٹنا، ❶ انگلیوں کے پوروں کو دھونا، بغل کے بال اکھیڑنا ❷ زیر ناف بالوں کا صاف کرنا اور استنجا کرنا۔'' ❸

= تاکہ دانتوں کی حفاظت ہو اور ان کا حسن و جمال برقرار رہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ اگر میری امت کو دشواری نہ ہوتی تو میں انہیں مسواک کا حکم دیتا۔ (صحيح بخاري، كتاب الجمعة، باب السواك..... : ۸۸۷)

❶ ایک افسوسناک امر یہ ہے کہ بعض عورتیں ناخن بڑھا کر فطرت سے جنگ کرنا چاہتی ہیں اور ان کے شب و روز ایسے گزرتے ہیں جیسے وہ عورتیں نہیں کوئی وحشی درندہ ہیں اور فطرت الہیہ سے جنگ کرنے والوں کا یہی انجام ہوتا ہے۔ پھر ناخن پر پالش حرام بھی ہے کیونکہ اس میں کافر عورتوں سے مشابہت لازم آتی ہے اور یہ ذوق سلیم اور اس فطرت کے خلاف ہے جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے نیز پالش لگنے کے بعد پانی چمڑے کے اندرونی حصے تک نہیں پہنچ پاتا اس لیے پالش جب تک لگی رہے گی وضو بھی صحیح نہ ہوگا۔

حیرت ہے کہ جو عورتیں اپنے آپ کو جدید اور ترقی پسند کہلاتی ہیں ناخن بڑھا کر ذوق سلیم اور فطرت مستقیم سے جنگ کی مرتکب ہیں اور ہو بہو ان بلیوں کا پارٹ ادا کرتی ہیں جو پنجہ جھاڑ کر نکل کھڑی ہوتی ہیں۔

❷ بغل کے بالوں کو مونڈنے کے بجائے اکھاڑ لینا بہتر اور آسان ہے بالخصوص حمام میں جانے یا اس کے فوری بعد کے وقتوں میں جب کہ بال مونڈنے میں زخم پہنچنے یا پھوڑے پھنسی نکلنے کا اندیشہ ہوتا ہے:

❸ صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة: ۲۶۱۔

حدیث میں "انتقاص ماء" کا لفظ آیا ہے جس کے معنی استنجاء کے ہیں یہ بات واضح ہے۔ اب تک ہم یہ بحث کر رہے تھے کہ عورت کو اپنے شوہر کے لیے زیب و زینت کرنی چاہیے۔ اب ہم ''روز مرہ کی سعادت'' کے عنوان سے ایک مضمون استاذ ماہر قندیل کی کتاب ''الہلال'' سے نقل کرتے ہیں:

عورتوں میں شہوانی رو کا زمانہ مختلف ہوتا ہے اور یہ اختلاف ماہواری کی عادت اور کم زیادہ ہارمون کی پیدائش سے ہوتا ہے۔ رہی یہ چیز کہ عورت انتہا درجہ پر متلذذ کب ہوتی ہے؟ اس لحاظ سے ایک عورت دوسری عورت سے قطعی مختلف ہوتی ہے۔ چنانچہ بعض عورتیں ماہواری سے قبل کے دنوں میں متلذذ ہوتی ہیں۔ جب کہ بعض ماہواری کے بعد اس کیفیت سے دوچار ہیں اور جو یہ ہوتا ہے کہ فلاں کو فلاں دنوں میں زیادہ لذت ملنی چاہیے پھر بھی نہیں ملتی۔ اس کی وجہ ہارمون کی کمی کے ساتھ ساتھ کچھ اور ہوتی ہے جس کے سبب مرد کی جادو بھری شخصیت بھی اپنا اثر نہیں دکھاتی۔ اس راہ پر ڈالنے والے دیگر عوارض کی طرح ایک عارضہ جو عورت کی وہ عمر جسے سن ایاس کہا جاتا ہے یعنی وہ وقفہ جس میں ماہواری کا خون آنا بند ہو جاتا ہے (اور عورتوں پر مایوسی کا زمانہ طاری ہوتا ہے۔)

پھر دیگر سماج کی طرح ہمارا سماج بھی سن ایاس کی بابت عورت کے ذہن میں کچھ عجیب، بدترین اثرات چھوڑ جاتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں اس کی پوری زندگی پژمردگی اور افسردگی کا شکار ہو کر رہ جاتی ہے۔ مثلاً یہی کہ اس کی زندگی کی ایک ایک چیز زوال پذیر ہے۔ اس کا حسن و جمال، اس کا عشوہ و ناز، اس کی سرگرمی اور چستی اور اس کی زندگی کی تازگی سب ہی غم انگیز المیہ سے دوچار ہونے والی ہے اور بسا اوقات عورت ان وسوسوں کا مقابلہ نہیں کر پاتی۔ نہ ایسی رونما ہونے والی کسی چیز کا اس کے پاس کوئی جواب ہوتا ہے جو علمی طور پر ثابت بھی نہیں ہوئیں۔ ہاں فطری طور پر =

بھنویں اور چہرے کے بال اکھیڑنا اور بالوں میں جوڑ لگانا

اللہ کے رسول ﷺ نے لعنت فرمائی ہے گودنے والیوں ❶ پر، گدوانے والیوں ❷ پر، چہرے پر سے بال ❸ نوچنے والیوں پر، نچوانے والیوں ❹ پر، خوبصورتی کے لیے دانتوں کی جھریاں بنانے والیوں پر جو اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ بناوٹ میں تبدیلی کرتی ہیں۔ ❺

= عورت پر اس وقت بجلی سی گرتی ہے جب وہ آئینہ کے سامنے کھڑی ہوتی ہے اور دیکھتی ہے کہ اس کے کچھ کچھ بال سفید ہوتے جا رہے ہیں یا چہرے یا جسم کے فلاں فلاں حصے پر جھریاں اس کا منہ چڑا رہی ہیں۔ اب یہ غریب عورت کیا کرے؟ وہ تو یہ چاہتی ہے کہ ہمیشہ بیس تیس سال کی دوشیزہ نظر آئے۔ چنانچہ اس کے لیے کبھی وہ ان اسباب کا سہارا ڈھونڈتی ہے جو اس کے حسن میں اضافہ کر سکتے ہیں اور عورت کی عمر جا ہے جتنی ہو افزائش حسن کے ذرائع کا استعمال طبعی چیز ہے کیونکہ جو عورت آپ اپنا احترام کرتی ہے وہ یہ ضرور چاہتی ہے کہ بہتر شکل میں وہ نظر آئے۔ ہاں زیادہ گمبھیر اور غم انگیز صورت وہ ہوتی ہے جو عورت کو احترام کے مفہوم سے ناآشنا کر دیتی ہے اور اسے ایک دوسرے رخ پر ڈال دیتی ہے یہ رخ پستی اور تمسخر کا رخ ہے۔ پھر یہ المیہ اس وقت سوا ہو جاتا ہے جب عورت خود فراموشی کی حد کو پہنچ جاتی ہے۔ اسے اپنا وزن، اپنا وقار، عقل و ہوش، گھر بار، بال بچے اور شوہر، غرض کچھ یاد نہیں رہتا۔ پھر وہ وقت آتا ہے جب یہی عورت کسی بے ہودہ یاد غا باز کے ادنیٰ اشارے پر بھی اس کی طرف مائل ہو جاتی ہے اور یہ میلان کسی اور سبب سے نہیں بلکہ یہ باور کرانے کے لیے ہوتا ہے کہ ابھی وہ جوان ہے اور مرد کو اپنی طرف مائل کر سکتی ہے کسی کو اپنی زلف گرہ گیر کا اسیر بنا سکتی ہے۔

البتہ عمر کے ان گزرنے والے لمحات میں عورت کبھی یہ ضرور خیال کرتی ہے کہ اس کا وقت ڈھل چکا ہے زندگی کا آخری لمحہ اس کی دہلیز پر دستک دے رہا ہے اور پھر اسے گھبراہٹ سی ہوتی ہے اور شوق اور رغبت کے کسی لمحہ کو وہ ضائع کرنا نہیں چاہتی، حالانکہ سچ پوچھیے تو ایسی عورت خود فریبی اور خود فراموشی کا شکار ہو کر رہ جاتی ہے۔ کیونکہ اگر وہ کسی موقع سے فائدہ اٹھانا بھی چاہے تو اسے کوئی بڑی لذت میسر نہیں آتی۔ الٹا تکلیف ضرور اٹھاتی ہے۔ بہرکیف سماج کی جڑیں بڑی گہری ہیں اور اگر نگراں کار یعنی ضمیر بیدار نہ ہو تو سماجی اذیتوں سے چھٹکارا محال ہے۔

❶ گودنے والی یعنی واشمہ، وشم سے ماخوذ ہے اس کے معنی سوئی یا اس جیسی کسی چیز کو جلد میں چبھونا ہے تاکہ خون نکلے پھر اس میں سرمہ یا نیل بھرا جاتا ہے، جس سے وہ حصہ ہرا ہو جائے۔

❷ گدوانے والی کو عربی میں مستوشمہ کہتے ہیں۔

❸ بال نوچنے والی عورت نامصہ کہلاتی ہے۔

❹ جو عورت بال نچواتی ہے اسے عربی میں متنمصہ کہتے ہیں چہرے کے بالوں کو چٹی یا کسی چیز سے نوچ کر نکالا جاتا ہے اس سے صحت پر جو اثر پڑتا ہے اور چہرے پر جھریاں آجاتی ہیں یہ کوئی پوشیدہ بات نہیں۔ عورت کو کسی اور کا بال چننا یا نوچنا بھی منع ہے۔

❺ صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب المتفلجات للحسن: ۵۹۳۱، باب وصل الشعر: ۵۹۳۷؛ صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب تحریم فعل الواصلة......: ۲۱۲۲، ۲۱۲۵۔ =

''بال جوڑنے اور جڑوانے والی پر اللہ لعنت کرتا ہے۔'' ❶

رسول اللہ ﷺ نے ان مردوں پر لعنت کی ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں، اسی طرح ان عورتوں پر لعنت کی ہے جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔ ❷

''جو شخص جس قوم کے مشابہ ہوتا ہے اس کا شمار انہی لوگوں میں ہو جاتا ہے۔'' ❸

سونے کی انگوٹھی سے ممانعت ❹

رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی۔ آپ نے اسے

= ریتی یا کانس سے دانتوں کے درمیان دوری پیدا کرنے کو فلج کہتے ہیں جو عورت دوری چاہتی ہے اس کو متفلجه کہتے ہیں۔

❶ صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب الموصولة: ۵۹۴۱؛ صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب تحریم فعل الواصلة......: ۲۱۲۲۔

بالوں کی وگ وغیرہ لگا کر بالوں کو بڑھایا جاتا ہے، افسوس کہ آج بکثرت اس کا رواج چل پڑا ہے، اونٹ کے چھوٹے چھوٹے بالوں کی وگ بھی اس میں داخل ہے جس کو Broke یا Post Age کہتے ہیں۔

❷ صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب المتشبھون بالنساء......: ۵۸۸۵۔

❸ حسن، سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب فی لبس الشھرة: ۴۰۳۱۔

جو عورتیں مردوں کی دیکھا دیکھی اپنے بالوں کو چھوٹا کرواتی ہیں مذکورہ بالا روایت سے ان کے اس عمل کی حرمت معلوم ہوتی ہے۔ اگر مردوں کی مشابہت مقصود نہیں تب یہ عمل حرام نہ ہوگا۔ اس لیے کہ صحیح مسلم (۳۲۰) میں حضرت ابو سلمہ بن عبدالرحمان سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں اور حضرت عائشہ کے رضاعی بھائی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور ﷺ کے غسل جنابت کی تفصیل پوچھی۔ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات اپنے سروں کے کچھ بال کتر لیا کرتی تھیں جس سے بال کانوں تک آجاتے تھے اس سے آگے نہیں بڑھتے تھے۔

یہ جو بالوں کو داغا جاتا ہے ان میں خم دے کر ایک سیدھ میں کیا جاتا ہے اس کے اندر اجنبی عورتوں سے مشابہت واضح اور حقیقی ہے اس لیے یہ فعل حرام ہے۔

❹ عورتوں کی طرح مردوں کو بھی انگوٹھی پہننے سے اسلام منع کرتا ہے۔ بالخصوص منگنی کی انگوٹھی حد درجہ منع ہے خواہ وہ چاندی کی ہی کیوں نہ ہو۔ اس لیے کہ یہ سراسر غیر اسلامی فعل ہے اور اسلام اس پر زور دیتا ہے کہ مسلمان اپنا تشخص اور اپنا اسلامی شعار برقرار رکھے۔ حدیث مبارکہ میں ہے:

''جس شخص نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی اس کا شمار انہیں لوگوں میں ہوگا۔'' (ابوداود: ۴۰۳۱)

''شب عروسی کے آداب'' مصنفہ شیخ محمد ناصر الدین البانی میں ہے: =

اتار کر ایک طرف ڈال دیا اور فرمایا: ''تم میں سے بعض ایسے ہیں جو بڑھ کر آگ کا انگارہ اٹھاتے ہیں اور اپنے ہاتھ میں ڈال لیتے ہیں۔'' جب رسول اللہ ﷺ تشریف لے جا چکے تو کسی نے اس شخص سے کہا: اپنی انگوٹھی اٹھالو اور اسے کسی اور کام میں لے آؤ۔ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! جس چیز کو رسول اللہ ﷺ نے پھینک دیا اب میں اسے ہرگز نہیں اٹھاؤں گا۔ [1]

اللہ کے رسول ﷺ نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی ایک انگوٹھی دیکھی آپ اپنے پاس موجود چھڑی سے اسے نکالنے لگے اور نکال کر اسے ایک طرف ڈال دیا پھر آپ نے فرمایا: ''میں سمجھتا ہوں ہم نے تمہیں تکلیف پہنچائی اور جرمانہ لگا دیا۔'' [2]

''جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے ریشم یا سونے کا استعمال نہیں کرنا چاہیے۔'' [3]

سونے کا استعمال عورتوں سمیت سب پر حرام ہے

احادیث نبوی ﷺ

''جو کوئی اپنی لاڈلی کو آگ کی بالی پہنانا چاہے وہ اسے سونے کی بالی پہنا دے اور جو کوئی اسے آگ کا طوق پہنانا چاہے وہ اسے سونے کا طوق پہنا دے اور جو کوئی اپنی پیاری کو آگ کا کنگن پہنانا چاہے وہ اسے سونے کا کنگن پہنا دے۔ اس لیے تم بس چاندی کو اپنا لو۔ اسی سے جی بہلاؤ، اسی سے جی بہلاؤ، ہاں اسی سے جی بہلاؤ۔'' [4]

= ''منگنی کی انگوٹھی پہننے کا رواج قدیم سے چلا آ رہا ہے چنانچہ دستور تھا کہ دولہا انگوٹھی کو دلہن کے بائیں ہاتھ کے انگوٹھے میں پہناتا اور کہتا: ''باپ کے نام سے'' پھر اس میں سے نکال کر شہادت کی انگلی میں پہناتا اور کہتا: ''بیٹے کے نام سے'' پھر بیچ کی انگلی میں ڈال کر کہتا: ''روح القدوس کے نام سے'' پھر آمین کہہ کر آخر میں اس سے آگے والی انگلی میں ڈال دیتا اور پھر یہ انگوٹھی اس میں رہ جاتی۔

[1] صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب فی طرح خاتم الذھب: ۲۰۹۰۔

[2] اسنادہ ضعیف، سنن النسائی، کتاب الزینة، باب حدیث ابی ھریرة والاختلاف علی قتادة: ۵۱۹۳؛ مسند احمد، ۴/ ۱۹۵: ۱۷۷۴۹؛ ابن حبان: ۳۰۳، نعمان بن راشد کی زہری سے روایت میں کلام ہے۔ [3] اسنادہ حسن، مسند احمد، ۵/ ۲۶۱: ۲۲۲۴۸؛ المستدرك للحاکم، ۴/ ۱۹۱ نیز دیکھیے: صحیح مسلم: ۲۰۷۴۔ [4] اسنادہ حسن، سنن ابی داود، کتاب الخاتم، باب ماجاء فی الذھب للنساء: ۴۲۳۶؛ مسند احمد، ۲/ ۳۷۸۔=

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بنت ہبیرہ (رضی اللہ عنہا) خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں ان کے ہاتھ میں (سونے کی بڑے لوگوں جیسی) انگوٹھی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاتھوں پر (ایک چھڑی سے جو آپ کے دست مبارک میں تھی) مارنے لگے اور اس سے فرمایا: ''کیا تو چاہتی ہے کہ تیرے ہاتھوں میں آگ کی انگوٹھی ہو، پھر یہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس شکایت کے لیے حاضر ہوئیں۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ابھی میں وہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے۔ اس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گلے میں سونے کی زنجیر

= یہاں کوئی شخص یہ اعتراض کر سکتا ہے کہ ہم ان دونوں روایتوں میں کس طرح تطبیق دیں جن میں ایک کے اندر عورتوں کے لیے بھی سونے کا استعمال ممنوع قرار دیا گیا ہے جب کہ ایک دوسری روایت میں اجازت وارد ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: ''سونے چاندی کا استعمال میری امت کی عورتوں کے لیے حلال ہے اور مردوں پر حرام ہے۔''

(صحیح، سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب فی الحریر للنساء: ٤٠٥٧؛ سنن ابن ماجه، کتاب اللباس، باب لبس الحریر والذهب......: ٣٥٩٥؛ سنن الترمذی، کتاب اللباس، باب ماجاء فی الحریر والذهب......: ١٧٢٠؛ سنن النسائی، کتاب الزینة، باب تحریم الذهب علی الرجال: ٥١٤٧)

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت دراصل مطلق ہے جس کو سابقہ روایتوں نے مقید کر دیا ہے۔ اس لیے اس کی رو سے کنگن، ہار اور سونے کی بالیاں عورتوں پر حرام ہیں لیکن ان کے علاوہ سونے کے ٹکڑوں سے بنی کوئی اور چیز ان کے لیے مباح ہوگی جیسے سونے کے بٹن، سونے کا کنگھا اور آرائش کی کوئی اور چیز۔ اس موضوع سے متعلق پیدا ہونے والے بعض شبہات کا جواب علامہ شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''شب عروسی کے آداب'' میں دیا ہے اس لیے شائقین اگر چاہیں تو اس کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

[واضح رہے کہ جمہور علماء کا مسلک یہی ہے کہ عورتوں کے لیے سونا حلال اور مردوں کے لیے حرام ہے جیسا کہ صریح اور صحیح حدیث موجود ہے۔ جن روایتوں میں عورتوں کے لیے ممانعت وارد ہوئی ہے انہیں منسوخ سمجھا جائے گا، یا جو عورتیں زکوۃ نہیں دیتی ان پر محمول کیا جائے گا۔ واللہ اعلم۔ ندیم ظہیر]

میری بڑی تمنا ہے کہ عورتیں ان روایتوں کا بطور خاص مطالعہ کریں اور سونے کے کنگن، بالی اور سونے کے ہاروں کو پہننا چھوڑ دیں کیونکہ اس سے دولت کی حفاظت ہوگی۔ سونے کا توازن ٹھیک رہے گا اور خود عورتوں کا وقار بھی باقی رہے گا کیونکہ جوہریوں اور سناروں کے یہاں ان کا آنا جانا خطرے سے خالی نہیں۔ یہ دوکان دار جہاں دھوکا دہی اور چوری کا ارتکاب کرتے ہیں وہیں اور بہت سارے اخلاقی بگاڑ کا ذریعہ بنتے ہیں۔ اس لیے عورتوں، مردوں، دونوں کو یکساں عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ اسی مناسبت سے ہم یہ بھی عرض کریں گے کہ زیورات کے یہ سیٹ عورتوں کی ان گنت خوبیوں اور ان کے محاسن کو چھپا لیتے ہیں۔ چنانچہ یہ گلے کا طوق، ہاتھوں کی ہتھکڑیاں اور پیروں کی بیڑیاں ہیں جب کہ ان کی نسبت مصنوعی سستے ہیرے اور زیورات مذکورہ بالا تمام چیزوں سے بڑی حد تک بے نیاز کر دیتے ہیں اور اگر زیور ناگزیر بھی ہو تو فیشن اور اندھی تقلید سے بہر صورت حفاظت ممکن ہوگی۔

پڑی ہوئی تھی۔ انہوں نے عرض کیا ابوالحسن (یعنی آپ کے شوہر حضرت علی رضی اللہ عنہ) نے یہ مجھے دیا ہے۔ جب آپ یہ کہہ رہی تھیں تو زنجیر کے حلقے آپ کی انگلیوں میں دبے ہوئے تھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فاطمہ "کیا تمہیں پسند ہے کہ لوگ کہیں کہ فاطمہ بنت محمد ﷺ کے گلے میں آگ کی زنجیریں ہیں؟" (پھر آپ نے انہیں سرزنش کی) اور سخت سست کہا۔ پھر بیٹھے نہیں اٹھ کر چلے گئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اٹھیں، زنجیر لی اور اسے فروخت کر دیا اور اس کی قیمت سے ایک غلام خرید کر اسے آزاد کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ کو پتا چلا تو آپ نے فرمایا: "اللہ کا شکر ہے جس نے فاطمہ کو آگ سے نجات دی۔" [1]

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے سونے کے کچھ منکے بنوا کر انہیں گلے میں ڈال لیا۔ اسی حالت میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ آپ نے قدرے بے التفاتی فرمائی۔ میں نے عرض کیا آپ ان کی سج دھج کو نہیں دیکھ رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اسی سج دھج سے تو گریز کر رہا ہوں۔" (حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ پھر میں نے اسے توڑ دیا تب آپ نے توجہ فرمائی اور راوی کہتے ہیں) لوگوں نے یہ سمجھا کہ آپ نے فرمایا: "اس سے کوئی نقصان نہ ہوتا اگر چاندی کا کڑا بنوا کر اسے زعفران سے رنگوا لیتیں (یعنی پیلا زعفرانی رنگ اس پر چڑھا لیں)۔" [2]

اللہ جمیل ہے، جمال کو پسند کرتا ہے [3]

آیات قرآنی

﴿يَزِيدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاءُ﴾ (۳۵/ الفاطر: ۱)

[1] صحیح، سنن النسائی، کتاب الزینۃ، باب الکراھیۃ للنساء...... ۵۱۴۳؛ المستدرک للحاکم، ۳/ ۱۶۶۔ [2] اسنادہ ضعیف، مسند احمد، ۶/ ۳۱۵: ۲۶۶۸۲ عطاء بن ابی رباح کی روایت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مرسل ہوتی ہے۔

[3] امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جمیل اللہ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ایک ہے۔ کائنات کی حسین سے حسین تر چیز بھلا اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی جس کو خود اللہ رب العزت نے بنایا اور پیدا فرمایا ہے۔ کیونکہ اس کی ذات سراپا جمال، اس کی صفات جمال والی، اس کا کردار اور تمام نام جمال والے ہیں۔ اس کے سب نام اچھے ہیں۔ اس کی تمام صفات کامل ہیں، اس کا ایک ایک فعل حسین اور مستحسن ہے۔ =

”وہ پیدائش میں جس قدر چاہتا ہے اضافہ کر دیتا ہے۔“ ❶

ـــ اس لیے کوئی انسان اس مادی دنیا میں اللہ کے جمال و جلال کو نظر بھر کر دیکھ نہیں سکتا۔ جب مسلمان جنت کے ہمیشہ کے باغوں میں اللہ رب العزت کا دیدار کریں گے اور جس قدر راحت و آرام وہ محسوس کریں گے، اسی کی طرف سے وہ کسی اور طرف ذرا بھی متوجہ نہ ہوں گے۔ اگر اللہ رب العزت کے چہرے پر نور کا حجاب نہ ہوتا تو اس کے رخ روشن کی تجلیاں حد نظر تک کل خلائق کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیتیں۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب فی قوله علیه السلام: ((ان اللّٰه لا ینام))......: ۱۷۹)

حضرت حسن رحمہ اللہ سے بروایت علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ منقول ہے:

﴿وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ﴾ یعنی اس دن بہت سے چہرے حسین ہوں گے۔ ﴿إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ اپنے رب برحق کے دیدار میں محو ہوں گے۔ جس وقت نگاہیں اپنے خالق کے دیدار میں محو ہوں گی ان کا ترو تازہ ہونا لازمی ہوگا۔

حضور ﷺ اکثر دعائیں مانگا کرتے تھے ”(یا اللہ) میں تیرے رخ انور کو دیکھنے کی لذت اور تیری ملاقات کا شوق چاہتا ہوں۔“ (اسناده حسن، سنن النسائی، کتاب السهو، باب نوع آخر من الدعا: ۱۳۰۶، ۱۳۰۷؛ مسند احمد، ٤/ ٢٦٤؛ ابن حبان: ۱۹۷۱)

حضور اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ”جب اہل جنت جنت میں داخل ہو جائیں گے تو ایک پکارنے والا آواز دے گا۔ جنت والو! اللہ نے تم سے ایک وعدہ کیا تھا آج وہ اسے پورا کرنا چاہتا ہے جنتی عرض کریں گے وہ وعدہ کون سا ہے؟ کیا اس نے ہمارے چہروں کو روشن نہیں کیا، ہمارے میزان کو وزنی نہیں کیا، کیا جہنم سے بچا کر ہمیں جنت میں داخل نہیں کیا؟ تب حجاب اٹھا دیا جائے گا اور وہ اپنے رب کو اس طرف دیکھیں گے کہ درمیان میں ان کی نگاہوں پر کوئی پردہ نہ ہوگا۔“ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب اثبات رؤیة المومنین فی الآخرة......: ۱۸۱؛ سنن الترمذی، کتاب صفة الجنة، باب ماجاء فی رؤیة الرب......: ۲۵۵۲)

❶ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مفسرین نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس سے مراد حسن صورت اور حسن آواز ہے۔ آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ ظاہر اور باطن کی زینت ہے۔ اس جمال ظاہری اور باطنی پر کلام کرتے ہوئے امام ابن قیم رحمہ اللہ اپنی کتاب (روضۃ المحبین) میں فرماتے ہیں:

جاننا چاہیے کہ جمال کی دو اقسام ہیں: ظاہری اور باطنی، جمال باطنی بذات خود زیادہ پیارا اور پسندیدہ ہے۔ یہ جمال علم و عقل، ہوش، سخاوت پاکدامنی اور دلیری کا جمال ہے۔ جب اللہ تعالیٰ بندوں پر نظر ڈالتا ہے تو اس کے اسی جمال کو دیکھتا ہے اور اسی جمال سے اس کی محبت وابستہ ہوتی ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے: ”اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو اور تمہارے مال و دولت کو نہیں دیکھتا وہ تو تمہارے دلوں اور تمہارے کاموں کو دیکھتا ہے۔“ (صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم ظلم المسلم: ۲۵٦٤)

اس میں شک نہیں کہ باطن کا یہ جمال ظاہر کو بھی خوبصورت بنا تا ہے گو ظاہر خوبصورت نہ ہو۔ پھر روح میں یہ صفات جس حد تک سرایت کرتی ہیں ظاہر میں بھی اتنا ہی جمال، شکوہ، شیرینی اور وقار محسوس ہوتا ہے۔

رہا ظاہری حسن، تو یہ وہ نعمت ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے بعض بندوں کو سرفراز فرمایا اور بعضوں کو اس سے ـــ

= محروم رکھا۔ یہ بھی پیدائش میں اسی افزائش کا مظہر ہے جس کا اظہار اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں فرمایا: ''وہ پیدائش میں جس قدر چاہتا ہے اضافہ کر دیتا ہے۔'' (۳۵/ فاطر:۱) علما نے کہا ہے کہ اس سے مراد اچھی آواز اور اچھی صورت ہے اور جس طرح باطنی حسن اللہ کی بے پایاں نعمت ہے اسی طرح ظاہری حسن بھی بندے پر اس کے رب کا سب سے بڑا احسان ہے جس کا شکریہ ادا کرنا بے حد ضروری ہے۔ تقویٰ اور پرہیزگاری کے ساتھ جب بندہ اللہ کا شکر ادا کرتا ہے تو اس کا حسن اور بھی سوا ہوتا ہے۔ اگر بندے نے اپنے حسن کو اللہ کی نافرمانی میں استعمال کرنا شروع کر دیا تو آخرت سے پہلے دنیا میں ہی اللہ تعالیٰ بظاہر اس کے اندر تبدیلی کر دیتا ہے۔ جس کے بعد ان محاسن کی جگہ وحشت، بدنمائی اور عیب آ جاتا ہے۔ جسے جو کوئی دیکھتا ہے منہ بگاڑ لیتا ہے۔ غرض جو کوئی اپنے حسن و جمال میں اللہ سے خوف اور ڈر نہیں رکھتا اس کے اندر بدنمائی اور عیب کوٹ کوٹ کر بھر جاتا ہے۔ لوگوں میں اس کا عیب مشہور ہو جاتا ہے۔ اگر اندرون حسین اور خوبصورت ہو تو ظاہر کی بدصورتی اور عیب بھی ڈھک جاتا ہے لیکن اگر اندرون خود بگڑا ہوا ہو تو ظاہر کا حسن بھی داغدار اور ماند پڑ جاتا ہے:

یاحسن الوجه توق الخنا   لا تبدلن الزین بالشین

''اے حسین چہرے والے! بدکلامی سے باز آ۔ خوبی کو خرابی سے ہرگز مت بدل۔''

ویا قبیح الوجه کن محسنًا   لاتجمعن بین قبحین

''اور اے بدصورت! نیکوکار ہو جا دو خرابیوں (بدصورتی اور بدکلامی) کو یکجا نہ کر۔''

نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحیح روایت میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: ''اے اللہ! تو نے جس طرح میری صورت اچھی بنائی میرے اخلاق بھی بہتر سے بہتر بنا دے۔'' (اسنادہ حسن، مسند احمد، ۱/ ۴۰۳: ۳۸۲۳ وصححه ابن حبان: ۹۵۹) تنبیہ: بعض روایات میں یہی دعا آئینہ دیکھنے کی آئی ہے لیکن وہ سنداً ضعیف ہے)۔

ابو حازم حج کے دنوں میں جمرات کی رمی کے لیے نکلے ان کے ساتھ عبادت گزار لوگوں کی ایک جماعت تھی۔ آپ انہیں وعظ و نصیحت کرتے جا رہے تھے۔ ابھی آپ لوگ جا رہے تھے کہ آپ نے ایک نوجوان لڑکی کو دیکھا جو لوگوں کو دائیں بائیں گھور گھور کر دیکھے جا رہی تھی۔ اس نے لوگوں کو فریفتہ کر دیا تھا۔ لوگ بھی حیرت سے اسے تک رہے تھے۔ حضرت ابو حازم رحمہ اللہ نے اس لڑکی سے کہا: اے لڑکی! اللہ سے ڈر! تو اللہ کی سب سے بڑی عبادت گاہ میں ہے۔ تو نے لوگوں کو آزمائش میں ڈال رکھا ہے۔ اس لیے اپنی اوڑھنی سینہ پر ڈال لے۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے:

﴿ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ ﴾ (۲٤/ النور: ۳۱)

''اور (عورتیں) اپنی اوڑھنیاں اپنے سینہ پر ڈالے رہیں۔''

آپ کی باتیں سن کر لڑکی ہنس پڑی اور کہنے لگی میں ان ستر خوبصورت لڑکیوں میں سے ایک ہوں جو حج نہیں کر رہی ہیں۔ ہاں! بھلا چنگا بھولے بھالوں کو ضرور گھائل کر دیتا ہے...... الخ (خلاصہ، روضۃ المحبین ص ۲۲۰، ۲۲۵)

ان بدصورت بدباطن چہروں کو اللہ داغدار کرے۔

جمال الوجه مع قبح النفوس   کقندیل علی قبر المجوس

''جس کی صورت بھلی لیکن دل برا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے آتش پرست کی قبر پر قندیل روشن ہو۔''

﴿ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ ۭ﴾ (۷/ الاعراف: ۲٦)

''اے بنی آدم! ہم نے تمہارے لیے ایسا لباس مہیا کیا جو تمہاری ستر پوشی کرتا ہے اور (جو باعث) زینت بھی ہے اور جو پرہیز گاری کا لباس ہے وہ تمام لباسوں سے بہتر ہے۔''

احادیث نبوی ﷺ

''اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہاری دولت کو نہیں دیکھتا وہ تو تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔'' [1]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا۔'' اصحاب کرام نے عرض کیا (حضور ﷺ!) آدمی تو چاہتا ہے کہ اس کا جوتا اچھا ہو، اس کا لباس اچھا ہو، کیا یہ بھی تکبر ہے؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں، اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔ ہاں غرور تو یہ ہے کہ اتراتے ہوئے حق کا انکار کرے اور لوگوں کو حقیر جانے۔'' [2]

خوشبو سے محبت بڑھتی ہے

احادیث نبوی ﷺ

''تمہاری دنیا کی یہ چیزیں مجھے پسند ہیں: عورتیں اور خوشبو [3] اور میری آنکھوں کی

[1] صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم ظلم المسلم......: ۲٥٦٤۔

[2] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم الکبر وبیانه: ۹۱؛ سنن ابی داود: ٤٠۹۱؛ سنن الترمذی: ۱۹۹۸، ۱۹۹۹؛ سنن ابن ماجه: ٥۹، ٤۱۷۳۔
بطر الحق: تکبر کرتے ہوئے حق کو قبول نہ کرنا، جان بوجھ کر حق کا انکار کرنا، غمط الناس: حقارت، اہانت اور ذلت کے ساتھ لوگوں کو دیکھنا۔ اگر یہ دونوں عمل اللہ کے لیے ہیں تو برا نہیں......الخ یعنی دشمنان خدا اور نافرمانی اور خیانت کرنے والوں کو حقارت سے دیکھنے میں مضائقہ نہیں۔ بدعتی کا شمار بھی انہی لوگوں میں ہے جو دین میں نئی نئی چیزیں پیدا کرتے ہیں۔ جو چیزیں دین میں شامل نہیں اس کو دین میں داخل کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ وہ جو کر رہے ہیں اچھا کر رہے ہیں۔

[3] اسناده حسن، سنن النسائی، کتاب عشرة النساء، باب حب النساء: ۳۳۹۲، ۳۳۹۱؛ مسند احمد، ۳/ ۱۲۸: ۱۲۲۹۳؛ المستدرك للحاکم، ۲/ ۱٦٠؛ السنن الکبریٰ للبیهقی، ۷/ ۷۸۔

ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غسل جنابت کی کیفیت دریافت کی۔ آپ نے اسے غسل کی کیفیت بتا کر فرمایا: ''مشک کا ایک ٹکڑا لے کر اس سے طہارت کر لینا۔'' عورت نے دریافت کیا حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) مشک کے ٹکڑے سے میں کیسے طہارت کروں؟ آپ نے فرمایا: ''بس طہارت کر لینا۔'' عورت نے پھر کہا حضور کیسے؟ آپ نے فرمایا: ''سبحان اللہ! (تو اتنا بھی نہیں جانتی) طہارت کر لے۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: تب میں نے اسے اپنی طرف کھینچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد بتائی اور بتایا کہ مشک کے ٹکڑوں کو خون کے اثرات ونشانات کے مقام پر مل لینا۔ [1]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک خوشبو ہوتی تھی اسی کو آپ استعمال کیا کرتے تھے۔ [2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اگر بتی کی دھونی لیتے تھے جس میں خوشبو نہ ہوتی تھی اور اگر بتی کے

= بعض کہتے ہیں عورت کا اپنے شوہر کے لیے آراستہ ہونا اور خوشبو لگانا آپس میں الفت ومحبت پیدا کرنے کے لیے بے حد موثر ہے۔ اس سے نفرت اور باہمی حقارت کا ازالہ ہوتا ہے۔ کیونکہ ناک کی طرح آنکھ بھی دل کی قاصد اور اس کی ہرکارہ ہے۔ آنکھ کو جب کوئی چیز بھا جاتی ہے۔ یا کوئی منظر اچھا معلوم ہوتا ہے تو اسے براہ راست دل میں پہنچا دیتی ہے اس طرح محبت پیدا ہوتی ہے اس کے برعکس جب کوئی برا منظر سامنے آتا ہے یا کوئی ناپسندیدہ پہناوایا پوشاک پر نظر پڑتی ہے اور دل میں اس کا عکس آتا ہے تو اس سے کراہت اور نفرت کا احساس جاگ اٹھتا ہے۔

اسی لیے بعض عرب عورتیں ایک دوسرے کو تاکید کرتے ہوئے کہا کرتی تھیں: اس سے ہمیشہ بچنے کی کوشش کرنا کہ تمہارے شوہر کی نظر کسی ایسی چیز پر پڑے جو اسے ناگوار معلوم ہو یا تمہاری بدبو آئے جو اسے بری معلوم ہو۔ (المناوی فی فیض القدیر)

خوشبو کی اہمیت اور اس کی اثر آفرینی کو دیکھتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عطر لگا کر شاہراہوں پر نکلنے سے عورتوں کو منع فرمایا ہے۔ تاکہ مرد ہیجان میں آ کر برانگیختہ نہ ہوں۔ نہ ہی کسی قسم کی آزمائش میں مبتلا ہوں۔

چونکہ بحث خوشبو کی چل رہی ہے۔ اس لیے ہم عرض کریں گے کہ کسی ایک نوعیت کی خوشبو پر اکتفا نہ کرے۔ متعدد قسم کی خوشبوؤں کا استعمال کرے تاکہ عادت نہ بن جائے یا اکتاہٹ نہ ہو۔ نیز عورت اس کا بھی لحاظ رکھے کہ وہ جو خوشبو لگائے اس کے شوہر کو بھی پسند ہو۔

[1] صحیح بخاری، کتاب الحیض، باب غسل المحیض: ۳۱۵، ۳۱٤؛ صحیح مسلم، کتاب الحیض باب استحباب استعمال المغتسله من الحیض......: ۳۳۲؛ سنن النسائی، کتاب الطهارة، باب ذکر العمل فی الغسل......: ۲۵۲۔

[2] اسناده حسن، سنن ابی داود، کتاب الرجل، باب فی استحباب الطیب: ٤۱٦۲۔

ساتھ کافور بھی ڈال دیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ بھی اسی طرح دھونی لیا کرتے تھے۔ ❶

''مردوں کی خوشبو وہ ہے جس کی مہک نمایاں اور رنگت ہلکی ہو اور عورتوں کی خوشبو وہ ہے جس کا رنگ نمایاں اور مہک ہلکی ہو۔'' ❷

''سب سے بہتر خوشبو مشک کی خوشبو ہے۔'' ❸

''جس کے سامنے ریحان پیش کیا جائے وہ اسے رد نہ کرے کیونکہ اس کی بو بہتر اور اس کا نشان ہلکا ہوتا ہے۔'' ❹

حضور اکرم ﷺ خوشبو رد نہیں فرماتے تھے۔ ❺

حجلہ عروسی اور عشرت کدے میں دخول سے پہلے بیوی سے ہنسی مذاق

حضرت اسماء بنت یزید بن السکن رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بناؤ سنگار کیا۔ ❶ پھر انہیں خدمت اقدس میں لے کر حاضر

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الالفاظ من الادب، باب استعمال المسك......: ۲۲۵٤۔

❷ اسنادہ ضعیف، سنن الترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء فی طیب الرجال و النساء: ۲۷۸۷؛ سنن النسائی، کتاب الزینة، باب الفصل بین طیب الرجال......: ۵۱۲۰، ۵۱۲۱، رَجُلٌ الطفاوی مجہول ہے۔ ❸ صحیح، سنن ابی داود، کتاب الجنائز، باب فی المسك للمیت: ۳۱۵۸؛ سنن النسائی، کتاب الجنائز، باب المسك: ۱۹۰۷۔

❹ صحیح مسلم، کتاب الالفاظ من الادب، باب استعمال المسك......: ۲۲۵۳۔

❺ صحیح بخاری، کتاب الهبة وفضلها، باب مالا یرد من الهدیة: ۲۵۸۲۔

❶ یعنی میں نے انہیں نہلا دھلا کر آراستہ پیراستہ کیا۔ دلہن کا بناؤ سنگار کر کے شوہر کے سامنے پیش کرنا یہ عربوں کا شیوہ اور ایک اسلامی طریقہ ہے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ صحابی عورتوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بناؤ سنگار کیا۔ پھر خدمت میں انہیں پیش کیا۔ دلہن کے ساتھ اس کی ماں یا پھر دولہے کی ماں کا حجلۂ عروسی میں جانا اور اس کے ساتھ چند لمحات گزارنا فائدہ سے خالی نہیں کیونکہ اس سے دلہن کو انس ہوتا ہے۔ بات چیت اور ہنسی دل لگی سے اس کی وحشت ختم ہوتی ہے۔ البتہ ان عورتوں کے علاوہ کسی اور کو بھیجنا مناسب نہیں ہے۔

مؤلف تحفۃ العروس نے لکھا ہے:

جو عورت بناؤ سنگار کر کے دلہن کو لے جا رہی ہو اسے چاہیے کہ دلہن کے محاسن، اس کی مہندی اور اس کی زیب و زینت کی طرف شوہر کی توجہ مبذول کرائے، اس کی مخفی خوبیوں کی نشاندہی کرتی جائے۔ اگر عورت کو یاد نہ ہو تو دلہن ہاتھ پاؤں کے اشارے سے اسے بتا سکتی ہے۔ بناؤ سنگار کرنے والی ایک عورت رعیب کا بیان ہے:

ہوئی۔ آپ کو ان کے دیکھنے کی دعوت دی۔ حضور ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پہلو میں تشریف لائے پھر آپ کی خدمت میں دودھ کا ایک پیالہ لایا گیا۔ آپ نے اسے گھونٹ گھونٹ پیا۔ پھر آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف پیالہ بڑھا دیا۔ انہوں نے سر کو جھکا لیا اور شرما گئیں۔ ❶ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سرزنش کی اور کہا حضور ﷺ کے

= ریا بنت حجاب کو میں نے سجا کر اس کے شوہر کے سامنے پیش کیا۔ ریا ایک تنومند لڑکی تھی۔ ہرن کی سی اس کی آنکھیں تھیں اور ہرن کی طرح گردن گھما کر دیکھتی تھی۔ اس کا حسن قیامت خیز اور اس کے اعضا بے حد سڈول تھے۔ رعیب کہہ رہی تھی۔ میں نے اس کا ہاتھ اٹھا کر اس کی مہندی لگی ہتھیلی اس کے شوہر کو دکھانے لگی۔ اتنے میں ریا نے شلوکہ سے اپنا پیر نکال کر آگے بڑھایا۔ میں نے تاڑ لیا کہ وہ کیا چاہتی ہے۔ چنانچہ میں نے ایک بار اس کا ہاتھ دکھایا پھر اس کے پیر کا بتایا۔ اس کے شوہر نے مجھ سے کہا: میں تو اسے نظر بھر کر دیکھ رہا ہوں۔ میری نظر جب اس کے بدن پر پڑتی ہے تو پھسل کر پیروں پر جا پڑتی ہے۔ میں جس قدر دیکھتا ہوں اس کی لذت سے طبیعت کسی طرح سیر نہیں ہوتی۔ رعیب نے کہا: بس بس یہی ادا شوہر کو بھا جاتی ہے۔

❶ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ ادا کس قدر عشوہ ناز اور شرم وحیا آمیز تھی اور ناز و انداز پھر بھی ضروری ہے۔ اس سے مرد کے جذبات برانگیختہ ہوتے ہیں۔ اس کی قوت اور چستی میں اضافہ ہوتا ہے۔ لیکن یہ ناز ضرورت سے زیادہ بھی نہیں ہونا چاہیے ورنہ اس سے مرد کے دل میں نفرت اور بیوی سے بیزاری پیدا ہوگی۔

حضور اکرم ﷺ نے یہاں جو کیا اس کے اندر ان نوجوانوں کے لیے ایک سبق مضمر ہے۔ جو سہاگ کی رات اپنی بیویوں کے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں۔ لائقی اور ہوشیاری کی حدود سے تجاوز کر جاتے ہیں اور جنسی ملاپ کے لیے بس ٹوٹ پڑتے ہیں۔ نہ بیوی سے انس اور میل ومحبت کا برتاؤ کرتے ہیں نہ ہی تدریجی طور پر اس کی شرم اور حیا کی کیفیت کو کم کرتے ہیں۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ازدواجی زندگی کی پہلی رات آگے چل کر میاں بیوی کی پوری زندگی میں محبت یا نفرت کا بیج بوتی ہے۔ کہاں یہ سب اور کہاں وہ اسراف اور فضول خرچی جس میں روپیہ پانی کی طرح بہایا جاتا ہے۔ جس کی بدولت بسا اوقات ریاکاری اور سودی قرض کی بھی نوبت آجاتی ہے اور آدمی بھاری بھرکم قرض میں برسہا برس گلے تک ڈوبا ہوتا ہے اور جب قرض خواہ بار بار تقاضا کرتا ہے اور مقروض ادائیگی سے قاصر ہوتا ہے تو اس شخص کا پورا خاندان اور اس کا مستقبل گہری تاریکی میں ڈوب کر رہ جاتا ہے اور اس کا سب کچھ غرق ہو جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ شادی کی ان مجلسوں میں مرد وزن کے اختلاط اور اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی حرام کاری کو شامل کر لینا چاہیے بالخصوص جہاں عورتیں نیم عریاں ہوتی ہیں۔ دنیادار اور بازاری گانے اور ناچنے والیاں ڈیرے جمائی ہیں۔ شراب وشباب کا دور چلتا ہے اور یہ سب صرف لوگوں کو خوش رکھنے کے لیے کیا جاتا ہے خواہ اللہ تعالیٰ کیسا ہی ناراض ہو۔

اس طرح درحقیقت ہم نے فضول خرچی کے سبب اپنی خوشیوں کو بدبختی کا سامان اور ماتم کا ذریعہ بنا ڈالا ہے۔ کسی نے درست ہی کہا ہے:

ہاتھ سے پیالہ لے لے۔ کہتی ہیں: تب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پیالہ لے لیا۔ [1]

سہاگ رات میں بیوی کے پاس آئے تو شوہر کیا کرے؟

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

''تم میں سے کوئی جب کسی عورت سے نکاح کرے تو اس کی پیشانی (سر کے اگلے حصے) کو پکڑ کر اللہ رب العزت کا نام لے (بسم اللہ پڑھے) اور برکت کی دعا کرے اور یوں کہے:

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَیْرِھَا [1] وَخَیْرِ مَا جَبَلْتَھَا عَلَیْهِ

= ثلثة تشقی بھن الدار العرس والماتم ثم الزار

''تین چیزوں سے گھر اجڑ جاتے ہیں شادی، ماتم اور بھوت پریت کے فساد سے۔''

بھوت پریت وہی ہے جسے ہمارے یہاں ''نوبت'' اور حاضرات کہا جاتا ہے۔ اس موقع پر عامل، سیانے اور شعبدہ باز حاضر ہوتے ہیں ان کے گمان کے مطابق مریض کی شفایابی کے لیے ڈھول تاشے بجائے جاتے ہیں اور اجرت اور حق المحنت کے نام پر لوگوں کے کثیر مال پر یہ لوگ ہاتھ پھیر کر چلے جاتے ہیں۔

[1] اسنادہ حسن، مسند احمد، ٦/ ٤٥٨: ٢٧٥٩١۔

[1] یعنی جو اس کی سرشت اور فطرت میں داخل ہے بیوی کی پیشانی پکڑ کر دعا کرنے کی مناسبت سے ہم میاں بیوی کو یاد دلائیں گے کہ اس موقع پر اور بیماری کے موقع پر دعا کرنا تیر بہدف اور بے حد مفید ہے۔ اور اوراد و وظائف کی کتابوں میں بھی یہی مذکور ہے۔ جیسے راقم کی کتاب "الاوراد الماثورہ" میں ہے۔

لیکن گنڈے، تعویذ بنانے، لکھنے اور لٹکانے سے کلی پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ ان سے کوئی فائدہ نہیں، اسی لیے یہ مطلق حرام ہیں۔ پھر وہ گنڈے تعویذ سراسر شرکیہ ہوتے ہیں جن میں جنوں اور بھوت پریت سے مدد لی جاتی ہے اور اکثر گنڈے، تعویذ کا یہی حال ہے۔ انہی کی بابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''گنڈا شرک ہے۔'' (اسنادہ ضعیف، سنن ابی داود، کتاب الطب، باب فی تعلیق التمائم: ٣٨٨٣؛ سنن ابن ماجه، کتاب الطب، باب تعلیق التمائم: ٣٥٣٠) نیز فرمایا: ''جس نے گنڈا لٹکایا اللہ اس کے کام کو سدا نا تمام بنائے۔'' (حسن، مسند احمد، ٤/ ١٥٤: ١٧٤٠٤ صحیح ابن حبان: ٦٠٨٦ والحاکم، ٤/ ٢١٦) بنا بریں اسلامی خاندانوں اور مسلم سماج کو ہمہ وقت بیدار رہنا چاہیے اپنے دین کے معاملہ میں حساس اور تلاش و جستجو والا ہونا چاہیے اور بدعات و خرافات اور کمیاب و نادر روایات سے دور رہنا چاہیے۔

اسی قسم کی بے سروپا روایات سے ان قصوں کا تعلق ہے جن کے اندر گھروں میں دفینے تلاش کیے جاتے ہیں۔ اکثر شعبدہ باز، مکار، چور، چمار اور گندم نما جو فروش اس قسم کا کاروبار بھی اٹھائے رکھتے ہیں۔ خود مجھے دمشق کے ایک باشندے نے یہ قصہ سنایا کہ اسی قسم کے ایک دجال نے اسے بتایا کہ اسے کسی جن نے خبر دی کہ اس کے مکان میں خزانہ دفن ہے۔ یہی نہیں پھر اس نے آزمائش کا ایک من گھڑت واقعہ بھی سنایا کہ اس نے اپنے سامنے جن کا امتحان لیا چنانچہ گھر کے ایک کونے میں کھدائی کی اور بزعم خود یہ سنایا کہ اس کے اندر سے سونے کی کچھ اشرفیاں نکلیں۔ اس فریبی =

وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّمَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ)) ❶

''اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس کی بھلائی کا اور وہ بھلائی جو اس کے اندر پیدا کی گئی اور تیری پناہ چاہتا ہوں اس کے شر سے اور اس چیز کی برائی سے جو اس کے ساتھ پیدا کی گئی ہے۔''

دخول سے قبل میاں بیوی کا ایک ساتھ نماز پڑھنا

حدیث نبوی ﷺ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو نصیحت کی، اس نے ایک کنواری لڑکی سے شادی کی تھی لیکن اسے اندیشہ تھا کہ لڑکی اس سے بغض رکھے گی۔ آپ نے فرمایا: جب تو اس کے پاس جانا تو اسے دو رکعت نماز پڑھنے کے لیے کہنا پھر یہ دعا پڑھنا:

''اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِي فِي اَهْلِي وَبَارِكْ لَهُمْ فِيَّ۔ اَللّٰهُمَّ اجْمَعْ بَيْنَنَا مَا جَمَعْتَ بِخَيْرٍ وَفَرِّقْ بَيْنَنَا اِذَا فَرَّقْتَ بِخَيْرٍ۔'' ❷

''اے اللہ! میرے اہل وعیال میں برکت فرما ❸ اور ان کے لیے میرے اندر

= نے یہ اشرفیاں اسے دکھائیں بھی حالانکہ وہ محض ہاتھ کی صفائی تھی۔ پھر کیا تھا شخص مذکور سے اس جعل ساز نے رفتہ رفتہ مختلف حیلہ سے کافور وغیرہ کے نام سے۔ پچاس ہزار شامی اشرفیاں ہتھیالیں اور جب وہ مفلس اور قلاش ہوگیا تو اس نے راہ فرار اختیار کی۔ اب یہ شخص بوڑھا ہونے کے باوجود کسی قصاب کے یہاں معمولی ملازم ہے اس طرح کے واقعات بکثرت پائے جاتے ہیں جن میں خاندان کے خاندان تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔

❶ حسن، سنن ابی داود، کتاب النکاح، باب فی جامع النکاح: ۲۱۶۰؛ سنن ابن ماجه، کتاب النکاح، باب ما یقول الرجل اذا دخلت......: ۱۹۱۸ وصححه الحاکم، ۲/ ۱۸۵، ۱۸۶ ووافقه الذهبی۔ ❷ اسناده ضعیف، المعجم الاوسط للطبرانی: ۴۰۱۸؛ المصنف لعبدالرزاق، ۶/ ۱۹۰: ۱۰۵۰۰۔

اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ مجہول اور عطاء بن السائب مختلط ہیں جبکہ دوسری سند میں عبدالرزاق، سفیان الثوری اور اعمش تینوں مدلس ہیں اور سماع کی صراحت نہیں ہے۔

[تنبیہ: سیدنا حذیفہ اور سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہما نے سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ جب وہ اپنی بیوی کے پاس جائیں تو دو رکعتیں ادا کریں اور ان کی بیوی ان کی اقتداء میں نماز پڑھے۔ (الاوسط لابن المنذر، ۴/ ۱۵۶ وسنده صحیح) ندیم]

❸ اس میں شک نہیں کہ ان ہدایات میں جہاں دعا کرنے، نماز پڑھنے اور بچوں کی پیدائش کے لیے دعا کے واسطے کہا گیا ہے ان کے اندر یہ اشارہ بھی مضمر ہے کہ میاں بیوی سمجھ لیں کہ شادی اور سہاگ کی اس رات کا مقصد محض =

برکت فرما، اے اللہ! جب تک ہمیں یک جا رکھ خیر اور بھلائی کے ساتھ اکٹھا رکھ اور جب ہمیں علیحدہ فرما خیر اور بھلائی کے ساتھ علیحدہ فرما۔''

= لذت حاصل کرنا اور لطف لینا نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مقصد ایک اہم دینی ذمہ داری کی ادائیگی اور ایسے نونہالوں کی پیدائش ہے جن کے سریلے نغموں سے گھر بھر جائے جو بچپن میں خوبصورتی کا پیکر ہوں اور بڑے ہو کر اپنے دین اور اپنی قوم وملت کی خدمت کریں جس کی انہیں تربیت دی گئی ہے۔

اس طرح سہاگ کی اس رات سے ہی اسلام میاں بیوی کے اندرونی محاسن کو اجاگر کرتا ہے۔ جنسی وظیفہ کو لذتیت اور شہوت پرستی سے بالاتر ایک ایسا عمل بتاتا ہے جو خود مقصود نہیں بلکہ محض ایک ذریعہ ہے اور جب یہ نقطۂ نظر راسخ ہوگا تو لذت اٹھانے میں اسراف سے بھی وہ احتیاط کریں گے اور اپنی توانائی کو مستقبل کی اہم ذمہ داری پوری کرنے کے لیے محفوظ رکھیں گے۔

عورتوں سے بات چیت

آیات قرآنی

﴿فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا﴾ (۳۳/ الاحزاب: ۳۲)

''تم (نامحرم مرد سے) بات کرنے میں نرمی نہ کرو کہ جس کے دل میں بیماری [1] ہے وہ (کچھ اور) آرزو (نہ) کرنے لگے اور دستور کے موافق بات کہو۔'' [2]

---

[2] عورتیں جب غیر مردوں سے بات کریں تو ان کی آواز کے اتار چڑھاؤ میں وہ نرمی اور پستی نہ ہو، جس سے مردوں کی شہوت بھڑک اٹھے، جنسی قوت میں تحریک پیدا ہو، دل کا مرض بڑھتا جائے اور اندر اندر نئے نئے فتنے سر اٹھاتے رہیں۔ آیت کے پہلے حصے میں اللہ رب العزت نے پست اور نرم لہجہ سے منع فرمایا اور یہ حکم دیا کہ برائی یا بے حیائی کی بجائے وہ اچھی باتیں کہیں کیونکہ بات چیت کے لہجہ سے گفتگو کا رخ بھی بدل جاتا ہے۔ اس لیے خصوصاً اجنبی مردوں کے ساتھ بول چال میں نرمی، اشارہ بازی، ہنسی مذاق اور کھلواڑ نہ ہوتا کہ نزدیک یا دور سے خرابی کی کوئی راہ نہ پیدا ہو سکے۔

جب عورت کے لہجہ اور اس کی بات چیت میں یہ تاثیر اور سحر مضمر ہے تو بیوی کو چاہیے کہ اپنی جادو بھری آواز سے پوری توجہ اپنے خاوند پر ڈالے اور اس کے دل میں گھر کرنے کی پوری کوشش کرے۔

عورتوں کی اثر انگیز بات چیت اور جادو جگانے والے لہجہ کے بارے میں شعراء نے ایک سے بڑھ کر ایک اشعار کہے ہیں۔ ذیل میں ایسے چند اشعار ذکر کیے جاتے ہیں تا کہ عورت اپنی اس صلاحیت کو بیدار کرے، ازدواجی زندگی میں اس سے کام لیتی رہے اور قریب ترین ذرائع سے اپنی مشکلات کا علاج کرتی رہے۔

مشہور شاعر بشار بن برد کہتا ہے:

وحديث كأنه قطع الروض   وفيه الصفراء والبيضاء

''اس کی بات چیت ایسی ہے جیسے باغیچہ کی کیاریاں۔ جن کے اندر سفید اور پیلے پھول کھلے ہیں۔''

قطامی شاعر کہتے ہیں:

وهن ينبذن من قول يصبن به   مواقع الماء من ذي الغلة الصادي

''وہ ایسی باتیں کر رہی تھیں جو ٹھیک وہی کام کرتی ہیں جو پانی پیاسے کے ساتھ کرتا ہے۔''

دوسرا کہتا ہے:

وقد تكون بها سلمى تحدثني   تساقط الحلي حاجاتي واسراري

''وہاں رہ کر سلمیٰ کبھی یوں ہم کلام ہوتی تھی جیسے ہار کی لڑیاں ٹوٹ گئی ہوں اور موتی کی طرح میرے =

حدیث نبوی ﷺ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نقل کرتی ہیں کہ جوان دختر جب رسول اللہ ﷺ کے یہاں آئی اور آپ اس کے قریب گئے تو وہ کہنے لگی میں تجھ سے اللہ کی امان [1] چاہتی ہوں، آپ ﷺ

= دلی راز اور میری ضرورت روبکار ہو رہی ہے۔"

شاعر نے اس کی بات چیت کو اس ہار سے تشبیہ دی ہے جس کی لڑی ٹوٹ گئی ہو اور موتی گر رہے ہوں۔

ایک اور شاعر کہتا ہے:

حدیث لو ان اللحم یصلی بحرہ   غریضاً اتی اصحابہ وھو منضج

"وہ ایسی گرم جوشی سے باتیں کرتی ہے کہ اگر اس کی گرم گفتاری کے سامنے کچا گوشت رکھ دیا جائے اور لوگ واپس آئیں تو انہیں گوشت پکا ہوا ملے گا۔"

ایک شاعر کہتا ہے:

کان حدیثھا سکر الشراب   "اس کی باتیں ایسی ہیں جیسے شراب کا نشہ"

دوسرا شاعر کہتا ہے:

وکان تحت لسانھا   ھاروت ینفث فیہ سحراً

"جیسے اس کی زبان کے نیچے ہاروت بسیرا کیے ہے اور جادو جگا رہا ہے۔"

وکان رجع حدیثھا   قطع الریاض کسین زھراً

"جیسے اس کی آواز کی صدائے بازگشت باغ کی کیاریاں ہیں جو پھولوں سے لدی ہیں۔"

[1] افسوس یہ پناہ چاہنے کا موقع نہیں تھا۔ اس لڑکی کی گرم گفتاری اس کا سنگین جرم تھا، جب کہ عوام الناس کہا کرتے ہیں بول چال سعادت کا سامان ہے۔ آپ جیسی برگزیدہ ہستی سے پناہ مانگنے کی بجائے اسے آپ کے حرم میں شامل ہونا چاہیے تھا۔ ہشاش بشاش اور متبسم چہرے کے ساتھ آپ سے ہم کلام ہونا تھا۔ آپ کے پاکیزہ اور مبارک جذبات کا اسی انداز میں جواب دینا چاہیے تھا۔

اس کتاب کے قارئین مردوں اور عورتوں کے سامنے بعض ایسی عورتوں کے منتخب جوابات پیش کیے جاتے ہیں جو نادر اور نایاب ہیں اور جن کی ذکاوت اور ذہانت اور بہتر جواب نے انہیں بڑا فائدہ پہنچایا۔

کہتے ہیں کہ ہارون الرشید کی ایک کالی رنگت کی بدصورت کنیز تھی۔ ایک دن اور کنیزوں کے سامنے اس نے سونے کے دینار بکھیر دیے۔ کنیزوں نے دینار چننے شروع کیے وہ کنیز ٹکٹکی باندھے کھڑی ہارون الرشید کو دیکھتی رہی۔ ہارون نے اس سے کہا: تو دینار کیوں نہیں اٹھاتی؟ اس نے جواب دیا: ان کا مقصود دینار ہے اور میرا مقصود دینار والا یعنی آپ کی ذات ہے۔ ہارون کو اس کا جواب بے حد پسند آیا اور اس کی بڑی تعریف کی۔ کنیز کا یہ بہتر جواب بجائے خوبصورتی کے اس کے لیے مفید ثابت ہوا۔ نیز نوادر الاذکیا میں ہے:

محمد بن عبداللہ بن طاہر نے حج کا ارادہ کیا اس کی ایک کنیز شاعرہ تھی اور اس سے بڑی محبت کرتی تھی۔ اس نے جب سفر کا سامان دیکھا تو روتی ہوئی باہر نکلی۔ محمد بن عبداللہ نے کہا: =

= دمعة كاللؤلؤ الرطب   بـه علـى الخد الاسيل

''تروتازہ موتی کی طرح آنسو ہوا اور رخسار پر ڈھلک آئے۔''

هطلت فی ساعة البين   مـن الـطـرف الكحيل

''پھر سرگیں آنکھوں سے جدائی کے وقت آنسوؤں کی بارش برسنے لگی۔''

یہ شعر پڑھ کر محمد نے کہا اس سے آگے کہو اس نے جواب دیا:

حين هم القمر البا   هـر عـنـا بـالا فـول

''جب افق پر ابھرنے والا چاند رخصت ہونے کے لیے واپس مڑا۔''

انـمـا يـفـتـضـح العشـاق   فـي وقـت الـرحـيـل

''بس عاشقوں کو رسوائی اسی رخصت کے وقت ہوتی ہے۔''

مفضل شاعر کا بیان ہے۔ میں رشید کے پاس حاضر ہوا۔ اس کے سامنے طشت میں گلاب کے پھول رکھے تھے۔ پاس ہی کنیز تھی جو نہایت ہی نمکین چہرے والی حسین وجمیل، ادیبہ اور شاعرہ تھی۔ ہارون کو یہ کنیز تحفہ میں ملی تھی۔ غرض خلیفہ نے مفضل سے کہا۔ اس گلاب کی مناسبت سے کوئی شعر کہو۔ مفضل نے برجستہ کہا:

كـانـه خـد مـرمـوق يقبله   فـم الجيب وقد ابدى به خجلا

''گویا یہ جی بھر کر دیکھے گئے رخسار ہیں جن کا محبوب عاشق بوسہ لے رہا ہے اور رخسار پر شرم کی لہر دوڑ گئی ہے۔''

باندی نے سنا تو کہا:

كانه لون خدى حين يدفعنى   كف الرشيد لامر يوجب الغسلا

''یہ گویا میرے رخسار کی سرخی ہے۔ جب رشید کا ہاتھ مجھے ایسے کام کے لیے آمادہ کرتا ہے جس سے غسل واجب ہوتا ہے۔''

اصمعی نے کہا میں امیر المومنین رشید کے پاس تھا اتنے میں ایک شخص کنیز فروخت کرنے کے لیے خلیفہ کے پاس آیا۔ رشید نے اسے غور سے دیکھا پھر کہا اپنی کنیز لے جا اگر یہ داغدار چہرے اور دبلی ناک والی نہ ہوتی تو میں اسے خرید لیتا۔ سوداگر کنیز کو لے کر جانے لگا جب کنیز چلمن کے پاس پہنچی تو کہنے لگی۔ امیر المومنین مجھے واپسی کی اجازت مرحمت فرمائیں۔ ابھی ابھی دو شعر میرے ذہن میں آئے ہیں وہی میں آپ کے سامنے عرض کرنا چاہتی ہوں۔

خلیفہ نے اجازت دی اس نے کہا:

مـاسـلـم انـطبـى عـلـى حسنه   كـلا ولا الـبـدر الـذى يوصف

''ہرن بھی حسین ہونے کے باوجود سلامت نہیں رہا۔ ہرگز نہیں۔ نہ چودھویں کا چاند، جس کی خوب خوب تعریف کی جاتی ہے۔''

الـظـبـى فـيـه خـنـس بـين   والـبـدر فـيـه كـلـف يـعـرف

''ہرن کی ناک دیکھو تو دبلی ہوتی ہے اور چاند کے داغوں کو بھی مانتے ہیں۔''

خلیفہ کو اشعار پسند آئے اس نے اس کو خرید لیا اس کو مقرب بنایا یہ کنیز اس کی خوش قسمت باندیوں میں سے ایک رہی۔

جب خیزران باندی خلیفہ مہدی کے سامنے پیش کی گئی تو خلیفہ نے کہا۔ کنیز تو یقیناً انتہائی آرزوؤں کے لائق =

= ہے لیکن تیری پنڈلیاں بڑی نازک اور باریک ہیں۔ خیزران نے کہا: امیر المومنین ان پنڈلیوں کو مت دیکھیے۔ میرے پاس جو ہے اس کی آپ کو بھی ضرورت ہے۔ خلیفہ نے اسے خرید لینے کا حکم دیا۔ خیزران کی قسمت چمک اٹھی اور مہدی کے اس سے دو بیٹے موسیٰ اور ہارون پیدا ہوئے۔

ابو بکر صولی نے کہا: مہدی نے ایک باندی خریدی۔ خلیفہ کا دل اس پر آ گیا اور وہ بھی خلیفہ پر فریفتہ ہو گئی۔ اس کے باوجود کنیز خلیفہ سے قدرے بے التفاتی برتتی تھی۔ جاننے والے لوگوں نے اس سرشت پر اس کو متنبہ کرنی چاہی تو اس نے جواب دیا مجھے ڈر ہے کہ خلیفہ مجھ سے اکتا جائے اور مجھے اس طرح چھوڑ دے کہ میں مر جاؤں۔ اس لیے میں اپنے آپ کو زیادہ ملتذ ہونے سے روکتی ہوں تاکہ تادیر زندہ رہ سکوں۔ مہدی نے اس کا جواب سنا تو اسے اچھا لگا اس نے کہا:

ظفرت بالقلب منی غادة مثل الهلال

''تو نے سر شام چاند کی طرح میرا دل جیت لیا۔''

کلما صح لها ودی جانت باعتلال

''جب بھی مجھے اس سے راست محبت ہوئی اسے روگ لگ گیا۔''

لا تحب الهجر منی والتنائی عن وصالی

''مجھ سے جدائی گوارا نہ کر نہ میرے وصال سے دور ہونے کی کوشش کر۔''

علی بن جہم نے کہا: میں نے ایک باندی خریدی۔ میں نے اس سے کہا: میں سمجھتا ہوں کہ تو کنواری ہے؟ جواب میں اس نے کہا واثق کے زمانے میں کثرت سے فتوحات ہو چکی ہیں (یعنی میں کنواری نہیں ہوں۔) ایک رات میں نے اس سے کہا: ہمارے اور صبح کے درمیان کتنا عرصہ رہ گیا؟ اس نے کہا جتنا عاشق کی محرومی کا فاصلہ دراز ہوتا ہے۔ ایک دن سورج کو گہن لگا اس نے سورج کی طرف دیکھا تو کہا: میرے محاسن کو دیکھ کر بگولا ہوا اور شرما کر آڑ میں چلا گیا۔ ایک اور رات کو میں نے اس سے کہا: آؤ ہم چاندنی رات میں چل کر بیٹھیں۔ جواب میں اس نے کہا: دو سوکنوں کو ایک ساتھ رکھنے کا شوق تمہیں کیونکر ہو رہا ہے۔ (اس نے چاند کو اپنی سوکن بتایا۔) یہ کنیز زیورات سے نفرت کرتی تھی۔ ایک دن کہنے لگی زیور سے عیب کی طرح محاسن بھی چھپ جایا کرتے ہیں۔ اس کنیز کا ذوق کتنا شاندار تھا اور آج ہماری عورتوں کو زیورات سے نفرت کرنا کس قدر ضروری اور مناسب ہے کیونکہ ابھی اوپر گزرا کہ اس سے محاسن دب جاتے ہیں۔ مردوں پر اخراجات کا بار پڑتا ہے۔ طرح طرح کی مشکلات کا انہیں سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی اس کی تصدیق نہ کرے تو اسے ان حادثات اور جرائم سے باخبر ہونا چاہیے جو صراف بازاروں میں زیورات سازی کے وقت عام طور پر پیش آتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک شخص کے پاس ایک کنیز تھی کسی وجہ سے اپنے خاندان کی کچھ عورتوں کی موجودگی میں وہ اس سے لڑ پڑا اور اس سے بے رخی برتنے لگا۔ کنیز نے جواب میں کہا:

وقالوا لها هذا حبيبك معرض فقالت الا اعراضه ايسر الخطب

''لوگوں نے اس سے کہا تیرا یہ عاشق تجھ سے کنارہ کشی اختیار کیے ہے؟ اس نے کہا او ہو! یہ کنارہ کشی بھی بڑی دلچسپ چیز ہے۔''

فما هی الا نظرة وتبسم فتصطك رجلاه ويسقط للحب =

نے فرمایا: ”تو نے بہت بڑے کی امان مانگی ہے، جا! اپنے رشتہ داروں میں مل جا۔“ [1]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت اسے چھوڑ دیا اور حکم دیا کہ اسے اس کے کنبہ والوں کے پاس پہنچا دو۔ ایک روایت میں ہے: ”تو نے بڑے پناہ دینے والے سے امان مانگی اپنے کنبہ والوں کے پاس چلی جا۔“ [2]

جماع کے وقت شوہر کیا کہے؟

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

جب آدمی اپنی بیوی کے پاس آئے تو یہ دعا پڑھے:

((بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَارَزَقْتَنَا))

”اللہ کے نام سے اے اللہ! ہمیں شیطان سے محفوظ فرما اور جو اولاد ہمیں دے شیطان کو اس سے دور رکھ۔“

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: ”یہ پڑھ لینے کے بعد اگر اللہ تعالیٰ انہیں اولاد سے نوازے گا تو شیطان وغیرہ کبھی انہیں نقصان نہیں پہنچائیں گے۔“ [3]

= ”اس کا علاج بس ایک نگاہ اور ایک تبسم ہے اس کے بعد وہ آپ ہی ایڑیاں رگڑتا ہے اور محبت سے بے خود ہو کر گر پڑتا ہے۔“

آقا کو اس کا یہ کہنا پسند آیا اور جلد ہی اس نے مصالحت کر لی۔

ایک بار خلیفہ معتضد نے ایک کنیز کے زانو پر اپنا سر رکھا اور سو گیا۔ کنیز نے سرہانے ایک تکیہ رکھ کر اپنا زانو ہٹایا اور اٹھ کر چلی گئی۔ خلیفہ جب بیدار ہوا تو اس نے سرزنش کی کہ کنیز نے ایسا کیوں کیا؟ کیونکہ اس کے اندر تکبر کی بو آ رہی تھی۔ کنیز نے کہا: یہ بات نہیں ہمیں اس کی تعلیم دی گئی ہے کہ سونے والے کے پاس کوئی نہ بیٹھے، نہ بیٹھنے والے کے پاس کوئی شخص سونے کی کوشش کرے۔ معتضد نے اس کے جواب کو پسند کیا اور اسے معقول سمجھا۔

[1] صحیح بخاری، کتاب الطلاق، باب من طلق وهل يواجه الرجل……: ٥٢٥٤۔

[2] صحیح بخاری، کتاب الطلاق، باب من طلق وهل يواجه الرجل……: ٥٢٥٥، ٥٢٥٧۔

[3] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب ما يقول الرجل اذا أتى أهلهٗ: ٥١٦٥۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کتنا پیارا ہے جس میں آپ نے جنسی عمل سے قبل اللہ کا نام لینے کی ترغیب دی جو اس کا اعلان ہے کہ اس فعل کی پشت پر نہایت پاکیزہ اور عظیم مقصد مضمر ہے۔ جب کہ دیگر مذاہب اس فعل کو سراپا گندگی، آلودگی اور گناہ ٹھہراتے ہیں۔ کیا ان کی یہ ذہنیت ذوق سلیم اور فطرت مستقیم سے مزاحم نہیں ہوتی؟

خلوت کی پر لطف باتیں بتانا حرام ہے ❶

آیت قرآنی

﴿ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ﴾ (٤/ النساء: ٣٤)

''جو نیک بیویاں ہیں وہ مردوں کے حکم پر چلتی ہیں اور ان کی عدم موجودگی میں اور اللہ کی حفاظت میں (مال وآبرو کی) نگہبانی کرتی ہیں۔''

حدیث نبوی ﷺ

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وہ خدمت اقدس میں حاضر تھیں۔ کچھ مرد اور عورتیں اور بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں جو اپنی اہلیہ کے ساتھ گزری باتوں کو دوسروں کو سناتے ہیں۔ بعض عورتیں بھی ایسی ہوتی ہیں جو اپنی سرگزشت اوروں کو بتاتی ہیں۔'' لوگ چپ ❷ رہے میں نے عرض کیا ہاں ❸ اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول ﷺ عورتیں بھی ایسا کرتی ہیں اور مرد بھی یہی کچھ کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''لیکن دیکھو تم ایسا ہرگز نہ کرو۔ وہ شیطان ہوتے ہیں جو راستے میں کسی مادہ شیطان سے مل کر اس سے لپٹ جاتے ہیں۔ اور لوگ انہیں دیکھتے رہتے ہیں۔'' ❹

---

❶ یعنی اپنے اور شوہر کے درمیان بیتے ہوئے ان واقعات کو محفوظ رکھتی ہیں جن کی حفاظت اور پردہ پوشی بہر صورت ضروری ہوتی ہے۔ بعض مفسرین نے یہی کہا ہے۔

❷ یعنی اور لوگ خاموش رہے اور کچھ نہ کہا۔

❸ افسوس! کہ بعض کا یہ حال ہے کہ اپنی بیوی کا حسن بھی لوگوں کے سامنے عیاں کرتے ہیں۔ جس سے ان کے دلوں میں اس کا عشق کروٹیں لیتا ہے۔ لوگ اس کے گرویدہ ہوجاتے ہیں اور پھر میل ملاپ کے لیے طرح طرح سے ڈورے ڈالے جاتے ہیں۔ اس بھیانک غلطی کے نتیجہ میں بڑے بڑے المناک واقعات رونما ہوتے ہیں۔ اس لیے ان سے کلی احتراز کرنا چاہیے۔

❹ حسن، مسند احمد، ٦/ ٤٥٦، ٤٥٧: ٢٧٥٨٣ نیز دیکھئے: صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب تحریم افشا سر المرأة: ١٤٣٧۔

جب مرد کو اپنی بیوی کے پاس آنے کی حاجت ہو۔ تو اس کا مروجہ طریقہ یہ ہے کہ اہلیہ کے ساتھ گھر میں یعنی اس کمرے میں اس وقت اور کوئی نہ ہو۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ جب مرد کو حاجت ہو اور گھر میں شیر خوار بچہ ہو تو اسے بھی باہر نکال دے (المدخل للعبدری، ٢/ ١٨٤ میں بغیر کسی سند کے درج ہے) نیز مرد کو اختیار ہے چاہے اس عمل کو ابتدائے رات میں کرے یا آخر میں، البتہ اول رات میں ایسا کرنا افضل ہے، کیونکہ غسل =

= کے لیے مہلت بدستور باقی رہتی ہے۔ ہاں آخر رات میں مناسب نہیں کیونکہ اس گھڑی وقت تنگ ہوتا ہے اور بسا اوقات صبح کی نماز با جماعت فوت ہو جاتی ہے یا مستحب اور افضل وقت میں نماز کے لیے نکلنا مشکل ہو جاتا ہے۔ نیز اس کی قباحت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ آخر رات میں نیند سے اٹھ کر جب یہ عمل انجام پاتا ہے تو منہ یا ناک پر معدہ سے اٹھنے والے بخارات جم جاتے ہیں جس سے منہ اور ناک کی بو بدل جاتی ہے۔ ظاہر ہے جب دونوں میں سے کسی کی ناک میں یہ بو پڑتی ہے تو اسے ناگواری اور ایک دوسرے سے نفرت کا احساس ہوتا ہے جب کہ شارع علیہ السلام کا مقصد ہر دو میں دائمی طور پر الفت اور محبت پیدا کرنا ہے اور یہ عمل اس کے منافی ہے۔

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے سفر سے رات میں گھر آنے سے منع فرمایا تا کہ ایسا نہ ہو کہ اہلیہ ملاقات کے لیے تیار نہ ہو۔ اسی لیے حضور ﷺ نے قبل اس کے کہ پراگندہ بالوں والی کنگھی چوٹی نہ کر لے، تیل اور خوشبو لگا کر تیار نہ ہو جائے گھر میں آنے سے منع فرمایا ہے۔ اور اگر ایسا کیا گیا تو میل محبت اور ربط ضبط تادیر برقرار نہ رہے گا۔

نیز تم نے یہ بھی دیکھا ہو گا کہ سفر سے واپسی پر پیغمبر علیہ السلام کا عمل یہ ہوتا تھا کہ آپ پہلے مسجد تشریف لے جاتے اور نماز ادا فرماتے تھے۔ آپ کے اس عمل میں کئی فائدے تھے مثلاً: ① یہ کہ آپ اپنے آقا کے دربار میں پہلے حاضر ہوتے ڈر اور خوف کے ساتھ رکوع و سجود کرتے۔ ② پہلے ان کاموں کو انجام دیتے، جن کو اللہ نے افضل قرار دیا ہے اپنی امت کو بھی اس پر متنبہ فرماتے کہ اپنی خواہشات نفسانی پر اللہ کے مقرر فرمودہ فرائض کو مقدم سمجھا جائے۔ ③ اس میں ایک فائدہ یہ تھا کہ آپ ﷺ کے اصحاب و رفقا آپ ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل کر لیتے اور آپ کی تشریف آوری پر آپ کو سلام عرض کرتے۔ جب لوگ آپ کی زیارت و سلام سے فارغ ہو جاتے تو گھر کا عزم فرماتے تھے۔ ④ مذکورہ بالا فوائد کے علاوہ اس میں ایک فائدہ یہ بھی تھا کہ آپ کے اہل خانہ آپ کی آمد کا شدت سے انتظار کرتے اور آپ کے استقبال کے لیے تیار ہو جاتے۔ اس سلسلے میں ایک بات یہ ہے کہ جب باہم شدید محبت کرنے والے لوگ اچانک ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو ان پر انتہائی فرحت و شادمانی کا غلبہ طاری ہو جاتا ہے اور اس کا دل پر اتنا خوش گوار اثر پڑتا ہے کہ بسا اوقات اس سے موت واقع ہو جاتی ہے اور بیان کیا جاتا ہے کہ اس نوع کے واقعات موت کا باعث بن جاتے ہیں۔ یعنی ادھر اچانک دل میں فرحت کی لہر اٹھی اور ادھر دم نکل گیا۔ یہ بالکل اسی طرح ہوتا ہے جس طرح کہ کسی مصیبت کے وقت شدت حزن و ملال سے موت واقع ہو جاتی ہے۔ مرد کو چاہیے کہ اگر وہ ایسی حالت میں آئے جب کہ اس کی بیوی اس کی آمد سے بے خبر ہو تو وہ گھر آ کر اس سے ہنسی مذاق کرے، اس سے بوس و کنار کرے اور اس طرح اسے بہلائے پھسلائے۔ جب وہ یہ محسوس کرے کہ وہ بالکل تیار ہو گئی ہے اور اس کے جذبات ابھر آئے ہیں تو اس سے قربت کرے۔

اس میں جو شرعی حکمت پنہاں ہے وہ بالکل ظاہر ہے اور وہ یہ ہے کہ جس قسم کی محبت کی توقع مرد عورت سے کرتا ہے، اس قسم کی توقع عورت مرد سے کرتی ہے۔ اگر وہ اچانک بے خبری کے عالم میں آئے اور اپنا مطلب نکال لے تو وہ بدستور تشنہ رہے گی جس سے اس کو تشویش اور حیرانی لاحق ہو گی اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کا دین محفوظ بھی نہ رہے۔ لیکن اگر مذکورہ ہدایات پر بخوبی عمل کیا گیا تو عورت کے لیے بھی یہ مرحلہ آسان ہو گا اور اس کا دین بھی محفوظ ہو گا۔ مرد کو چاہیے کہ جب اپنی ضرورت پوری کر لے تو بیوی کے پاس سے فوراً نہ ہٹے کیونکہ اس سے بھی بیوی کو تشویش لاحق ہوتی ہے بلکہ مرد اس کے پاس تادیر موجود رہے تا آنکہ یقین ہو جائے کہ اس کی حاجت بھی پوری ہو چکی ہے۔ اس ہدایت پر =

= عملدرآمد کا مقصود عورت کے ساتھ نیکی اور احسان ہے اور خیر کا یہ عمل شوہر ہی کر سکتا ہے۔ کوئی اور کیونکر کر سکتا ہے؟ اس لیے مرد کو چاہیے کہ اپنی سی کوشش کرے۔ ہاں اگر اس کے باوجود مرد عاجز اور درماندہ رہے تو اس درماندگی کو اللہ ہی معاف کر سکتا ہے۔

ہم بستری کے وقت یہ نیت ضرور کرے کہ اس سے جو اولاد پیدا ہو، ان سے مسلمانوں کی کثرت ہو۔ اسلام کی ترویج واشاعت ہو اور بچے کا شمار علمائے صالحین اور بزرگان دین میں سے ہو۔

پھر اگر مرد کو دوبارہ ہم بستری کی خواہش ہو اور غسل یا وضو سے فارغ ہو چکا ہو تو دوبارہ ہم بستری میں مضائقہ نہیں۔ لیکن اگر ابھی غسل نہ کیا ہو اور پھر جانا چاہے تو اسے چاہیے کہ پہلے عضو تناسل کو دھولے۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ایسا کرنے سے عضو میں توانائی آتی ہے اور از سر نو چستی پیدا ہوتی ہے۔

(جلد۲۔ص۳۳۔۳۵ باختصار)

جہاں تک میں سمجھتا ہوں جماع کا بہتر وقت نماز فجر کے فوراً بعد کا ہے کیونکہ اس وقت میاں بیوی کا بدن اور افکار یکسو اور آسودہ ہوتے ہیں۔ ہم بستری کے بعد انہیں خواہ تھوڑی دیر کے لیے سہی مگر سونے کی گنجائش رہتی ہے۔ یہی چیز ان کے لیے بڑی حد تک تسکین کا باعث ہے اور ابن حاج نے جن دیگر پرہیزی امور کا ذکر کیا ہے کہ اس وقت منہ وغیرہ گندا ہوتا ہے اس کا ازالہ پاکیزگی، صفائی اور خوشبو کے استعمال سے آپ سے آپ ہو جاتا ہے۔

ماہ عسل (ہنی مون) کے بعد

ماہ عسل کی مناسبت سے (جو اسی بحث کا ایک جلی عنوان ہے) ذیل میں ایک خط کا مضمون نقل کیا جاتا ہے۔ اس خط کو ایک نئی نویلی دلہن نے اپنی ماں کے نام ارسال کیا تھا۔ یہ خط بیشتر زریں اور بہترین نصیحتوں پر مشتمل ہے:

میری پیاری امی!

ماہ عسل گزارنے کے بعد آج میں اپنے چھوٹے سے آشیانے میں پہنچی ہوں۔ اس چھوٹے سے گھر کو میرے شوہر نے بنوایا ہے۔ امی! میری دلی تمنا ہے کہ تم اس وقت میرے قریب ہوتیں تاکہ اپنی اس نئی زندگی کے سارے نئے تجربے جو مجھے اپنے شوہر نامدار کے ساتھ پیش آئے۔ تم کو بھی سناتی۔ میرے شوہر نہایت اچھے آدمی ہیں۔ وہ مجھے بے حد چاہتے ہیں۔ میں بھی ان سے محبت کرتی ہوں۔ اتنا ضرور ہے کہ ان کی بعض فطری عادتوں کی اب تک میں خوگر نہیں ہوئی ہوں۔ کبھی تو میں یہ سمجھتی ہوں کہ میں انہیں کئی سال سے بخوبی جانتی ہوں۔ لیکن کبھی یہ احساس ستانے لگتا ہے کہ وہ میرے لیے بالکل اجنبی ہیں۔ میری اس چھوٹی سی دنیا سے جس میں میں پلی، بڑھی، پروان چڑھی ان کا کوئی میل نہیں لیکن پھر بھی کیا یہ واقعہ نہیں کہ میں بس پھر انہیں خوش کرنے کی کوشش کرتی ہوں کیونکہ تمہاری یہی تاکید تھی اور اس تاکید کی بدولت مجھے یقین ہے کہ مجھے تمہاری ایک ایک نصیحت یاد ہے اور میرا اس پر عمل ہے۔ خاص طور پر وہ نصیحتیں مجھے اب بھی یاد ہیں جو تم نے مجھے بہتے آنسوؤں اور لرزتی مسکراہٹ کے ساتھ کی تھیں۔ اس کا ایک ایک لفظ آج بھی مجھے یاد ہے۔ ایک ایک حرف جو تمہاری زبان سے نکل کر میرے کانوں میں پڑا۔ اس وقت میں تمہاری ممتا بھری آغوش میں تمہارے پیار بھرے سینے سے چمٹی ہوئی تھی وہی میری سہاگ رات بھی تھی۔ آج بھی حرف بحرف میں یاد رکھے ہوئے ہوں اور زندگی کا جو نقشہ اس وقت تم نے بنایا، آج ہو بہو وہ نقشہ میرے سامنے ہے۔

میری امی! میرے سامنے تمہاری مثالی حیثیت ہے۔ آج میرے سامنے اس کے سوا کوئی اور راستہ نہیں کہ =

سہاگ رات کی صبح شوہر کیا کرے

سہاگ رات کی صبح شوہر کو چاہیے کہ اپنے گھر کے اعزا اور اقربا کو سلام کرے۔ وہ بھی اسے سلام کریں اور اس سے اچھی طرح ملیں۔

جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب سے زفاف فرمایا تو عام مسلمانوں کو آپ نے (ولیمہ میں) گوشت اور روٹی سیر ہو کر کھلائی۔ پھر آپ دیگر امہات المومنین کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں سلام کیا اور ان کے لیے دعائیں فرمائیں۔ انہوں نے بھی آپ کو سلام کیا آپ کے لیے دعائے خیر کی۔ شب عروسی کے اگلے روز آپ کا یہی عمل ہوتا تھا۔ [1]

= جو تم نے میرے اچھے ابا کے ساتھ کیا اپنے بچوں یعنی خود ہمارے ساتھ کیا میں بھی آج وہی سب کروں۔ امی تم نے ہمیں پورا پورا پیار دیا۔ اپنی شفقت اور محبت ہم پر نچھاور کی۔ زندگی کے مفہوم سے ہمیں آشنا کیا جینے کا ڈھنگ ہمیں سکھا دیا ہمارے دلوں میں محبت کا بیج اپنے دست شفقت سے لگا دیا۔

کل کی ڈاک سے آپ کی مبارکباد کا شیریں پروانہ میری سہاگ رات کی مناسبت سے تحریر کیا ہوا دستیاب ہوا۔ میری اچھی امی! جب میں یہ محبت بھرا خط پڑھ رہی تھی مجھے اس تحریر کی ایک ایک سطر کا ہر ہر لفظ تمہاری دلکش آواز بن کر میرے اپنے کانوں میں رس گھول رہا تھا۔ مجھے اس پورے خط میں اس چیز کی شدت سے تلاش تھی اور جو نہ ملی، وہ تمہارا گرمجوشی کا بوسہ تھا جس کا تم نے مجھے بے حد عادی بنا دیا تھا۔ بہرکیف میں ابھی ابھی اپنے شوہر کے لیے ناشتہ تیار کر کے فارغ ہوئی ہوں۔ وہ کام سے لوٹتے ہی ہوں گے۔

میری پیاری امی! فکر نہ کرنا اب پکانے میں مجھے بڑی دسترس حاصل ہو چکی ہے۔ میں اس وقت اپنے آپ کو بے حد خوش نصیب سمجھتی ہوں جب میں دسترخوان پر اپنے شوہر کے سامنے بیٹھتی ہوں۔ اس وقت وہ میرے ہاتھ سے تیار کیے ہوئے پکوان مزے لے لے کر کھاتے ہیں اور جب وہ فارغ ہوتے ہیں تو میرا شکریہ ادا کرنا نہیں بھولتے۔ میری امی تمہیں بھی یاد رہے کہ میں پکانے میں آپ کی ہی شاگرد ہوں۔ آپ نے مجھے یہ ڈھنگ سکھایا۔ آپ ہی نے مجھے یہ بتایا تھا کہ مرد کے دل کے اندر سے نزدیک راستہ اس کے معدے سے ہو کر جاتا ہے۔

میں دروازے کے قفل میں چابی گھومنے کی آواز سن رہی ہوں۔ میرے شوہر آتے ہی ہوں گے۔ افوہ۔۔ ہاں! یہ وہی ہیں۔ وہ میرا یہ خط پڑھنا چاہتے ہیں۔۔۔۔ وہ جاننا چاہتے ہیں کہ میں تمہیں کیا لکھ رہی ہوں۔ ان چند لمحات میں جن میں تمہاری روح اور خیالات کے ساتھ غرق ہوں وہ بھی ان لحات میں میرے شریک ہونا چاہتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ قلم میں ان کے حوالے کروں اور کچھ جگہ چھوڑ دوں تاکہ وہ بھی آپ کو کچھ لکھ سکیں۔ میں آپ کا غائبانہ بوسہ لیتی ہوں اپنے والد محترم اور پیارے بھائیوں کا بھی غائبانہ بوسہ لیتی ہوں۔ اللہ حافظ!

آپ کی بیٹی......

(ماخوذ: مجلۃ العربی، کویت)

[1] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ: ﴿لا تدخلوا بیوت النبی......﴾: ٤٧٩٤۔

شوہر اپنی بیوی کے پاس کیسے آئے؟

آیات قرآنی

﴿ اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ ؕ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ ﴾ (۲/ البقرۃ:۱۸۷)

"روزوں کی راتوں میں اپنی عورتوں کے پاس جانا تمہارے لیے جائز کیا گیا ہے۔ [1] وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کے لباس ہو۔"

﴿ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۠ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ﴾

(۲/ البقرۃ:۲۲۳)

"تمہاری بیویاں (گویا) تمہاری کھیتی ہیں تو جس طرح چاہو [2] اپنی کھیتی میں جاؤ۔"

احادیث نبوی ﷺ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ یہود کہا کرتے تھے جب کوئی شخص اپنی بیوی سے اس کی پشت کی طرف سے جماع کرتا ہے تو بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۠ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ﴾ (۲/ البقرہ: ۲۲۳)

---

[1] امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے:
انہی طریقوں کو سختی سے اختیار کیا جائے اور ان کے علاوہ دوسری کوئی صورت نہ اپنائی جائے کیونکہ قرآن کریم نے بے شمار صورتوں کا ذکر کیا ہے اور میاں بیوی کو چاہیے کہ اپنے من پسند طریقہ سے ایک دوسرے کو آگاہ کردیں۔ ویسے بھی طریقہ بدلنے اور نئی صورت اپنانے سے لطف انبساط میں بھی فرق پڑتا ہے۔
بعض اطبا نے ذکر کیا ہے۔ بعض بیگمات نے مجھے بتایا کہ کبھی ایسا لگتا ہے کہ شوہر کے بوجھ تلے دب کر وہ بالکل پس جائے گی (جیسے وہ بھی کوئی ہاتھی ہو) اور کبھی تو یوں لگتا ہے کہ اس کا دم گھٹ جائے گا۔ غرض ہر مرتبہ جماع کے دوران میں چند گھڑی اس بھیانک خواب سے اسے دوچار ہونا پڑتا ہے اور کچھ دیر کے بعد ہی اسے رہائی نصیب ہوتی ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کو شوہر نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ از روئے شرع صرف اس ایک حالت کی اجازت ہے۔ ستم بالائے ستم یہ ہے کہ اس بیچارے کو یہ بھی نہیں معلوم کو وہ اپنا تو ازن اپنے دونوں ہاتھوں پر بھی قائم کرسکتا ہے۔ یہ کیا ضروری ہے کہ اس کا پورا وزن اس کی بیوی کے اوپر ہی ٹکا رہے۔ بہر حال اگر شوہر اتنا موٹا ہو تو وہ نیچے اور بیوی اوپر رہے۔ اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

[2] یعنی جس طرح چاہو سامنے سے یا پیچھے سے بشرطیکہ بچہ کی جائے پیدائش میں دخول کرو۔

''تمہاری عورتیں (گویا) تمہاری کھیتی ہیں تو جس طرح چاہو اپنی کھیتی میں جاؤ۔'' 1

حضور ﷺ نے اس کی تفسیر میں فرمایا: ''یعنی سامنے یا پیچھے کی جانب سے بشرطیکہ دخول آگے کے راستہ میں کیا ہو۔'' 2

ایک خاتون نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ایک شخص کی بابت دریافت کیا جو اپنی بیوی کو منہ کے بل لٹا کر اس سے ہم بستری کرتا ہے۔ آپ نے یہی آیت پڑھی:

﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ﴾ 3

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: انصار کا یہ قبیلہ بت پرست تھا اور یہود کے قبیلہ کے ساتھ مل جل کر رہتا تھا۔ جو خود اہل کتاب تھے۔ یہود ان کی بہ نسبت اپنے آپ کو علم و فضل میں افضل سمجھتے تھے۔ اس لیے انصار بہت سارے کاموں میں انہی کی پیروی کرتے تھے۔ اہل کتاب کا ایک طریقہ یہ تھا کہ وہ اپنی بیوی سے کروٹ کے بل ہو کر ہم بستری کرتے تھے اس سے عورتوں کی پردہ پوشی بھی ہوتی تھی۔ جب کہ قریش عورتوں کو پشت کے بل لٹا کر ان سے ہم بستر ہوتے تھے۔ اور آگے پیچھے سے اور چت لٹا کر ان 4 سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ جب مہاجرین مدینہ آئے تو ان کے ایک شخص نے ایک انصاری عورت سے شادی کی اور اپنے طریقہ پر اس سے ہم بستر ہونا چاہا۔ عورت نے گریز کیا اور کہا: ہم سے کروٹ کے بل ہو کر ہم بستر ہوا جاتا ہے تم بھی ایسا ہی کرو، ورنہ مجھ سے پرہیز کرو۔ دونوں کے درمیان یہ بات بڑھتی گئی، یہاں تک حضور اکرم ﷺ

1 صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب: ﴿نساء کم حرث لکم......﴾: ٤٥٢٨؛ صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب جواز جماعه امرأته فی قبلها......: ١٤٣٥۔

2 صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب: ﴿نساء کم حرث لکم......﴾: ٤٥٢٨؛ صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب جواز جماعه امرأته فی قبلها......: ١٤٣٥؛ سنن ابن ماجه، کتاب النکاح، باب النهی عن إتیان النساء......: ١٩٢٥۔

3 صحیح، سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة البقرة: ٢٩٧٩۔

4 ابو منصور ثعالبی نے اپنی کتاب ''فقه اللغة'' میں لکھا ہے: عربی لفظ شرح کا مفہوم یہی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس روایت کا مفہوم بھی یہی ہے اطبا اور معالجین نے لکھا ہے کہ مباشرت کے لیے یہ صورت سب سے بہتر اور عورت کے لیے کم تکلیف والی ہے۔ عبد الملک بن حبیب کہتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب عورتوں کو ہم بستری کے علاوہ چت لیٹ کر سونے سے منع فرماتے تھے۔ کیونکہ اس سے شیطان عورت کو ورغلاتا ہے اور اسے مرد کی یاد دلاتا ہے کیونکہ مرد کے سامنے عورت اس طرح لیٹتی ہے۔ (اس کی اصل نامعلوم ہے۔)

کو اس کا علم ہوا تب اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ﴾ یعنی سامنے اور پیچھے سے اور پشت کے بل لٹا کر۔ بشرطیکہ دخول بچہ کی جائے پیدائش میں کیا ہو۔ ❶

ہم بستری پر بھی ثواب مل سکتا ہے ❷

حدیث نبوی ﷺ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بعض اصحاب کرام رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! مالدار اجر وثواب میں آگے بڑھ گئے حالانکہ وہ بھی نماز ویسے ہی پڑھتے ہیں جیسے ہم پڑھتے ہیں۔ وہ بھی ویسے ہی روزے رکھتے ہیں جیسے ہم رکھتے ہیں اور اپنے فاضل اموال کو خیرات کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''کیا تمہارے لیے اللہ نے ایسی چیزیں نہیں بنائیں جنہیں تم خیرات کر سکتے ہو؟ اس لیے سنو! ایک بار سبحان اللہ کہنا صدقہ ہے۔ ایک بار اللہ اکبر کہنا صدقہ ہے۔ ایک بار لا الہ الا اللہ کہنا صدقہ ہے۔ برائی سے روکنا صدقہ ہے اور تمہاری شرمگاہوں کے اندر بھی صدقہ ❷ ہے۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: کیا ہم میں سے

---

❶ اسنادہ ضعیف، سنن ابی داود، کتاب النکاح، باب فی جامع النکاح: ٢١٦٤، محمد بن اسحاق مدلس ہیں اور سماع کی صراحت نہیں ہے۔

❷ بشرطیکہ مرد وعورت نے ہم بستری کے ذریعے سے پاکدامنی اور عفت کی نیت کی ہو۔

❷ اس حدیث کے حاشیہ میں صاحب مدخل نے لکھا ہے:

یہ حدیث بتاتی ہے کہ اخلاص کی یہ شرط نہیں کہ شہوت عقل کے تابع ہو بلکہ اخلاص کی اولین شرط یہ ہے کہ لذتیت اور تمام تر خواہشات نیک نیتی کے تابع ہوں اور نیت ہر طرف سے یکسو ہو کر صرف عبادت کے لیے خاص ہو۔ (١٧٤/٣)

کہاں اسلام کا یہ بلند نظریہ اور کہاں دیگر مذاہب کا یہ تخیل جو ہم بستری کو سراسر گناہ، گندگی اور شیطنت سمجھتا ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ طاقتور اور پر جوش جنسی توانائی کی بابت یہ ہوتا ہے کہ ان سے متاثر ہو کر آدمی یا تو شہوتوں سے پرہیز کرتا ہے یا اسے بالکلیہ اپنے اوپر حرام کر لیتا ہے۔ جس سے بے راہ روی اور ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے یا پھر جنسی قوت کا بندھن ڈھیلا پڑ جاتا ہے اور آدمی حرام کاری میں مبتلا ہو کر ناک تک اس میں ڈوب جاتا ہے۔ جیسے آج یورپ میں ہو رہا ہے۔ پھر بات یہیں تک محدود نہیں رہ جاتی بلکہ یورپین سماج عورت کو شر اور فساد کی پتلی سمجھتا ہے کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو ورغلا کر پھل کھلانے میں حوا نے شیطان کے ساتھ حصہ لیا اور آدم کی اولین لغزش کا باعث بنی۔ پھر یہی چیز بنت حوا کی سرشت میں پیوست ہو کر ان کی نسل میں مدتوں برقرار رہی۔ =

= جب کہ قرآن پاک اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ اکیلے شیطان نے آدم وحوا (علیہما السلام) کو یکساں گمراہ کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دونوں کی توبہ قبول فرمائی اور انہیں معاف کر دیا۔ قرآن پاک یہ فیصلہ بھی سناتا ہے کہ گناہ اور لغزش موروثی نہیں ہوتی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرَىٰ﴾ (٦/ الانعام: ١٢٤) ''کوئی جان کسی جان کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔''

تورات میں ہے بیٹے کی غلطی پر باپ کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ نہ باپ کے گناہ پر بیٹے کو موت کے گھاٹ اتارا جائے گا۔ ہر کوئی اپنی غلطی پر مارا جائے گا۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس علاج (مجامعت) کی خود تلقین فرمائی۔ اس کے استعمال کی ترغیب دی۔ اسے اجر وثواب اور خیر کا باعث قرار دیا۔ اس میں شک نہیں کہ یہ عمل کامل لذت کا سبب، محبوب کے ساتھ نیکی اور احسان کا ذریعہ، اجر وثواب کا باعث، خیر خیرات کا وسیلہ، دل کی خوشی کا سامان، غلط افکار کے ازالہ کی تدبیر اور روح کے ہلکے پھلکے ہونے کی علت ہے۔ اس عمل سے روح کی کثافت اور تختی ڈھل جاتی ہے۔ جسم ہلکا اور مزاج معتدل ہو جاتا ہے۔ صحت بحال اور فاسد مواد کی صفائی ہوتی ہے اور اگر یہ عمل خوشدلی، خوبصورتی، خوش اخلاقی اور میل ومحبت سے انجام پایا کامل رغبت اور ثواب کی نیت دل کے اندر موجزن رہی تب وہ لذت حاصل ہوگی جس کے برابر کوئی لذت نہیں ہو سکتی۔ بالخصوص جب کہ یہ عمل کامل طریقہ سے انجام پائے۔ جس کی علامت یہ ہے کہ اس کے بعد ہر جزو بدن کو تسکین نصیب ہوتی ہے محبوب کو دیکھ کر آنکھوں کو ٹھنڈک ملتی ہے۔ اس کی نرم وشیریں باتوں کو سن کر کان لطف اندوز ہوتے ہیں۔ اس کی خوشبو سے مشام جان معطر ہوتا ہے۔ ہاتھ سے چھونے پر الگ لذت حاصل ہوتی ہے اس کا بوسہ لینے سے منہ کا مزہ بدل جاتا ہے۔ اس طرح جسم کے ہر عضو کو خاطر خواہ تسکین نصیب ہوتی ہے۔ محبوب سے ملاقات کا شرف حاصل ہوتا ہے اور اگر ان میں سے کوئی ایک چیز بھی مفقود ہوتی ہے تو نفس کو اس کا انتظار رہتا ہے اور کامل سکون حاصل نہیں ہوتا۔ چونکہ عورتیں تسکین قلب کا باعث ہوتی ہیں اس لیے انہیں (تسکین جان) بھی کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا﴾ (٣٠/ الروم: ٢١)

''اور اس کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے (ایک نشانی) یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس کی عورتیں پیدا کیں۔ تا کہ ان کی طرف مائل ہو کر سکون حاصل کرو۔''

اس نعمت کی تکمیل تب ہوتی ہے جب کہ اس تمام تر عمل سے محبت کرنے والے کی غرض اللہ کی خوشنودی اور رضائے الٰہی ہو۔ اس لذت کا وہ گا ہے بگا ہے احتساب کرتا ہو۔ اپنے میزان کو وزنی بنانے کے لیے کوشاں ہو۔ یہی وجہ ہے کہ شیطان اس سے بڑا خوش ہوتا ہے کہ دو محبت کرنے والے مرد وزن کو ایک دوسرے سے جدا کر دے اور میل محبت کی بجائے دونوں ایک دوسرے سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو کر رہ جائیں۔ چنانچہ صحیح مسلم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد درج ہے: ''ابلیس اپنا تخت پانی پر بچھاتا ہے پھر اپنے منتخب ماتحتوں کو لوگوں کے اندر بھیجتا ہے۔ ان میں جو زیادہ فتنہ مچاتا ہے وہی اس کی نظر میں زیادہ مقرب ہوتا ہے۔ پھر یہ ماتحت جب اکٹھے ہوتے ہیں تو ایک کہتا ہے: میں نے فلاں کا پیچھا اسی وقت چھوڑا جب اس نے زنا کا ارتکاب کیا۔ دوسرا کہتا ہے: میں نے تو فلاں دونوں میاں بیوی کو ایک دوسرے سے الگ کر کے دم لیا ہے۔ یہ سن کر شیطان اسے شاباشی دیتا ہے، اس کی پیٹھ تھپتھپاتا ہے۔ ہاں تو ہی ہے، ہاں تو ہی ہے۔'' (صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب تحریش الشیطان...... : ٢٨١٣)=

کوئی شہوت پوری کرے تو یہ بھی اس کے لیے صدقہ بن سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''بتاؤ اگر اس نے حرامکاری میں اس کو استعمال کیا تو اسے کیا گناہ نہ ہوگا؟'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

معلوم ہوا کہ دو دلوں کا ملاپ اگر اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب ہے تو ان کے اندر بگاڑ پیدا کرنا اللہ کے دشمن شیطان کو زیادہ پسند ہے۔ اس لیے شیطان بھی ایسے دو آدمیوں کے میل محبت میں تفرقہ ڈالنے کے لیے پورا زور صرف کرتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ نفرت کرتا اور ناراض ہوتا ہے اور اکثر عاشق شیطانی لشکر کے کارندے اور اس کی فوج کے سپاہی ہوتے ہیں لیکن بسا اوقات ان کا معاملہ اتنا آگے بڑھ جاتا ہے کہ شیطان خود کو اپنے ان چیلوں کی فوج کا ادنیٰ سپاہی اور لشکری تصور کرنے میں عافیت سمجھتا ہے لیکن اپنی سرداری برقرار رکھتے ہوئے بے حیائی کے کاموں کو آراستہ کر کے ان کے سامنے پیش کرتا ہے اور انہیں چیزوں پر انہیں ایک دوسرے سے جوڑے رکھتا ہے جیسا کہ کسی نے کہا ہے:

عجبت من ابلیس فی نخوتہ   وقبح ما اظہر من سیرتہ

''ابلیس کی تمام تر اکڑفوں کے باوجود مجھے حیرت ہے کہ وہ بدکردار ہوتے ہوئے بھی۔''

تاہ علی آدم فی سجدۃ   وصار قوادا لذریتہ

بجائے آدم علیہ السلام کا سجدہ کرنے کے گمراہ ہوا اور آج نسل آدم کو گمراہ کرنے میں پیش پیش ہے۔''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عشق کا شکار ہونے والے نوجوانوں کو نہایت کارگر دوا بتائی۔

چنانچہ ''صحیحین'' میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے گروہ نوجوانان! تم میں سے جسے نکاح کرنے کی توفیق ہو وہ نکاح کر لے۔ کیونکہ نکاح نگاہوں کو بہت زیادہ نیچی رکھنے والا اور زنا سے بچانے والا ہے۔'' (صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب من لم یستطع الباءۃ فلیصم: ٥٠٦٦؛ صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب استحباب النکاح......: ١٤٠٠)

بنابریں شیطان کی مکاری اور میاں بیوی میں تفرقہ ڈالنے کی پرفریب چالوں سے ہوشیار رہنا بے حد ضروری ہے۔ اس حدیث کے حاشیہ میں علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''دار آخرت کی لذت میں جس سے اضافہ ہو، وہی لذت خداوند عالم کے نزدیک پسندیدہ اور محبوب ہے اور یہ لذت والا دو وجہ سے اس سے لطف اندوز ہوتا ہے ایک اس وجہ سے کہ وہ نعمت اور اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ دوسری یہی لذت اسے رب کی خوشنودی اور رضائے الٰہی تک پہنچاتی ہے۔ اسی لذت کے حصول کے لیے بندوں کو سر توڑ کوشش کرنی چاہیے اور کسی ایسی لذت کے پیچھے نہ پڑنا چاہیے جس کا انجام المناک ہے اور بڑی سے بڑی لذت اس کے آگے ہیچ اور بے وقعت ہو جانے والی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ہر مباح چیز سے لطف اندوز ہونے پر بندہ مومن کو اجر ملے گا بشرطیکہ دار آخرت کی لذت اور وہاں کی نعمتوں تک پہنچنے کے لیے اس دنیا کی لذت سے لطف اٹھایا ہوگا۔ اس لیے اگر کوئی اپنی بیوی سے محض اپنی چہیتی اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہونے کی وجہ سے ملذذ ہوا، دل و دماغ اور جسم و جان کو اس کی لذت سے شادکام کیا تو اس لذت کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی اور جیسے حرام لذت سے لطف اندوز ہونے پر لطف اٹھانے والا سزا کا مستحق ہوتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں اول الذکر لطف اٹھانے والا اجر و ثواب کا مستحق ہرگز نہیں ہوگا۔

جیسے خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمہاری شرمگاہ میں بھی اجر ہے۔۔۔الخ۔'' (مسلم: ١٠٠٦)

کیوں نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا: ''بس اسی طرح حلال موقع پر استعمال کرنے سے وہ ماجور ہوگا۔'' پھر آنحضرت ﷺ نے اور چیزوں کے خیرات ہونے کا ذکر فرمایا۔ ان سب کے مساوی چاشت کی دو رکعت ہے۔ [2]

جمعہ کے دن بیوی کے پاس آنے کا اجر

احادیث نبوی ﷺ

''جس نے جمعہ کے دن جنابت [3] کا غسل کیا، پھر جمعہ کے لیے آیا، گویا اس نے

---

[1] شادی کرنے، بیوی کے ساتھ نرمی برتنے اور اس کا مرتبہ بڑھانے کی کہاں تو یہ ترغیب اور کہاں تحریف کیے گئے مذاہب کا حال جو بیوی کو شر اور فساد کی جڑ تصور کرتے ہیں۔ عورت کو آلودگی اور گندگی کی پوٹ سمجھتے ہیں اور شادی کرنے کی بجائے خصی ہونے کی ترغیب دیتے ہیں۔ عبارت بالا سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں عبادت بس اسی کا نام نہیں کہ اعمال میں خشوع وخضوع پیدا کیا جائے جیسے استاذ محمد اسد نے نماز اور روزہ کی مثالیں دیتے ہوئے کہا ہے۔ بلکہ عبادت انسان کی ساری عملی زندگی سے عبارت ہے۔ جب ہماری اس ساری زندگی کا حاصل اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے تو یہ ضروری ہے کہ ہم اسی رخ سے اپنی پوری زندگی کے نشیب وفراز پر نظر ڈالیں۔ جب ہم غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ یہ زندگی بڑی شائستہ، بڑی باسلیقہ اور کئی گوشے اپنے اندر رکھتی ہے۔ اس لیے ہماری تگ ودو اور کوشش بھی ہر جہت سے یہی ہونی چاہیے اور زندگی کے معمولی لمحات کو بھی عبادت کے کاموں میں لگانا چاہیے اور عبادت عبادت ہے اس لیے پورے ہوش سے اسے انجام دینا چاہیے نیز اس لیے کہ یہ اللہ کے بنائے ہوئے عالمی نظام کی اہم کڑی ہے۔ (اسلام دوراہے پر، طبع چہارم ص ۲۳)

[2] صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب بیان أن اسم الصدقة......: ۱۰۰۶۔

[3] یہ نوجوانوں کے لیے کم سے کم حد ہے۔ عمر اور افراد کی جسمانی حالت کے اعتبار سے اس کے اندر فرق ہوسکتا ہے۔ ماہ عسل کو چھوڑ کر بعد کے دنوں میں ہفتہ میں دو مرتبہ سے زیادہ ہم بستری کرنا مناسب نہیں ساٹھ سال کی عمر ہوجانے کے بعد ہم بستری میں حد درجہ کمی کردینی چاہیے کیونکہ کثرت مباشرت سے جسم کو ضرر، عقل میں فتور اور کارکردگی میں تعطل پیدا ہوتا ہے۔ اس کے برعکس ہم بستری میں حد درجہ کمی سے حرارت غریزی پست اور جنسی توانائی ختم ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ مزید برآں ازدواجی زندگی مفلوج اور کبھی منقطع بھی ہوجاتی ہے۔
باہوش اور سمجھدار بیوی اپنی ذہانت، نرم اخلاق، زیب وزینت اور ترغیبی اداؤں سے ہم بستری کی مدت میں توازن پیدا کرسکتی ہے۔ افراط وتفریط اور کمی وزیادتی کے بغیر اپنی اور اپنے شوہر کی جوانی کو محفوظ اور تادیر برقرار رکھ سکتی ہے۔
امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب وضاحت کی ہے کہ جب بچہ جوانی کی عمر کو پہنچ کر بالغ ہو تو کثرت جماع سے پرہیز کرے تاکہ اس کا جوہر محفوظ رہے اور بڑی عمر ہونے پر کام آئے کیونکہ بڑھاپے کا امکان ہے اور جو چیز ممکن ہو اس کے لیے حفاظتی تدابیر کرنے میں احتیاط ہے، لہٰذا بکثرت وقوع پذیر جزو کے لیے اس قسم کی تدابیر کرنا اور بھی ضروری ہوجاتا ہے۔ =

= پھر دیندار اور اہل بصیرت کو جان لینا چاہیے کہ حبیب سے نزدیکی اور محبوب کا قرب سب سے زیادہ پر لطف اور دل پذیر ہوتا ہے اور یہ نزدیکی بوسہ لینے اور آغوش میں سمیٹ لینے سے حاصل ہو جاتی ہے۔ اس سے الفت بڑھتی اور محبت پائیدار ہوتی ہے۔ جب کہ ہم بستری کر لینے سے محبت میں فتور پڑتا ہے اور لذت مفقود ہو جاتی ہے۔ عرب جب کسی سے عشق کرتے تھے تو محبوب سے ہم بستری کا تصور نہیں کرتے تھے۔ ان کا مقولہ ہے کہ ہم بستری کے بعد محبت میں فساد آ جاتا ہے۔ رہا یہ تخیل کہ وطی سے ہی ہمیشہ لذت مل سکتی ہے یہ سراسر جانوروں کی سرشت ہے۔

مباشرت کے مفہوم پر جہاں تک میں نے غور کیا ہے۔ اس کا عجیب وغریب معنی مجھ پر منکشف ہوا جو بہت سارے لوگوں پر مخفی ہے وہ یہ کہ جب کوئی کسی سے محبت کرتا ہے تو اس کا قرب چاہتا ہے۔ مزید قرب کے لیے اس سے ملاقات اور بغلگیر ہونے کا خواہاں ہوتا ہے۔ پھر اس سے زیادہ نزدیکی کے لیے لب ورخسار کا بوسہ لیتا ہے۔ جسم کے ملاپ کے بعد روحانی ملاپ کی خواہش ہوتی ہے تو محبوب کا منہ چومتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملتے تو ان کا بوسہ لیتے۔ (حسن، سنن ابی داود، کتاب الطھارۃ، باب الوضوء من القبلۃ: ۱۷۸، ۱۷۹) اور ان کی زبان چوستے تھے۔ (زبان چوسنے والی روایت کی سند صحیح نہیں ہے۔ لیکن اسی مفہوم کی ایک اور حدیث آپ سے منقول ہے۔)

پھر جب نفس مزید قرب کا طالب ہوتا ہے تو دل ہم بستری کا خواہاں ہوتا ہے۔ یہ ہم بستری کا بھید ہے اور اس سے ایسی لذت ملتی ہے جس کو بخوبی محسوس کیا جا سکتا ہے۔ (صید الخاطر: مصنفہ امام ابن الجوزی)

اسی مناسبت سے محبت کی بابت ذیل میں ہم ایک مکالمہ درج کرتے ہیں جو ایک شہری اور دیہاتی کے درمیان ہوا۔

محبت کیا ہے؟ اس کے جواب میں دیہاتی نے کہا محبت لعاب چوسنے، ہونٹوں کا بوسہ لینے اور پر لطف باتیں کرنے کا نام ہے۔ پھر دیہاتی نے شہری سے پوچھا تمہارے یہاں محبت کس کو کہتے ہیں؟ شہری نے جواب دیا محبت یعنی زمین پر پچھاڑ دینا، گلے اور سوراخ کا ملنا، حرکت اور ایسی آواز پیدا کرنا جس سے سونے والا اٹھ بیٹھے اور پیاسے دل کی پیاس بجھ جائے۔ دیہاتی نے حیرت سے سنا اور ہکا بکا ہو کر کہنے لگا اللہ کی قسم! یہ کام تو جانی دشمن کرتا ہے سچا عاشق یہ سب کیسے کرے گا؟

سچ تو یہ ہے کہ ازدواج کے اندر وہ سرمستی اور مسرت ہوتی ہے جو زندگی کی سب سے حسین اور باسعادت گھڑی ہوتی ہے اور جو لوگ شادی کو صرف لذت کا نام دیتے ہیں ایسے تمام لوگ شادی کی اس حقیقت سے نابلد ہوتے ہیں۔ اسی لیے استاد حسن عباس نے ہر دو کے درمیان امتیاز پیدا کرنے کے لیے اپنی کتاب ''مستی اور لذت کی تمیز اور ان کا باہمی فرق'' نامی کتاب میں لکھا ہے:

لذت ایک حالت وکیفیت ہے جس کا زمانہ دائمی نہیں جب کہ سرمستی کو تادیر دوام ہوتا ہے۔ لذت سطحی ہوتی ہے۔ اس کے لیے شعور میں گہرائی یا وجدان میں گہرائی نہیں ہوتی نہ ہی کل اعصاب پر تادیر اس کا ثبات ہوتا ہے جب کہ مستی وہ کیفیت ہے جو شعور کے اندر دور تک اثر انداز ہوتی ہے۔ تمام اعصاب تادیر اس سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ لذت کے بعد طبیعت لوٹ کر پست ہو جاتی ہے اور احساس ماند پڑ جاتا ہے۔ مستی شعور کے غلبہ کا نام ہے۔ لذت کے حواس کی مغلوبیت سے آدمی نسیان اور ضمیر کی غفلت کا شکار ہوتا ہے۔ کبھی شعور چلا جاتا ہے لیکن سرمستی بیدار اور تادیر استوار رہتی ہے۔ =

اونٹ کی قربانی دی اور جو دوسری ساعت میں آیا گویا اس نے گائے کی قربانی دی اور جو تیسری ساعت میں آیا گویا اس نے سینگ والے مینڈھے کی قربانی دی۔ جو چوتھی ساعت میں آیا گویا اس نے مرغی پیش کی۔ جو پانچویں ساعت میں آیا گویا اس نے انڈا اللہ کی راہ میں پیش کیا۔ پھر جب امام اپنی جگہ سے اٹھتا ہے۔ تو فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور خطبہ سنتے ہیں۔'' [1]

''جس نے جمعہ کے دن غسل کی ضرورت پیدا کی۔ [2] پھر غسل کیا، پھر سویرے چل پڑا، [3] پیدل چلا اور سوار نہیں ہوا، امام کے قریب بیٹھا خطبہ سنا اور کوئی لغو حرکت نہ کی تو اسے ہر

= امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جماع کی کثرت سے قوت گر جاتی ہے، اعصاب متاثر ہوتے ہیں، رعشہ فالج اور تشنج کا عارضہ لاحق ہوتا ہے، نگاہیں اور عام جسمانی توانائی کمزور پڑ جاتی ہے، جنسی قوت ماند پڑ جاتی ہے، رگیں پھول کر چوڑی ہو جاتی ہیں جس کی وجہ سے رگوں میں فاسد مواد جمع ہونا شروع ہو جاتا ہے۔''

ہم بستری کا مناسب وقت وہ ہے جب غذا معدے میں ہضم ہو جائے کیفیت معتدل ہو، بھوک نہ لگی ہو ورنہ جنسی قوت کمزور ہو جائے گی، نہ پیٹ بھرا ہو، ورنہ اس صورت میں دیگر امراض میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے۔ تکان (تھکن) وغیرہ بھی نہ ہو، نہ ہی غسل کیا ہو۔ قے یا اندرونی دلی تاثر جیسے رنج و غم یا بے اندازہ خوشی اور مسرت کے موقع پر بھی ہم بستری سے پرہیز کرنا چاہیے۔

رات میں تھوڑی دیر سونے کے بعد ہم بستری کرنا بھی مناسب ہے۔ خاص طور پر جب کہ غذا معدے میں ہضم ہو جائے کیونکہ اس کے بعد غسل یا وضو کر کے با آسانی سو سکتا ہے۔ اس سے توانائی لوٹ آتی ہے۔ ہم بستری کے بعد سخت حرکت یا ورزش وغیرہ سے گریز کرنا چاہیے۔ کیونکہ اس سے نقصان ہوتا ہے کسی دور اندیش شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

واحفظ منيك ما استطعت فانه ... ماء الحياة يصب في الارحام

''اپنی منی کی حفاظت کرو کیونکہ یہی زندگی کا جوہر ہے جو رحم میں بہہ پڑتا ہے۔''

نیز کسی نے کہا:

ثلاث هن من شرك الحمام ... داعية الصحيح الى السقام

''تین چیزیں کبوتر کے جال کی سی ہیں ان سے تندرست آدمی بھی بیمار پڑ جاتا ہے۔''

دوام مدامة ودوام وطی ... وادخال الطعام على الطعام

''کثرت سے شراب پینا، زیادہ ہم بستری کرنا اور کھانے کے بعد پھر کھانا کھانا۔''

[1] صحيح بخاری، كتاب الجمعة، باب فضل الجمعة: ٨٨١؛ صحيح مسلم، كتاب الجمعة، باب الطيب والسواك يوم الجمعة: ٨٥٠۔

[2] بیوی سے ہم بستری کی اور غسل کی حاجت لاحق ہوئی۔ ہم بستری وغیرہ سے فارغ ہو کر جمعہ کی نماز کے لیے نکلنے پر نظریں آپ سے آپ جھک جائیں گی۔ ہم بستری کے بعد غسل کرلے گا۔

[3] یعنی نماز کے اول وقت چل پڑا اور خطبہ ابتدا سے پالیا۔

قدم پر ایک سال کے برابر روزوں، تہجد اور نیک عمل کا اجر ملے گا۔" [1]

جائے پیدائش کے علاوہ مقام میں دخول کرنا

آیت قرآنی

﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ وَقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُم مُّلَاقُوهُ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ﴾

(۲/ البقرۃ: ۲۲۳)

"تمہاری عورتیں (گویا) تمہاری کھیتی ہیں تو جس طرح چاہو [2] اپنی کھیتی میں جاؤ اور اپنے لیے نیک عمل آگے بھیجو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ ایک دن تمہیں اس سے ضرور ملنا ہے۔ اور اے پیغمبر! ایمان والوں کو خوشخبری سنا دو۔"

احادیث نبوی ﷺ

"اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی طرف مڑ کر بھی نہیں دیکھتا جو اپنی بیوی کے سرین میں دخول کرتا

---

[1] اسنادہ صحیح، سنن ابی داود، کتاب الطهارة، باب فی الغسل للجمعة: ۳٤٥؛ سنن ابن ماجه، کتاب اقامة الصلوات، باب ماجاء فی الغسل یوم الجمعة: ۱۰۸۷؛ سنن الترمذی، کتاب الجمعة، باب فی فضل الغسل یوم الجمعة: ٤۹٦۔

[2] بعض نے کہا ہے اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری اپنی عورتیں، دوسروں کی عورتیں نہیں۔ بس جو تمہارے ساتھ ہوں اور تمہارا ان کا جوڑ صرف شرعی دائرے کے اندر ہو۔ ایک روحانی اور مذہبی ربط جو میاں بیوی کے درمیان قائم ہوتا ہے۔ تم بھی بس اسی کے ذریعے سے ایک دوسرے سے مربوط رہو۔ یہ اسی وقت ہوگا جب کہ یہ عقد شرعی حدود کی مجوزہ شکلوں کے اندر ہو۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم دامادی کے رشتے اور عقد نکاح کی ترغیب دیتا ہے اور زناکاری کے قریب پھٹکنے سے بھی منع کرتا ہے۔

قرآن کریم عورت کی تعریف یہ کرتا ہے کہ وہ شوہر کے لیے کھیتی کی طرح ہے۔ اس کی عزت وعظمت کا نشان ہے۔ اس کے لیے افزائش وپرورش کی جگہ اور اس کے بچوں کے پھلنے پھولنے کا ٹھکانا ہے۔

قرآن پاک کا ترتیب دیا ہوا یہ نقشہ عورت کے روپ میں نگاہوں کے سامنے ایک زمین کا منظر پیش کرتا ہے جو پوری طرح آراستہ اور کھیتی کرنے والے کے لیے بالکل تیار ہے۔ اس کا کام بس یہ ہے کہ وہ بیج بوئے، اس کی مناسب نگہداشت اور حفاظت کرے، پھلوں اور پیداوار کے لیے مضر چیزوں کو الگ کرتا رہے۔ خودرو جھاڑیوں کو نوچ کر پھینکتا رہے اور جب تک وہ ایسا کرے گا پھل پھول اور افزائش اپنی بہار پر ہوگی۔

ہے۔" [1]

[1] صحيح، سنن الترمذي، كتاب الرضاع، باب ماجاء في كراهية إتيان النساء في أدبارهن: ١١٦٥؛ سنن ابن ماجه، كتاب النكاح، باب النهي عن إتيان النساء......: ١٩٢٣، نیز دیکھئے سنن ابی داود: ٢١٦٢۔

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب (زاد المعاد) میں زیر عنوان "مباشرت سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں" فرماتے ہیں، پوری عبارت یہ ہے:

سرین یا پاخانہ کے مقام کی کسی نبی نے کبھی اجازت نہیں دی اور جس نے بیوی کے سرین میں دخول کی اباحت بعض سلف کی جانب منسوب کر رکھی ہے۔ یہ ان پر الزام تراشی اور سخت بہتان ہے۔ امام صاحب موصوف نے ممانعت کی چند حدیثیں پیش کرنے کے بعد فرمایا: سرین کے اندر دخول سے آیت دو وجوہ سے روکتی ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ بچے کی جائے پیدائش میں دخول کرنا قرآن پاک کی نظر میں مباح ہے اور اسی کو وہ کھیتی سے تعبیر کرتا ہے۔ پاخانہ کی جگہ اس سے مراد نہیں جو سراسر گندگی کا ٹھکانا ہے۔ یہ کھیتی کی جگہ آیت مبارکہ: ﴿فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ﴾ کے اس ٹکڑے ﴿مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ﴾ میں مذکور ہے۔ یعنی جس طرح چاہو سامنے کی طرف سے یا پیچھے کی طرف سے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ﴿فاتوا حرثكم﴾ سے فرج مراد ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، ۱/ ۵۸۸) علاوہ ازیں جب فرج یعنی شرمگاہ میں حیض کا خون اور گندگی کا گزر ہوتا ہے تو ہم بستری حرام ہو جاتی ہے۔ تو پاخانہ کے مقام کو کیونکر استعمال کیا جا سکتا ہے جو سراسر گندگی اور آلودگی کی جگہ ہے۔ پھر بگاڑ کی صورتیں وہاں زیادہ رونما ہوتی ہیں۔ کیونکہ اس سے نسل منقطع ہوتی ہے اور اغلام بازی کا رواج عورتوں کے ساتھ اسی قسم کی بدفعلی کے بعد شروع ہوتا ہے۔

مزید برآں مرد اپنی بیوی سے ہم بستری کرے، یہ عورت کا مرد پر حق ہے۔ لیکن پاخانہ کے مقام میں دخول کرنے سے عورت کا یہ حق ادا نہیں ہوتا، نہ اس کی ضرورت پوری ہوتی ہے، نہ ہی معاملہ اور مقصد حاصل ہوتا ہے اور پاخانہ کا مقام نہ اس غرض کے لیے تیار کیا گیا نہ بنایا گیا ہے۔ البتہ شرمگاہ کو اس مقصد کے لیے ضرور تیار کیا گیا ہے۔ اب جو لوگ شرمگاہ کی بجائے پاخانہ کے مقام کو استعمال کرتے ہیں وہ حکمت الٰہی اور شریعت الٰہیہ سے تجاوز کرتے ہیں۔ پھر یہ عمل مردوں کے حق میں سخت مضر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حکما اور اطبا اس سے سختی سے منع کرتے ہیں۔ یہ اس لیے کہ شرمگاہ کے اندر مادہ کو جذب کرنے کی پوری صلاحیت موجود ہوتی ہے اور پاخانہ کے راستہ میں رطوبت جذب نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ فطرت کے خلاف ہے۔

چونکہ یہ کوئی فطری طریقہ نہیں اس لیے نقصان کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس کے نتیجہ میں غیر ضروری اور تھکا دینے والی حرکتوں کا ارتکاب لازم آئے گا پھر وہ جگہ گوز اور پاخانہ کی ہے جس کی طرف آدمی رخ کرے گا اور نہ ہی اس انتہائی گندی جگہ کو استعمال کرنے کے درپے ہوگا۔ دوسرے عورتوں کو اس سے جو تکلیف ہوگی وہ پوشیدہ نہیں کیونکہ یہ عجیب وغریب حرکت ہوگی۔ طبیعت اور انسانی فطرت اسے کبھی گوارا نہیں کرتی۔ الٹے اس سے سخت نفرت پیدا ہوتی ہے۔ اس سے فاعل اور مفعول کے اندر رنج وغم اور حزن وملال جاگزیں ہوتا ہے، چہرہ سیاہ اور سینہ کالا ہو جاتا ہے، دل کا نور سلب ہو کر منہ پر ایسی وحشت، لعنت اور پھٹکار برستی ہے جس کا اثر فوری نمایاں ہوتا ہے اور معمولی فراست والا بھی اسے بخوبی پہچان سکتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ فاعل اور مفعول کے درمیان آپس میں بھی اس عمل کے بعد بغض، دشمنی ایک دوسرے سے دوری اور اجتناب رونما ہوتا ہے اور یہ ہونا ہی چاہیے کیونکہ اس فعل کے بعد فاعل مفعول کی ایسی مٹی پلید ہوتی ہے =

"جس شخص نے حیض کی حالت میں (جماع کیا) یا بیوی کی سرین میں دخول کیا۔ یا کسی جوتشی اور نجومی کے پاس گیا اور اس نے جو کہا اس کو مان لیا۔ اس نے محمد ﷺ پر اتاری گئی ہر چیز کا انکار کیا۔" [1]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں ہلاک ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: "تم کیوں ہلاک ہو گئے؟" انہوں نے عرض کیا رات کو میں نے اپنی سواری [2] کا رخ بدل دیا۔ آپ نے ان کی اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر حضور ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿نِسَاءُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ﴾ یعنی آگے سے آؤ یا پیچھے سے مگر پاخانے کے راستے اور حیض سے بچو۔ [3]

ایک شخص نے حضور ﷺ سے عورت کے پاس پیچھے سے آنے کی بابت سوال کیا، یا یہ پوچھا کہ مرد اپنی بیوی سے پشت کی طرف سے صحبت کرے اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: "حلال ہے۔" پھر جب وہ شخص جانے لگا تو آپ نے اس کو بلایا یا اسے بلانے کا حکم دیا اور فرمایا: "تم نے کیا پوچھا تھا؟ کون سے سوراخ میں [4] صحبت کرنے کا سوال کیا تھا؟ آیا پیچھے سے قبل میں؟"

═ جس کے بعد اصلاح اور درستی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی سوائے اس کے کہ سچی توبہ اور اللہ سے رو دھو کر مغفرت طلب کی جائے۔ اس کے سوا نجات ممکن نہیں۔

نیز اس عمل سے مرد و زن دونوں کے اندر سے محاسن نکل جاتے ہیں اور ان پر شر غالب ہو جاتا ہے۔ ایک دوسرے سے میل محبت ختم ہو کر دشمنی اور دوری پیدا ہوتی ہے۔ نیز نعمت جاتی رہتی ہے، انتقام کی صورتیں پیدا ہوتی ہیں، لعنت برستی ہے، اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے، اللہ ان سے بے التفاتی اور بے توجہی فرماتا ہے جس کے بعد کسی خیر کی امید اور شر سے بچنے کی توقع بھی فضول ہے اور جس بندے پر خدا کی لعنت اور پھٹکار پڑ رہی ہو جو اس کی طرف نظر شفقت اور توجہ نہ کرے اس کا جینا کون سا جینا ہو سکتا ہے۔

[1] حسن، سنن ابی داود، کتاب الکهانة، باب فی الکهان: ٣٩٠٤؛ سنن الترمذی، کتاب الطهارة، باب ماجاء فی کراهیة إتیان الحائض: ١٣٥؛ سنن ابن ماجه، کتاب الطهارة، باب النهی عن إتیان الحائض: ٦٣٩۔ [2] سواری سے مراد بیوی ہے مطلب یہ ہے کہ پیچھے کی طرف سے قبل میں صحبت کی۔ ہم بستری کے وقت مرد اوپر اور عورت نیچے ہوتی ہے اس کا منہ اوپر اور مرد اس پر سوار ہوتا ہے مذکورہ بالا صورت میں چونکہ عورت کی پشت کی طرف سے وہ اس پر سوار ہوئے اس لیے یوں کہا کہ سواری کا رخ بدل دیا۔

[3] حسن، سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة البقرة: ٢٩٨٠؛ مسند احمد، ١/ ٢٩٧: ٢٧٠٣۔ [4] یہودیوں کی عجیب و غریب باتوں میں سے ایک یہ ہے۔۔ جیسا کہ تالمود میں آیا ہے۔۔ کہ مرد اپنی اہلیہ سے لواطت کر سکتا ہے۔ کیونکہ بقول ان کے بیوی سے اسی طرح فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ جیسے آدمی قصاب کی دکان سے گوشت خرید کر اس سے فائدہ اٹھاتا ہے اسے تل کر بھون کر، یا جس طرح چاہے کھا سکتا ہے۔

انہوں نے عرض کیا ہاں! فرمایا: ”(تب تو درست ہے لیکن) پیچھے سے سرین میں دخول کی اجازت نہیں اور اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے شرماتا نہیں، اس لیے سرین کی طرف سے سرین میں دخول نہ کرو۔“ ❶

حضرت سعید بن یسار کہتے ہیں: میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے عرض کیا ہم کنیزیں خریدتے ہیں تو ان سے تحمیض کرتے ہیں۔ آپ نے پوچھا تحمیض کیا ہے؟ کہا ہم ان کے سرین میں دخول کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: افوہ! کیا کوئی مسلمان ایسا بھی کرے گا؟ ❷

حیض ❸ والی عورت سے صحبت حرام ہے

آیت قرآنی

﴿وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ ۖ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ ۖ

---

❶ صحیح، السنن الکبریٰ للبیہقی، ۷/ ۱۹۶؛ معرفۃ السنن: ۴۰۲۰؛ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۹۳۳، ۸۹۴۶؛ مسند الشافعی: ۱۳۵۹۔

❷ صحیح، السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۹۳۰؛ شرح معانی الآثار للطحاوی، ۳/ ۴۱: ۴۳۰۹۔
”سہاگ رات کے آداب“ مصنفہ شیخ محمد ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ میں لکھا ہے۔ مذکورہ بالا روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس بارے میں صریح نص کے طور پر منقول ہے کہ آپ نے پاخانہ کے مقام میں دخول سے سختی کے ساتھ منع فرمایا۔ بنابریں اسباب النزول للسیوطی اور بعض دوسری کتابوں میں اس صریح روایت کے خلاف جو کچھ آپ سے منقول ہے وہ قطعی بے بنیاد ہے اس کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہیے۔
مزید افسوس اس بات سے ہوتا ہے کہ بعض نام نہاد مفسرین جن کے سرخیل روافض ہیں، ان احادیث کو اپنی مطلب برآری کے لیے استعمال کرتے ہیں اور آیات کی اپنی حسب منشا اس طرح تفسیر کرتے ہیں جو شریعت عقل سلیم اور ذوق مستقیم کے قطعی خلاف ہے اس لیے کسی کو ان سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے۔ حقیقت یہ ہے کہ عورت کے سرین میں دخول کرنے سے طبیعت سیر نہیں ہوتی نہ ہی شہوت پوری ہوتی ہے۔ اس لیے محالہ زنا کی طرف ذہن دوڑتا ہے۔

❸ تفسیر مراغی میں ہے۔ طب جدید اور میڈیکل سائنس سے ثابت ہوتا ہے کہ حیض کے دنوں میں صحبت کرنے سے حسب ذیل عوارض لاحق ہوتے ہیں:

① عورتوں کی اندام نہانی میں شدید درد پیدا ہوتا ہے۔ کبھی رحم کے اندر بیضہ دانی یا مقعد میں تیز سوزش اور جلن ہوتی ہے جس کی وجہ سے بے حد تکلیف ہوتی ہے بسا اوقات بیضہ دانی خراب ہو جاتی ہے اور بانجھ پن پیدا ہوتا ہے۔

② حیض کا فاسد مواد مرد کے عضو تناسل میں پیوست ہو سکتا ہے جس کی وجہ سے پیشاب کی نالی میں آتشک، سوزاک اور شدید جلن پیدا ہوتی ہے کبھی یہ زہر خصیہ تک پہنچ کر سخت تباہی کا باعث ہوتا ہے اور مرد لا ولدرہ جاتا ہے۔ کبھی عورت کے خون میں ”زہری“ نامی بیماری کے جراثیم ہونے کی وجہ سے مرد اس مرض کا شکار ہو جاتا ہے۔

③ بہر کیف دوران حیض میں مباشرت کرنے سے مرد یا عورت کی شرمگاہ میں بانجھ پن کے جراثیم جڑ پکڑتے ہیں۔ =

وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾ (۲/ البقرة: ۲۲۲)

''اور (اے پیغمبر! یہ لوگ) تم سے حیض کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تم ان سے کہہ دو کہ وہ (حیض) ایک گندگی ہے تو حیض کے دنوں میں عورتوں سے الگ رہا کرو اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان کے پاس نہ جاؤ پھر جب وہ پاک ہو جائیں تو جس جگہ سے اللہ نے تم کو اجازت دی ہے ان کے پاس جاؤ۔ بے شک اللہ توبہ کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔''

احادیث نبوی ﷺ

''جس نے حیض کی حالت میں یا بیوی کی سرین میں دخول کیا یا کسی جوتشی کے پاس گیا اور اس نے جو کہا اس کو مان لیا، اس نے محمد ﷺ پر اتاری گئی ہر چیز کا انکار کیا۔'' [1]

حضور ﷺ جب حیض والی عورت سے کچھ نزدیکی چاہتے تو شرمگاہ پر کوئی کپڑا ڈال (دینے کا حکم) دیتے پھر جو چاہتے کرتے۔ [2]

= عضو تناسل اور اندام نہانی میں سوزش اور جلن پیدا ہوتی ہے جس سے دونوں کی صحت برباد ہوتی ہے، اذیت اور تکلیف کے لیے یہی بہت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ روئے زمین کے جملہ اطبا اور جدید معالجین نے اس مدت میں بیوی سے دور رہنے کی سخت تاکید کی ہے۔ قرآن کریم نے جو حکیم و دانا اور ذات واحد کی طرف سے اتارا گیا، بہت پہلے سے اس نے اس بات کی صراحت کر رکھی ہے۔ قرآن پاک کے اعجاز کی اس سے بڑی دلیل کیا ہو سکتی ہے؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حالت حیض میں بیوی سے ہم بستری کرنے والے کی بابت نقل ہے کہ ایسا آدمی ایک دینار یا آدھا دینار خیرات کرے۔ (اسناده ضعيف، سنن ابی داود: ۲٦٤؛ سنن ابن ماجه: ٦٤٠ یہ مرفوعاً و موقوفاً ضعیف ہے۔)

[1] حسن، سنن ابی داود، کتاب الکھانة، باب الکھان: ۳۹۰٤؛ سنن الترمذی، کتاب الطهارة، باب ماجاء فی کراهية إتيان الحائض: ۱۳٥؛ سنن ابن ماجه، کتاب الطهارة، باب النهی عن إتيان الحائض: ٦٣٩۔ [2] اسناده حسن، سنن ابی داود، کتاب الطهارة، باب فی الرجل يصيب منها ما دون الجماع: ۲۷۲۔

یہود اور ان کی اندھی تقلید کرنے والے جاہلیت کے عربوں کی ایک عادت یہ تھی کہ وہ حیض والی عورتوں =

= کے ساتھ مل کر نہیں کھاتے تھے نہ ان کے ساتھ رہن سہن روا رکھتے تھے۔ اسلام نے سختی کے ساتھ اس سے منع کیا۔ ہاں حیض کی حالت میں صحبت کو بدستور حرام قرار دیا اور اندام نہانی کے علاوہ دیگر حصوں سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دی جیسا کہ اس روایت سے پتہ چلتا ہے۔ اس طرح یہودیوں کے حد سے تجاوز کرنے اور حیض کے دنوں میں ہم بستری کر لینے والوں کے بیچوں بیچ اسلام نے اعتدال کی راہ پیدا کی۔ حیض پر اس گفتگو کی مناسبت سے ایک عجیب وغریب قصہ یہاں درج کیا جاتا ہے جس سے ضرورت سے زیادہ اور بے ہودہ شرم وحیا کا اندازہ ہوتا ہے جو غیر ضروری ہے۔ اس حیا کا ان چیزوں سے بھی کوئی تعلق نہیں جن کے ارتکاب سے اسلام نے منع کیا ہے۔ ڈاکٹر فریڈرک لوئیس نے اپنی کتاب (اعتراف کے کمرے میں بیس سال) میں لکھا ہے:

لوگوں کا یہ خیال صحیح نہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ اس زمانے کی جدید لڑکیاں سب کچھ جانتی ہیں۔ جنسیات سے متعلق ان کی معلومات ادھوری نہیں ہیں۔ چنانچہ مثال کے طور پر میں اس مہذب لڑکی کو پیش کرتا ہوں جو کسی یونیورسٹی سے ابھی ابھی پڑھ کر نکلی تھی۔ ایک اہم اور ذاتی نوعیت کے مسئلہ پر گفتگو کے لیے وہ میرے پاس آئی۔ اس موضوع پر کھل کر وہ مجھ سے کچھ کہنا چاہتی تھی۔ میں نے دیکھا کہ سخت حیرت اور مایوسی کے عالم میں اس نے مجھ سے کہنا شروع کیا۔ میری شادی کی قطعی تاریخ کا اخبارات میں اعلان آچکا ہے۔ دوستوں اور احباب کو دعوتی کارڈ بھی تقسیم کیے جا چکے ہیں۔ شادی کے لیے ہر قسم کی چھوٹی بڑی تیاری بھی ہوگئی ہے اور شادی کی وہ گھڑی اب بس انگلیوں پر گن سکتے ہیں۔ میں نے کہا ٹھیک ہے پھر تم کیا کہنا چاہتی ہو؟

اب لڑکی کی آنکھوں سے آنسو بہہ کر اس کے رخسار پر ڈھلکنے لگے۔ اس نے کہنا شروع کیا، بات دراصل یہ ہے کہ اس کی شادی کی تاریخ ٹھیک ان دنوں پڑ رہی ہے جس میں وہ حیض سے رہے گی اور ظاہر ہے ان دنوں شادی مناسب نہیں ہے۔ میں نے کہا پھر سہاگ رات طے کرنے سے پہلے تم نے اس کی احتیاط کیوں نہیں کی اور بتایا کیوں نہیں؟ لڑکی نے کہا اس قسم کی خالص ذاتی چیز بتانے کی میں نے کسی سے ہمت نہیں کی۔ میں نے کہا پھر میں اب کیا نصیحت کر سکتا ہوں۔ اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ شادی کا دن اور اس کی تاریخ بدستور یونہی رہنے دو۔ تمام تیاری رکھو البتہ منگیتر کو اس راز سے آگاہ کر دو۔ اس نے حیرت اور تعجب سے کہنا شروع کیا۔ لیکن یہ تو محال ہے۔ میں اس سے کیونکر کہہ سکتی ہوں، البتہ میں نے اپنی والدہ سے اس سلسلے میں مشورہ لیا۔ اس نے یہ تجویز رکھی کہ وہ اپنی سمدھن (دولہے کی ماں) کے کان میں کہہ دے گی وہ سمدھی (دولہے کے باپ) کے کان میں بولے گی اور سمدھی دولہے کے کان میں یہ سب کہہ دے گا۔

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر موصوف نے کہا: غالباً اس قسم کی بے موقع اور انتہا درجہ کی شرم وحیا بے جا راز داری برتنے کا نتیجہ ہے جس کا آج رواج سا ہو چلا ہے۔ چنانچہ بڑے گھروں کی باوقار لڑکیوں کی روداد بتاتی ہے کہ وہ تباہ ہونا پسند کرتی ہیں لیکن شوہر کے سامنے جنسیات سے متعلق ضروری باتیں منہ سے نکالنا ان کے لیے دشوار ہوتا ہے۔ میں ذاتی طور پر یہ بھی نہیں سمجھ سکتا۔ ایک لڑکی جو شادی کی دہلیز پر قدم رکھ چکی ہے یقین کے ساتھ وہ نہیں جانتی کہ اس کا وہ منگیتر جو مستقبل میں اس کا شوہر کہلائے گا اور جس کے ساتھ ازدواجی زندگی کی طویل راتیں بسر ہوں گی۔ اس سب کے باوجود کسی قرار واقعی موضوع پر کچھ کہنا یا اس کے سامنے منہ کھولنا شرم وننگ کا باعث کیوں ہوتا ہے۔ جب کہ ماہرین بالاتفاق یہ بھی سمجھتے ہیں کہ ان امور کی بابت افہام وتفہیم سے ازدواجی کامیابی یا ناکامی پر گہرا اثر پڑتا ہے۔

میں یہ بھی نہیں سمجھتا کہ جنسیات سے متعلق افہام وتفہیم بابرکت ازدواجی زندگی کا اہم ترین عنصر ہے۔ لیکن میں صراحت کے ساتھ یہ ضرور عرض کروں گا کہ افہام وتفہیم کے ساتھ کام کرنا ازدواجی زندگی کے لیے بہتر ہے =

بیوی کے سوا ہر ایک کے سامنے ستر ڈھانکنا

احادیث نبوی ﷺ

حضرت معاویہ بن حیدہ کہتے ہیں، میں نے عرض کیا: اے پیغمبر (ﷺ)! ہم اپنے ستر بدن یعنی شرم گاہ کے کس کس حصہ کو ظاہر کریں اور کس کو چھوڑ دیں (یعنی ہم اپنے ستر بدن کے کس کس حصہ کو دیکھ سکتے ہیں اور کس کس حصہ کو نہ دیکھیں؟) آپ نے فرمایا: ''اپنی بیوی اور لونڈی کے علاوہ اپنا ستر سب سے محفوظ رکھو۔۔۔الخ۔'' [1]

پھر میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جب قوم کے کچھ لوگ (ملے جلے بیٹھے) ہوں تو کیا

= اور زن وشوہر کے تعلقات کا بڑا حصہ اسی محور پر گھومتا ہے۔ میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ طلاق کے ایک ایک واقعہ کی تہہ میں براہ راست یا بالواسطہ اسی جنسی ہم آہنگی کا فقدان کارفرما ہوتا ہے۔ یا پھر جنسی اسباب کے تحت ازدواجی زندگی میں بھاری کمی اس کی وجہ سے ہوتی ہے۔ تجربہ سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اگر میاں بیوی میں محبت اور براہ راست رابطہ نہ رہا ایک دوسرے سے تبادلہ خیال نہ ہوسکا تو ان کے درمیان جلد یا بدیر ٹکراؤ ناگزیر ہے اور انجام کار ازدواجی زندگی کا خاتمہ طلاق پر ہونا یقینی ہے۔ (سئہ فی حجرۃ الاعترافات:۸۱،۸۲)

حیض پر گفتگو کی مناسبت سے یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ حیض کے بعد عورت کیوں کر پاکی حاصل کرے گی۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے عورت کے غسل کی بابت سوال کیا۔ آپ نے فرمایا: ''عورت کو چاہیے کہ بیری کے پتوں والا پکا ہوا پانی لے کر اس سے اچھی طرح پاکی حاصل کرے (یا اچھی طرح وضو کرے) پھر پانی کو اپنے سر پر بہائے اور اتنی زور سے رگڑے کہ پانی سر کے چاروں جانب اچھی طرح پہنچ جائے پھر مشک (روئی یا کپڑا جو مشک یا کسی خوشبو سے معطر ہو) لے کر اس سے پاکی حاصل کرے۔''
حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا: مشک سے کیونکر پاکی حاصل کرے؟ آپ نے فرمایا: ''سبحان اللہ! اس سے پاکی حاصل کرے۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں (گویا انہوں نے آہستہ سے ان سے کہا) یعنی خون جہاں جہاں لگا ہو اس مقام پر مشک لگالے۔ (صحیح بخاری، کتاب الحیض، باب دلك المرأۃ نفسها......: ۳۱۴، ۳۱۵؛ صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب استحباب استعمال المغتسلة......: ۳۳۲)
یہ اس لیے تاکہ حیض کے خون کی ناگوار بو زائل ہو جائے اور اس مقام پر خوشبو پیدا ہو۔ اس حدیث سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ حیض کے اختتام کے بعد اور کل بدن کو دھونے سے پہلے عورت سے صحبت کی جاسکتی ہے کیونکہ طہر کا لفظ آیت ﴿فَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ﴾ میں حیض کے مقام کو دھو لینے کے معنی میں بھی آتا ہے۔

[1] اسناده حسن، سنن ابی داود، كتاب الحمام، باب في التعري: ۴۰۱۷؛ سنن الترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء في حفظ العورة: ۲۷۹۴؛ سنن ابن ماجه، كتاب النكاح، باب التستر عند الجماع: ۱۹۲۰۔

کیا جائے؟ آپ نے فرمایا: ''اگر تم سے یہ ہو سکے کہ تمہاری شرمگاہ وغیرہ کوئی نہ دیکھے تو ایسا ہی کرو اور کسی کو نہ دیکھنے دو۔'' وہ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم میں سے کوئی اکیلا ہو (تو کیا کرے؟) آپ نے فرمایا: ''تو اللہ تعالیٰ سب لوگوں سے بڑھ کر اس بات کا مستحق ہے کہ اس سے شرم کی جائے۔'' [1]

''مرد مرد کی شرمگاہ کی طرف نہ دیکھے اور عورت بھی دوسری عورت کی شرمگاہ کی طرف نظر نہ کرے۔ مرد دوسرے مرد اور عورت دوسری عورت کی طرف ایک کپڑے کے اندر نہ پہنچے۔'' [2]

دوبارہ صحبت سے پہلے غسل کرنا مستحب ہے

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنبی ہونے کی حالت میں سو جاتے تھے اور پانی کو چھوتے نہیں تھے (یعنی غسل کے لیے) اس کے بعد اٹھتے اور غسل فرماتے تھے۔ [3]

''جب تم میں سے کوئی اپنی اہلیہ سے دوبارہ صحبت کا خواہش مند ہو [4] تو اسے چاہیے کہ

---

[1] اسنادہ حسن، سنن ابی داود: ٤٠١٧، نیز دیکھئے حوالہ سابقہ۔
اس حدیث سے کامل درجہ کی افضل ستر پوشی کا پتہ چلتا ہے۔ لیکن بظاہر اس سے وجوب معلوم نہیں ہوتا۔ یہی امام بخاری، نسائی اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم نے کہا اور ابن جریر نے ان کی موافقت کی۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ اللہ کی کوئی مخلوق اللہ سے پوشیدہ نہیں خواہ وہ عریاں ہو یا تن کو ڈھانکے ہو۔

[2] صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب تحریم النظر الی العورات: ٣٣٨۔
پہنچنے کا مطلب یہ کہ غیر مرد غیر عورت کے بدن سے بدن نہ ملائے۔

[3] اسنادہ ضعیف، سنن ابی داود، کتاب الطھارۃ، باب الجنب یؤخر الغسل: ٢٢٨؛ سنن الترمذی، کتاب الطھارۃ، باب ماجاء فی الجنب ینام قبل أن یغتسل: ١١٨، ابو اسحاق السبیعی مدلس ہیں اور روایت عن سے ہے۔

[4] امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے دن میں صحبت کو بہتر گردانا ہے کیونکہ اس وقت حواس مجتمع ہوتے ہیں اور لذت کامل ملتی ہے۔ نیز ایک فطری وجہ یہ ہے کہ رات میں حواس سرد پڑ جاتے ہیں اور سکون کے متلاشی ہوتے ہیں۔ جب کہ دن میں حرکت اور انتشار قائم رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِبَاسًا وَالنَّوْمَ سُبَاتًا وَجَعَلَ النَّهَارَ نُشُورًا ﴾ (٢٥/ فرقان: ٤٧)

''اور وہی تو ہے جس نے رات کو تمہارے لیے پردہ (کا وقت) اور نیند کو آرام (کا ذریعہ) بنایا اور دن کو اٹھ کھڑے ہونے کا وقت ٹھہرایا۔''

درمیان میں اچھی طرح وضو کرلے۔" 1

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن تمام بیویوں کے پاس تشریف لے گئے۔ پھر اس کے یہاں غسل کرتے پھر وہاں غسل کرتے۔ 2 میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ ایک ہی بار غسل کیوں نہیں کر لیتے؟ آپ نے فرمایا: "یہ زیادہ صاف ستھرا پاکیزہ اور بہتر ہے۔" 3

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب (کھانا کھاتے) یا سونا چاہتے اور جنبی ہوتے تو شرمگاہ کو دھو لیتے اور نماز کا سا وضو فرماتے تھے۔ 4

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب جنبی ہوتے اور سونا چاہتے تو وضو فرماتے یا تیمّم کر لیتے تھے۔ 5

جمعہ کا غسل فرض ہے 6

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

"جمعہ کا غسل کرنا، مسواک کرنا اور جو خوشبو میسر ہو اس کو استعمال کرنا ہر بالغ پر واجب

= بعض نے دن کی بہ نسبت رات میں صحبت کو بہتر بتایا ہے پھر بھی مختصر یہ کہ آدھی رات میں اس عمل کو کرے جیسا کہ بعض نے (مجھ سے) کہا ہے۔ میں نے اس سے پہلے کہا ہے کہ فجر کے بعد یہ عمل کیا جائے تاکہ اس کے بعد سویا جا سکے۔

1 صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب جواز نوم الجنب......: ۳۰۵، ۳۰۸۔

2 دوبارہ غسل کا فائدہ بالکل واضح ہے۔ کیونکہ غسل کے بعد سرگرمی، طاقت اور چستی پیدا ہوتی ہے۔ جدید سائنس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔

3 حسن، سنن ابی داود، کتاب الطهارة، باب فی الوضو لمن أراد أن یعود: ۲۱۹؛ سنن ابن ماجه، کتاب الطهارة، باب فیمن یغتسل عند کل واحدة غسلاً: ۵۹۰۔

4 صحیح بخاری، کتاب الغسل باب الجنب یتوضأ ثم ینام: ۲۸۸؛ صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب جواز نوم الجنب......: ۳۰۵۔ 5 اسناده حسن، السنن الکبریٰ للبیهقی، ۱/ ۲۰۰۔ سابقہ حدیثوں سے صحبت کے بعد اور سونے سے پہلے غسل کی افضلیت معلوم ہوتی ہے اس کی جگہ وضو یا تیمّم کی بھی اجازت ہے، نیز غسل، وضو یا تیمّم کے بغیر سونے کی بھی اجازت ملتی ہے۔

6 غسل جمعہ کے بارے میں ماہرین دینیات کا اختلاف ہے، بعض اسے فرض کہتے ہیں بعض مستحب۔ امام شوکانی نے اپنی کتاب "نیل الاوطار" جلد ا ص ۲۵۳، ۲۵۴ میں فریقین کے دلائل ذکر کیے ہیں اور غسل فرض ہونے کا فیصلہ کیا اور لکھا ہے:

اس سے تمہیں معلوم ہوگا کہ غسل واجب نہ ہونے کے جمہور علما کے پیش کردہ دلائل اتنے جاندار نہیں، نہ ہی =

ہے۔" ❶

"ہر مسلمان کا یہ حق ہے کہ سات دنوں میں ایک دن غسل کرے۔ اپنے سر اور پورے بدن کو اچھی طرح دھوئے۔" ❷

"تم میں کوئی جب جمعہ کے لیے جائے تو غسل کرلے۔" ❸

گھروں میں حمام بنوانا ضروری ہے

احادیث نبوی صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

"جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اپنی اہلیہ کو حمام نہ بھیجے۔ ❹ جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر یقین رکھتا ہے اسے چاہیے کہ حمام میں ازار کے

= ان دلائل اور وجوب کے دلائل میں تطبیق دینا ممکن ہے۔ کیونکہ امر کی نسبت اگر چہ یہ ممکن ہے لیکن واجب کی نسبت ممکن نہیں مگر یہ کہ بے سوچے سمجھے کوئی اس قسم کی تطبیق دینے کی کوشش کرے اور ان امور میں ادنیٰ رسوخ رکھنے والے کسی شخص پر یہ مخفی نہیں کہ عدم وجوب کے مقابلہ میں غسل واجب ہونے کی روایتیں زیادہ راجح ہیں۔ اس گفتگو کے بعد میں نے یہ روایتیں پیش کی ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ جمعہ کا یہ غسل مرد کو اس کی اہلیہ کی یاد دلاتا ہے۔ یہی حال عورتوں کا ہے اور ایسا لگتا ہے کہ حمام کی دیواریں زبان حال سے اس شخص کا مضحکہ اڑاتی ہیں جو وصال کے بغیر غسل کے لیے چلا آتا ہے۔

❶ صحيح بخاري، كتاب الشهادات، باب بلوغ الصبيان وشهادتهم: ٢٦٦٥؛ صحيح مسلم، كتاب الجمعة، باب وجوب غسل الجمعه على كل بالغ......: ٨٤٦۔

❷ صحيح بخاري، كتاب الجمعة، باب هل على من لم يشهد الجمعه غسل......: ٨٩٧، ٨٩٨؛ صحيح مسلم، كتاب الجمعة، باب الطيب والسواك يوم الجمعة: ٨٤٩۔

❸ صحيح بخاري، كتاب الجمعة، باب فضل الغسل يوم الجمعة: ٨٧٧۔

❹ اللہ کا شکر و احسان ہے کہ آج تمام شہروں میں گھروں کے اندر حمام اور غسل خانے بنے ہوئے ہیں جب کہ جہالت اور انتہا پسندی کی وجہ سے اب تک اس اہم چیز سے پہلو تہی کی گئی اور اکثر بستی کے مکانات حمام سے خالی رہے۔ غالباً اس جیسی روایتوں سے مردوں کو اس بات کی تحریک ملتی ہے کہ وہ جلد از جلد حمام تعمیر کرلیں۔ اس لیے کہ بازار کے حمام (سوئمنگ پول) میں جانے سے عورتوں کی جو درگت بنتی ہے وہ معلوم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بیشتر شادی شدہ فاسق و فاجر عورتیں محض اپنی مجرمانہ خواہشات کی تکمیل کے لیے سوئمنگ پول کا رخ کرتی ہیں۔

بعض نے یہ قصہ لکھا ہے کہ ایک زنا کار عورت اپنے شوہر سے گاہے بگاہے اور کبھی حیض کی مقررہ مدت کے اختتام پر کہا کرتی تھی کہ مجھے دوبارہ حیض آ گیا ہے۔ اس لیے حمام جانے کی اجازت درکار ہے۔ شوہر سادگی میں اسے اجازت دیتا اور یہ وہاں جا کر رنگ رلیاں مناتی تھی۔ اگر اس شوہر کو یہ معلوم ہوتا کہ حیض کے مسائل کیا ہیں تو اسے پتہ چل جاتا کہ مقررہ مدت کے بعد آنے والا خون استحاضہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد غسل واجب نہیں ہوتا۔

بغیر نہ داخل ہو۔ جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کسی ایسے دستر خوان پر نہ بیٹھے جس پر شراب رکھی ہو۔" [1]

حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں حمام سے نکلی تو رسول اللہ ﷺ سے میری ملاقات ہوگئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "ام درداء تم یہاں کہاں؟" میں نے عرض کیا: میں حمام میں تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جو عورت اپنی کسی [2] ماں کے علاوہ کسی اور گھر میں اپنے کپڑے اتارتی ہے، وہ اس پردے کو فاش کرتی ہے جو اس کے اور خدائے رحمٰن کے درمیان پڑا ہوتا ہے۔" [3]

بیوی کو اس کے شوہر کے خلاف ورغلانے کا انجام

حدیث نبوی ﷺ

"وہ شخص ہم میں سے نہیں جس نے امانت کے بارے میں (جھوٹی) قسم کھائی۔ نہ وہ شخص جس نے کسی کی اہلیہ کو اس کے خلاف ورغلانے کی کوشش کی...... الخ۔" [4]

---

[1] حسن، سنن الترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء فی دخول الحمام: ۲۸۰۱؛ سنن النسائی، کتاب الغسل، باب الرخصة فی دخول الحمام: ۴۰۱؛ مسند احمد، ۳/ ۳۳۹: ۱۴۶۵۲ وصححه ابن خزیمة: ۲۴۹ والحاکم، ۴/ ۲۸۸۔

[2] بعض اوباش درزی مرد اور عورتیں کسی نہ کسی حیلہ سے ناپ اور پیمائش کی خاطر جب ان کی گاہک عورتیں کپڑے اتارتی ہیں تو یہ ان کی تصویریں لے لیتی ہیں پھر ان کی عزت وعصمت پر ڈاکہ ڈالنے کے لیے ان تصویروں کے ذریعے سے انہیں بلیک میل کرتی ہیں۔ ابتدا میں مسلمانوں کا طریقہ یہ تھا کہ سلائی کرنے والی عورتیں خود گھروں میں آتی تھیں۔

[3] اسناده ضعیف، مسند احمد، ۶/ ۳۶۱، ۳۶۲: ۲۷۰۳۸ زبان بن فائد ضعیف راوی ہے۔
تنبیہ: اس مفہوم کی حسن درجے کی حدیث سنن ابی داود کتاب الحمام، باب الدخول فی الحمام: ۴۰۱۰ میں موجود ہے۔

[4] اسناده صحیح، مسند احمد، ۵/ ۳۵۲: ۲۲۹۸۰ واللفظ له؛ سنن ابی داود: ۳۲۵۳ وصححه ابن حبان: ۴۳۶۳ والحاکم، ۴/ ۲۹۸۔

بنی اسرائیل کے ایک عبادت گزار کا قصہ ہے کہ وہ کھیتوں میں کام کرتا تھا۔ اس کی بیوی بنی اسرائیل کی حسین ترین خواتین میں سے تھی۔ بنی اسرائیل کے ایک سرکش آدمی کو اس کے حسن وجمال کا پتہ چلا۔ اس نے ایک بوڑھی کٹنی کو اس کے پاس یہ کہہ کر بھیجا کہ اس عورت کو ورغلانا اور کہنا کیا تو اس جیسے کسان کے ساتھ رہ سکتی ہے؟ اس کی بجائے اگر میرے پاس ہوتی تو میں سونے کے زیورات میں تجھے لاد دیتا، ریشم کی پوشاک پہناتا اور خدمت کے لیے لونڈی اور غلام مقرر کردیتا۔ =

ہنسی، دل لگی کا فن

بیوی کے ساتھ ہنسی، دل لگی کرنا

احادیث نبوی ﷺ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نبی ﷺ کے ہمراہ ایک لڑائی میں تھے۔ جب ہم لوٹ

= جب یہ باتیں کٹنی کی زبانی اس عورت کے کانوں میں پہنچیں اور رات کو شوہر گھر پر آیا تو اس نے نقشہ بدلا ہوا پایا۔ اب تک بیوی اس کے سامنے کھانا چن دیتی تھی آج اس نے ایسا نہیں کیا۔ اس کا بستر لگا دیتی تھی آج بستر بھی نہیں لگایا۔ شوہر نے جو یہ دیکھا تو کہا اری پگلی! یہ کیا طریقہ ہے؟ اب تک تو میں نے ایسا نہیں دیکھا۔ اس نے کہا صورت تو وہی ہے۔ شوہر نے کہا اچھا تو کیا میں طلاق دے دوں؟ اس نے کہا ہاں! شوہر نے اسی وقت طلاق دے دی۔ تب اس عورت نے اس سرکش سے نکاح کر لیا۔ رات میں جب اس نے تخلیہ میں اس سے ملنا چاہا اور پردے گرا لیے تو مرد و عورت دونوں اندھے ہو گئے مرد نے ہاتھ بڑھا کر اس کو چھونا چاہا۔ تو اس کا ہاتھ سوکھ گیا عورت نے بھی چھونے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو اس کا ہاتھ بھی سوکھ کر کانٹا ہو گیا۔ دونوں گونگے بہرے ہو گئے اور ان کی شہوت سلب ہو گئی۔ صبح جب پردے اٹھائے گئے تو لوگوں نے دیکھا کہ میاں بیوی گونگے، اندھے بہرے بنے بیٹھے ہیں۔ تب ان کا قصہ بنی اسرائیل کے موجودہ پیغمبر کو معلوم ہوا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے حقیقت حال معلوم کرنی چاہی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں ان دونوں کو ہرگز معاف نہیں کروں گا۔ کیا دونوں یہ سمجھتے ہیں کہ کسان کے ساتھ انہوں نے جو کچھ کیا مجھے اس کا علم نہیں ہے؟

حضرت ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ جب گھر تشریف لاتے تو ان کی اہلیہ بڑھ کر ان کی چادر تھام لیتی، جوتیاں اتارتی پھر کھانا حاضر کرتی۔ ایک روز حسب معمول جب آپ تشریف لائے تو گھر میں چراغ نہیں تھا، بیوی پر نظر پڑی تو وہ پریشان سی گھر میں ایک طرف بیٹھی تنکے سے زمین کرید رہی تھی۔ آپ نے اس سے کہا: تجھے کیا ہوا؟ اس نے کہا: معاویہ کی مجلس میں تمہیں عزت حاصل ہے ہمارے پاس کوئی خادم نہیں، اگر تم ان سے کہہ دو تو وہ تمہیں خادم اور کچھ روپیہ پیسہ بھی دیں گے۔ ابو مسلم کی زبان سے نکلا الٰہی! میری بیوی کو جس نے بگاڑا اس کو ضرور سزا دے۔

اصل قصہ یہ تھا کہ ابو مسلم کے آنے سے پہلے ایک عورت ان کی بیوی کے پاس آئی اور کہنے لگی تمہارے خاندان کو معاویہ کی مجلس میں ایک مقام حاصل ہے۔ تم ان سے کہہ کر ایک خادم اور کچھ روپیہ کیوں نہیں طلب کرتیں۔ یہ کہہ کر عورت جب اپنے گھر میں ایک طرف بیٹھی تو اس کی بینائی سلب ہو گئی۔ اس نے حیرت سے کہا تمہارے چراغ کو کیا ہوا؟ یہ کیسے بجھ گیا۔ پھر فوراً اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ وہ ابو مسلم کے پاس آئی اور ان سے دعا کی درخواست کی۔ تاکہ اللہ تعالیٰ اس کی بصارت دوبارہ اسے عطا کر دے۔ ابو مسلم کو ترس آیا انہوں نے اللہ سے دعا کی اللہ نے اس کی بینائی لوٹا دی۔

اس کے بالمقابل ایک عورت کی شرافت کی عجیب و غریب کہانی عتبی نے ہمیں سنائی۔ وہ کہتے ہیں: میں بصرہ کی ایک شاہراہ پر جا رہا تھا۔ اچانک میں نے ایک حسین و جمیل خاتون کو دیکھا جو ایک بوڑھے، بدہیئت اور بری صورت والے مرد کے ساتھ ہنستی کھیلتی جا رہی تھی۔ بوڑھا جب اس سے کچھ کہتا تو یہ اس کے سامنے کھلکھلا کر ہنس دیتی۔ میں =

رہے تھے اور مدینہ کے قریب پہنچے تو میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میری نئی نئی شادی ہوئی ہے۔ آپ نے پوچھا: ''کیا تم نے شادی کی ہے؟'' میں نے عرض کیا ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمہاری بیوی کنواری ہے یا بیاہی ہوئی؟'' میں نے عرض کیا بیاہی ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''تم نے کسی نوعمر لڑکی سے بیاہ کیوں نہ کیا کہ آپس [1] میں خوب ہنسی مذاق ہوتا۔''

= نے اس خاتون کے قریب ہو کر کہا: یہ تیرا کون ہے؟ اس نے کہا یہ میرا شوہر ہے۔ میں نے کہا تو اس قدر حسین وجمیل اور یہ بدصورت! آخر تو اس کے ساتھ کیسے صبر وشکر کئے ہوئے ہے؟ یہ تو بڑی حیرت کی بات ہے۔ اس نے کہا: اے شخص! تجھ کو معلوم ہونا چاہیے کہ شاید اللہ تعالیٰ نے مجھ جیسی بیوی اسے دی اور اس نے اللہ کا شکر ادا کیا اور مجھے اس جیسا خاوند ملا۔ لیکن میں نے صبر کیا۔ اس طرح ہم نے صبر اور شکر کیا اور صبر وشکر کرنے والے دونوں جنتی ہوتے ہیں اس لیے اس انعام الٰہی پر میں خوش وخرم نہ رہوں؟ مجھ سے اس عورت کا کوئی جواب نہ بن پڑا۔ میں نے دونوں کو چھوڑ دیا اور آگے بڑھ گیا۔

اسی طرح ایک بادشاہ نے کسی غریب کی بیوی کو دیکھ لیا۔ وہ بڑی حسین اور خوبصورت تھی۔ بادشاہ نے اس کو سونے چاندی سے ورغلانا اور بگاڑنا چاہا۔ چنانچہ اس سے کہنے لگا۔ اگر تو چاہے تو مجھے پسند کر لے اور چاہے تو اپنے غریب شوہر کو چن لے۔ اس نے اپنے غریب شوہر کو چنا اور یہ اشعار پڑھے:

هـذا وان اصبح فی اطمار   وكـان فی نقص من اليسار

''میرا یہ شوہر ہر چند کہ بدصورت ہے اور مال ودولت میں بھی اس کے اندر بے حد کمی ہے۔''

[1] امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے بیاہی پر کنواری کو (کیوں) ترجیح دی جب کہ کنوارا پن پہلی بار کی ہم بستری کے بعد زائل ہو جاتا ہے اور لڑکی بدستور ثیبہ (جس کی بکارت زائل) ہو جاتی ہے۔ بعض نے کہا کہ اس کی دو وجوہات ہیں:

① یہ کہ کنواری کے ساتھ ہم بستری کا مقصد یہ ہے کہ اس سے پہلے چونکہ اس کے ساتھ یہ عمل نہیں کیا گیا، لہٰذا اب جب ہم بستری کی جائے گی تو اس کے دل میں محبت جاگزیں ہوگی اور رہتی زندگی اس کے دل میں ثابت اور استوار رہے گی۔ پھر ہم بستری کرنے والے کی نظر سے دیکھا جائے تو یہ حقیقت ہے کہ وہ ایسے ہی باغ کو در خور اعتنا اور توجہ کے لائق سمجھے گا جس کو اس سے پہلے کسی نے استعمال نہ کیا ہوگا۔ اللہ رب العزت نے بھی اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ﴾ (٥٥/ رحمٰن: ٥٦)

''جن کو اہل جنت سے پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا ہوگا اور نہ کسی جن نے۔''

اور پردہ بکارت زائل ہونے کے بعد بھی ہم بستری کی لذت باقی رہے گی۔

② اہل جنت کے بارے میں وارد ہے کہ جب وہ اپنی بیوی سے ہم بستری کریں گے تو وہ دوبارہ کنواری ہو جائیں گی۔ (حسن، صحيح ابن حبان: ٧٤٠٢؛ صفة الجنة للمقدسي: ٨٣/ ٣؛ صفة الجنة لأبي نعيم: ٣٩٣)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی حضور ﷺ کے سامنے ناز کرتی تھیں کیونکہ آپ کے علاوہ ازواج مطہرات میں کوئی کنواری نہیں تھی۔ دوران گفتگو آپ کہتی تھیں: آپ کی کیا رائے ہے؟ اگر آپ ایک وادی میں اتریں جس کے پودے =

جگہ جگہ سے چرے جا چکے ہوں اور کہیں ایسے ہوں جہاں چرے نہیں گئے۔ آپ اپنے اونٹوں کو کہاں چرائیں گے؟ حضور ﷺ جواب میں فرماتے: ''اس جگہ جہاں کے پودے چرے نہ گئے ہوں۔'' (بخاری: ۵۰۷۷)

بعض آثار میں وارد ہے کہ کنواری لڑکیوں کو ہی اپناؤ۔ کیونکہ ان کا منہ شیریں، ان کا رحم کثرت اولاد کے لائق اور ان کی شرمگاہیں سخت ہوتی ہیں ان کے اندر دھوکا کم سے کم ہوتا ہے اور تھوڑے اخراجات پر بس کرتی ہیں۔

بہر کیف کنواریوں کی جس قدر بھی فضیلت وارد ہو اس میں شک نہیں کہ بیاہی ہوئی خواتین کو بھی بڑی فضیلت حاصل ہے کیونکہ شوہر کے معاملہ میں انہیں مہارت، تجربہ اور حسن سلوک سے واقفیت ہوتی ہیں۔ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر علیہ السلام کو اطلاع دیتے ہوئے فرمایا:

﴿عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا﴾ (٦٦/ تحریم: ٥)

''اگر پیغمبر تم کو طلاق دے دیں تو عنقریب ان کا رب ان کو تمہارے بدلے میں تم سے اچھی بیویاں عنایت کرے گا جو مسلمان ہوں گی، ایماندار، فرمانبردار، توبہ کرنے والیاں، عبادت گزار، روزہ دار، بیاہی ہوئی بھی اور کنواریاں بھی۔''

نیز جب حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کنواری پر بیاہی خاتون کو ترجیح دی اور اس سے نکاح کیا تو آپ نے ان کی رائے کو درست قرار دیا اور ان کی تائید فرمائی۔ کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا مقصد اپنے بچوں اور گھر بار کی دیکھ بھال اور نگہداشت تھی اور بیاہی ہوئی خواتین کو اس کی زیادہ معلومات ہوتی ہیں۔ ان کے اندر صبر وشکیب کا مادہ زیادہ ہوتا ہے۔ آنے والی بعض تفصیلات سے بھی اس کا علم ہوگا۔

کنواری اور بیاہی ہوئی خواتین پر گفتگو کی مناسبت سے چند دلچسپ حکایتیں درج کی جاتی ہیں:

ایک شخص کے سامنے دو کنیزیں لائی گئیں۔ ان میں ایک کنواری اور دوسری بیاہی ہوئی تھی۔ شخص مذکور کنواری کی طرف مائل ہوا۔ یہ دیکھ کر بیاہی ہوئی کنیز نے کہا: تم اس کی طرف ہی ملتفت کیوں ہو؟ جب کہ میرے اور اس کے درمیان بس ایک رات کا فاصلہ ہے۔ کنواری نے جواب میں کہا:

﴿وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ﴾ (٢٢/ حج: ٤٧)

''اور بے شک تمہارے پروردگار کے نزدیک ایک دن تمہارے حساب کی رو سے ہزار برس کے برابر ہے۔''

اس شخص کو دونوں کنیزیں پسند آئیں اور اس نے انہیں خرید لیا۔

علی بن جہم نے کہا: میں نے ایک باندی خریدی۔ میں نے اس سے کہا: میں سمجھتا ہوں کہ تو کنواری ہے؟ اس نے کہا میرے آقا! واثق (خلیفہ) کے زمانے میں کثرت سے فتوحات ہو چکی ہیں۔ (یعنی میں کنواری نہیں ہوں۔)

خلیفہ متوکل کے سامنے ایک کنیز پیش کی گئی۔ خلیفہ نے کہا: تو کنواری ہے یا کچھ اور؟ اس نے کہا امیر المومنین! میں کچھ اور ہوں خلیفہ ہنسا اور اس کو خرید لیا۔

کنواری بن بیاہی خواتین پر گفتگو کی مناسبت سے نصیحت اور افادے کے لیے ذیل میں ہم بکارت کے عنوان سے تفصیلی گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ اس ضمن میں اس کے ازالے کی ترکیب بھی ذکر کی جائے گی۔ کیونکہ یہ موضوع پیچیدہ اور اہم ہے اور اس سے ناواقفیت بسا اوقات طلاق کا باعث بنتی ہے۔

= (جنسیات) کی کتاب میں میں نے دیکھا ہے کہ ازدواجی زندگی کا نازک اور سخت لمحہ سہاگ رات کی گھڑی ہوتی ہے۔ جب نئی نویلی دلہن اور نوخیز دولہا مستقبل کے حسین خوابوں سے سرشار، آرزوؤں اور مرادوں سے لبریز ایک دوسرے کے قریب آتے ہیں۔ اس لیے اس رات میاں بیوی کو انتہائی محتاط رویہ اپنانا چاہیے اس موقع پر بلزاک کا ایک جملہ مجھے یاد آتا ہے" وہ کہتا ہے اپنی زندگی کھینچا تانی اور چھینا جھپٹی کے ساتھ شروع نہ کرو۔"

اس جملہ کو ہم اپنی گفتگو کا سرعنوان قرار دیتے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ سہاگ رات میں نوخیز لڑکیوں کو گھبراہٹ، پریشانی، عجیب وغریب دہشت کا سامنا ہوتا ہے، کیونکہ ان کی زندگی میں ایک نیا آدمی داخل ہوتا ہے۔ ایک نئی زندگی کا باقاعدہ آغاز ہوتا ہے۔ اگر شوہر سمجھدار اور معاملہ فہم ہو تو وہ اس نو وارد ہم سفر، قلب مضطر اور خستہ ونزار شریک حیات کی دلجوئی کرتا ہے۔ حسن وخوبی کے ساتھ اس سے میل ملاپ کرتا ہے لیکن ان کے علاوہ بہتیرے شوہر دو بڑی فاش غلطیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں:

① ایک یہ کہ وہ پہلی رات ہی کسی صورت اور کسی بھی طریقہ سے پردۂ بکارت زائل کرنے کے درپے ہوتے ہیں۔

② بیوی سے وہ یہ توقع رکھتے ہیں کہ آنے والے واقعہ کو وہ من وعن قبول کر لے۔ اور وقت ضائع کیے بغیر یا کسی قسم کی پیش بندی کے بغیر وہ اس کے لیے آمادہ اور تیار رہے۔

کتب تفسیر میں مندرجہ ذیل ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلَى قُوَّتِكُمْ ﴾ (۱۱/ ھود: ۵۲)

"اپنے پروردگار سے بخشش مانگو پھر اسی کی طرف متوجہ رہو وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار مینہ برسائے گا اور تمہاری قوت پر قوت بڑھائے گا اور (دیکھو) گناہ گار بن کر روگردانی نہ کرو۔"

اس آیت کی تفسیر پر غور کرنے سے ایک پرلطف نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بکثرت استغفار سے رزق میں اضافہ ہوتا ہے جس کے نتیجہ میں قوت جماع بڑھتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلَى قُوَّتِكُمْ ﴾ (۱۱/ ھود:۵۲) ﴿ وَيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ ﴾ (۷۱/ نوح:۱۲)

اور اس آخری ٹکڑے سے اجر آخرت مراد نہیں (دنیا کا اجر مراد ہے) کیونکہ آخرت کا اجر اس آیت میں مذکور ہے:

﴿ وَيَجْعَلْ لَكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَلْ لَكُمْ أَنْهَارًا ﴾ (۷۱/ نوح: ۱۲)

"اور تمہیں باغ عطا کرے گا اور ان میں تمہارے لیے نہریں بہا دے گا۔"

حوالۂ سابقہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قوت مردمی کی افزائش کا ایک سبب اللہ سے دعا کرنا بھی ہے کیونکہ صحیح حدیث میں وارد ہے:

((اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنَا بِأَسْمَاعِنَا وَأَبْصَارِنَا وَقُوَّتِنَا مَا أَحْيَيْتَنَا وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنَّا))

"اللہ ہماری سماعت، بصارت اور توانائی سے تاحیات ہمیں مستفید فرما اور انہیں ہمارا بہتر وارث بنا۔"

(حسن، سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب دعا اللهم متعني...... :۷/ ۳٦۰٤ بصيغة واحد)

یہ چند تدابیر ہیں۔ اس کے باوجود اگر ازالۂ بکارت کسی سختی یا درشتی کی وجہ سے دشوار ہو تو مرد کو اپنے معالج سے مشورہ کرنا ضروری ہے۔ تاکہ کسی مناسب ذریعے سے اس کا تدارک کیا جا سکے۔

ایک روایت میں ہے: ''تم نے کسی کنواری سے کیوں نہ شادی کر لی جو تمہیں کھیلاتی [1] اور تم اسے کھیلاتے۔''

---

[1] صحيح بخاري، كتاب النكاح، باب تستحد المغيبة...... : ٥٢٤٧، ٥٢٤٥؛ صحيح مسلم، كتاب الرضاع، باب استحباب نكاح البكر: ٧١٥ وقبله: ١٤٦٦۔

کھیل کھیلنا بھی ایک فن ہے۔ جس پر لطف اندوزی اور کامیاب ازدواجی زندگی کی عمارت کھڑی ہوتی ہے۔ پیغمبر علیہ السلام نے آج سے چودہ سو سال پہلے سے اس کی بابت نہایت صراحت سے راہنمائی فرمائی اور جیسا کہ متعدد روایتوں سے پتہ چلتا ہے آپ نے اس کی تاکید کی۔ ازمنۂ سابقہ کی قدیم علم نفسیات سے بھی اس کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے بعض ماہرین کہتے ہیں: مثالی ازدواج کی علامت یہ ہے کہ کارکردگی اور عمل آہستہ، باسلیقہ اور قبولیت کے لائق ہو۔ اس اشتراک باہمی کا یہ بھی تقاضا ہے کہ دونوں کے حقوق میں مساوات ہو۔ لطف اندوزی کے لیے جنسی عمل یعنی صحبت میں باہم یکساں اتفاق برقرار ہو۔

جنسی ملاپ سے لطف اندوز ہونے کے لیے باہم ہنسی مذاق اور کھیل کود بھی بے حد ضروری ہے۔ کیونکہ اس سے غفلت برتنے کے نتیجہ میں عورت کو تنگی لاحق ہوگی، اس کی ناگواری بڑھے گی اور اس کو جسمانی اور نفسیاتی خطرات کا اندیشہ ہوگا۔ نیز ہنسی مذاق نہ کرنا حماقت اور ذہنی پستی کی علامت ہے۔ کیونکہ ہنسی مذاق گہری لذت والا عمل ہے۔ اس کی لذت جماع کی لذت سے کسی طرح کم نہیں ہوا کرتی۔ علاوہ ازیں تمہید کے لیے الفاظ اور جملوں کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ کیونکہ ابتدا کی ان گھڑیوں میں ان سے جذبات کھلتے اور احساسات بیدار ہوتے ہیں۔ پھر جسم سے زیادہ دل اثر اور تاثیر کا حامل ہوتا ہے اور کبھی معاملہ کتنا ہی ہلکا کیوں نہ نظر آئے لیکن ان کی اہمیت مسلم ہے۔

اس موقع پر ہم ایک چیز پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ خوشبو سے جنسی ملاپ کا گہرا اثر ہوتا ہے۔ اسی لیے دونوں کے سونے کے کمرے میں خوشبو استعمال کرنے کی ہدایت ہے۔

ہنسی مذاق اور کھیل ازدواجی زندگی میں جنسی ملاپ کے قاصد اور ہرکارے تصور کیے جاتے ہیں۔ اس کے بعد میاں بیوی کے اندر خوبصورت تحریک پیدا ہوتی ہے اور جنسی حساس اعضا میں توانائی کی رو دوڑ جاتی ہے۔ اس لیے مثالی ازدواجی زندگی میں دلچسپ ہنسی مذاق کو دائرے سے خارج کرنا مناسب نہیں۔ جب کہ اس سے پسندیدگی، محبت اور ایک دوسرے سے ربط بڑھتا ہے بشرطیکہ مناسب وقت اور موزوں لحاظ سے ہنسی مذاق بھی کیا جائے۔ علم نفسیات کے خصوصی ماہرین کے ایک فرد نے جنسیات پر مشتمل اہم مسائل کو ہنسی مذاق اور لڑکیوں سے گفتگو کے زیر عنوان اس طرح نقل کیا ہے وہ کہتا ہے:

مرد عورت کے ساتھ ہنسی اور دل بستگی کی باتیں اس طرح بھی نہ کرے کہ وہ ایک بار اس کی طرف شادی کے بعد مائل ہو جائے اور بس! بلکہ یہ ضروری ہے کہ مرد ہر وصال کے موقع پر اس کی طرف مائل ہو۔ اس کے ساتھ لطف اندوز اور ملذذ ہو۔ کیونکہ ہر بار کا وصال نئی نویلی شادی کے مترادف ہوتا ہے۔ پھر جب بے زبان جانور ہر مرتبہ اس طرح کی حرکتیں دہراتے ہیں تو انسان کو بھی بدرجہ اولی یہی سب کرنے میں مضائقہ نہیں ہے۔ بلکہ وہ اس کا کہیں زیادہ حق دار ہے۔ لہٰذا جو لوگ اس نکتہ کی رعایت نہیں کرتے وہ جانوروں سے بھی گئے گزرے ہیں اس لیے کہ وہ پھر بھی ہر ملاپ سے پہلے اپنی دانست میں خوش فعلی اور دل لگی کرتے ہیں۔ ==

= بعض کہاوتیں ایسی ہیں جن میں بدصورت لیکن مزاح کرنے والے شوہر کوخوبصورت مگر بودے شوہر پر فوقیت دیتے ہوئے کہا جاتا ہے۔ وہ گاؤدی اور جنگلی ہے لیکن ہوشیار ہے اس لیے شادی شدہ نوجوانوں کو چاہیے کہ محبوب کے دل میں محبت کی جوت جگائیں، اس کے دماغ کو متاثر کریں، اس کے دل میں اپنے آپ کو بسائیں تا کہ بغلگیر ہونے کے لیے اس کے جذبات برانگیختہ ہوں اور وہ پورے طور پر آمادہ ہو۔

اس موقع پر ہم اس تکرار کو گوارا کریں گے جو ہم نے پیچھے عرض کی کہ عورت اپنے دل اور اپنی عقل کے ہاتھوں مجبور ہو کر بڑی آہستہ آہستہ محبت کا اظہار کرتی ہے۔ اس لیے باحیثیت شوہر کو چاہیے کہ اس کی محبت، اس کے جذبات اور اس کے احساسات کو ٹھیس نہ پہنچائے تا کہ آگے چل کر محبت اس کے عقل وشعور کے آسمان میں گردش کرتی رہے۔

لیکن یہ بھی مناسب نہیں کہ عورت کو دل چسپی اور دل بستگی کا محض کھلونا تصور کیا جائے بلکہ یہ دیکھنا چاہیے کہ اس کے ملاپ میں خود مرد کے لیے بھی زبردست فائدہ مضمر ہے اور یہ فائدہ اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب جنسی ملاپ کا دونوں طرف سے احساس پایا جائے اور ہر کوئی اس سے پوری طرح لطف اندوز ہو۔ جانوروں کے کھیل کود کی بات چلی تو اس مناسبت سے علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تحریر پیش کی جاتی ہے۔ جو آپ نے اپنی کتاب ''لطائف اذکیا'' میں درج کی ہے پہلے آپ نے جہاں یہ بتایا کہ نر اور مادہ چڑیا اپنے بچوں کو باقاعدہ تربیت دیتے ہیں اور اس میں کامیاب ہوتے ہیں۔ اس کامیابی پر ان کی مسرت کا کوئی ٹھکانا نہیں ہوتا۔ اس کے بعد وہ لکھتے ہیں:

نر چڑیا پہلے اپنی مادہ کو راغب کرتا ہے، اس کو بلاتا ہے لیکن مادہ چڑیا بے التفاتی کرتی ہے اور مزید بلانے کا موقع دیتی ہے۔ پھر کچھ نرم پڑتی ہے لیکن پھر رک جایا کرتی ہے۔ پھر آگے بڑھتی ہے اس کے بعد دونوں ایک دوسرے کے گلے ملتے ہیں۔ اپنی زبان میں پیار کی باتیں کرتے ہیں، بوسہ لیتے اور ایک دوسرے کو چومتے چاٹتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ بہتیرے شوہروں کو چڑیوں اور دوسرے جانوروں کے ان مدرسوں میں عشق ومحبت کا یہ گر سیکھنا چاہیے۔

عیون الاخبار نامی کتاب (۸۰/۴) میں لکھا ہے۔ کسی نے حجاج سے پوچھا امیر! کیا تم اپنی اہلیہ سے ہنسی مذاق کرتے ہو؟ حجاج نے کہا: کیا تم مجھے نرا شیطان سمجھتے ہو؟ بخدا! مجھے بھی کبھی ان کے تلوے چاٹنے پڑتے ہیں۔

کتاب ''تحفۃ العروس ونزہۃ النفوس'' (ایک قدیم کتاب مصنف ابوعبداللہ ابن احمد شیجانی) میں لکھا ہے: ابو ریحان نے اپنی کتاب ''جواہر'' میں لکھا ہے کہ ایک بادشاہ عورتوں کا بڑا شوقین تھا۔ صحبت کے بعد کبھی اسے دوبارہ ہم بستری کی خواہش ہوتی تو اسے محسوس ہوتا کہ اس کے اعضا دوبارہ اس عمل کی تاب لانے سے قاصر ہو چکے ہیں۔ مصنف مذکور رقمطراز ہے کہ اس کے بعد بادشاہ مذکور نے ایک حوض تیار کیا اور اس کے اندر پارا بھرنے کا حکم دیا۔ پھر اس پر اپنا بستر لگوایا۔ اس بستر کے اوپر بادشاہ صحبت کرتا اور اس کی معمولی حرکت سے پارے میں خود بخود حرکت پیدا ہوتی اور اس طرح بادشاہ از خود لطف اندوز ہوتا۔

پولیس کے ایک نوجوان نے مجھے بتایا کہ ایک نوجوان زنا کی عادی لڑکی سے اس کا سامنا ہوا۔ اس لڑکی کا شوہر خوبصورت تھا۔ اس لیے پولیس کو لڑکی کی یہ حرکت ناگوار گزری۔ جب اس نے لڑکی سے اس بے راہ روی کا سبب پوچھا تو اس نے کہا: اصل بات یہ ہے کہ اس کا شوہر اس کی ران کو بھی نہیں جانتا۔ نہ تو ہنسی اور کھیل کود نام کو جانتا ہے۔ صرف اپنی شہوت پوری کرتا ہے اور بس۔۔۔!

بعض باخبر نصیحت کرنے والے کہتے ہیں کہ یہ بدترین سستی اور عاجزی کی علامت ہے کہ مرد بات چیت، پیار =

= محبت ہنسی اور کھیل سے پہلے ہی بیوی سے صحبت کرنے لگے نیز اس سے بھی پرہیز کرنا چاہیے کہ عورت کی شہوت پوری ہونے سے پہلے آپ اپنی شہوت پوری کرے۔

ماہر فن علم نفسیات ''ماری اسٹوپ'' نے کہا ہے:

جنسی امور کی بابت واقف کار حلقہ اپنے تجربات اور اس علم کی وسیع معلومات کے تحت یہ سمجھتا ہے کہ بہتر دلہن وہ ہوتی ہے جو اپنے شوہر کے ساتھ جنسی ملاپ میں برابر کا حصہ لے اور خاص طور پر پردہ بکارت زائل کرنے کے سلسلے میں مرد کی مناسب راہنمائی کرے۔ کیونکہ ازالہ کا علم اس کو تب ہو جاتا ہے۔ جب اسے ہلکا سا درد محسوس ہو، محبت کا ایک پلہ اس وقت خود بخود ہلکا ہو جائے گا جب دوسرا پلہ خالی ہو گا اور دوسری طرف کسی قسم کا جوش اور ولولہ پایا نہیں جائے گا۔ پھر اس حال میں جنسی ملاپ کا بھی جنازہ نکل جائے گا۔ کیونکہ بیوی کا ٹھنڈا پن اور اس کی خاموشی ہر خوبصورت اور پر لطف لمحہ کا پہلے سے گلا گھونٹ کر رکھ دے گی اور سارا مزہ پھیکا ہو کر رہ جائے گا۔ اس کے برعکس آپس کے ملاپ، باہمی تعاون اور ایک دوسرے کی مدد سے انوکھی لذت میسر ہو گی۔

سہاگ رات میں شوہر کو اس کا بھی بڑا خیال کرنا ہو گا کہ اس کی بیوی کے جذبات کیا ہیں؟ وہ کیا احساس رکھتی ہے؟ آخر وہ اپنے اس آشیانے کو خیر باد کہہ کر آئی ہے جہاں اس نے بچپن کے حسین دن گزارے اور ایک نئے آشیانے میں قدم رکھا جو اس کے لیے اجنبی اور الگ تھلگ ہے، کیا اسے وحشت، دوری اور شرم و حیا کا احساس نہ ہو گا؟ اس لیے شوہر کو ہوشیار اور بڑا چست و چالاک ہونا ضروری ہے۔ اس کو چاہیے کہ سہاگ رات ایسی گزارے جس سے آپس کے روابط گہرے ہوں۔ پیار محبت اور تعلقات میں اضافہ ہو اور یہ رشتہ تادیر استوار رہے۔ ایسا نہ ہو کہ دونوں اکتاہٹ اور گھبراہٹ کا شکار ہوں۔ مرد بھی ایک سرے سے بس یک لخت اپنی مردانگی اور جوانی کا سکہ جمانے میں لگا رہے اور جو چیز آہستہ آہستہ کرنی چاہیے اسے یکبارگی کر گزرنے کے درپے ہو۔ ہرگز نہیں! بلکہ اس کو چاہیے کہ بیوی کی طرف سے رغبت، خواہش اور تیاری کا اشارہ ملنے پر اقدام کرے۔ ورنہ کام اگلی فرصت پر چھوڑ دے۔

حضور ﷺ نے جس ہنسی مذاق اور کھیل کود کی طرف اشارہ کیا اس پر گفتگو کرنے سے پہلے میں اس طرف توجہ دلانا بھی مناسب سمجھوں گا کہ صحبت کے بعد بھی ہنسی مذاق کے سلسلہ کو جاری رکھنا چاہیے کیونکہ جنسیات کے ایک خصوصی ماہر نے کہا ہے جنسی ملاپ کے حق میں بعد کے اس مزاح کو بھی بڑی اہمیت حاصل ہے۔ لیکن افسوس یہ کہ عام طور پر اس سے غفلت برتی جاتی ہے۔ چنانچہ اکثر شوہروں کی عادت یہ ہے کہ صحبت سے فارغ ہونے کے بعد بیوی سے فوراً دور ہو جاتے ہیں۔ یہ جہالت اور لاپروائی ہے کہ مرد ایک طرف منہ کر کے گہری نیند کی آغوش میں چلا جاتا ہے۔ جب کہ دوسری طرف بیوی ایک قسم کی تنہائی محسوس کرتی ہے۔ کیونکہ اس کے جذبات رفتہ رفتہ سرد پڑتے ہیں۔ اس طرح شوہر محض اپنی نادانی سے خیر سگالی کی سب سے بہتر گھڑی سے خود کو محروم کر لیتا ہے اور بیوی کو بھی ملذذ ہونے کے اہم موقع سے دور رکھتا ہے۔ کیونکہ یہ ساعت بھی آپس کے اشتراک اور پیار محبت کی گھڑی ہوتی ہے۔ اس وقت بھی عورت دل نشیں بات چیت، بوس و کنار اور نرم و لطیف مزاح کو اتنا ہی چاہتی ہے جتنا جسمانی قرب اسے عزیز ہوتا ہے۔ اس لیے شوہر کو چاہیے کہ بیوی کو لطف اندوز ہونے دے۔ ہنسی اور مناسب کھیل کود سے اس کی خواہش کی تسکین کا سامان بہم پہنچائے۔ اتنا بھی کافی ہے کہ اس سے نرمی اور محبت سے بات چیت کرے، ہلکے ہلکے بوسے اس کے رخسار پر ثبت کرتا رہے۔ نرمی سے اسے بھینچے اور آغوش میں سمیٹے رہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم نے کس سے نکاح کیا؟'' میں نے عرض کیا ایک بیاہی ہوئی خاتون سے۔ آپ نے فرمایا: ''تمہیں کیا ہوا؟ کنواری ہوتی اور اس سے ہنسی مزاح [1] ہوتا۔'' میں نے عرض کیا: اے رسول اللہ ﷺ! عبداللہ کا انتقال ہو گیا انہوں نے سات یا نو بیٹیاں چھوڑی ہیں۔ اس لیے میں نے ایسی خاتون سے شادی کی جو ان کی نگہداشت اور دیکھ بھال کر سکے۔ راوی کہتے ہیں: پھر حضور ﷺ نے ان کے حق میں دعائے خیر کی۔ [2]

مسلم کی ایک روایت میں ہے۔ حضور ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''تم نے کسی (نوخیز) لڑکی سے کیوں نہ نکاح کیا جو تمہیں کھیلاتی اور تم اسے کھیلاتے۔'' یا راوی کہتے

---

[1] کتاب ''التاج الجامع لا صول فی احادیث الرسول'' میں اس حدیث کے حاشیہ کا خلاصہ یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے ایک بیاہی ہوئی خاتون سے نکاح کیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمہیں کیا ہوا؟ کنواری ہوتی اور اس سے ہنسی مذاق ہوتا۔'' اس کا مطلب یہ ہے کہ کنواری لڑکی سے ملاعبت کرتے اور حدیث میں ''لعاب'' کا لفظ وارد ہے اس کا مفہوم یہ بھی ہے کہ ان کے لعاب سے فائدہ اٹھاتے اس سے اشارہ ہونٹ اور زبان چوسنے کی طرف بھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ مزاح اور بوسہ لینے میں یہ بھی ہوتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ گھر تشریف لانے پر حضور ﷺ سب سے پہلے کیا کام کرتے تھے؟ آپ نے جواب دیا کہ پہلے مسواک کرتے تھے (صحیح مسلم، کتاب الطھارۃ، باب السواك: ۲۵۳) غالباً ایک مقصد اس کا یہ بھی ہوتا تھا کہ ازواج مطہرات سے ملنے کی صورت میں بوسہ لینا ہو تو منہ اور دانت پاکیزہ اور شفاف رہیں۔ اس سے محبت اور برکت زیادہ ہوتی ہے اور زندگی کا غم دھل کر ہلکا ہوتا ہے۔ بوس و کنار مرد اس وقت بھی کر سکتا ہے۔ جب وہ گھر سے نکل رہا ہوتا کہ میل محبت کا باہم تبادلہ ہو اور آپس کا عہد و پیمان دونوں کو یاد رہے۔ خواہ دونوں گھر کے اندر رہیں یا باہر اپنے اوقات گزاریں۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ باہم ملاپ میں منہ اہم کردار ادا کرتا ہے۔ سچ ہے نبوت کی دور بین نگاہ کیسی گہری اور اس کی حکمت کس قدر دور رس نتائج کی حامل ہے۔ نیز علم نفسیات میں لعاب کے زبردست اثرات کو بھی حیرت اور اہمیت سے دیکھا جاتا ہے۔ چنانچہ مشہور ماہر نفسیات ماری استوب حوا کی بیٹیوں کے دلی جذبات اور خواہشات کو صراحت سے بیان کرتی ہے:

کہتی ہے: مرد کو چاہیے کہ ہونٹوں سے ہونٹوں کو دعوت دے۔ جب اس کی شریک زندگی اس اشارے پر لبیک کہے تو اب ہونٹوں سے آگے بڑھے اور اپنی چستی اور سرگرمی کو یہیں محدود نہ کر لے۔ بلکہ لعاب سے لعاب کا تبادلہ کرے یہ گر بھی بے حد ہیجان اور نشاط انگیز ہے۔ اس سے جنسی جذبات امنڈ کر آتے ہیں اور یہ کوئی برا نہیں بلکہ ہونا یہ چاہیے کہ ہونٹ سے کان گردن اور گلے کی طرف مرد اپنی توجہ مبذول کرتا رہے۔

[2] صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب استحباب نکاح البکر: ۷۱۵، دار السلام: ۳۶۳۸۔

ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”جو تمہیں ہنساتی اور اسے تم ہنساتے [1] ......الخ۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ گیارہ عورتوں نے باہم بیٹھ کر ایک دوسرے سے قول واقرار کیا کہ اپنے شوہروں کی باتیں ایک دوسرے سے بالکل پوشیدہ نہ رکھیں گی۔

ان میں سے بعض خواتین نے کم خرچ، بد سلوکی، ہنسی مذاق سے خالی، خشک زندگی اور کم ہم بستری کی شکایت کی۔ جب کہ عورت کی نظر میں یہ چیزیں مردوں کے بنیادی مقاصد اور اغراض میں داخل ہیں۔

گیارہویں عورت نے جو کچھ کہا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ میرا شوہر ابوزرع تھا اور کیا ہی اچھا ابوزرع تھا! اس نے مجھے سخت اور مشقت کی زندگی سے نکال کر دولت کے ڈھیر میں پہنچا دیا تھا۔ میری خدمت کے لیے لونڈی غلام مقرر کر رکھے تھے۔ میں دن چڑھے تک سویا کرتی تھی۔۔۔۔ سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے ام زرع نے کہا۔۔۔ ایک دن ابوزرع گھر سے باہر گیا۔ ایک عورت سے اس کی ملاقات ہوئی جس کے دو بچے تھے۔ جو اس کے کولہے سے قریب ہو کر اس کے انار جیسے پستانوں سے کھیل رہے تھے۔ ابوزرع نے مجھے طلاق دے دی اور اس عورت سے نکاح کر لیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: مجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں تمہارے لیے ایسا ہوں جیسا ابوزرع ام زرع کے لیے تھا۔“ [2] (ہم نے حدیث اختصار کے ساتھ درج کی ہے۔ اور کچھ ہی مفہوم کو بیان کیا ہے پوری روایت مسلم میں ہے۔) [3]

حیض آنے تک ہنسی مذاق

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حیض والی عورت کے بارے میں فرمایا: ”سب کچھ کرو لیکن صحبت نہ

---

[1] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ توجیہ کیسی شاندار ہے کہ مرد عورت دونوں کو چاہیے کہ ایک دوسرے کو خوش رکھیں اور باہم ہنسی، مذاق، مزاح، دل لگی اور چہلوں سے ایک دوسرے کو محظوظ کریں۔ (دیکھئے حوالہ سابقہ)

[2] یعنی الفت اور محبت کرنے میں۔ طلاق دینے اور جدا کرنے میں نہیں۔

[3] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب حسن المعاشرۃ مع الاھل: ٥١٨٩؛ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب ذکر حدیث أم زرع: ٢٤٤٨۔

کرو۔'' (ایک روایت میں نکاح اور دوسری روایت میں جماع کا لفظ ہے۔ دونوں کے معنی ایک ہیں۔ امام بخاری کے سوا جملہ محدثین نے اس کو بیان کیا۔) ❶

ازواج مطہرات سے منقول ہے کہ حضور ﷺ حیض والی بیوی سے کچھ خواہش رکھتے تو شرمگاہ پر کوئی چیز ڈالنے کا حکم فرماتے پھر جو چاہتے کرتے تھے۔ ❷

غسل تک ہنسی اور مزاح کا سلسلہ

حدیث نبوی ﷺ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں اور رسول اللہ ﷺ ایک برتن سے غسل کرتے تھے جو ہم دونوں کے درمیان ہوتا تھا ہمارے ہاتھ ایک کے بعد ایک برتن میں پڑتے تھے۔ کبھی آپ عجلت فرماتے تو میں عرض کرتی میرے لیے چھوڑیئے! میرے لیے چھوڑیئے! آپ نے فرمایا اس وقت دونوں جنبی ہوتے تھے۔ ❸

❶ صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب جواز غسل الحائض...... : ۳۰۲؛ سنن ابی داود: ۲۵۸، ۲۱۶۵؛ سنن الترمذی: ۲۹۷۷؛ سنن ابن ماجه: ٦٤٤۔ ❷ اسنادہ حسن، سنن ابی داود، کتاب الطهارة، باب فی الرجل یصیب منها ما دون الجماع: ۲۷۲۔

❸ صحیح بخاری، کتاب الغسل، باب غسل الرجل مع امرأته: ۲۵۰؛ صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب القدر المستحب من الماء...... : ۳۲۱، دار السلام: ۷۳۲۔

اس صحیح حدیث سے ذیل کے دو نتائج نکلتے ہیں:

① عورت کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اسی کے ساتھ ساتھ اس روایت کو بھی جوڑ لینا چاہیے جس میں حضور ﷺ نماز سے پیشتر زوجۂ مطہرہ کا بوسہ لیتے اور وضو نہیں فرماتے تھے۔ یہ روایت اس سے پہلے کہیں مذکور ہے۔ اس حکم سے ناواقفیت نے میاں بیوی میں جھگڑا پیدا کر رکھا ہے۔ کیونکہ یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ عورت کو محض چھو لینے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ جب کہ اس کی مطلق دلیل نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ آیت (ملامسة) سے مراد بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما (جماع) ہے جملہ تین ائمہ کا بھی یہی مسلک ہے اس لیے میاں بیوی کو یہ موقع ضائع نہ کرنا چاہیے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر اللہ تعالیٰ رحم کرے دیگر ائمہ کرام کی طرح وہ بھی کہا کرتے تھے کہ عام مسلمان اس پر متفق ہیں کہ جس کے سامنے حضور ﷺ کی سنت آ جائے تو اسے چھوڑ دینا اس کے لیے کسی طرح حلال نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''جس نے حضور اکرم ﷺ کی حدیث کو رد کیا۔ وہ ہلاکت کے کنارے جا پہنچا۔''

(اسنادہ حسن، مناقب الامام احمد لابن الجوزی، ص: ۱۸۲)

غور کرنا چاہیے کہ کہاں ائمہ کے یہ اقوال اور کہاں ان کے کٹر مقلدین کی یہ روش کہ وہ اپنے اماموں کے مسلک سے چمٹے رہنے کے لیے اصرار کرتے ہیں اور حضور ﷺ کی حدیثوں کو دیوار پر دے مارتے ہیں۔ (نعوذ باللہ) ==

حضور اکرم ﷺ کی محبت اور مزاح کا پر لطف طریقہ

احادیث نبوی ﷺ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حیض کی حالت میں میں جس برتن سے پانی پیتی، حضور ﷺ بھی اپنا دہن مبارک وہیں رکھتے تھے اور پانی نوش فرماتے تھے۔ حیض کے دنوں مجھے پسینہ آتا میں پیالہ پی کر حضور ﷺ کو دیتی۔ آپ وہیں منہ رکھتے جہاں میرا منہ لگا ہوتا تھا۔ [1]

= اللہ نہ کرے کہیں ان کے اعمال اکارت جائیں۔ (والعیاذ باللہ) اس کی بجائے آج اگر مسلمان متفق ہو کر یہ فیصلہ کر لیں کہ ہم حدیث رسول ﷺ کو حکم بنائیں گے جیسا کہ اللہ اور اس کے رسول اور جملہ ائمہ کرام کا یہی فیصلہ ہے۔ تو اس میں شک نہیں کہ تمام مسلمانوں کا مسلک ایک ہو جائے جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں سب کا مسلک ایک تھا۔ پھر احادیث کی جمع وتدوین ائمہ کرام کے بعد عمل میں آئی۔

شعرانی نے میزان میں لکھا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر آج امام ابوحنیفہ اور دیگر تمام ائمہ رحمہم اللہ دنیا میں آ جاتے تو اپنی بعض رائے سے رجوع کر لیتے یہ اس لیے کہ سنت کی تدوین بعد میں عمل میں آئی۔

② دوسرے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے (فتح الباری ج ۱ ص ۲۹۰ میں) لکھا ہے۔ داؤدی نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ مرد عورت کی اور عورت مرد کی شرمگاہ کو دیکھ سکتی ہے۔ محمد ناصر الدین البانی کی کتاب (آداب الزفاف) کا خلاصہ یہ ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب وہ روایت باطل ہے۔ جس میں آپ نے فرمایا میں نے حضور ﷺ کی ستر کبھی نہیں دیکھی اس کے راویوں میں بعض جھوٹے اور حدیث گھڑنے والے ہیں جب کہ بعض مجہول ہیں۔ بنا بریں عراقی نے (تخریج الاحیاء ج ۲ ص ۴۶ میں) اس کی سند کو سختی سے ضعیف قرار دیا ہے اور نسائی نے اس کو منکر حدیث ٹھہرایا ہے۔ رہی یہ روایت کہ تم میں سے کوئی جب اپنی بیوی یا باندی سے صحبت کرے تو اس کی شرمگاہ کو نہ دیکھے کیونکہ اس سے اندھا پن آ جاتا ہے۔ یہ روایت من گھڑت ہے۔ جیسا کہ ابوحاتم رازی، ابن حبان اور ابن جوزی نے کہا ہے۔ اسی طرح کی موضوع روایت وہ ہے جس میں کہا گیا ہے: ”تم میں سے کوئی جب اپنی اہلیہ کے پاس آئے تو پردہ کیے رہے۔ اور اونٹوں کی طرح ننگ دھڑنگ نہ ہو جائے۔“

ہم اس اشارے سے بھی استدلال کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿هن لباس لكم وانتم لباس لهن﴾ یہ امر مستحسن ہے کہ جنسی لطف اندوزی کے لیے میاں بیوی لباس سے آزاد ہو جائیں۔ تاکہ خود ایک دوسرے کا لباس بن جائیں۔ دونوں ایک دوسرے سے قریب ہوں۔

[1] صحيح مسلم، كتاب الحيض، باب جواز غسل الحائض……: ٣٠٠۔

کہاں یہ محبت اور مزاح اور کہاں وہ عورت، جس کے شوہر نے ایک سیب اپنے دانتوں سے کاٹ کر اسے دیا۔ بیوی نے چھری اٹھائی۔ شوہر نے کہا چھری کیا کرو گی؟ اس نے کہا سیب سے تمہارے دانت کے نشانات چھانٹ کر الگ کروں گی۔ شوہر نے جو یہ سنا تو اسے طلاق دے دی۔

''تم میں سے کوئی جب کھانا کھائے تو ہاتھ نہ پونچھے جب تک کہ خود اس کو چاٹ نہ لے یا چٹا نہ لے۔'' [1]

مذاق مذاق میں بیوی کا مختصر نام لینا

حدیث نبوی ﷺ

''عائش! (عائشہ رضی اللہ عنہا کا مخفف) یہ جبرائیل علیہ السلام تمہیں سلام کہتے ہیں۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: وعلیہ السلام ورحمة الله وبركاته! حضور اکرم ﷺ وہ چیز دیکھ لیتے تھے جو میں نہیں دیکھ سکتی تھی۔ [2]

بیوی سے مذاق کا بلند مقام

حدیث نبوی ﷺ

''جو چیز ذکر الٰہی میں شامل نہیں اس کا شمار لہو ولعب میں ہوتا ہے البتہ چار چیزیں الگ ہیں:
① مرد کا بیوی سے ہنسی مذاق کرنا۔ ② آدمی کا اپنے گھوڑے کو تربیت دینا۔ ③ گڑے ہوئے دو نشانوں [3] کے درمیان چلنا پھرنا ④ آدمی کا تیراکی سیکھنا۔'' [4]

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الاطعمة، باب استحباب لعق الاصابع.....: ٢٠٣١۔
شاید اس کا مفہوم یہ ہے کہ مرد کھانے کے بعد انگلیاں نہ چاٹے تو اپنی بیوی سے انہیں چاٹنے کے لیے کہے۔ اس میں شک نہیں کہ بیوی کا شوہر کی انگلیاں چاٹنا ایک دلچسپ اور پرلطف مشغلہ ہے جس کے اندر بڑی دلکشی ہے۔

[2] صحيح بخاری، كتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب فضل عائشة رضی اللہ عنہا: ٣٧٦٨؛ صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابه، باب فی فضل عائشة رضی اللہ عنہا: ٢٤٤٧۔

[3] نشان سے مراد تیراندازی کا نشان ہے۔ دوڑ کا مقابلہ بھی اس کے اندر شامل ہے۔

[4] اسناده حسن، سنن الترمذی، كتاب فضائل الجهاد، باب ماجاء فی فضل الرمی فی سبیل الله: ١٦٣٧ (ب)؛ سنن ابن ماجه، كتاب الجهاد، باب الرمی فی سبیل الله: ٢٨١١۔
ان کھیلوں کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ان کے ذریعے سے امت مسلمہ اور ملت اسلامیہ میں طاقت اور توانائی لوٹ کر آتی ہے۔ ورزش کرنے والی چاق و چوبند نسل تیار ہوتی ہے۔ اہلیہ کے ساتھ خوش مزاجی سے مستقبل بہتر اور صالح اولاد پروان چڑھے گی۔ البتہ اس ہنسی مذاق کے بھی بکثرت آداب ہیں اور ''التاج الجامع للاصول'' کے مصنف کے بقول چند یہ ہیں کہ اہلیہ سے نرمی اور مہربانی کی جائے اگر اسے جلد انزال ہو جائے تو شہوت پوری کرنے کے لیے اسے مہلت اور موقع دیا جائے۔ حسب حال ہنسی مذاق کیا جائے تاکہ آپس میں تادیر محبت برقرار رہے۔ ایک حدیث میں وارد =

گرمجوشی سے لیا گیا بوسہ بھی وضو کو نہیں توڑتا

حدیث نبوی ﷺ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضور ﷺ نے بعض بیویوں کا بوسہ لیا پھر مصلے پر پہنچے اور وضو نہیں فرمایا۔ [1]

روزہ کی حالت میں بھی گرمجوشی سے بوسہ لینا اور لپٹانا

حدیث نبوی ﷺ

ایک شخص نے اپنی بیوی کا بوسہ لیا وہ اس وقت روزے سے تھا۔ اسے عجیب احساس ہوا۔ اس نے اپنی بیوی کو اس بارے میں معلومات لینے کے لیے بھیجا، یہ عورت ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی اور قصہ بیان کیا۔ حضرت ام سلمہ نے جواب میں فرمایا: حضور ﷺ روزے کی حالت میں بوسہ لیتے تھے۔ عورت لوٹ کر اپنے شوہر کے پاس گئی اور اسے آگاہ کیا۔ اسے اور بھی برا معلوم ہوا۔ اس نے کہا: ہم حضور ﷺ کی برابری نہیں کر سکتے وہ جو چاہتے ہیں ان کے لیے حلال ہے۔ عورت دوبارہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی۔ وہاں حضور ﷺ کو اس نے موجود پایا۔ آپ نے پوچھا: ''یہ عورت کیا کہتی ہے؟'' حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس کی گفتگو نقل کر دی۔ آپ نے فرمایا: ''تم نے یہ نہیں کہہ دیا کہ میں بھی ایسا کرتا ہوں؟'' انہوں

= ہے۔ (اس کی سند صحیح نہیں لیکن مفہوم صحیح معلوم ہوتا ہے۔) تم میں سے کوئی اپنی بیوی پر اس طرح نہ جا پڑے جیسے جانور جا پڑتا ہے۔ بلکہ دونوں کے درمیان ہرکارے ہوں یعنی بوسہ لینا اور بات چیت کرنا۔

حضور ﷺ یہ بھی فرماتے ہیں:

''تم میں کوئی اس وقت تک مومن نہ ہوگا جب تک کہ اپنے بھائی کے لیے ہر ایسی اچھی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔'' نیز فرمایا: ''خود تکلیف مت اٹھاؤ اور دوسروں کو بھی تکلیف نہ پہنچاؤ۔'' اور بیوی کو لطف اندوز ہونے کا موقع نہ دینا اسے تکلیف پہنچانے کے مترادف ہے۔ (ان روایات کی تخریج گزر چکی ہے)

[1] حسن، سنن ابی داود، کتاب الطهارة، باب الوضوء من القبلة: ۱۷۸، ۱۷۹؛ سنن الترمذی، کتاب الطهارة، باب ماجاء فی ترك الوضوء من القبلة: ۸٦؛ سنن النسائی، کتاب الطهارة، باب ترك الوضوء من القبلة: ۸٦؛ سنن النسائی، کتاب الطهارة، باب ترك الوضوء من القبلة: ۱۷۰؛ سنن ابن ماجه: ۵۰۲۔

نے عرض کیا: میں نے اس سے کہا تھا۔ اس نے اپنے شوہر سے جا کر کہا شوہر کو یہ اور بھی برا معلوم ہوا۔ اس نے کہا: ہم اللہ تعالیٰ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر نہیں، اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کے لیے جو چاہتا ہے حلال کر دیتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا تو آپ کو غصہ آیا۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! میں تم سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں۔ میں تمہیں [1] اس کے حدود سکھاتا ہوں۔'' [2]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم روزے کی حالت میں بوسہ [3] لیتے تھے اور روزے کی حالت میں ہم

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب بيان أن القبلة في الصوم......: ١١٠٨۔

[2] اسلام کتنا سہل اور دلفریب ہے۔ کہاں یہ آسانی اور کہاں مرد یا عورت کا ہاتھ لگنے پر وہ جھگڑا اور لڑائی؟ یہ اور اس جیسی روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ آیت شریف میں ملامسہ سے مراد صحبت کرنا ہے۔ صرف چھونا مراد نہیں۔ اس لیے خود سوچ سمجھ لینا چاہیے۔

[3] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے کی حالت میں بوسہ لینے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اس مناسبت سے ہم عرض کریں گے کہ جو مرد اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکے اور صحبت کر لینے کا اسے اندیشہ ہو ایسے شخص کو بوس و کنار سے پرہیز کرنا چاہیے۔ ورنہ اس حال میں صحبت کر لینے کی وجہ سے کفارے کے طور پر اسے دو ماہ کے روزے رکھنے ہوں گے یا بصورت دیگر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہوگا۔ یہاں شوہر کو بوسہ کا اثر و تاثیر بھی سمجھ لینا چاہیے تاکہ کمزور ارادہ رکھنے کی صورت میں روزے کے دوران میں وہ اس کے قریب نہ جائے اور اپنے آپ کو بچالے۔

ڈاکٹر ارنو کہتا ہے: نوجوان جب اپنی بیوی کے پاس آتا ہے تو اس کے اندر تیزی سے مختلف تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔ بعض تبدیلیاں کیمیاوی ہوتی ہیں اور بعض کا اثر اعضا پر رونما ہوتا ہے۔ غالباً یہ کوئی نہیں جانتا کہ آدمی کا اس وقت جس طرح سے سر گھومتا ہے اور آنکھیں پھڑکتی ہیں تو یہ انہی اثرات کا نتیجہ ہوتا ہے۔ بلکہ دیکھا جائے تو سر گھومنا اور آنکھوں کا پھڑکنا اور تبدیلیوں کی محض ابتدائی علامت ہے۔ جب کہ بنیادی تبدیلیاں یہ ہیں کہ اس وقت انسانی وجود مختلف رد عمل کا شکار ہوتا ہے۔

چنانچہ ابتدا یہاں سے ہوتی ہے کہ دماغ کے اندر موجود غدہ نخامیہ (بلغمی غدود) اپنا کام شروع کر دیتا ہے اور کچھ ایسا مادہ خارج کرتا ہے جو ٹھیک گردے کے نیچے کی جگہ کو متاثر کرتا ہے اور اس کو سرگرم کرتا ہے۔ اس کے بعد جسم کا یہ حصہ بڑی تعداد میں ایک مخصوص کیمیاوی مادہ خارج کرتا ہے اور اس کو خون میں شامل کر دیتا ہے۔ اس طرح محض بوسہ لینے سے عمل اور رد عمل کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور پورا جسم ان اثرات کی لپیٹ میں آ جاتا ہے۔ جس سے بعض اعضاء ایستادہ ہوتے ہیں، کہیں رگوں میں خون کا دباؤ بڑھ جاتا ہے، ایک طرف دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی ہے، دوران خون میں بڑھ کر تیز ہو جاتا ہے خون کے اندر سرخ ذرات کی مقدار گھٹ جاتی ہے۔ جلد کے مسامات کھل جاتے ہیں اور ان پر پسینہ کی معمولی بوندا ابھر آتی ہے۔

جسم کے ان اثرات کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے اور غالباً انہی زود اثر عوامل کو دیکھ کر آسٹریلیا کے مشہور ڈاکٹر زینوب کو یہ کہنا پڑا کہ محبت کی حرارت بالخصوص اپنے آغاز میں عاشق کو ٹھنڈک اور دیگر مختلف عوارض سے محفوظ رکھتی ہے۔ یا کم از کم ان کے اثرات سے حفاظت ہو جاتی ہے۔ ==

آغوش ہوتے تھے۔[1]

رمضان میں بیوی سے صحبت کر لینا

حدیث نبوی ﷺ

ایک شخص نے خدمت گرامی میں حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں تباہ ہو گیا۔ فرمایا: ''کس طرح؟'' اس نے عرض کیا رمضان میں میں نے اپنی بیوی سے قربت کر لی۔ فرمایا: ''تمہیں آزاد کرنے کے لیے غلام میسر آ سکتا ہے؟'' انہوں نے عرض کیا نہیں! فرمایا: ''دو مہینے کے روزے متواتر رکھ سکتے ہو؟'' انہوں نے کہا نہیں! فرمایا: ''ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟'' انہوں نے کہا نہیں! فرمایا: ''اچھا بیٹھ جاؤ۔'' (راوی کہتے ہیں کہ) ابھی ہم بیٹھے تھے کہ تھوڑی دیر میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک بوری آئی جس میں چھوہارے تھے آپ نے فرمایا: ''لو اسے خیرات کر دو۔'' انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا یہاں مجھ سے زیادہ حاجت مند بھی کوئی ہے؟ اللہ کی قسم! مدینہ کے دونوں پتھر یلے کناروں (یعنی مشرقی و مغربی کناروں) کے درمیان کوئی گھرانہ ہم سے زیادہ محتاج نہیں ہے۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے تبسم فرمایا کہ آپ کے کیلوں والے دانت بھی نمایاں ہو گئے۔ پھر فرمایا: ''اسے

= بوسہ کی اس فتنہ سامانی اور اثرات کو جان لینے کے بعد حکیم و دانا دستور ساز (علیہ السلام) کی اس ممانعت کی حکمت کا اندازہ ہوتا ہے کہ ملاقات یا رخصت کے وقت کوئی دوست اپنے دوست کا بوسہ نہ لے یا کوئی سہیلی اپنی سہیلی کا بوسہ نہ لے۔ جب کہ افسوس یہ کہ یہ مرض عورتوں میں کثرت سے عام ہو چکا ہے یہ حرام ہے۔ ہاں صرف مصافحہ کرنے کی اجازت ہے۔ اس سے گناہ زائل ہوتے ہیں اور مغفرت حاصل ہوتی ہے۔ اور اگر شارع علیہ السلام نے بعض نادر حالات میں باپ کو اپنی بیٹی یا بھائی کو اپنی بہن کا بوسہ لینے کی جو اجازت مرحمت فرمائی تو یہ کچھ حرام نہیں۔ کیونکہ اس کے اندر احترام اور تقدس ہوتا ہے۔ فاسد خیال کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ اس کی بجائے پاکیزگی اور محبت کے اثرات نمایاں ہوتے ہیں۔ لائق افسوس حقیقت یہ بھی ہے کہ بوسہ کا لین دین کرنا اکثر عورتوں میں عام ہوتا جا رہا ہے۔ چنانچہ گھروں میں آنے یا رخصتی کے وقت اس کا تبادلہ کیا جاتا ہے۔ اسی بوسہ بازی سے کبھی عورت کو عورت سے محبت کا خبط سوار ہو جاتا ہے۔

اس کے علاوہ طبی نقطہ نظر سے یہ ثابت ہوتا ہے بوسہ لینے سے متعدد امراض جیسے دق، سل اور سفلس (یورپ میں پائی جانے والی بیماری) مریض سے صحت مند آدمی کو لاحق ہوتی ہیں۔ منہ سے ہو کر یہ جراثیم خون میں سرایت کرتے ہیں۔ پھر وہاں سے پورے بدن میں پھیل جاتے ہیں اور ہلاکت، دیوانگی اور بسا اوقات موت کے سبب بنتے ہیں۔

[1] صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب بیان أن القبلة فی الصوم......: ۱۱۰۶۔

لے جا کر اپنے گھر والوں کو کھلا دو۔" ❶

پیغمبر ﷺ بلحاظ خوش مزاج شوہر ❷

احادیث نبوی ﷺ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے حضور ﷺ کو اپنے حجرے کے دروازے پر دیکھا اس وقت حبشی مسجد کے صحن میں بڑے کمال دکھا رہے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے چادر سے میرے لیے آڑ کر رکھی تھی تاکہ میں آپ کے کان اور کندھے کے بیچ سے ان کا کھیل دیکھ سکوں۔ آپ ﷺ اس وقت تک کھڑے رہے جب تک میں خود لوٹ نہ آئی۔ اس لیے تم بھی کھیل کی خوگر نوعمر لڑکیوں کا خیال رکھا کرو۔ ❸

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں جان جاتا ہوں تم مجھ سے کب راضی ہوتی ہو اور کب ناراض ہوتی ہو۔" میں نے عرض کیا: حضور ﷺ وہ کیسے؟ آپ نے فرمایا: "جب تم خوش ہوتی ہو تو کہتی ہو محمد (ﷺ) کے پروردگار کی قسم! نہیں۔ اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو ابراہیم (علیہ السلام) کے پروردگار کی قسم! نہیں۔" ❹

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضور ﷺ کے ساتھ سفر میں تھی۔ اس

---

❶ صحيح بخاري، كتاب الصوم، باب اذا جامع في رمضان......: ١٩٣٦؛ صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب تغليظ تحريم الجماع......: ١١١١۔

❷ شوہر کو چاہیے کہ گھر میں گاہے بگاہے اپنے اوپر خوشی اور مسرت کی کیفیت طاری کرے۔ بالخصوص اس لیے تاکہ اس کی بیوی کے دل میں خوشی سما سکے۔ زندگی کی کٹھنائی اور کام دھندے کا بوجھ کم سے کم ہو۔ دوسرے ایسا کرنے سے ازدواجی عہد و پیمان میں مضبوطی اور پختگی پیدا ہوگی۔

❸ صحيح بخاري، كتاب الصلاة، باب أصحاب الحراب في المسجد: ٤٥٤؛ صحيح مسلم، كتاب صلاة العيدين، باب الرخصة في اللعب......: ٨٩٢، دار السلام: ٢٠٦٤؛ سنن النسائي: ١٥٩٥، ١٥٩٦۔

کھیل سے مراد حلال اور جائز کھیل کود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جن کھیلوں کو حرام کر رکھا ہے ان کے اندر بیوی کی تابعداری ہرگز درست نہیں۔

❹ صحيح بخاري، كتاب النكاح، باب غيرة النساء ووجدهن: ٥٢٢٨؛ صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب في فضل عائشة رضي الله عنها: ٢٤٣٩۔

وقت میں نوعمر تھی۔ کہتی ہیں کہ میرے بدن میں گوشت نہیں بڑھا تھا اور میں ایسی موٹی نہ تھی۔ آپ نے صحابہ سے کہا: ''دوڑ لگاؤ! صحابہ دوڑ پڑے۔'' پھر آپ نے مجھ سے فرمایا: ''آؤ ہم تم دوڑ لگائیں۔'' میں نے ہامی بھری اور پیدل دوڑ پڑے اور میں آپ سے آگے بڑھ گئی۔ جب کچھ دن گزرے (ایک اور روایت میں ہے۔ پھر آپ نے کچھ دن توقف فرمایا) میرے بدن میں گوشت بڑھ گیا، میں موٹی ہوگئی اور پچھلا واقعہ بھی میرے ذہن سے نکل گیا تو دوبارہ میں نے آپ کے ساتھ سفر کیا۔ آپ نے صحابہ کرام سے پھر دوڑ لگانے کے لیے فرمایا۔ انہوں نے دوڑ لگائی۔ پھر آپ نے مجھ سے کہا: ''چلو! ہم بھی دوڑیں میں تم سے آگے بڑھ جاؤں گا۔'' مجھے بدستور پچھلا واقعہ یاد نہ تھا۔ اب میں موٹی ہو چکی تھی میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میرا یہ حال ہے میں کیونکر مقابلہ کر سکوں گی؟ آپ نے فرمایا: ''تم کر لوگی۔'' غرض میں نے آپ کے ساتھ دوڑ لگائی لیکن ہار گئی اور آپ آگے بڑھ گئے۔ حضور ﷺ ہنسنے لگے اور فرمایا: ''یہ جیت اس ہار کا بدلہ ہے۔'' [1]

حضور ﷺ غزوہ تبوک یا غزوہ حنین سے واپس تشریف لائے۔ اس وقت ہماری کوٹھڑی (ایک چھوٹا کمرہ جو گودام یا کھولی کے مشابہ ہوتا ہے، بعض نے کہا کہ یہ کمرہ اس کے علاوہ دوسرے مصرف کے لیے ہوتا ہے۔) میں پردہ پڑا تھا جب ہوا چلی تو پردے کا گوشہ اٹھ گیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بیٹیاں یعنی آپ کی چند گڑیاں نظر آ گئیں۔ آپ نے فرمایا: ''عائشہ! یہ کیا ہے؟'' کہا میری بیٹیاں ہیں۔ ان گڑیوں کے بیچ آپ نے ایک گھوڑا دیکھا جس کے کپڑے سے بنے ہوئے دو بازو لگے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''ان کے بیچ میں یہ کیا دیکھ رہا ہوں؟'' کہا یہ میرا گھوڑا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اس کے اوپر کیا ہے؟'' کہا دو بازو ہیں۔ فرمایا: ''کیا گھوڑے کے بازو بھی ہوتے ہیں؟'' کہا آپ نے نہیں سنا؟ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ایک

---

[1] اسنادہ صحیح، سنن ابی داود، کتاب الجهاد، باب فی السبق علی الرجل: ۲۵۷۸؛ مسند حمیدی: ۲۶۱؛ صحیح ابن حبان: ۱۳۱۰۔

اس دوڑ کے مقابلہ سے غالباً پیغمبر علیہ السلام کا مقصد میاں بیوی کو یہ تعلیم دینا تھا کہ ہر کوئی اپنی شریک زندگی کے شوق اور دلچسپی کا بخوبی لحاظ رکھے اور کھیل کود، چستی اور سرگرمی کی کسی نہ کسی صورت کو ضرور اپنا تا رہے۔ تا کہ ازدواجی زندگی ہمیشہ کا بوجھ نہ بن جائے جس سے سدا اکتاہٹ اور قید کا احساس ہو اور بس!

گھوڑے کے دو بازو تھے۔ (حضرت عائشہ) فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ ہنس پڑے یہاں تک کہ میں نے آپ کے کیل کے دانت دیکھ لیے۔ [1]

حضور ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ خوش مزاج تھے [2] (مناوی نے فیض القدیر کی شرح میں لکھا ہے: یعنی اہلیہ سے تخلیہ کے وقت نہایت خوش وخرم اور مسرور ہوتے تھے۔)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایک بار میں نے حضرت سودہ کا منہ ایک ریشمی کپڑے سے ڈھانک دیا۔ پھر سودہ نے عائشہ کا منہ کپڑے سے ڈھانک دیا۔ حضور ﷺ نے دیکھا تو ہنس پڑے۔ [3]

حضور ﷺ کے اصحاب کرام خربوزے کی پھانکیں ایک دوسرے پر پھینکتے تھے۔ لیکن کام کے وقت وہ مردان باخدا ہوتے تھے۔ [4]

نکاح کی خوشی اور ولیمہ کا وجوب

حدیث نبوی ﷺ

حضرت بریدہ بن حصیب کہتے ہیں: جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: ''شادی (اور ایک روایت میں ہے شادیوں) کے لیے ولیمہ ضروری ہے۔'' [5]

حضور ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے (کپڑوں پر) زردی کا نشان دیکھا تو فرمایا: ''یہ کیا ہے؟'' انہوں نے عرض کیا ایک گٹھلی بھر سونے کے بدلے میں نے ایک خاتون سے نکاح کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ تمہیں برکت دے۔ ایک بکری ہی کا ولیمہ کرو۔'' [6]

---

[1] اسنادہ حسن، سنن ابی داود، کتاب الأدب، باب اللعب بالبنات: ٤٩٣٢۔

[2] اسنادہ ضعیف، المعجم الصغیر، ٢/ ٣٩؛ کشف الاستار: ٢٤٧٤؛ دلائل النبوۃ للبیهقی، ١/ ٣٣١ ابن لھیعہ مدلس ومختلط راوی ہیں۔ [3] فیض القدیر، ٥/ ٢٢٩ وقال: "قال الحافظ العراقی: جید" [4] اسنادہ صحیح، الأدب المفرد للبخاری: ٢٦٦۔

[5] اسنادہ ضعیف، مسند احمد، ٥/ ٣٥٩: ٢٣٠٣٥؛ المعجم الکبیر للطبرانی: ١١٥٣؛ کشف الاستار: ١٤٠٧ عبدالکریم بن سلیط کی توثیق ابن حبان کے علاوہ کسی نے نہیں کی۔

[6] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب کیف یدعی للمتزوج: ٥١٥٥؛ صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب الصداق وجواز کونه تعلیم قرآن...... : ١٤٢٧۔

ولیمہ کی دعوت 1 پر حاضری

آیت قرآنی

﴿وَلَٰكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانتَشِرُوا﴾

(۳۳/الاحزاب:۵۳)

''لیکن جب تمہیں بلایا جائے تو جاؤ! جب کھانا کھا چکو تو اٹھ کر چلے جایا کرو۔''

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے (یعنی حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا سے) خلوت فرمائی۔ پھر ایک چھوٹے سے دسترخوان پر مالیدہ 2 بنوایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آس پڑوس والوں کو بلا لو۔'' حضرت صفیہ سے نکاح کے موقع پر یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ولیمہ تھا۔ 3

''مصیبت زدہ کی مدد کرو، دعوت کو قبول کرو، بیماروں کی عیادت کرو۔'' 4

''تم میں سے کسی کو جب کھانے کی دعوت دی جائے تو اسے قبول کرلو اگر روزہ نہ ہو تو

---

1 ولیمہ کا سب سے اہم مقصد نکاح کی تشہیر اور دوستوں عزیزوں کا سہاگ کے موقع پر جمع ہونا ہے۔ تاکہ سبھی کا دل خوش ہو۔ دلہن اور دولہے کے ساتھ ہر کوئی حسن سلوک سے پیش آئے۔ انہیں مبارک باد دی جائے تاکہ آپس میں الفت اور محبت پیدا ہو۔ شارع علیہ السلام کا خصوصی مقصد یہی ہے۔

اس لیے جس کسی کو ولیمہ کی دعوت دی جائے اسے چاہیے کہ دعوت سے پیچھے نہ ہٹے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کھانے کی دعوت فرمائی تو حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا: مجھے معذور فرمائیں! حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تمہاری معذرت قبول نہیں ہوگی چلو اٹھو۔ (اسنادہ ضعیف، السنن الکبریٰ للبیھقی، ۷/ ۲٦٤، عبدالرزاق مدلس ہیں۔)

نیز اس کی بھی اجازت ہے کہ ولیمہ کسی قسم کے بھی کھانے کا ہو جو میسر آئے خواہ گوشت روٹی بھی نہ ہو یا بکری ہونا بھی مشکل ہو، کیونکہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ خلوت فرمائی تو آپ نے کھجور، پنیر اور گھی ملا کر پیش فرمایا لوگوں نے سیر ہو کر کھایا۔ (بخاری: ۳۷۱)

2 مالیدہ کھجور، پنیر اور گھی سے ملا کر بنایا جاتا ہے۔ کبھی پنیر کی جگہ آٹا یا چوری ہوئی روٹی ڈالی جاتی ہے۔ یہ وہ چیزیں ہیں جو کسی تکلف کے بغیر حاضر کی جاسکتی ہیں۔ ان کے اندر جھوٹی ریاکاری اور دکھاوا نہیں ہوتا۔ جس سے گھر کے گھر برباد ہوتے ہیں۔ قرض میں گردن تک ڈوب جاتے ہیں اور میاں بیوی کی زندگی جس سے تباہ و برباد ہو کر رہ جاتی ہے۔

3 صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب اتخاذ السراری ومن أعتق جاریة...... : ۵۰۸۵، ۵۱٦۹؛ صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب فضیلة اعتاقة أمته...... : ۱۳٦۵۔

4 صحیح بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب فکاك الأسیر: ۳۰٤٦۔

کھالے، روزے سے ہو تو دعا کر دے۔" 1

صرف نیک لوگوں کو دعوت دی جائے

حدیث نبوی ﷺ

"صرف مومن کے ساتھ رہو۔ اور تمہارا کھانا پینا بس پرہیزگار لوگ ہی کھایا کریں۔" 2

غریبوں کے ولیمہ میں مالدار بھی حصہ لیں

احادیث نبوی ﷺ

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے حضور اکرم ﷺ کے نکاح کے واقعہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب آپ ﷺ راستہ میں تھے تو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے انہیں بناؤ سنگار کر کے تیار کیا اور رات کو خدمت اقدس میں پیش کیا۔ صبح ہوئی تو حضور ﷺ بحالت عروسی تھے۔ ارشاد فرمایا: "جس کے پاس کوئی چیز (کھانے پینے کی) ہو تو میرے پاس لے آئے۔" (ایک روایت میں ہے کہ "جس کے پاس ضرورت سے زائد توشہ ہو ہمارے پاس لے آئے۔") حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر خود آپ نے چمڑے کا ایک دستر خوان بچھوا دیا۔ حسب حکم بعض لوگ پنیر، بعض چھوہارے اور بعض گھی لے کر حاضر ہوئے اور سب نے مل کر مالیدہ بنایا۔ لوگوں نے مالیدہ تناول کیا اور بارش کا جمع پانی جو قریب 3 کے حوضوں میں تھا اسے نوش کیا۔ یہی رسول اللہ ﷺ کا ولیمہ تھا۔ 4

---

1 صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب الأمر باجابة الداعی الی دعوة: ١٤٣١۔

2 اسنادہ صحیح، سنن ابی داود، کتاب الأدب، باب من یؤمر أن یجالس: ٤٨٣٢؛ سنن الترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی صحبة المومن: ٢٣٩٥۔

3 کہاں اس زمانے کی یہ سادہ اور معمولی زندگی اور کہاں آج کے مسلمانوں کی شیطانی اور جہالت پر مبنی زندگی۔ آج وہ اپنے مال کو تباہ اور دولت کو برباد کر کے بھاری بھاری دعوتوں کا اہتمام کرتے ہیں۔ گھروں کو پھونک دیتے ہیں اور غیروں سے قرض لیتے ہیں تو صرف نام و نمود اور شہرت کے لیے۔ کیا ان نادانوں نے اللہ کا یہ ارشاد نہیں سنا؟
﴿إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ ۖ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا﴾ (١٧/ بنی اسرائیل: ٢٧)
"فضول خرچی سے مال اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔ اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ہی ناشکرا ہے۔"

4 صحیح بخاری، کتاب الصلاة، باب ما یذکر فی الفخذ: ٣٧١؛ صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب فضیلة اعتاقة أمته......: ١٣٦٥۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ولیمہ کرنے کا حکم فرمایا تو ان کی استطاعت نہ تھی۔ تب سعد نے کہا: میں بھیڑ لاتا ہوں۔ فلاں، فلاں نے کہا میں اس قدر جوار لاتا ہوں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ انصار کے ایک گروہ نے چند سیر جوار حاضر کیے۔ [1]

جس ولیمہ میں اللہ کی معصیت ہو اس میں [2] حاضر ہونا

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت سالم بن عبداللہ کہتے ہیں: میرے والد کے زمانے میں میری شادی ہوئی۔ میرے والد نے لوگوں کو دعوت دی۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ بھی مہمانوں میں شامل تھے۔ گھر والوں نے دیواروں کو سبز چادروں [3] سے ڈھانک رکھا تھا۔ اتنے میں ابو ایوب داخل ہوئے۔ آپ نے مجھے کھڑا ہوا پایا، گھر میں جھانکا تو پورا گھر سبز چادروں سے ڈھکا ہوا دیکھا۔ آپ نے فرمایا: اللہ کے بندے! کیا تم دیواروں کو بھی ڈھانکتے ہو؟ [4] پھر فرمایا: کچھ لوگوں

---

[1] اسنادہ ضعیف، مسند احمد، ٥/ ٣٥٩: ٢٣٠٣٥؛ المعجم الکبیر للطبرانی: ١١٥٣؛ کشف الاستار: ١٤٠٧ عبدالکریم بن سلیط کی توثیق ابن حبان کے علاوہ کسی نے نہیں کی۔

[2] اگر کسی دعوت میں کوئی ناگوار چیز ہو اور مہمان میزبان کو روک سکے تو ایسی دعوت میں شرکت پر مضائقہ نہیں۔ اس سے لوگوں کی تعلیم اور اصلاح ہوگی۔ کبھی اس قسم کے ولیموں میں کچھ سماجی برائیاں بھی رونما ہوتی ہیں جن سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔ جیسے دعوت کے موقع پر شوہر قرض لے کر یا کچھ گروی رکھ کر تحفہ تحائف دیتا ہے تاکہ اسے عزت اور شہرت حاصل ہو۔ یہ فضول خرچی اور اسراف ہے۔ ایسے کسی ولیمہ میں ایک غیر ملکی شخص حاضر ہوا اس کو بھی کوئی عمدہ تحفہ دیا گیا۔ اس رواج پر اسے بڑا اچنبھا ہوا۔ اس نے کہا یہاں تو معاملہ بالکل برعکس ہے۔ دولہا دلہن کو تحفہ ملنا چاہیے نہ کہ الٹے وہ دوسروں کو تحفے دیں۔

[3] حدیث میں نجاد کا لفظ آیا ہے جو نجد کی جمع ہے۔ یعنی گھروں کی آرائش کے لیے چادریں فرش فروش گاؤ تکیے وغیرہ۔

[4] چادروں سے دیواروں کو ڈھانکنا بری عادت ہے۔ افسوس کہ اکثر مسلم گھروں میں اس کا رواج ہو چلا ہے۔ یہ اسراف ہے لہٰذا فطری طور پر جائز نہیں۔ البتہ ان تصویروں کی اجازت ہونی چاہیے جو تعلیم وتربیت کے لیے استعمال کی جائیں۔ اور صحیح حدیث میں ہے: "یہ تصویر والے (اور ایک روایت میں ہے ان تصویر بنانے والوں) کو قیامت کے دن سزا دی جائے گی۔ ان سے کہا جائے گا جنہیں تم نے بنایا ہے اب اس میں روح بھی پھونکو (صحیح بخاری: ٥٩٥١) اور جن گھروں میں تصویریں ہوتی ہیں فرشتے اس میں داخل نہیں ہوتے۔" (بخاری: ٣٣٢٢)

نیز انسان یا جاندار کی پوری یا ادھوری کسی تصویر کا لٹکانا حرام ہے۔ اس کی دلیل سابقہ روایت ہے۔ اسی طرح =

کے بارے میں مجھے ڈر ہے کہ عورتیں ان پر غالب آئیں گی، لیکن تمہارے بارے میں مجھے یہ اندیشہ نہ تھا کہ تم بھی انہی لوگوں میں ہو گے۔ پھر فرمایا: میں تمہارا کھانا نہیں کھاؤں گا نہ تمہارے گھر میں آؤں گا، یہ فرمایا اور گھر سے نکل گئے۔ [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے کھانا تیار کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر ہونے کے لیے کہا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر میں تصویریں دیکھیں، اس لیے فوراً لوٹ گئے۔ [2]

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک شخص نے آپ کے لیے کھانا تیار کیا۔ آپ نے اسے بلایا اور فرمایا: ''کیا گھر میں کوئی تصویر بھی ہے؟'' کہا: ہاں! آپ نے اس وقت تک گھر میں داخل ہونا ملتوی رکھا جب تک کہ تصویر توڑ نہ دی گئی۔ [3]

= دیواروں پر پردے لٹکانا حرام ہے۔ اس لیے کہ ایک طویل روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ نے ہمیں جو کچھ دیا اس سے پتھر اور مٹی پر کپڑے اڑھانے کا اس نے ہمیں حکم نہیں دیا ہے۔'' (صحیح مسلم: ۲۱۰۶)

اس حکم سے وہ تصویر یا مجسمے مستثنیٰ ہیں جو تعلیم دینے اور صنعت و حرفت سکھانے کے لیے استعمال کیے جائیں۔ کیونکہ صحیح روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا گڑیوں سے کھیلتی تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گڑیوں کے اس کھیلنے اور گھوڑے بنانے کو درگزر فرمایا۔ (صحیح بخاری: ۶۱۳۰) نیز صحابی عورتیں اپنے بچوں کے لیے روزے کے دنوں میں گڑیاں بنا کر دیتیں تاکہ بچے کھانا نہ ملنے پر صبر کریں اور روزے کی انہیں مشق ہو۔

[1] اسنادہ ضعیف، المعجم الکبیر للطبرانی: ۳۸۵۳ زہری مدلس ہیں اور عبدالرحمٰن بن اسحاق متکلم فیہ راوی ہے۔ [2] صحیح، سنن ابن ماجہ، کتاب الأطعمة، باب اذا رای الضیف منکرًا رجع: ۳۳۵۹؛ سنن النسائی، کتاب الزینة، باب التصاویر: ۵۳۵۳۔

[3] حسن، السنن الکبریٰ للبیهقی، ۷/ ۲۶۸۔

کہاں یہ روایتیں جن میں ہر قسم کی تصویروں سے ممانعت وارد ہے خواہ تصویریں پوری ہوں یا ادھوری ان کی پرچھائیں پڑتی ہوں یا نہیں اور کہاں بعض فقہا کی وہ آراء جن میں وہ کیمرے سے کھینچی ہوئی آدھی اور پوری تصویروں کو کسی دلیل کے بغیر درست سمجھتے ہیں۔ افسوس ان لوگوں نے عوام کو گمراہ کیا اور گھروں میں تصویریں رکھنے پر مصر ہے۔ جو کوئی اس مسئلہ پر مزید تحقیق کرنا چاہے اسے ''الجواب المفید فی حکم الصور'' مصنفہ علامہ عبدالعزیز بن باز مفتی اعظم ریاض کا مطالعہ کرنا چاہیے اس رسالہ میں انہوں نے بڑی صراحت اور بے مثال جرأت سے ہر قسم کی تصویر خواہ مجسمہ کی شکل میں ہو یا دوسری صورت میں ہو اس کو حرام بتایا ہے۔ کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ کے سلسلہ میں باہر تشریف لے گئے۔ جب آپ کی واپسی کا وقت آیا تو میں نے اپنا ایک تصویر والا منقش پردہ دروازے پر لٹکا دیا اور سامنے کے اس حصہ کو ڈھانک دیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے آپ کو حجرہ میں =

دعوت ولیمہ میں صرف مال داروں کو بلانا

"بدترین ولیمہ کی دعوت (ولیمہ کا کھانا) وہ ہے جس میں مال داروں کو دعوت دی جائے اور غریبوں کو چھوڑ دیا جائے۔" [1]

ولیمہ میں شریک ہونے والے کے مستحبات

جو شخص ولیمہ میں حاضر ہو تو دولہے سے کہے:

((بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ وَبَارَكَ عَلَيْكَ وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِيْ خَيْرٍ))

"تمہارے اندر اور تم پر اللہ تعالیٰ برکت دے اور تم دونوں کو خیر و خوبی کے ساتھ یکجا رکھے۔" [2]

پھر میزبان کے حق میں ذیل کی کوئی دعا کرے:

1. ((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَبَارِكْ لَهُمْ فِيْمَا رَزَقْتَهُمْ))

"خدایا! انہیں بخش دے۔ ان پر رحم فرما ان کے رزق میں برکت دے۔" [3]

2. ((اَللّٰهُمَّ اطْعِمْ مَنْ اَطْعَمَنِيْ وَاسْقِ مَنْ سَقَانِيْ))

= پایا میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! اللہ تعالیٰ کے لیے ہر طرح کی تعریف سزاوار ہے جس نے آپ کو اعزاز بخشا آپ کی نصرت فرمائی آنکھوں کو ٹھنڈک بخشی اور آپ کا بڑا اکرام کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے کچھ کہا نہیں، مجھے چہرہ اقدس پر غصہ کے آثار محسوس ہوئے۔ پھر آپ گھر میں تیزی سے تشریف لائے پردے کو ہاتھ سے کھینچ کر پھاڑ ڈالا اور فرمایا: "تم دیواروں کو ڈھانکتی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں پتھروں اور مٹی کو کپڑے پہنانے کے لیے نہیں فرمایا۔" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: پھر ہم نے اس پردے کو کاٹ کر دو گدیلے بنائے جن کے اندر کھجور کے ریشے بھر دیے۔ حضور ﷺ نے اس فعل کو برا نہیں کہا۔ (مسلم: ۲۱۰۷، وغیرہ)

[1] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب من ترك الدعوة......: ۵۱۷۷؛ صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب الأمر باجابة الداعی الیٰ دعوة: ۱۴۳۲۔

[2] اسناده صحیح، سنن ابی داود، کتاب النکاح، باب ما یقال للمتزوج: ۲۱۳۰؛ سنن الترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء فیما یقال للمتزوج: ۱۰۹۱؛ سنن ابن ماجه، کتاب النکاح، باب تهنئة النکاح: ۱۹۰۵۔

[3] صحیح مسلم، کتاب الأشربة، باب استحباب وضع النوى خارج التمر......: ۲۰۴۲۔

"الٰہی! اس کو کھلا جس نے مجھے کھلایا اور اس کو پلا جس نے مجھے پلایا۔" [1]

3 ((اَکَلَ طَعَامَکُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَیْکُمُ الْمَلَائِکَۃُ وَاَفْطَرَ عِنْدَکُمُ الصَّآئِمُوْنَ)) [2]

"نیک لوگ تمہارا کھانا کھائیں۔ فرشتے تمہارے حق میں رحمت کی دعا کریں اور روزہ دار تمہارے یہاں روزہ افطار کریں۔" [3]

سونے چاندی کے برتن میں کھانا کھانے سے ممانعت

حضرت انس بن سیرین فرماتے ہیں: میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس مجوسیوں کے ایک گروہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں چاندی کے برتن میں فالودہ لایا گیا۔ آپ نے اس کو تناول نہیں فرمایا۔ کسی نے کہا: اس کو دوسرے برتن میں الٹ دیا جائے۔ چنانچہ دوسری دھات کے بنے ہوئے برتن میں اسے نکالا گیا اور آپ کے سامنے پیش کیا گیا تب آپ نے تناول فرمایا۔ [4]

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

"ریشم اور دیباج کے کپڑے نہ پہنو۔ سونے چاندی کے برتن اور پیالے میں کھانا نہ کھاؤ۔" [5]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الأشربة، باب اکرام الضیف وفضل ایثارہ: ۲۰۵۵۔

[2] حسن، سنن ابی داود، کتاب الاطعمة، باب فی الدعاء لرب الطعام......: ۳۸۵٤؛ مسند احمد، ۳/ ۱۳۸۔ [3] کہاں دعاؤں کے یہ عمدہ اور بہتر سے بہتر الفاظ اور کہاں وہ جملے جو۔۔ افسوس یہ کہ ۔۔۔ اکثر مسلمان میزبانوں سے بھول کر یا جان بوجھ کر کہہ گزرتے ہیں۔ جب کہ ان کے لیے ایسی دعائیں کرنی چاہییں جن سے انہیں خوشی اور مسرت ہو ان کا پسینہ ٹھنڈا ہو۔

[4] حسن، السنن الکبریٰ للبیهقی، ۱/ ٤٥۔

[5] صحیح بخاری، کتاب الأطعمة، باب الأکل فی اناء مفضض: ٥٤٢٦؛ صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب تحریم استعمال اناء الذهب......: ۲۰٦۷۔
سونے چاندی کے برتن کا استعمال غالباً اس لیے حرام ہے تاکہ تکبر اور فخر وغرور کا قلع قمع کیا جاسکے۔ جو غریبوں کا مال کھانے اور ان کی رعایت نہ کرنے کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اسی طرح اس کا مقصد عیش وعشرت سے جنگ کرنا ہے جو کسی ایسی امت کے لائق نہیں جو موٹی جھوٹی اور کٹھن زندگی کی خوگر ہو۔ اسی طرح ایک اور مقصد مالیاتی توازن کی برقراری ہے۔ جس کے نہ ہونے سے اسلامی اقتصادیات دن بدن ابتر ہوتی جارہی ہیں۔ میں نے مختلف مواقع پر یہ عرض کیا ہے =

”جو شخص سونے چاندی کے برتن میں کھاتا پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے۔“ [1]

بالرفاء والبنین کہنا مبارکبادی کا جاہلی طریقہ

حضرت حسن بن عقیل بن ابو طالب کے بارے میں نقل ہے کہ انہوں نے ایک عورت سے نکاح کیا۔ لوگ ان کے پاس آنے لگے اور کہنے لگے:

بالرفاء والبنین [2] (سکھی رہو بیٹے زیادہ ہوں۔) آپ نے فرمایا یوں مت کہو اس لیے کہ

= کہ مسلمانو! مجھے اپنے اپنے زیور اور سونے چاندی کے برتنوں کی رقمیں دے دو میں عالم اسلام کا رخ۔۔ اللہ نے چاہا تو۔۔۔ بدل دوں گا اور عالم اسلام عظیم مملکت میں شمار ہوگا۔ اسی مناسبت سے خاندان والوں کو میں نصیحت کروں گا کہ وہ خانگی اخراجات میں میانہ روی سے کام لیں اور ارشاد باری تعالیٰ کی ان مقررہ حدود کا خیال رکھیں:

﴿ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا ﴾

(١٧/ بنی اسرائیل: ٢٩)

”اور نہ تو اپنے ہاتھ کو گردن سے بندھا رکھ (یعنی تنگ کرلے) کہ کسی کو کچھ دے ہی نہیں اور نہ بالکل کھول دے (کہ کبھی کچھ دے ڈالے) اور انجام یہ کہ ملامت زدہ اور درماندہ ہو کر بیٹھ رہے۔“

نیز مسلمانوں کے اوصاف کی بابت ارشاد ہوا:

﴿ وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا ﴾ (٢٥/ فرقان: ٦٧)

”اور وہ لوگ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ بے جا اڑاتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں بلکہ اعتدال کے ساتھ (نہ ضرورت سے زیادہ نہ ضرورت سے کم) خرچ کرتے ہیں۔“

مال و دولت زندگی کا سرمایہ اور کامیابی کا اہم راستہ ہے میں ایک خاندان کے بارے میں جانتا ہوں جو بڑا دولت مند اور عشرت پسند تھا۔ خاندان کے افراد اپنی دولت سونے چاندی کے برتنوں جیسی لعنت میں پانی کی طرح بہاتے تھے لیکن آخر میں نتیجہ یہ ہوا کہ خاندان کا ذمہ دار ناداری فقر و فاقہ اور تنگ حالی میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر گیا۔

[1] صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب تحریم استعمال اوانی الذهب...... : ٢٠٦٥۔

[2] ”رفاء“ میل جول اور اتفاق و اتحاد۔ یعنی تم نے جو رشتہ کیا اس سے میل محبت اور اتفاق پیدا ہو۔ نیز لڑکوں کی پیدائش پر مبارکباد دی جاتی تھی تاکہ وہ ان کے سلف بنیں۔ حالانکہ محض لڑکے کی پیدائش پر مبارکباد دینا صحیح نہیں ہے۔ نہ ہی صرف لڑکی کی پیدائش پر دینا چاہیے۔ بلکہ اگر مبارکباد دی جائے تو دونوں کی پیدائش پر دی جائے ورنہ نہ دی جائے تاکہ جاہلیت کی رسم ٹوٹے۔ اس لیے کہ ایک جاہلی طریقہ یہ بھی تھا کہ بیٹے کی پیدائش کے لیے مبارکباد دیتے تھے اور لڑکی کی پیدائش پر مبارکباد تو درکنار اس کی موت کے لیے بددعائیں کرتے تھے۔ ابوبکر بن منذر نے اوسط میں کہا ہے: ہم نے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ ایک شخص ان کے پاس آیا۔ ایک اور شخص پہلے سے وہیں بیٹھا تھا اس کے لڑکا ہوا تھا آنے والے نے کہا: گھوڑ سوار ہو اس کی تمہیں بشارت ہو۔ حضرت حسن نے اس کے جواب میں فرمایا: تم کیا جانو وہ گھوڑ سوار =

رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ [1]

آبگینوں سے نرمی کی جائے

بیوی کے ساتھ حسن سلوک

''تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ بہتر [2] (سلوک والا) ہو میں اپنے گھر والوں کے ساتھ بہتر (سلوک کرتا) ہوں۔'' [3]

''مسلمانوں میں کامل ایمان والا وہ ہے جس کے اخلاق سب سے بہتر ہوں اوران میں سب سے اچھا وہ ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ اچھا ہو۔'' [4]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور ﷺ خیبر سے تشریف لائے، جب خیبر کا قلعہ اللہ نے آپ کے لیے فتح کردیا۔ تو صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کی خوبصورتی کا تذکرہ آپ کے سامنے آیا۔ ان کا شوہر قتل کیا جاچکا تھا اور وہ ابھی ابھی دلہن بنی تھیں۔ حضور ﷺ نے انہیں اپنے لیے

= ہوگا یا گدھی سوار ہوگا؟ اس نے کہا پھر میں کیا کہوں؟ آپ نے فرمایا یوں کہو جو اللہ تعالیٰ نے دیا اسے بابرکت بنائے، دینے والے کا شکر ہے۔ بچہ پل بڑھ کر جوان ہو اور ہمیں بھی اللہ تعالیٰ ایسا ہی مرحمت فرمائے۔ (اسنادہ ضعیف، تاریخ دمشق لابن عساکر، ۵۹/ ۲۷۶، کلثوم بن جوشن ضعیف ہے۔)

[1] حسن، سنن النسائی، کتاب النکاح، باب کیف یدعی للرجل اذا تزوج: ۳۳۷۳؛ سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب تھنئۃ النکاح: ۱۹۰۵۔

[2] بعض نے کہا ہے جب لوگوں میں بہتر وہ ہے جو گھر والوں کے ساتھ بہتر سلوک کرے تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ لوگوں میں سب سے برا وہ ہے جو ان کے ساتھ برا سلوک کرتا ہو۔

[3] صحیح، المستدرك للحاکم، ٤/ ١٧٣؛ مشکل الآثار للطحاوی، ٣/ ٢١١؛ المعجم الکبیر للطبرانی، ٢٢/ ٣٤١۔ [4] حسن، سنن الترمذی، کتاب الرضاع، باب ماجاء فی حق المرأۃ علی زوجھا: ١١٦٢۔

ارشاد باری تعالیٰ:

﴿عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ﴾ (۶۸/ قلم: ۱۳) ''سخت مزاج ہو اور اس کے علاوہ بدنام بھی ہو۔''

کی تفسیر میں کہا گیا۔ عتل یعنی تیز زبان والا اور اہلیہ کے ساتھ سنگدلی کے ساتھ پیش آنے والا۔ یونانی شاعر میروس نے ٹھیک ہی کہا ہے کہ کسی لڑکی کو جب تم نے بیوی بنالیا تو اب اس سے ماں باپ اور بھائی بن کر رہو۔ کیونکہ جو لڑکی صرف تمہاری خاطر اپنے باپ، اپنی ماں اور اپنے بھائیوں کو چھوڑ بیٹھے اور تمہارے پیچھے پیچھے رہے تو حق یہی ہے کہ وہ تمہارے اندر باپ کی شفقت، ماں کا پیار اور بھائی کی نرمی اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ جب تم ایسا کروگے تو بہتر شوہر کہلانے کے حق دار ہوگے۔

منتخب فرمایا اور انہیں لے کر نکلے۔ جب صہبا کے بند پر پہنچے تو ان سے تخلیہ فرمایا اور چمڑے کے ایک چھوٹے دستر خوان پر مالیدہ بنوایا۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا: ''آس پاس والوں کو خبر کر دو۔'' حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح پر یہی ولیمہ حضور ﷺ کا ہوا۔ پھر ہم مدینہ کی طرف نکل پڑے۔ میں نے حضور ﷺ کو دیکھا۔ آپ نے حضرت صفیہ کے لیے عبا کا پردہ کر لیا۔ پھر آپ ان کے اونٹ کے پاس بیٹھ گئے اور گھٹنا زمین پر رکھ دیا۔ حضرت صفیہ نے اپنا پیر گھٹنے پر رکھا اور سوار ہو گئیں۔ (بخاری: ۲۲۳۵، مسلم: ۱۳۲۵)

''وہ تمہاری ہے بشرطیکہ تم اس کے ساتھ بہتر طریقہ پر رہو۔'' [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضور ﷺ گھر کے کاموں میں مصروف رہتے تھے۔ جب نماز کا وقت آتا تو آپ فوراً نماز کے لیے نکل جاتے۔ [2]

محبت سے پیش نہ آنے والی بیوی کے ساتھ برتاؤ [3]

آیات قرآنی

﴿فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا﴾ (٤/ النساء: ٣٤)

''اگر وہ فرمانبردار ہو جائیں تو پھر ان پر بہانہ مت ڈھونڈو۔'' [4]

[1] حسن، المعجم الکبیر للطبرانی: ٣٥٧٠؛ کشف الاستار: ١٤٠٦ کما تقدم۔
یہ جملہ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس وقت کہا تھا جب انہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے لیے پیغام بھیجا تھا۔

[2] صحیح بخاری، کتاب الأذان، باب من کان فی حاجة أهله...... : ٦٧٦۔
یعنی گھر والوں کی نگہداشت فرماتے۔ چنانچہ آپ خود جوتیاں گانٹھتے، بکری کا دودھ دوہتے، اور اپنا کام آپ کیا کرتے تھے۔ مردوں کا اس طرح گھریلو کام از خود کرنا ان کے لیے بے حد مناسب اور موزوں ہے۔ بشرطیکہ انہیں اس کے مواقع حاصل ہوں۔ اس طرح حضور ﷺ کے اسوہ اور نمونہ پر چلتے ہوئے وہ خانگی امور میں گھر والوں کی مدد کر سکتے ہیں۔

[3] حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے تھے: اپنی بیٹی کا رشتہ اپنے مقروض سے کرا دو۔ اگر محبت والا ہو گا تو اس کا اکرام کرے گا۔ اگر دشمنی کر بیٹھا تو اتنی زیادتی نہیں کرے گا۔ (یہ روایت بے اصل ہے)

[4] یعنی جن کاموں کی اللہ نے اجازت دی ان کے اندر بیوی جب شوہر کی اطاعت کر لے تو اب شوہر کو اسے تنگ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے، لہٰذا نہ اسے سزا دے نہ چھوڑے۔ پوری آیت میں ان مردوں کو تنبیہ کی گئی ہے جو بلا وجہ عورتوں کے ساتھ زیادتی کرتے ہیں۔

﴿ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ﴾ (٤/ النساء:١)

''بے شک اللہ تمہارے حال کا نگراں ہے۔''

﴿ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ﴾ (٢/ البقرة:٢١٦)

''اور عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بری لگے اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو۔''

احادیث نبوی ﷺ

''مومن مرد کسی مومنہ عورت سے بغض نہ رکھے کیونکہ ایک عادت ناگوار ہو تو دوسری ضرور پسندیدہ ہوگی۔'' [1]

[1] صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب الوصية بالنساء: ١٤٦٩۔

یہ روایت شوہر کی توجہ ایک اہم چیز کی طرف مبذول کرتی ہے اور بیوی کو بھی اس کا احساس کرنا چاہیے۔ کاملیت کی صفت صرف اللہ رب العزت کو سزاوار ہے۔ لیکن کہنے والے نے خوب کہا:

ومن ذالذی ترضی سجایاہ کلها   كفى المرء نبلا ان تعد معائبه

''ایسا کون ہے جس کی ایک ایک عادت تمہیں پسند ہو۔ کسی کی شرافت کے لیے یہی کافی ہے کہ اس کے عیب شمار کیے جاتے رہیں۔''

اب اگر میاں بیوی ایک دوسرے کی خوش قسمتی اور نیک بختی کے گن گائیں اور ایک دوسرے سے نیک توقع رکھیں تو یہ بہت ساری مشکلات اور پریشانیوں کا علاج ہوگا۔

اور عجیب بات ہے کہ اکثر شوہر میرے پاس آ کر اپنے لیے خوش بختی اور مسرت کے خواہاں ہوتے ہیں۔ یہ نہیں سوچتے کہ انہیں اپنے رفیق سفر اور شریک زندگی کو خوشی دینی چاہیے۔ شاید وہ بھول رہے ہیں کہ لینے کی نسبت دینے میں کہیں زیادہ خوشی ہوتی ہے۔

صبر اور برداشت کا مادہ جن مردوں اور عورتوں میں ہے وہ بہترین زن و شوہر ہوتے ہیں۔ کیونکہ ازدواجی زندگی میں بہت ساری کھائیاں اور چٹانیں حائل ہیں۔ اکثر میاں بیوی کی راہ میں یہ رکاوٹیں حائل ہوتی ہیں۔ اب اگر صبر کیا جائے تو یہ رکاوٹیں پست ہوں گی۔ لیکن اکڑفوں دکھانا بے حد خطرناک ہوگا اور بہت جلد خاندان تباہ ہو جائے گا۔

اس حدیث میں حضور ﷺ نے دونوں میاں بیوی کو امکانی حد تک ایک دوسرے سے نرمی اور شائستگی برتنے کی تلقین فرمائی ہے۔ اس کے برعکس ایک دوسرے سے کسی بارے میں بغض وحسد رکھا گیا تو میل اور محبت کی دوسری کوئی نہ کوئی وجہ پیدا ہوگی اور ایک دوسرے کے لیے سفارش کا باعث بنے گی۔ اس طرح باہم اتفاق ہوگا، زخم بھریں گے اور خاندان محفوظ رہے گا۔ اسی طرح بچوں کے انجام کی فکر اور جدائی کا رنج میاں بیوی کو آپ ہی سوچنے پر اور اکڑے رہنے کی بجائے نرم پڑنے پر مجبور کرتا ہے۔ جس سے ازدواجی زندگی خوش وخرم اور قائم و دائم رہتی ہے اور یہ محض لذت کا سامان نہیں بلکہ اہم دینی فریضہ ہے۔

کتاب ''صید الخاطر'' مصنفہ علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ (۵۴۲/۳) مطبوعہ ''دار الفکر'' میں زیر عنوان ''لائق نفرت بیوی سے برتاؤ'' لکھا ہے۔ ذیل میں اس کا خلاصہ درج ہے:

ایک شخص نے اپنی بیوی سے کڑھن کا ذکر کیا اور کہا بعض وجہ سے میں اس سے علیحدہ نہیں ہو سکتا۔ ایک یہ کہ میں اس کا کافی مقروض ہوں۔ دوسرے میرے اندر صبر کا مادہ کم ہے۔ تیسرے شکایت کرنے میں میں اپنی زبان کی لغزشوں سے بچ نہیں سکوں گا۔ چنانچہ میرے ایک ایک لفظ سے میرا اندرونی بغض عیاں ہوتا ہے۔ (خلاصہ یہ کہ میں اس سے بہت کڑھتا ہوں۔ اب میں کیا کروں؟)

میں نے کہا دیکھو! یہ کڑھن بے سود ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ دروازے سے گھروں کے اندر جانا چاہیے۔ اس لیے تم تخلیہ میں سوچو! تمہیں خود اندازہ ہوگا کہ نفرت کے لائق بیوی محض تمہارے گناہوں کے سبب تم پر مسلط کی گئی ہے۔ (واضح ہو کہ اکثر ایسا نہیں ہوتا۔ کیونکہ بے شمار مردان باخدا ایسے گزرے ہیں کہ جن کی بیویاں بڑی نکمی تھیں۔) اس لیے تمہیں چاہیے کہ زیادہ سے زیادہ توبہ اور استغفار کرو۔ رہا تنگ دل ہونا، کڑھنا اور تکلیف اٹھانا تو یہ بے سود ہے۔ حسن بن حجاج نے کہا ہے: جو چیزیں تم پر اللہ کا عذاب بن کر نازل ہوں ان کا مقابلہ تلواروں سے مت کرو۔ توبہ اور مغفرت سے ان کا مقابلہ کرو۔

نیز یہ بھی سمجھ لو کہ تم امتحان گاہ میں کھڑے ہو۔ اب اگر جمے رہے تو تمہیں دوہرا اجر ملے گا کیونکہ:

﴿ وَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ ﴾ (٢/ البقرۃ: ٢١٦)

"عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بری لگے اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو۔"

اس لیے اللہ نے جو فیصلہ کر دیا اس پر اللہ کے ساتھ صبر و شکر کا معاملہ کرو اور اس سے کشادگی کی دعا کرو۔ جب تم مغفرت طلب کرو گے، گناہوں پر ندامت کا اظہار کرو گے، قضا و قدر پر صبر کرو گے اور اللہ سے کشادگی طلب کرو گے۔ تو تین عبادتیں یکجا ہوں گی اور ہر عبادت پر تمہیں اجر ملے گا۔ اسی لیے فضول کاموں میں ایک لمحہ بھی ضائع نہ کرو اور ہرگز یہ بھی نہ سوچو کہ تقدیر کا لکھا تم تدبیر سے بدل دو گے۔

﴿ وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ﴾ (٦/ انعام: ١٧)

"اور (اے انسان!) اگر اللہ تجھ کو کسی قسم کی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اس تکلیف کو دور کرنے والا نہیں۔"

اور تمہیں جو اس عورت سے تکلیف پہنچ رہی ہے تو اس کا سبب یہ عورت نہیں وہ تو ایک مہرہ ہے۔ اس لیے تمہاری توجہ دوسری طرف رہنی چاہیے۔ اس شخص نے کہا: یہ عورت مجھ سے بے حد محبت کرتی ہے۔ میری بڑی خدمت کرتی ہے۔ لیکن اس سے کڑھن میرے دل میں بس چکی ہے۔ میں نے اس سے کہا: تم اللہ کے ساتھ صبر کا معاملہ کرو وہ تمہارے ساتھ اجر کا برتاؤ کرے گا۔

ابو عثمان نیشاپوری سے کسی نے پوچھا۔ تمہیں اپنے کس عمل سے زیادہ ثواب کی امید ہے؟ انہوں نے کہا: جوانی کے آغاز میں میرے گھر والے میری شادی کے لیے بڑی جلدی کرتے تھے میں انکار کرتا تھا۔ ایک بار میرے پاس ایک عورت آئی اور کہنے لگی: ابو عثمان میں تمہیں چاہتی ہوں اور میں اللہ سے دعا کرتی ہوں کہ تم مجھ سے شادی کر لو! میں نے اس کے باپ کو بلایا۔ باپ بے غرض آدمی تھا۔ اس نے میرا اس سے نکاح کر دیا اور بڑا خوش ہوا۔ جب تخلیہ میں اس کے پاس پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہ کانی، لنگڑی اور نہایت بدصورت ہے اور چونکہ اسے مجھ سے محبت تھی اس لیے وہ مجھے باہر نہیں جانے دیتی تھی۔ اس لیے اس کی دل جوئی کے لیے میں اسی کے پاس بیٹھا رہتا تھا۔ اس سے بغض یا دشمنی کا اظہار کبھی نہیں کرتا تھا۔ لیکن دل میں چونکہ نفرت سمائی ہوئی تھی۔ اس لیے اس نفرت کے سبب میری حالت ایسی تھی جیسے میں درخت جھاؤ کے دہکتے شعلوں پر بیٹھا ہوا ہوں۔ (جو دیر تک گرم رہتا ہے۔) یہ خاتون اسی طرح

ام کلثوم بنت عقبہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے تین جھوٹ کے علاوہ کسی اور جھوٹ کی بابت میں نے کوئی رعایت نہیں سنی [1] ہے۔ ایک یہ کہ کوئی شخص اصلاح اور درستی کے لیے جھوٹ بولے۔ دوسرے وہ جھوٹ جو جنگ کے موقع پر بولا جائے۔ تیسرے وہ جو اپنی بیوی سے بولا جائے یا بیوی اپنے شوہر سے بولے۔ [2]

ایک شخص نے خلیفہ دوم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: میں اپنی بیوی سے ذرہ برابر محبت نہیں رکھتا، آپ نے فرمایا: محبت پر (ہی) گھر کی تعمیر ہوتی ہے۔ [3]

بیوی کے سامنے شوہر کا [4] برداشت کرنا

احادیث نبوی ﷺ

= میرے پاس پندرہ سال تک رہی بالآ خر اس کا انتقال ہوا۔ جہاں تک مجھے یاد ہے اللہ کے نزدیک اس عمل سے زیادہ ثواب کے لائق کوئی عمل مجھے یاد نہیں ہے۔ (صید الخاطر لابن الجوزی، ۱/ ۱۳۲)
غرض میں نے اس شخص سے کہا: دیکھو یہ مردوں کا کام ہے۔ اب اگر دشمنی اور نفرت کے سبب کوئی کتنی ہی آہ وزاری کرے بھلا کون اس کی سنے گا اور کون اس کی مدد کرے گا؟ ہاں اس مصیبت سے نجات بس اسی صورت ممکن ہے کہ توبہ کی جائے، صبر سے کام لیا جائے اور اللہ سے کشادگی طلب کی جائے۔

[1] میں سمجھتا ہوں اظہار محبت کے مختلف مواقع پر گاہے بگاہے حسب موقع جھوٹ بولنے کی اجازت ہے۔ جیسے محبت نہ ہو لیکن محبت کا دم بھرنا وغیرہ۔ یہ صرف اس لیے تاکہ گھریلو زندگی کی کشتی کسی طرح چل سکے اور بچوں کی تربیت اور دیکھ بھال ہو سکے اور ہو سکتا ہے آج کے یہ دکھاوے کی محبت کل سچی محبت کا روپ اختیار کر لے اور ایک دوسرے سے نیک برتاؤ، نیک جذبات اور اندرونی دباؤ اس راہ میں معاون ہوں۔ پھر صحیح حدیث میں ہے: ''علم سیکھنے سے آتا ہے، بردباری برداشت کرنے سے آتی ہے اور جو شخص خیر چاہتا ہے اس کو پا لیتا ہے اور جو برائی سے بچنا چاہے تو بچ سکتا ہے۔'' (السلسلۃ الصحیحۃ للالبانی: ۳۴۲، تاریخ بغداد: ۹/ ۱۲۷) میں سمجھتا ہوں کہ اس کے علاوہ کسی موقع پر جھوٹ کی اجازت نہیں ہے اور صحیح علم بس ذات واحد کو ہے۔ اس لیے اس کے علاوہ دیگر مقامات پر سچ ہی کہنا چاہیے ورنہ اعتماد ٹوٹ جائے گا اور اعتماد کے بغیر ازدواجی زندگی کا پہیہ حرکت نہیں کر سکتا۔

[2] صحیح بخاری، کتاب الصلح، باب لیس الکاذب الذی یصلح...... : ۲۶۹۲؛ صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم الکذب...... : ۲۶۰۵۔

[3] (یہ روایت بے اصل ہے) اپنے بچوں کے مستقبل کو سنوارنے کے لیے شوہر کو چاہیے کہ انانیت چھوڑ دے۔ خصوصاً جب کہ شادی کے بعد بیوی سے بغض پیدا ہو جائے اور بیوی اس سے محبت رکھتی ہو اور اس کے جملہ حقوق ادا کرتی ہو۔

[4] عورت کے مقابلہ میں بردباری اور صبر کرنے سے نفس کو مشقت لاحق ہوتی ہے۔ غصہ ٹوٹ جاتا ہے اور اخلاق سنورتے ہیں۔ اگر آدمی غیر شادی شدہ رہا تو وہ کون سی بات پر آخر صبر کرے گا۔ نہ اپنے اندرونی عیوب کو کھول ہی =

نبی ﷺ کی بیویاں آپ کو جواب دیتی ہیں اور بعض آپ کو کسی دن رات تک چھوڑ دیتی ہیں۔ [1] ایک بار آپ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان کچھ (تیز) بات چیت ہوگئی۔ اتنے میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ آپ نے دونوں کے درمیان ثالثی کی۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: تم کہو یا میں ہی کہتا ہوں؟ انہوں نے عرض کیا: آپ کہیں مگر سچ کے سوا کچھ نہ کہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے منہ پر گھونسا مارا جس سے ان کے منہ سے خون نکل آیا اور فرمایا: اپنی جان کی دشمن! وہ سچ نہیں کہیں گے تو کیا کہیں گے؟ ام المومنین حضرت عائشہ حضور ﷺ کی آڑ میں سرک گئیں اور آپ کی پشت کے پیچھے بیٹھ گئیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''ہم نے تم سے یہ اس لیے نہیں کہا تھا۔ نہ ہم نے یہ چاہا تھا۔''

= سکے گا، لہٰذا آخرت کے مسافر کو اس قسم کی چیزوں سے تنگ دل نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ ان تکلیفوں پر صبر سے معاملہ فہمی، ہوشیاری اور خوش اسلوبی پیدا ہوتی ہے، حالات کا سامنا کرنے کی عادت پڑتی ہے، جس سے دل خوش ہوتا ہے، باطن میں صفائی آتی ہے۔ یہ بھی منجملہ ازدواج کے مفاد سے ہے۔

نیز یہ بھی یاد رہے ہر چند کہ بیوی کے ساتھ صبر اور برداشت سے کام لینا چاہیے لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ آدمی ہاتھ باندھے اس کے سامنے کھڑا رہے۔ بیوی کو ہر طرح کی برائی کرنے کی پوری چھوٹ حاصل ہو اور شوہر یہی کہے کہ میں تو بس صبر کروں گا۔ ہرگز نہیں، ہمارا مقصود یہ نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ صبر کرنا بیوی کو بھی سکھایا جائے اور نرمی اور احتیاط سے اس کام کو انجام دیا جائے۔ اگر بیوی گرم ہو تو خود ہرگز گرم نہ ہو۔ گرمی سے گرمی کا اور برائی سے برائی کا بدلہ نہیں دیا جاتا بلکہ صبر کرنا چاہیے۔ پھر جب بات آئی گئی ہو جائے اور فضا ہموار ہو جائے تو اب حکمت اور دانائی سے معاملہ کو نمٹایا جائے تاکہ نرمی اور آسانی سے اس کے ذہن میں بات اتاری جا سکے اور یہ بتایا جا سکے کہ اسے کیا کرنا چاہیے؟ اس موقع پر جوش اور انتقام، سختی اور مار پیٹ ہرگز نہ کی جائے۔ اس کے بجائے شائستگی اور نرمی سے کام لیا جائے۔ یہ ممکن نہیں کہ یہ سب ہو اور اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلے۔ جب کہ یہ مجرب اور مستند صورت ہے پھر مرد بڑی حکمت اور عقل و شعور رکھتا ہے۔ جہاں عقلمندی، نرمی، صحیح راہنمائی اور نیک راہبری کی ضرورت اور مناسب موقع ہو اسے اپنے فریق مخالف کے سامنے ان چیزوں سے کام لینا چاہیے اور ہر گھڑی مناسب نہیں ہوتی خصوصاً جھگڑے لڑائی کا وقت سمجھنے سمجھانے کے لیے موزوں نہیں ہوا کرتا۔ (ازدواجی زندگی)

مشہور فلسفی سقراط اپنی خانگی زندگی سے بڑا نالاں رہا کرتا تھا۔ ایک نوجوان شادی سے کترا رہا تھا۔ سقراط نے اسے نصیحت کرتے ہوئے کہا۔ تم ہر حال میں شادی کرلو۔ اگر تمہاری بیوی نیک رہی تو خوش و خرم رہو گے اور اگر تمہارے نصیب میں بداخلاق بیوی لکھی ہوگی تب بھی تمہارے اندر حکمت اور دانائی آجائے گی اور یہ دونوں چیزیں انسان کے لیے سودمند ہیں۔

[1] صحيح بخاري، كتاب التفسير، باب تبتغي مرضات أزواجك: ٤٩١٣۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک بار غصہ میں فرمایا: آپ وہی ہیں؟ جو اپنے آپ کو نبی سمجھتے ہیں! حضور ﷺ مسکرا دیئے۔ بردباری اور شرافت کے تحت آپ نے اس بات کو پی لیا۔ [1]

بیوی کو نصیحت

آیت قرآنی

﴿ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ﴾ (٤/ النساء:١٩)

''اور دیکھو عورتوں کے ساتھ حسن سلوک سے رہو۔''

احادیث نبوی ﷺ

''عورتوں کو بھلائی کی تاکید کرتے رہو! کیونکہ وہ ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور سب سے ٹیڑھی پسلی اوپر کی ہوتی ہے۔ اگر تم اسے سیدھی کرنے جاؤ گے تو توڑ دو گے اور اگر چھوڑ دو گے تو وہ ٹیڑھی ہی رہے گی، لہٰذا عورتوں کو بھلائی کی نصیحت کرتے رہو۔'' [2]

---

[1] اسنادہ ضعیف، مسند ابی یعلی: ٤٦٥١ محمد بن اسحاق مدلس ہیں اور سماع کی صراحت نہیں ہے۔
حضور ﷺ کا یہ طریقہ کیسا موزوں اور کارگر تھا جس سے گھر نشان جنت بنا ہوتا تھا لیکن یہ اوصاف آپ پر ختم ہیں۔ یہ اوصاف ازدواجی زندگی کی بقا کے ضامن ہیں۔ دونوں میں سے جس کسی کو غصہ آئے دوسرے کو چاہیے کہ اسے برداشت کرے، کیونکہ غصہ ایک نشہ ہوتا ہے جس میں آدمی یہ نہیں جانتا کہ وہ کیا کرتا اور کہتا ہے۔ اس وقت شیطان کا اس پر غلبہ ہوتا ہے اس لیے غصہ کر کے آدمی شیطان کے ہاتھ مضبوط نہ کرے اور گمان کے باہر کوئی کام کر کے دشمنی اور عداوت کی جڑیں مضبوط نہ کرے کہ اس سے گھر تباہ اور گھر والے خانماں برباد ہوتے ہیں۔

[2] صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب خلق آدم...... : ٣٣٣١؛ صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب الوصیة بالنساء: ١٤٦٨۔
کتاب حجۃ اللہ البالغۃ (ص ۷۰۸ ج ۲) میں لکھا ہے:
اس حدیث مبارکہ کا مفہوم تحریر کرتے ہوئے میں عرض کرتا ہوں۔ دیکھو میری نصیحت یاد رکھو اور عورتوں کے بارے میں اس پر بخوبی کاربند رہو۔ ان کی عادات واطوار میں کجی اور برائی دونوں شامل ہیں۔ یہ ان کا خاصہ ہے جیسے کسی مادے کے لازمی اثرات اس کے لیے خاص ہوا کرتے ہیں۔ اب اگر کوئی انسان اس سے گھریلو مقاصد کی تکمیل چاہے گا تو اسے معمولی باتوں سے چشم پوشی کرنی ہوگی۔ خلاف طبیعت کوئی چیز سرزد ہونے پر غصہ کو پینا ہوگا۔ ہاں غیرت کی کوئی جگہ ہو یا ظلم وزیادتی کا دفعیہ ناگزیر ہو تو اور بات ہے۔
کتاب ''عورت، گھر اور سماج'' صفحہ ۳۲ پر حدیث کے ان الفاظ کے ذیل میں لکھا ہے: ''اور اگر اسے چھوڑ دو گے تو ٹیڑھی ہونے کے باوجود اس سے فائدہ اٹھاؤ گے۔'' ان الفاظ سے یہ فائدہ ملتا ہے کہ بیوی کی ناپسندیدہ حرکتوں ـــ

= پرچشم پوشی کر کے اس کی پسندیدہ چیزوں سے فائدہ اٹھانا آسان ہوتا ہے اور آدمی ان سعادتوں سے محروم نہیں ہوتا۔
نیز پیغمبر علیہ السلام کے سابقہ ارشادات کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ عورت بدی اور برائی کی پوٹ ہے اور بس خرابی کے لیے ہی پیدا کی گئی ہے۔ بلکہ جیسا کہ ہم نے عرض کیا: آپ نے حقائق کو پیش فرمایا تا کہ آدمی خوابوں اور خیالوں کی دنیا میں نہ رہے اور دل میں اس برائی سے چوکنا رہے جو اس کی طرف سے پہنچ سکتی ہے۔ پھر جب بھی کوئی ناگوار حرکت یا بری عادت سامنے آئے تو فراخدلی سے اس پر صبر کرے، بغض وحسد اور دل میں بے جا اثر نہ لے۔ کیونکہ بدسلوکی کے بعد نیک سلوک کی بھی اس سے قوی امید ہے جس سے اس کا دل خوش ہوگا۔ آخر وہ بھی انسان ہے بھلائی اور برائی جیسے تمام انسانوں کے اندر ہے اس کے اندر بھی موجود ہے۔ اس ارشاد نبوی ﷺ کا یہی مفہوم ہے کہ ''مومن مرد کسی مومنہ عورت سے بغض اور دشمنی نہ کرے۔ اگر اس کی ایک عادت بری ہے تو دوسری عادت ضرور بھلی ہوگی۔'' (صحیح مسلم: ۱۴۶۹) بہر کیف ازل سے آج تک دین اسلام جس قدر عورتوں کے حقوق کی رعایت کرتا ہے ان کی تائید اور حمایت جتنی وہ کرتا ہے کوئی دین اور مذہب اس کے ہم پلہ اور مساوی نہیں ہے۔۔۔۔۔الخ

اور اگر کوئی یہ سوچے کہ اللہ نے ان اوصاف اور خواص کے ساتھ آخر عورتوں کو کیوں پیدا فرمایا؟ تو اس کے جواب میں ہم عرض کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں پر بعض اہم اور نازک ذمہ داریاں ڈال رکھی ہیں۔ جیسے حمل کا ٹھہرنا، بچوں کو دودھ پلانا اور ان کی پرورش کرنا وغیرہ۔ اسی لحاظ سے ان کے اندر کچھ اوصاف اور خواص بھی ودیعت کر رکھے ہیں تا کہ یہ کام باآسانی انجام پائے اور ظاہر ہے یہ ذمہ داریاں اور اوصاف مردوں سے یکسر مختلف ہیں۔ اس لیے مرد ان اوصاف کو ہمیشہ تعجب کی نظر سے دیکھتا ہے کیونکہ اس کے اپنے علیحدہ اوصاف اور خواص ہیں۔ اب جو انسان بھی نیک اور باتدبیر ہوگا حقائق سامنے آنے پر ان کو تسلیم کرے گا اور بیوی سے اس کے فطری اوصاف کے ساتھ ساتھ معاملہ کرے گا اور فائدہ اٹھائے گا۔ اگر وہ باتدبیر نہیں تو وہ بیوی کو پتھر کی مورتی سمجھے گا اور جیسی اس کی فکر، فطرت، نفسانیت اور احساس ہوگا اس کے مطابق اس کے ساتھ سلوک کرے گا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ فوراً نا کام ہوگا، خسارہ اٹھائے گا، گھر اور خاندان تباہ وبرباد ہو کر رہ جائے گا۔ جبکہ یہ اسے آباد رکھنے کے درپے ہوگا لیکن تدبیریں سب اس کے برعکس کرے گا جو حضور ﷺ نے صاف اور دلنشین انداز میں بیان فرما دی ہیں۔ ڈاکٹر فریڈرک کہن نے اپنی کتاب ''ہماری جنسی زندگی'' (ص: ۷۰) میں لکھا ہے:

عورت اپنے بچپن کی سرشت کو اپنے جسم میں ہی نہیں بلکہ اپنی طبیعت اور نفسانی کیفیت میں بھی محفوظ رکھے ہوتی ہے۔ چنانچہ بچوں کی عادتیں اگر اس کے اندر نہ پائی جائیں یا ان میں فرق آجائے تو ایسی عورت بہتر ماں نہیں بن سکتی۔ بہتر اور اچھی ماں اپنے اسی بچگانہ شعور اور احساس کے ذریعے سے ہی بچوں کی خواہشات اور ان کے تقاضوں کو بجھ لیتی ہے۔ جبکہ مرد کا بچگانہ شعور چونکہ آگے بڑھ چکا ہوتا ہے اس لیے بچوں کی حاجتوں اور ضرورتوں کو مرد سمجھ بھی نہیں سکتا۔

لیکن ماں، باپ سے کہیں زیادہ اپنا بچپن اور بچگانہ احساس باقی رکھے ہوتی ہے۔ سوچنے سے زیادہ اس کی شفقت کا جذبہ موجود ہوتا ہے۔ ذہنی اور فکری زندگی سے کہیں زیادہ اس کی حس بیدار ہوتی ہے۔ کیونکہ اسے بچہ کی ایک ایک عادت برداشت کرنی ہے۔ مشکلات پر سخت ہونے کے بجائے وہ اس کے ساتھ نرمی کرتی ہے۔ قدرت الٰہیہ نے اسے شوہر اور بچہ کا درمیانی روپ بخشا ہے تا کہ خاندان کے مرکزی مقام میں بیٹھ کر مختلف ذہن رکھنے والے افراد میں اتفاق واتحاد کا اہم فریضہ انجام دے سکے۔ عورت کی اسی امتیازی خصوصیت کے اندر قدرت نے مرد کے لیے راحت کا سامان، حسن وجمال اور دلی کشش پیدا کر رکھی ہے۔

اس حدیث کی بعض روایتوں میں ہے:

''عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے جو کسی طریقے سے سیدھی نہیں ہوسکتی اگر تم فائدہ اٹھانا چاہو تو ٹیڑھے پن کے باوجود اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہو، لیکن اگر سیدھی کرنے جاؤ گے تو توڑ بیٹھو گے۔ یہ توڑ دینا طلاق دے دینا ہے۔'' [1]

''عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ کیونکہ تم نے انہیں اللہ کے عہد و پیمان کے ساتھ اپنایا ہے۔ اور اللہ کے حکم سے ان کی شرمگاہوں کو حلال ٹھہرایا ہے۔'' [2]

شعرا کا اپنی بیوی پر مرثیہ

اس میں شک نہیں کہ دلہن کے لیے ہدایات جیسے موضوع پر لکھی گئی اس کتاب کے اندر مرثیہ پر کچھ لکھنے سے قارئین کو بڑی حیرت ہوگی۔ لیکن ان کی حیرت اس وقت دور ہوگی جب انہیں احساس ہوگا کہ میرا مقصد کچھ شوہروں کا دل نرم کرنا، ان کے ضمیر کو بیدار کرنا اور اس حسین اور امانت دار ہم سفر اور جنس لطیف کے بارے میں نرم جذبات پیدا کرنا ہے جسے بیوی کہا جاتا ہے، جس کی آدمی بڑی حرص رکھتا ہے، لیکن دوسری طرف اس کے حقوق کو فراموش کرتا ہے اور کبھی اس پر ظلم و زیادتی بھی کر گزرتا ہے۔

لیکن ایک عرصہ کے بعد جب وہ مر جاتی ہے تو مرد اپنی زندگی میں زبردست خلا محسوس کرتا ہے۔ اس کی لاش پر وہ اور اس کے بچے دیر تک آنسو بہاتے ہیں اور پھر مدتوں ماتم کرتے

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب الوصية بالنساء: ١٤٦٨، [٣٦٤٦]۔

صاحب تحفۃ العروس نے اس حدیث کے حاشیہ میں لکھا ہے:

حضور ﷺ نے آگاہ فرمادیا کہ عورتوں کے ساتھ نرمی اور مدارات کرنی چاہیے۔ ان کے ساتھ برتاؤ میں کمی یا ان کی ٹیڑھی طبیعت کے باوجود ان کے ساتھ کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرنی چاہیے۔ اس سے رفتہ رفتہ ان سے دوری اور جدائی پیدا ہوتی ہے۔

اس مفہوم کو شاعر نے نظم میں یوں کہا ہے:

هي الضلع العوجاء لست تقيمها   الا ان تقويم الضلوع انكسارها

''عورت ٹیڑھی پسلی ہے۔ تم اسے سیدھا نہ کرسکو گے۔ سنو اگر تم نے پسلیوں کو سیدھا کرنا چاہا تو وہ ٹوٹ جائیں گی۔''

ايجمعن ضعفا واقتدارا على الفتى   اليس عجيبا ضعفها واقتدارها

''کمزوری کے باوجود کیا مردوں پر ان کا اقتدار نہیں؟ اور کیا یہ کمزوری اور ان کا یہ اقتدار حیرت انگیز نہیں؟''

[2] صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی ﷺ: ١٢١٨۔

ہیں۔ لیکن اب ماتم اور رونا دھونا کس کام کا اور ندامت بھی اب کیا کام دے گی؟ جب بلبل پنجرے سے اڑ جائے۔ ورنہ جب تک وہ تھی اس کے غمزوں، چہچہوں اور اداؤں سے گھر کا گھر بھرا ہوتا تھا۔ اس کے حسن و جمال سے ایک ایک چیز آراستہ پیراستہ تھی۔ ہر طرف اس کی شفقت، اس کی رافت ورحمت، اس کے مزاح اور دل لگی سے پیار کا عالم طاری تھا۔

صالحین میں سے ایک کا حال کتابوں میں آتا ہے کہ انہوں نے اپنے لیے ایک بڑا صندوق بنا رکھا تھا۔ جب ان کا دل سخت اور اللہ سے غافل ہو جاتا تو وہ از خود اس میں لیٹ جاتے تھے۔ تا کہ قبر اور اس کی تاریکی انہیں یاد رہے۔ پھر جب انہیں سینہ میں تنگی اور طبیعت میں گھبراہٹ محسوس ہوتی تو زور سے چلاتے۔

﴿ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ۝ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا ﴾ (۲۳/ مومنون: ۱۰۰)

''اے مرے پروردگار! مجھے پھر دنیا میں واپس بھیج دے تا کہ جس (دنیا) کو چھوڑ کر آیا ہوں اس میں نیک عمل کروں۔''

پھر صندوق کا دروازہ کھول کر وہ باہر نکل آتے۔ اس طرح لذتوں کو توڑ دینے والی چیز یعنی موت کو وہ یاد رکھتے تھے۔ قبر اور اس کی وحشت کا ہر آن تصور کرتے تھے اور اس کے نتیجے میں ان کا عام برتاؤ بہتر اور اللہ کی اطاعت و بندگی ان سے زیادہ سے زیادہ ہوتی تھی۔

عورت کا مقام بلند [1]

آیت قرآنی

﴿ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۠ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ﴾

(۲/ البقرۃ: ۲۲۸)

[1] اسلام اس کی دعوت دیتا ہے کہ عورت کی عزت وحرمت کی اس لحاظ سے حفاظت کی جانی چاہیے کہ وہ ماں، بیٹی، بہن اور شریک حیات کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس لیے کسی شخص کو عورت اس لیے نہیں دی جائے گی کہ وہ کچھ دنوں اس سے فائدہ اٹھائے پھر ایک طرف پھینک دے۔ نہ ہی ایک عورت کئی مردوں کے حوالہ کی جاسکتی ہے۔ اس کے احترام کا یہ بھی خاصہ اور تقاضا ہے کہ اس کی مرضی کے خلاف کسی سے اس کا نکاح نہ کیا جائے اور مرد کے ساتھ اس کا تعلق شریک حیات ہونے اور عزت واحترام کا حامل ہو۔ محض لطف اندوزی کا سامان نہ ہو۔ (محمد ﷺ آزادی کے پیغامبر) اسلام سے پیشتر عورتیں اس اہانت کا شکار تھیں جس سے ان کی نسوانیت گم ہو چکی تھی۔ ==

= استاد محمد الغزالی نے اپنی کتاب ''ایمان کے خزانے عقل و دل کے درمیان'' نامی کتاب میں لکھا ہے عظیم دین اسلام آیا تو اس کی رحمت کاملہ نے عورت کو نئی زندگی بخشی سنگ دل مردوں کے ظلم و جور کو ان سے دور کیا اور روحانی اور جسمانی طور پر ان کے انسان ہونے کو اس طرح بحال کیا کہ علم کے زیور سے آراستہ ہونے کا انہیں موقع دیا۔ ان کے مالی حقوق کو محفوظ رکھا تاکہ عزیز و اقارب انہیں اپنی خود غرضی کا نشانہ نہ بنالیں۔ عظیم امت اور اس کی عظیم دعوت سے انہیں مربوط رکھا اس طرح وہ صلح اور جنگ کے دنوں میں ایک مؤثر کردار اور مضبوط سہارے کی شکل میں سامنے آتی ہیں۔

اسلامی تعلیمات کے دائرے میں عورتوں کا شعور کسی طرح بھی دینی اور دنیاوی امور میں مردوں سے پیچھے نہیں رکھا گیا۔ صحابہ اور تابعین کی بیویاں جزیرہ عرب کے اندر چھڑی ہوئی اسلام اور بت پرستی کی جنگ سے یا دوسری طرف روم و ایران سے کی جانے والی لڑائیوں سے ناواقف یا غافل نہیں تھیں ہاں اتنا ضرور تھا کہ ہر دو جنس کو ذمہ داریاں اس طرح تقسیم کردی گئی تھیں جس میں کوئی مشقت یا بدنظمی کا شائبہ بھی نہیں تھا۔ اسلام پہلی نظر میں عورت کو شمع خانہ قرار دیتا ہے۔ اسے جانبازوں کی اہلیہ اور شہدا کی ماں ہونے کا شرف حاصل ہے۔ رفاہ اور خوش حالی کے لیے اسلام عورتوں کی فوجی بھرتی کا قائل نہیں۔ جیسا کہ یورپ نے آخری جنگوں اور صلح کے مواقع پر ایسا کیا۔ کہاں اسلام کا عورتوں کے ساتھ یہ حسن سلوک اور کہاں یورپ کا ان کے ساتھ یہ ناز یبا رویہ۔ آگے چل کر استاد محمد الغزالی لکھتے ہیں:

ہمیں اس لحاظ سے نئی تہذیب کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ عورت کے انسان ہونے کا اعتراف کرنے کے بعد کم از کم اس کی کمزوری کا اس نے اعتراف کیا۔ اس کے تلف کردہ حقوق کو تسلیم کیا اور جن لوگوں نے علم اور مال کے بارے میں ان پر بخل کیا ان کی سخت مخالفت کی اور خصوصی و عمومی مصالح میں انہیں واضح حصہ لینے کا موقع دیا۔

لیکن نئی تہذیب اور ان کی اولین ہیئت ـ ـ ـ کہ زندگی کی پرستش ان کا مقصد تھا۔ عورت کو مشکوک طریقہ پر سماج میں ضم کرنا چاہا، چنانچہ بجائے اس کے کہ کھیل تماشہ میں عورت کی نسوانیت کو ضائع ہونے سے بچایا جائے۔ انہوں نے حیوانی رخ کو ابھارنا چاہا اور عورت کی نسوانیت کو ایسا فتنہ قرار دیا جو ہر جگہ گناہ کا اڈا ابنار ہے۔ چنانچہ اس تہذیب نے عورت کو وہ لباس پہنایا جو تنگ اور چھوٹا تھا جس سے ٹانگیں کھلی رہتی تھیں چست ایسا کہ سینہ اور سرین عیاں ہوں جسم کا ایک ایک انگ ابھرا رہے جس سے غلط نگاہ اور حرام فکر پروان چڑھے۔

اس تہذیب نے یہ روش اپنائی کہ عورت کپڑوں سے بے نیاز ہو کر نائٹ کلبوں کی زینت بنے۔ غیر مردوں کے ساتھ بے محابا گھومے پھرے، اچھلے کودے اور رقص کرے۔ یورپ اور امریکہ اس پر یقین رکھتے ہیں کہ فطری طور پر ہر نوجوان مرد اور عورت کو جسمانی حظ اور جنسی لذت اٹھانے کی پوری چھوٹ حاصل ہے۔ سفلی جذبات کی تسکین کے لیے اکیلے اکیلے لڑکے لڑکیوں کا ملنا چنداں معیوب نہیں خواہ یہ ملاپ زنا کی شکل میں ہو یا جس طرح بھی ہو۔

پھر چونکہ ایمان والا ماحول لباس پر کڑی پابندیاں عائد کرتا ہے اور بیوی کو شوہر کے گھر میں یا باہر شوہر کے سوا کسی اور سے ملنے ملانے سے سختی کے ساتھ منع کرتا ہے جب کہ نئی تہذیب دن رات، خشکی اور تری میں شہوتوں کو بھڑکاتی اور ساکن جذبات کو برانگیختہ کرتی ہے تاکہ جتنا ہو سکے جائز اور ناجائز فائدہ اٹھانے سے دریغ نہ کیا جائے۔

یہ وہ نام نہاد تہذیب ہے جو لذت ہی کو سب کچھ سمجھتی ہے اور اس کی قربان گاہ پر ایک ایک چیز کو بھینٹ چڑھا دینا پسند کرتی ہے۔ ان پر لذتیت کا بھوت سوار ہے اور یہ ارشاد باری تعالیٰ ان پر صحیح صادق آتا ہے: =

''اور عورتوں کا حق مردوں پر ویسا ہی ہے جیسا دستور کے موافق مردوں کا حق عورتوں پر ہے البتہ مردوں کو عورتوں پر کچھ فضیلت ہے۔''

احادیث نبوی ﷺ

''عورتیں مردوں کی ہی بہنیں ہیں۔'' [1]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جاہلیت میں ہم عورتوں کو کچھ نہیں دیتے تھے یہاں تک کہ ترکہ کی تقسیم کے بارے میں اللہ نے ان کے حق میں آیتیں نازل فرمائیں۔ایک بار ایک معاملہ میں میں اپنی بیوی سے مشورہ ہی کر رہا تھا کہ میری بیوی نے کہا: آپ یوں کر لیتے تو میں نے کہا: اس معاملہ میں تجھے کیا پڑی؟

= ﴿ إِنَّ هَٰؤُلَاءِ يُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُونَ وَرَاءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيلًا ﴾ (۷۶/ دھر:۲۶)

''یقیناً یہ لوگ دنیا سے محبت رکھتے ہیں اور قیامت کو پس پشت ڈالتے ہیں جو بڑا بھاری دن ہے۔''

پھر انسان کی فطرت ہے کہ من پسند چیز پا کر اسے سکون نصیب ہوتا ہے۔مرغوب چیز مل جائے تو اسے چین آتا ہے۔اس لیے جنسی اور شہوانی جذبات کے ہرکارے ہمیشہ اس میدان میں اپنا ذہن دوڑاتے ہیں کہ کس طرح وہ ایسے کپڑے تیار کریں، کون کون سا ایسا آسن وضع کریں جس سے بھوکے بھیڑیوں کی تسکین ہو۔جو ہر وادی میں یہ چیختے ہوئے دوڑتے پھرتے ہیں کہ کیا اور بھی کوئی صورت ہے، کیا دوسری بھی کوئی شکل ہے؟

[1] اسنادہ ضعیف، سنن ابی داود، کتاب الطھارۃ، باب فی الرجل یجد البلۃ فی منامہ: ۲۳۶؛ سنن الترمذی، کتاب الطھارۃ، باب ماجاء فیمن یستیقظ......: ۱۱۳؛ سنن ابن ماجہ، کتاب الطھارۃ، باب من احتلم ولم یر بلاً: ۶۱۲، عبداللہ العمری ضعیف راوی ہے۔

جن دنوں اسلام ایک طرف عورتوں کا مرتبہ بلند کر رہا تھا اور انہیں مردوں کی بہنیں بتا رہا تھا۔دوسری طرف ٹھیک انہی دنوں ۱۵۷ء میں فرانس میں کچھ لوگ یہ فیصلہ کرنے میں ایک دوسرے سے الجھے ہوئے تھے کہ آیا عورت انسان ہے یا نہیں؟ بالآخر اس مجلس نے یہ طے کیا کہ عورت انسان ہے لیکن اسے مردوں کی غلامی کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔جب کہ اسلام نے اسے گھر کی ملکہ اور شمع خانہ کا درجہ دیا ہے تاکہ وہ تعلیم و تربیت کا مقدس فریضہ اپنے ہاتھوں انجام دے سکے۔

مردوں نے زندگی کے میدان کارزار میں عورت کو اپنی خدمت کے لیے کنیز کا درجہ دیا۔وہ لوگ غارت ہوں جو حقوق کے نام پر عورتوں کو گھر سے باہر نکلنے کا نعرہ لگاتے ہیں۔ان کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ عورت ان کی خواہش اور شہوت کی پابند ہو۔بوجھ ڈھونے، جوتے صاف کرنے اور پاخانہ اور پیشاب خانوں کی صفائی پر مامور ہو اور آج یہی کچھ کرتے ہوئے مغرب میں عورتوں کو ہر کوئی دیکھ سکتا ہے۔

خوب سمجھ لینا چاہیے کہ عورت کا گھر سے قدم نکالنا مردوں کے اہم کاموں کو تلپٹ کرنے اور ان کی حفاظت گاہوں کو مسمار کرنے کے مترادف ہے۔عورتیں مردوں کو ڈھالتی اور معرکوں کے لیے جوانوں کو تیار کرنے کا فرض انجام دیتی ہیں۔

دین کے بارے میں تو کیوں تکلیف کر رہی ہے۔ اس نے کہا: ابن خطاب حیرت ہے تمہیں پلٹ کر جواب دیا گیا تو تم حیران ہو گئے! حالانکہ تمہاری بیٹی رسول اللہ (ﷺ) کو جواب دیتی ہے، یہی نہیں آپ کو دن بھر غصہ میں رکھتی ہے۔ یہ سننا تھا کہ میں نے چادر اٹھائی اور اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر میں نے حفصہ کے پاس جا کر اس سے پوچھا۔ میری بیٹی کیا تو حضور ﷺ کو پلٹ کر جواب دیتی ہے جس سے دن بھر آپ غصہ میں رہتے ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں اللہ کی قسم! ہم انہیں جواب دیتے ہیں...... [1] الخ۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب تبتغی مرضات ازواجك: ٤٩١٣۔

اس مناسبت سے ہم عرض کریں گے کہ اس حدیث ''عورتوں سے مشورہ کرو لیکن اس کے برعکس عمل کرو!'' کی کوئی اصل نہیں ہے جیسا کہ علامہ سخاوی اور علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ اسی طرح وہ روایت بھی کہ عورت کی اطاعت ندامت کا باعث ہے۔ موضوع ہے۔ ابن عدی اور ابو حاتم نے یہی کہا ہے۔ ہاں حضور ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ جب ام سلمہ نے آپ سے صلح حدیبیہ کے موقع پر یہ کہا کہ صحابہ کے سامنے آپ ہدی کو ذبح کر دیں تو آپ نے ان کی مخالفت نہیں کی اور حضور ﷺ نے عورتوں سے وحی الٰہی کے بموجب بیعت فرمائی۔ کیونکہ عورتیں بہر حال مردوں کی بہنیں ہیں ان کے سماجی ڈھانچہ کا ایک اہم حصہ ہیں جن کا اپنا وزن ہے۔ مردوں پر ان کے اور ان پر مردوں کے حقوق اور واجبات ہیں۔

اسلام میں مقبول عورت کی بنیادیں

آیت قرآنی

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ (۶۰/ الممتحنة: ۱۲)

''اے پیغمبر جب تمہارے پاس ایمان والی عورتیں ❶ اس غرض سے آئیں کہ وہ تم سے ان باتوں پر بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ بہتان ❷ کی اولاد لائیں گی جس کو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان بنالیں اور نہ کسی نیک ❸ کام میں تمہاری نافرمانی کریں گی تو (اے پیغمبر) تم ان سے بیعت لے لو اور ان کے لیے اللہ سے بخشش مانگو بلا شبہ اللہ بخشنے والا

---

❶ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: یعنی غیر کی اولاد کو اپنے شوہروں کی اولاد نہ ٹھہرائیں۔ (تفسیر طبری، ۲۳/۳۴۰)

❷ یعنی جس بھلائی کا آپ نے انہیں حکم فرمایا یا جس برائی سے آپ نے انہیں منع فرمایا اس میں وہ آپ کی مخالفت نہ کریں۔

❸ اس آیت کے ضمن میں سید قطب نے (تفسیر فی ظلال القرآن) میں جو کچھ کہا اس کا خلاصہ یہ ہے: یہ اصول عقائد کی بنیاد کی اہم اینٹیں ہیں، نیز جدید سماجی زندگی کی دیواریں بھی انہی ضابطوں پر استوار ہوتی ہیں۔ یعنی یہ کہ اللہ کے ساتھ مطلق شرک نہ کیا جائے۔ حدود کے قریب بھی نہ پھٹکا جائے جیسے چوری، زنا کاری، بچوں کو زندہ درگور کرنا جیسا کہ جاہلیت میں ہوتا تھا۔ پیٹ کے بچوں کو قتل نہ کیا جائے۔ ﴿ولا یاتین ببھتان یفترینہ بین ایدیھن وارجلھن﴾ اور آخری شرط یہ کہ ﴿ولا یعصینک فی معروف﴾ آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا ایسے تمام نیک امور میں وعدہ کرایا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیک بات کے علاوہ کسی بات کا حکم بھی نہیں فرماتے ہیں۔ جب عورتیں اسلام میں آنے سے پہلے ان ہمہ گیر ضابطوں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کریں گی تو ان کی بیعت قابل قبول ہوگی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے سابقہ کوتاہیوں پر اللہ سے مغفرت طلب کریں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ بڑا غفور و رحیم ہے۔ گناہوں کو معاف کرتا اور لغزشوں سے درگزر فرماتا ہے۔

قرآن کریم نے عورتوں کو بیعت کی جس طرح تاکید فرمائی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام عورتوں کا کتنا خیال رکھتا ہے۔ ان کی راہنمائی اور ان کی ترقی پر کتنی توجہ صرف کرتا ہے۔ اور یہ کوئی عجیب بات نہیں۔ بعض =

(اور) مہربان ہے۔"

احادیث نبوی ﷺ

حضور ﷺ اس آیت: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ ...... تا ...... غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ کی مصداق ہجرت کرنے والی عورتوں کا امتحان لیتے تھے۔ جو مومن عورتیں ان شرائط کا اقرار کرتیں آپ ان سے فرماتے: "میں نے تم سے زبانی بیعت کر لی۔" بخدا میں نے کسی عورت کا ہاتھ بیعت کرتے ہوئے نہیں تھاما۔ بیعت صرف ان الفاظ سے ہوتی تھی: "میں نے تم سے بیعت کر لی۔" [1]

ایک اور روایت میں حضور اکرم ﷺ یہ بھی فرماتے ہیں: "تمہیں جتنی استطاعت اور مقدرت ہو۔" عورتیں کہتیں: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم ﷺ ہم سے زیادہ ہم پر مہربانی کرتے ہیں۔ نیز یہ بھی کہتیں: اے اللہ کے رسول! آپ ہم سے مصافحہ نہیں کریں گے؟ فرماتے: "میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔" [2]

ایک اور روایت میں سابقہ روایت سے اتنا زیادہ ہے: "اپنے شوہروں کو دھوکا نہ دینا۔" عورت

= لیڈران کے بقول یہ وہ ہستی ہے جس کے بائیں ہاتھ سے راج سنگھاسن ڈول جاتا ہے اور اگر اس نے داہنا ہاتھ استعمال کر دیا تو دنیا زیروزبر ہو جائے گی۔ ایسی عظیم المرتبت ہستی کو اگر کسی ہدایت کے بغیر یونہی چھوڑ دیا گیا تو یہ نہ صرف اپنے لیے بلکہ پوری قوم اور ملت کے لیے خطرے کا باعث ہوگا، کسی شاعر نے کہا ہے:

الام مدرسة اذا اعددتها اعددت شعبا طيب الاعراق

"ماں ایک درسگاہ ہے جب تم اس کی تربیت کرو گے تو ایک پاکیزہ اصیل نسل تیار کرو گے۔" اور جیسا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے کلام سے معلوم ہوا۔ اسلام سے پیشتر عورت کا کوئی مقام نہیں تھا نہ وہ کسی شمار وقطار میں تھی اور یہ الزام زمانہ قدیم پر ہی عائد نہیں ہوتا تہذیب اور روشنی کے اس نام نہاد زمانے میں بھی دیکھا جا سکتا ہے کہ عورت سے وہی کام لیا جاتا ہے جیسے کھیل تماشے میں گڑیا کام کرتی ہے یہاں تک کہ بعض مذاہب اس کے کانوں میں مذہب کی بھنک بھی نہیں پڑنے دیتے۔

[1] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب: ﴿اذا جاء کم المومنت......﴾: ۴۸۹۱۔

[2] صحیح، سنن الترمذی، کتاب السیر، باب ماجاء فی بیعة النساء: ۱۵۹۷؛ سنن ابن ماجه، کتاب الجهاد، باب بیعة النساء: ۲۸۷۴؛ مسند احمد، ۶/ ۳۵۷: ۲۷۰۰۹۔

اجنبی عورتوں سے مصافحہ حرام ہونے پر بعض لوگ چیں بجبیں ہوتے ہیں۔ شاید وہ نہیں جانتے کہ آگ کا الاؤ چھوٹے چھوٹے تنکوں سے جلتا ہے۔ کسی شاعر نے کہا ہے:

نظرة فابتسامة فسلام فكلام فموعد فلقاء

"ایک نظر، پھر ایک تبسم، پھر سلام، پھر گفتگو، پھر وعدہ ملاقات۔"

پھر ہاتھ دبا کر مصافحہ کرنے سے بارہا ایسا ہوتا ہے =

نے کہا: شوہر کو دھوکا دینے کا مطلب کیا ہے؟ فرمایا: ''یہ کہ اس کا مال لے لو اور محبت کا اظہار کسی اور سے کرو۔'' (مسند احمد: ٦/ ٣٧٩، ٣٨٠: ٢٧١٣٣ وسندہ ضعیف، ام سلیط بن ایوب مجہولہ ہے۔)

ایک اور روایت میں حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔ آپ نے یہ آیت پڑھی: ﴿ولا یشر کن باللہ شیئا﴾ پھر آپ نے ہمیں نوحہ کرنے سے منع فرمایا۔ ایک عورت نے ہاتھ کھینچ لیا اور کہنے لگی فلاں عورت نے مجھ سے نوحہ میں اعانت کے لیے کہا ہے۔ میں اس کا وعدہ پورا کرنا چاہتی ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کچھ نہیں کہا! عورت چلی گئی۔ جب لوٹ کر آئی تو اس نے پھر بیعت کی۔ [1]

صحیح بخاری میں انہی حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ نہ کرنے پر بیعت لی تھی۔ [2] دوسری روایت میں ہے۔ نوحہ نہ کرنا اور اس طرح زینت دکھاتی نہ پھرنا جیسے پہلے جاہلیت کے زمانے میں دکھاتی پھرتی تھیں۔ ابن ابوحاتم کی روایت میں ہے کہ اس آیت کو پڑھنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تم نے قول پورا کیا تو تمہیں جنت ملے گی۔'' [3] ایک قدرے ضعیف روایت میں ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت: ﴿وَلَا

= کہ دل کو کرنٹ سا لگتا ہے اور مرد و زن گھائل ہو جاتے ہیں۔ شاعر نے کہا ہے:

ما الحب الا نظرۃ و غمز کف و عضد

''محبت کیا ہے؟ تیر نظر اور ہتھیلی اور شانوں کا دبا دینا ہے۔''

اس مناسبت سے ایک لطیفہ مجھے یاد آتا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کوئی صالح عالم کسی مجلس میں حاضر تھے۔ اچانک میزبان عورت نے ان کا خیر مقدم کیا اور مصافحہ کے لیے ان کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ انہوں نے معذرت کی۔ عورت کو رنج ہوا اور اس کا پورا چہرہ کرب و افسوس میں ڈوب گیا۔ مرد صالح نے تھوڑی دیر بعد اسے بلایا اور کہا۔ میں تم سے کچھ صاف صاف عرض کرنا چاہتا ہوں تم اجازت دو گی؟ اس نے کہا آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا میں صفائی کے ساتھ تم سے کہتا ہوں کہ اگر میں تم سے مصافحہ کروں اور تمہارے ہاتھ کو اپنی بیوی کے ہاتھ سے زیادہ نرم و نازک اور حسین پاؤں تو وہ غریب میری نظر سے گر جائے گی اور میں سمجھتا ہوں کہ میری طرح تم بھی اگر میرے ہاتھ کو اپنے شوہر سے زیادہ پسندیدہ اور بہتر پاؤ گی تو وہ تمہاری نظروں سے گر جائیں گے۔ اب اگر ہم نے ایک دوسرے سے مصافحہ نہیں کیا اور ہر کوئی اپنی بیوی اور شوہر سے راضی برضا رہا تو بھلا بتاؤ کیا اس کے اندر سب کے لیے بھلائی، سلامتی اور پاکدامنی نہ ہو گی؟

[1] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب: ﴿اذا جاء ك المؤمنت......﴾: ٤٨٩٢۔
[2] صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ما ینھی من النوح......: ١٣٠٦۔
[3] اسنادہ حسن، مسند احمد، ٥/ ٣٢٣: ٢٢٨٠٦؛ تفسیر ابن ابی حاتم: ١٠/ ٣٣٥١۔

یَـزْنِیـنَ﴾ پڑھی تو ہندہ زوجہ ابوسفیان نے کہا: کیا آزاد اور اشراف عورت بھی زنا کرتی ہے؟ آپ نے فرمایا: "نہیں آزاد اشراف عورت ہرگز زنا نہیں کرتی۔" (تفسیر طبری، ۲۳/ ۳٤۲ بدون السند)

"کسی کے پیروں میں لوہے کی سوئی دھنسائی جائے۔ یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی اجنبی (نامحرم) عورت کے ہاتھ چھوئے۔" [1]

خوبیاں اور خرابیاں

جنتی عورتوں کا حسن، قرآن پاک کے الفاظ میں

آیات قرآنی

﴿اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ مَفَازًا۝ حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا۝ وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا۝﴾

"بے شک پرہیزگاروں کے لیے آخرت میں بڑی کامیابی ہوگی (یعنی رہنے کے لیے) باغ اور (کھانے کے لیے) انگور اور (دل بہلانے کو) نوجوان ہم عمر عورتیں۔" [2] (۷۸/ النباء:۳۳)

﴿اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ [3] اِنْشَآءً۝ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا۝ عُرُبًا اَتْرَابًا۝﴾

(۵٦/ الواقعۃ: ۳۵، ۳۷)

---

[1] اسنادہ حسن، المعجم الکبیر للطبرانی، ۲۰/ ۲۱۲؛ شعب الایمان للبیہقی: ۵٤۵۵۔

[2] کواعب جمع کاعب۔ ابھرے پستانوں والی۔ بعض نے کہا: وہ دوشیزائیں جن کے پستان گول اور ابھرے ہوئے ہوں۔ لفظ کا اصل معنی گولائی ہے۔ بہرکیف اس سے ایسی عورتیں مراد ہیں جن کے پستان انار کی طرح ابھرے ہوئے ہوں۔ نیچے کی طرف لٹکے ہوئے نہ ہوں، کاعب اور (اسی کے ہم معنی) ناہد کی جمع نواھد ہے۔
(حادی الارواح: ۳٦۰، امام ابن قیم رحمہ اللہ)

[3] ضمیر عورتوں کی طرف لوٹائی گئی، جب کہ پہلے سے ان کا صریح ذکر نہیں کیا۔ اصل میں اس آیت سے پیشتر کی آیت میں: ﴿وفرش مرفوعة﴾ (واقعہ: ۳٤) "اور اونچے اونچے فرشوں پر ہوں گے۔" مذکور ہے اور اس سے کنایہ عورت ہے جیسے قواریر اور ازر سے کنایۃً عورتیں مراد ہیں البتہ (مرفوعة) کے لفظ سے بلند رتبہ کا مفہوم نکلتا ہے۔
علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے لکھا ہے:
حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: عورت کو اس وقت تک عورت نہ سمجھو جب تک کہ وہ بچوں کو دودھ نہ پلائے۔ شور و ہنگامے کو فروند کرے۔ ابن شبرمہ کہتے ہیں: مردوں کے لیے فصاحت (صاف بیانی) سے بہتر میں نے کوئی پوشاک نہیں دیکھی۔ نہ عورتوں کے لیے چربی (موٹاپے) سے بہتر کوئی لباس دیکھا ہے۔ (یہ دونوں قول "عیون الاخبار للدینوری" میں بدون السند ہیں۔)

"بلاشبہ ہم نے حوروں کو ایسا پیدا کیا ہے کہ ان کو کنواریاں بنایا۔ شوہروں کی محبوب [1] اور ہم عمر۔"

﴿ فِيهِنَّ قَٰصِرَٰتُ ٱلطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ۝ فَبِأَيِّ ءَالَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ كَأَنَّهُنَّ ٱلْيَاقُوتُ وَٱلْمَرْجَانُ ۝ ﴾ (۵۵/ رحمن: ۵۶، ۵۸)

"ان میں نیچی نگاہ والی حوریں ہوں گی [2] جن کو اہل جنت سے پہلے نہ کسی انسان

---

[1] عرب عروب کی جمع ہے۔ یعنی اپنے شوہروں کی عاشق مزاج خواتین۔ بعض کہتے ہیں: العروب من النساء یعنی شوہر کی فرمانبردار اس سے سچی محبت کرنے والی۔ بعض کے نزدیک اس کے معنی شوہر کی سچی تابعدار کے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ مفہوم یہ ہے کہ عورت شوہر کی اچھی طرح موافقت کرے اور جنسی ملاپ کے وقت اس سے نرمی کا سلوک کرے۔ مبرد نے کہا: وہ جو شوہر کی عاشق زار ہو پھر لبید کا یہ شعر پڑھا:

وفي الحدوج عروب غير فاحشة　　　ری الروادف یعشی دونها البصر

"کجاوے میں سچی عاشق بیوی ہے جو فاحشہ نہیں۔ بڑے بڑے سرین والی کہ اس کے علاوہ پر نظر پڑے تو نگاہیں اندھی ہو جائیں۔"

مفسرین نے عرب کی تفسیر میں لکھا ہے: وہ عاشق زار، محب صادق، نازنین، عشوہ طراز، عاشق مزاج اور دوشیزہ ہیں اور یہ تمام الفاظ اس کے ہم معنی ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں لکھا ہے۔ عرب مثقل ہے (یعنی اس کا عین کلمہ متحرک اور مضموم ہے) یہ عروب کی جمع ہے جیسے صبر صبور کی جمع ہے مکہ والے اس کو عربہ کہتے ہیں۔ مدینہ والے غنجہ اور عراق والے مشکلہ کہتے ہیں۔ (صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الواقعۃ، حدیث قبل: ۴۸۸۱)

میں عرض کرتا ہوں کہ گویا یہ دوشیزائیں حسن صورت اور حسن سیرت کا حسین سنگم ہوں گی۔ ایسی ہی عورتوں کی آدمی تمنا کرتا ہے اور مردوں کی لذت انہیں سے پوری ہوتی ہے۔ اور یہ جو ارشاد ہے:

﴿ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ۝ ﴾ (۵۵/ الرحمٰن: ۵۶)

"جن کو اہل جنت سے پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا ہوگا اور نہ کسی جن نے۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ ان سے تشفی بخش لذت حاصل ہوگی۔ کیونکہ مرد ایسی ہی دوشیزہ سے ملذذ ہونا چاہتا ہے جس سے کسی اور نے تعلق قائم نہ کیا ہو۔ ایسی عورت اوروں سے لذت میں بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ یہی وصف ان جنتی عورتوں میں ہوگا۔ (حادی الارواح ۱/ ۳۵۷۔۳۶۰، باختصار)

[2] جنتی عورتوں کی تعریف میں یہ لفظ تین مرتبہ قرآن پاک میں استعمال ہوا ہے۔ ان میں ایک مقام یہ ہے۔ مفسرین کا اتفاق ہے کہ ان سے مراد وہ عورتیں ہیں جو سوائے اپنے شوہروں کے غیر آدمی کی خواہش نہ کریں۔ ان کی نگاہیں صرف اپنے شوہروں پر مرکوز رہیں۔ از روئے معنی یہ مفہوم درست ہے۔ رہا لفظ کے اعتبار سے تو قاصرات صفت مضاف ہے فاعل کی طرف، جیسے حسان الوجوہ (میں حسان صفت اور مضاف ہے) یہ لفظ اصل میں قاصر طرفهن ہے۔ یعنی وہ جن کی نگاہیں کسی قسم کی زیادتی کرنے والی اور اونچی نہ ہوں۔

نے ہاتھ لگایا ہوگا اور نہ کسی جن نے تو تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ گویا وہ یاقوت [1] اور مرجان ہیں۔"

﴿فِيهِنَّ خَيْرَاتٌ حِسَانٌ﴾

ان میں نیک سیرت [2] اور خوبصورت عورتیں ہوں گی۔"

﴿حُورٌ مَّقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ﴾ (۵۵/ رحمن: ۷۱)

"یعنی حوریں جو خیموں [3] میں رہتی ہوں گی۔"

﴿إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامٍ أَمِينٍ ۝ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ۝ يَلْبَسُونَ مِن سُندُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُّتَقَابِلِينَ ۝ كَذَٰلِكَ وَزَوَّجْنَاهُم بِحُورٍ عِينٍ﴾

(۴۴/ دخان: ۵۱، ۵۴)

"بلا شبہ اللہ سے ڈرنے والے امن (سکون) کی جگہ میں ہوں گے (یعنی) باغوں اور چشموں میں (اور) وہ ریشم کا باریک اور دبیز لباس پہن کر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ اسی طرح (ہوگا) اور ہم بڑی بڑی

---

[1] ان الفاظ کے بارے میں عام مفسرین کہتے ہیں: اس سے یاقوت کا ستھرا پن مراد ہے جو مرجان کی سفیدی میں مدغم ہو۔ حوروں کو یاقوت اور مرجان سے اس لیے تشبیہ دی کہ ان کا شفاف رنگ اور گورا بدن یاقوت اور مرجان جیسا ہوگا۔

اسی سے ملتا جلتا مفہوم وہ ہے جو عبداللہ نے کہا کہ جنتی عورتیں ریشم کے ستر جوڑے پہنے ہوں گی۔ اس کے باوجود ان کی پنڈلیوں کی سفیدی ان جوڑوں کے اندر سے جھلکتی ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿کانھن الیاقوت والمرجان﴾ دیکھو یاقوت ایک پتھر ہے۔ اگر اسے ایک لڑی میں پرو دو اور کوئی پتھر باقی رہے تو ان پتھروں کے اندر سے پورے دھاگے کو دیکھ سکو گے۔ (حادی الارواح لابن القیم ج ۱ ص ۳۴۸۔۳۵۴ باختصار)

[2] خیرات خیرۃ کی جمع ہے جو خیرۃ ولینہ کا مخفف ہے۔ حسان حسنۃ کی جمع ہے۔ یعنی اوصاف، اخلاق اور عادات و اطوار میں جو سب سے بہتر اور خوبصورت چہرے والی ہو۔

[3] عورتوں کا پہلا وصف پیچھے گزرا کہ قاصرات الطرف ہوں گی۔ اب دوسرا وصف لفظ مقصورات سے بیان ہوا۔ یہ دو الگ الگ نوعیتوں کا وصف ہے اور یہ دونوں صفت کمال ہیں۔ پہلی صفت یہ ہے کہ ان کی نگاہیں نیچی ہوتی ہیں۔ وہ اپنے شوہروں کے سوا غیر مردوں کی خواہش نہیں رکھتیں اور اس صفت کا مطلب یہ ہے کہ وہ ادھر ادھر زینت دکھاتی نہیں پھرتیں نہ غیر مردوں کے سامنے آتی ہیں۔ (حادی الارواح ص ۲۵۳۔۲۵۴ باختصار)

آنکھوں ❶ والی حوروں سے ان کا بیاہ کر دیں گے۔"

﴿ فَهُمْ فِي رَوْضَةٍ يُحْبَرُونَ ﴾ (۳۰/ الروم: ۱۵)

"وہ بہشت کے باغ میں خوشحال ❷ ہوں گے۔"

﴿ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ۝ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ﴾

"اور ان کے پاس نگاہ نیچی رکھنے والی (اور) بڑی آنکھوں والی (حوریں) ہوں گی گویا وہ محفوظ انڈے ❸ ہیں۔" (۳۷/ الصافات: ۴۸، ۴۹)

❶ حور حوراء کی جمع ہے۔ حسین، خوبرو، جوان، دوشیزہ، نہایت حسین وجمیل، گوری چٹی آنکھوں کی سیاہی نہایت گہری۔ بعض نے کہا: حوراء یعنی وہ دوشیزہ جس کی نازک چمڑی اور صاف رنگت کو دیکھ کر آنکھیں چکا چوند ہو جائیں۔ عین یعنی خوبصورت آنکھوں والیاں۔

❷ علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ پاکیزہ نغمہ ہوتا ہے۔ اس آیت کی مناسبت سے ہم عرض کریں گے کہ ایک صالح بزرگ علی بن قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ ایک امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ امام نے نماز میں سورۃ الرحمٰن تلاوت کی۔ سلام پھیرنے کے بعد علی سے کسی نے کہا: کیا امام نے جو پڑھا آپ نے نہیں سنا:

﴿ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ﴾ (۵۵/ رحمٰن: ۷۲) "یعنی حوریں جو خیموں میں رہتی ہوں گی۔"

علی نے کہا کہ اگلی سے کہیں زیادہ اس پچھلی آیت:

﴿ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ﴾ (۵۵/ رحمٰن: ۳۵)

"تم پر آگ کے شعلے اور دھواں چھوڑا جائے گا پھر تم مقابلہ نہ کر سکو گے۔"

نے میری توجہ اپنی طرف مبذول کر رکھی تھی۔

بس اسی نمونہ پر ہر مسلمان اپنے آپ کو ڈھال لے اور صرف لذتوں کے پیچھے دیوانہ نہ ہوتا پھرے خواہ یہ لذتیں دنیا کی ہوں یا آخرت کی بلکہ اللہ کے عذاب اور اس کی کڑی سزاؤں سے ڈرتے رہنا چاہیے۔ قرآن پاک نے اہل جنت کے یہی اوصاف بیان کیے ہیں:

﴿ اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ ﴾ (۵۲/ الطور: ۲۶)

"یقیناً ہم اس سے پہلے اپنے گھر (یعنی دنیا) میں (انجام سے) ڈرتے رہتے تھے۔"

❸ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ﴾ کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: یعنی "محفوظ موتی۔" حضرت حسن فرماتے ہیں: ﴿ كانهن بيض مكنون ﴾ یعنی محفوظ جن کا (سیپ کا) ڈھکنا ہٹنے سے پہلے انہیں کسی نے ہاتھ نہیں لگایا ہوگا۔ (تفسیر ابن کثیر)

اس میں شک نہیں کہ جنت کی حوروں کے ذکر پر ہمارے قارئین باتمکین اور خود راقم السطور مولف کتاب کے منہ میں پانی آ گیا ہوگا۔ ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ ہمیں بھی یہ نعمت نصیب ہو۔ آمین

= بہر کیف ان کی حصولیابی آسان ہے۔ چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے: ''میری امت کا ہر آدمی جنت میں داخل ہوگا سوائے اس کے جس نے انکار کیا۔ جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں جائے گا اور جس نے نافرمانی کی وہی انکاری ہوا۔'' (صحیح بخاری: ۷۲۸۰)

اطاعت کا مفہوم کتاب وسنت پر عمل درآمد ہے اور یہ کام کتنا آسان ہے! لیکن مسلمان یہ سب کہاں کرتے ہیں؟ انہوں نے کتاب وسنت کو پس پشت ڈال رکھا ہے اور اس کی بجائے نام نہاد صوفیا کا طریقہ اپنا رکھا ہے جسے وہ سوز وگداز پر مبنی سمجھتے ہیں۔

اسی طرح وہ یونانی علم کلام کے لیے سرگرداں ہیں اور اسے توحید سمجھ رکھا ہے۔ حالانکہ توحید سے علم کلام کا اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا زمین سے آسمان دور ہے۔ سلفی اور جملہ مذاہب کے علما نے اس سے منع کر رکھا ہے اور جو لوگ زندگی بھر اس کے اندر گھسے رہے، مرنے سے پہلے اپنے بعد والوں کو انہوں نے وصیت کی اور یونانی علوم سیکھنے سے باز رکھا۔ لیکن افسوس ہوتا ہے کہ بعض سادہ لوح آج بھی یونانی علوم کا دفاع کرتے ہیں اور مسلم بچوں کو انہیں پڑھنے پڑھانے کی سفارش کرتے ہیں۔ اسی طرح اللہ کی عبادت کے لیے انہوں نے ایسوں کے اقوال کو پکڑ رکھا ہے جو معصوم نہیں بلکہ خود انہوں نے اندھی تقلید کی مذمت کی اور مسلمانوں کو اپنی بے جا تقلید سے روکا ہے اور جہاں تک ہوسکے حدیث اور سنت کو تھامنے کی تاکید کی ہے اور ان کے جو اقوال سنت سے ٹکراتے ہوں انہیں دیوار پر دے مارنے کے لیے کہا ہے۔

لیکن مسلمان کہاں اس کی پروا کر رہے ہیں؟ مسلمانوں سے ہماری مراد عام مسلمان ہی نہیں بلکہ مشائخ اور تہذیب وثقافت کے علمبردار مراد ہیں۔ افسوس ان کے سامنے جب کوئی آیت یا روایت پیش کی جائے تو وہ اس کی پیروی نہیں کریں گے اس کے بجائے اپنے ائمہ کے اقوال پیش کریں گے۔ سوچنا چاہیے کہ آج کہاں ان کی یہ روش اور کہاں علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد کہ آج اگر ائمہ لوٹ کر اس دنیا میں آجائیں تو اپنے متعدد اقوال اور آرا سے رجوع کرلیں! کیونکہ ان کے زمانے میں بہتیری روایتیں ان کی نظروں سے اوجھل تھیں۔ بعد میں انہیں ملکوں اور مختلف شہروں کے محدثین کرام اور علمائے حدیث رحمۃ اللہ علیہم نے اکٹھا کیا۔ مذکورہ بالا سطروں سے ہمیں اس کی وجہ معلوم ہوگئی کہ آج اللہ کی غیبی امداد اور اعانت ونصرت مسلمانوں پر بند کیوں ہے؟ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہم مسلمانوں نے کتاب وسنت کو چھوڑ رکھا ہے۔

﴿ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ ﴾ (١٦/ النحل:٣٣)

''اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنے اوپر ظلم کرتے تھے۔''

شاعر کا یہ کہنا کس قدر فکر انگیز اور المناک ہے:

انی اتجهت الی الاسلام فی بلد رایته کالطیر مقصوصا جناحاه

''میں نے ایک شہر میں اسلام کا جائزہ لیا تو مشاہدہ کیا کہ وہ ایک پرندے کی طرح ہے جس کے دونوں بازو کاٹ دیئے گئے ہیں۔''

افسوس اور سخت افسوسناک امر یہ ہے کہ بہتیرے منکرین اسے ظلم وزیادتی اور ابتلا وآزمائش سمجھتے ہیں لیکن حقیقت میں یہ اللہ کا انتقام ہے۔ =

= اس خونچکاں اور المناک بے راہروی کو بیان کرنے کے بعد جس میں افسوس کہ...... مسلمان شدت سے ملوث ہیں میں ان اشعار کی طرف لوٹتا ہوں جن میں حورعین کے اوصاف بیان کیے گئے ہیں تا کہ مسلمانوں کے نفس لوامہ میں ان اشعار سے خوشی کی لہر دوڑ سکے:

و لله کم من خیرۃ ان تبسمت　　اضاء لها نور الفجر اعظم

''تمام خوبیاں بس اللہ کے لیے سزاوار ہیں کہ اگر حور مسکرادے تو بڑی فجر کی چمکدار کرنوں کو اس سے اجالا ملے۔''

فیا لذۃ الا بصار ان هی اقبلت　　ویا لذۃ الا سماع حین تکلم

''نگاہوں کی لذت کا کیا پوچھنا اگر وہ ان کی طرف رخ کردیں۔ کانوں کی لذت کا کیا ٹھکانا اگر وہ باتیں کرنے لگیں۔''

ویا خجلة الغصن الرطیب اذا انثنت　　ویا خجلة الفجرین حین تبسم

''اگر وہ مڑیں تو تر و تازہ شاخ شرما جائے اگر وہ مسکرادیں تو صبح صادق شرم سے منہ چھپالے۔''

فان کنت ذا قلب علیل بحبها　　فلم یبق الا وصلها لك مرهم

''ان کی محبت میں اگر تمہارا دل بیمار ہے تو اب ان کا وصال ہی صرف تمہارے زخم کا مرہم ہے۔''

ولا سیما فی لثمها عند ضمها　　وقد صار منها تحت جیدك معصم

''خصوصاً ان کو آغوش میں لے کر ان کا بوسہ لینا اور تمہاری گردن کے گرد ان کی کلائیاں حائل ہونا۔''

امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے جنت کی حوروں کے اوصاف اور ان کے حصول کی ترکیب بیان کرتے ہوئے کہا ہے:

یا خاطب الحور الحسان وطالبا　　لوصالهن بجنة الرحمن

''اے حسین حوروں سے منگنی چاہنے والے! اے خدائے رحمٰن کی جنت میں ان کے وصال کے طلب گار!''

لو کنت تدری من حظیت بحسنها　　لبذلت ما تحوی من الایمان

''اگر تمہیں علم ہوتا کہ کیا کچھ حسن ان کا تمہاری قسمت میں ہے تو تم اپنی پوری قوت ایمانی اس کے لیے خرچ کردیتے۔''

او کنت تعرف این مسکنها جعلت　　السعی منك لها علی الاجفان

''یا اگر تمہیں ان کے ٹھکانے کا علم ہوتا تو پلکوں کے بل چل کر تم ان تک پہنچتے۔''

اسرع وحث السیر جهدك انما　　مسراك هذا ساع لزمان

''دوڑ پڑو چلنے کے لیے آمادہ رہو تمہارا یہ سفر پس چند گھڑی کا ہے۔''

فاعشق وحدث بالوصال النفس وابذل　　مهرها ما دمت ذا امکان

''عشق میں ڈوب جاؤ نفس سے وصال کی باتیں کرو اور ان کا مہر ادا کرو جس قدر کہ تمہارے امکان میں ہے۔''

جنتیوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

ورأوا علی بعد خیاما مشرفات　　مشرقات النور والبرهان

''کچھ فاصلہ پر انہوں نے اونچے خیمے دیکھے جہاں روشنی اور دلائل کا نور چمک رہا تھا۔'' =

جنتی عورتوں کے اوصاف احادیث مقدسہ کی روشنی میں

احادیث نبوی ﷺ

جنت والوں کی عورتیں اپنے شوہر کی خاطر ایسی شیریں اور سریلی آواز سے گائیں گی کہ کسی نے ایسی آواز نہیں سنی ہوگی۔ ان کے چند نغمے یہ ہوں گے:

((نحن الخيرات الحسان ازواج قوم كرام ينظرون بقرة اعيان))

''نیک سیرت اور خوبصورت عورتیں ہم ہی ہیں۔ ہم اشراف لوگوں کی بیویاں ہیں۔ جنہیں دیکھا جائے تو آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔'' [1]

نیز ان کے گانے یہ بھی ہوں گے:

((نحن الخالدات فلا نمتن نحن الآمنات فلا نخفنه))

= فتيمموا تلك الخيام فانسوا   فيهن اقماراً بلا نقصان

''انہوں نے ان خیموں کا قصد کیا اور ان کے اندر پہنچ کر ایسے چاند سے مانوس ہوئے جن میں کوئی کمی نہیں تھی۔''

من قاصرات الطرف لا تبغي سوى   محبوبها من سائر الشبان

''یعنی جن کی نگاہیں نیچی تھیں جو اپنے محبوب کے سوا کسی کو نہیں چاہتیں۔ خواہ سامنے کتنے ہی نوجوان کیوں نہ ہوں۔''

ويقول لما ان يشاهد حسنها   سبحان معطي الحسن والاحسان

''جب ان کے حسن جہاں آرا پر ان کی نظریں پڑتی ہیں تو وہ پکار اٹھتے ہیں پاک ہے وہ ذات جو حسن دینے اور احسان کرنے والی ہے۔''

والطرف يشرب من كؤوس جمالها   فتراه مثل الشارب النشوان

''نگاہیں ان کے حسن و جمال کا پیالہ پیتی ہیں جس کے بعد تم انہیں ایسا پینے والا پاؤ گے جو سیر ہو کر مست ہو چکے ہیں۔''

كملت خلائقها واكمل حسنها   كالبدر ليل الست بعد ثمان

''ان کے اخلاق کامل ہیں ان کا حسن بھی کامل ہے جیسے چودھویں رات کا چاند کامل ہوتا ہے۔''

ہم اللہ رب العزت سے دعا کرتے ہیں کہ ہمیں فہم و بصیرت اور تقویٰ اور پرہیزگاری عطا فرمائے اور ابدی راحتوں کے گھر یعنی جنت میں ہمیں داخل فرمائے۔ جہاں حسب خداوندی وہ چیزیں ہیں جنہیں دل چاہتا ہے اور جن سے آنکھیں لذت پاتی ہیں اور جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے: ''جنت میں وہ چیزیں ہیں جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا نہ کسی کان نے سنا ہوگا نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال آیا ہوگا۔''

[1] صحيح، التاريخ الكبير للبخاري، ٧/ ١٦؛ المعجم الاوسط للطبراني: ٦٤٩٣؛ السلسلة الصحيحة: ٣٠٠٢۔

"ہمیشہ رہنے والی ہم ہی ہیں کبھی نہیں مریں گی امن وسکون سے رہنے والی ہم ہی ہیں۔ ہمیں کبھی خوف نہ ہوگا۔" ❶

((نحن المقیمات فلا نظننه))

"پائیدار رہنے والی ہم ہی ہیں ہم کوئی گمان نہیں ہیں۔" گہری سیاہ آنکھوں والی حوریں جنت میں گائیں گی اور کہیں گی:

((نحن الحور الحسان خبئنا لازواج کرام))

"خوبصورت حوریں ہم ہی ہیں۔عزت واکرام والے شوہروں کے لیے ہمیں چھپا کر رکھا گیا۔" ❷

"جنتی مردوں کی صفت یہ ہوگی کہ جنت کے مردوں کو سو آدمیوں کے برابر کھانے پینے کی شہوت اور جماع کی صلاحیت عطا ہوگی۔ (اور جو) حاجت ہوگی تو وہ پسینہ ہوگا جو ان کی جلد سے بہے گا فوراً پیٹ خالی اور چھریرا ہو جائے گا۔" ❸

نیک بیوی کے اوصاف

آیات قرآنی

﴿وَعِندَهُمْ قَٰصِرَٰتُ ٱلطَّرْفِ عِينٌ﴾ (۳۷/ الصافات: ۴۸)

"اور ان کے پاس نیچی ❹ نگاہیں رکھنے والی (اور) بڑی آنکھوں والی (حوریں)

❶ حسن، المعجم الاوسط للطبرانی: ۴۹۱۵۔ ❷ حسن، المعجم الاوسط للطبرانی: ۶۴۹۵۔ ❸ صحیح، المعجم الصغیر للطبرانی، ۲/ ۱۲، ۱۳ والاوسط: ۵۲۶۳؛ صفۃ الجنۃ لابی نعیم: ۳۷۳، نیز دیکھیے صحیحہ: ۳۶۷۔

❹ ہر چند کہ یہ آیت اور اس کے بعد کی دونوں آیتیں "حوران جنت" اور ان کے اوصاف بیان کرتی ہیں، لیکن بعض نیک اور صالح عورتوں کے اوصاف ان سے معلوم کیے جاسکتے ہیں۔ مثلاً یہ:

① عورت اپنی نظریں جھکائے رہے، شوہر کو پیار، محبت اور پسندیدگی کی نظر سے دیکھے اور غیر مردوں کی طرف ہرگز نہ دیکھے۔

اذود سهام الطرف عنك و ماله على احد الا عليك طريق

"نظروں کے تیر تجھ سے ہٹاتا ہوں لیکن گھوم پھر کر نگاہیں صرف تم پر ہی پڑتی ہیں کسی اور پر نہیں۔"

② دوسرے یہ حوریں جو خیموں میں رہتی ہوں گی۔اس سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ عورتیں غیر مردوں کو اپنی زینت ==

ہونگی۔"

﴿فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ﴾

(٤/ النساء: ٣٤)

"جو نیک بیویاں ہیں وہ مردوں 1 کے حکم پر چلتی ہیں اور ان کی عدم موجودگی میں اور اللہ کی حفاظت 2 میں (مال وآبرو کی) نگہبانی کرتی ہیں۔" 3

﴿حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ﴾ (٥٥/ الرحمٰن: ٧٢)

"یعنی حوریں جو خیموں میں رہتی ہوں گی۔"

﴿وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ (٢/ البقرة: ٢٥)

"اور ان کے لیے وہاں پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور وہ بہشتوں میں ہمیشہ رہیں گے۔"

﴿اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا﴾ (الاحزاب: ٣٥)

"مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، اور ایمان دار مرد اور ایمان دار عورتیں، اور فرمانبردار 4 مرد اور فرمانبردار عورتیں، اور سچے مرد اور سچی عورتیں، اور صبر 5 کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، اور عاجزی 6 کرنے والے مرد

= دکھاتی نہ پھریں، نہ فضول خرچی کریں۔ بلکہ اپنی نگاہیں صرف اپنے شوہروں پر مرکوز رکھیں۔ فضول اپنے گھر سے باہر نہ نکلیں۔ صرف شوہروں کی ہو کر رہیں کسی اور کی نہیں۔ نیک اور پاکباز میاں بیوی کی علامت یہ ہے کہ وہ چھپ کر باتیں سننے اور شیطانی وسوسوں سے محفوظ رہیں۔ ان کا باطن بے جا غیرت سے شوہر کے ستانے، ان سے اعراض کرنے اور دوسروں کی طرف مائل ہونے سے محفوظ رہے۔ (روضۃ المحبین سے ماخوذ قدرے تصرف کے ساتھ)

1 حضرت ابن عباس اور دیگر اصحاب رضی اللہ عنہم نے فرمایا: یعنی جو اپنے شوہروں کی اطاعت گزار ہوں۔

2 حضرت سدی اور دوسروں نے کہا: یعنی شوہر کی غیر موجودگی میں اپنی اور اپنے شوہر کے مال کی حفاظت کرے۔

3 یعنی اللہ کی حفاظت کے ساتھ محفوظ۔ 4 تابعدار (فرمانبردار)

5 اطاعت گزار، مصائب اور مشکلات پر صبر کرنے والی۔ 6 انکساری اور تواضع برتنے والی۔

اور عاجزی کرنے والی عورتیں، اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں، اور روزہ دار [1] مرد اور روزہ دار عورتیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں، بلاشبہ ان کے لیے اللہ نے بخشش اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔''

﴿عَسٰی رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا﴾

(٦٦/ التحریم:٥)

''اگر پیغمبر تم کو طلاق دے دیں تو عنقریب ان کا پروردگار ان کو تمہارے بدلے تم سے اچھی بیویاں عطا کرے گا۔ جو مسلمان ہوں گی، ایمان دار [2] فرمانبردار، توبہ کرنے والی عبادت گزار، روزہ دار، بیاہی [3] ہوئیں اور کنواریاں بھی۔''

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

''بہتر عورتیں وہ ہیں جو اونٹوں پر سواری کرتی ہیں۔ قریش کی نیک خواتین اپنے بچوں پر چھوٹے پن سے شفقت کرتی ہیں اور اپنی مملوکہ ایک ایک چیز میں شوہر کے ساتھ رعایت کرتی ہیں۔'' [4]

---

[1] آیت میں روزے کو بقیہ عبادت کے مقابلہ میں بطور خاص اس لیے ذکر کیا کہ اس سے جنسی شہوت اور لذت پسندی ٹوٹتی ہے۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
چونکہ روزہ شہوت توڑنے کا اہم جزو (طریقہ، حربہ) ہے۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے گروہ جواناں! تم میں جو کوئی نکاح کی مقدرت رکھے اسے نکاح کر لینا چاہیے کیونکہ نکاح سے نگاہیں نیچی اور شرمگاہ محفوظ رہتی ہے اور جو نکاح نہ کر سکے اسے روزہ رکھنا چاہیے کیونکہ روزہ اس کے لیے حفاظت کا باعث ہے۔'' (بخاری: ٥٠٦٦) اس کے فوراً بعد مناسب یہ ہوا کہ ذیل کے اوصاف ذکر کیے جائیں: ﴿وَالْحَافِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ﴾ یعنی غیر محرم عورتوں مردوں سے حفاظت کریں۔ [2] یعنی ''اطاعت گزار''۔

[3] یعنی روزہ دار، کوئی بیوی جب ان اوصاف سے متصف ہوگی تو وہ پورے طور پر اللہ رب العزت کی طرف متوجہ ہوگی۔ شوہر کے لیے ایک نعمت اور دنیا کا پھول ہوگی۔

[4] صحیح بخاری، کتاب النفقات، باب حفظ المرأة زوجها...... : ٥٣٦٥؛ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل نساء قریش: ٢٥٢٧۔

''کیا میں تمہیں تمہاری بہترین جنتی عورتوں [1] کے بارے میں نہ بتاؤں؟'' ہم نے

[1] یہ حدیث صحیحین میں ثابت ہے۔ البتہ روایت کے لحاظ سے مسلم اس میں منفرد ہیں۔ وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام ہانی بنت ابو طالب کے پاس (نکاح کا) پیغام بھیجا۔ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میری عمر بڑھ چکی ہے اور میرے بال بچے ہیں۔ تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بہتر عورتیں...... الخ۔'' آثار شیخ عبدالحمید بن بادیس (ص۲۲۲ ج۲) میں اس حدیث کے ضمن میں آیا ہے۔ اس کا خلاصہ اور حدیث کی توجیہ یہ ہے:

عربوں میں بہترین خواتین قریش کی ہیں۔ یہ ان اوصاف کی جامع ہوتی ہیں۔ بچوں کے ساتھ شفقت اور مہربانی کرتی ہیں۔ ان کی تربیت پر پوری توجہ مبذول کرتی ہیں۔ شوہر کو اپنے فرائض کی انجام دہی کے لیے فارغ کر دیتی ہیں۔ اس کی ایک ایک چیز کی حفاظت کرتی ہیں۔ ان کی بہتر تربیت کرتی ہیں۔ امانت داری سے رہتی ہیں۔ شوہر کی سب سے قیمتی چیز یعنی مال اور اولاد کے لیے وہ اکیلی کافی ہوتی ہیں۔ ان دو چیزوں (مال اور اولاد) سے شوہر خوشحال اور اپنے بعد نیک نام ہوتا ہے۔

عورت کا زندگی میں سب سے بڑا اور اہم کام کیا ہے۔ حدیث میں اس کا اشارہ ملتا ہے۔ حدیث بتاتی ہے کہ عورت اس اہم کام کو انجام دے اور اسی کے لیے اس کو تعلیم و تربیت دی جائے۔ اگر ہم نے اسے اس چیز کی تعلیم و تربیت دی تو وہ اوصاف ان کے اندر پختہ ہوں گے۔ یہ اوصاف ہیں پاکدامنی، خانگی امور کی بہتر نگہداشت، اخراجات کی نگرانی، بچوں پر شفقت اور مہربانی اور ان کی بہتر تربیت وغیرہ ام ہانی رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ اس لیے منظور نہیں کیا تا کہ وہ اپنے بچوں کی تربیت کر سکیں، لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کام کے لیے انہیں برقرار رکھا اور ان کی اس توجہ پر انہیں مبارکباد دی۔

[1] ایک شوہر نے اپنے چچا (خسر) کے نام خط میں اس بات پر اس کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے اپنی بیٹی کی بہتر تربیت کی۔

میرے چچا، میرے والد، میرے دوست! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے اپنی بیش بہا بیٹی سے میرا نکاح کیا۔ جب کبھی میں اس پر سختی بھی کرتا ہوں تو وہ آزردہ نہیں ہوتی۔ ایسی مخلص ہے کہ میری خدمت میں اپنے آپ کو فنا کیے ہوئے ہے۔ ان طویل برسوں سے ہر چند کہ میں اپنے گھر اور وطن والوں سے دور ہوں لیکن میں نے وحشت اور تنہائی محسوس نہیں کی۔ کیونکہ وہ میری زندگی کو ہر دم تازہ اور نئی رکھتی ہے۔ دینی فرائض اور ارکان کی ادائیگی میں وہ میری مدد کرتی ہے اور اگر میں کتاب (تحفۃ العروس) یا (مبارک اسلامی ازدواج) کے مصنف کو پہلے سے نہ جانتا تو میں سمجھتا کہ شاید یہ میری بیوی کی ہی تالیف ہے۔ کیونکہ یہ کتاب پوری طرح اس پر صادق آتی ہے۔

بہر کیف اس بہتر تربیت پر میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔ عجیب بات یہ ہے کہ ممدوح کی تعریف نہ کی جائے تو اسے اچنبھا سا لگتا ہے (اس لیے عرض کرتا ہوں کہ) وہ اپنے بچوں کے ساتھ بھی بہتر سلوک کرتی ہے تا کہ مستقبل میں وہ نیک آدمی، بہتر فوجی اور لائق قائد بن سکیں۔ اس نے دنیا و آخرت کے نیک عمل کو یکجا کر رکھا ہے اور کسی ایک کے اندر زیادتی اور حدود سے تجاوز نہیں کرتی۔ میں اور وہ دونوں ایک دوسرے سے رشتہ پر خوش ہیں، میں چاہتا ہوں کہ آپ لوگ یہ خوشی اور مسرت محسوس کریں۔ وہ اپنے بچوں پر بڑی توجہ مبذول کرتی ہے۔ ان کی صحت، ان کی خورد و نوش، ان کی پوشاک اور ان کے سونے جاگنے کا بڑا لحاظ رکھتی ہے۔ امتحان میں کامیابی پر انہیں تحفہ تحائف دیتی ہے۔

عرض کیا ضرور اے اللہ کے پیغمبر ﷺ! آپ نے فرمایا:

''ہر ایسی خاتون جو زیادہ محبت کرنے والی، زیادہ بچے پیدا کرنے والی ہو، جب اس کا شوہر غصہ ہو تو کہے: میرا یہ ہاتھ تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اب میں پلک نہیں جھپکاؤں گی جب تک تم مجھ سے راضی نہ ہو جاؤ گے۔'' [1]

قاسم بن عبدالرحمان کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قرآن پاک کی تلاوت کر رہے تھے جب فارغ ہوئے تو فرمایا: کنوارے کہاں ہیں؟ پھر کہتے مجھ سے قریب ہو جاؤ اور یوں کہو:

"اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِیْ اِمْرَاَةً اِذَا نَظَرْتُ اِلَیْهَا سَرَّتْنِیْ وَاِذَا اَمَرْتُهَا اَطَاعَتْنِیْ وَاِذَا غِبْتُ عَنْهَا حَفِظَتْ غَیْبِیْ فِیْ نَفْسِهَا وَمَالِیْ۔"

''اے اللہ! مجھے ایسی عورت مرحمت فرما جسے جب میں دیکھوں تو مجھے خوش کر دے، جب حکم دوں [2] تو میری اطاعت کرے، جب میں اس کے پیٹھ

= اس کی پڑوسنیں بھی اسے بہت چاہتی ہیں۔ کیونکہ ان کی شادی اور غمی میں وہ برابر کی شریک ہوتی ہے اور مختلف مناسبتوں سے انہیں تحفے دیتی ہے۔ اللہ کا شکر و احسان ہے کہ اس سے شادی کی اس نے مجھے توفیق بخشی۔

ایک واقعہ میں یہاں ذکر کرتا ہوں۔ ایک شخص ایک کام کے سلسلہ میں میرے پاس آیا اور مجھے رشوت دینا چاہی۔ کہنے لگا یہ آپ کے لیے تحفہ ہے۔ میری بیوی نے کہا: اگر تمہارا یہ معاملہ ان کے پاس نہ ہوتا تو کیا تم انہیں تحفہ دیتے۔ وہ شخص اس جواب سے بڑا حیران ہوا اور چاہا کہ اس کی بیوی بھی میرے گھر آئے میری بیوی اس سے ملے اور اس کی راہنمائی کرے۔ سال بھر بعد اس شخص نے مجھ سے وہ کام کرانے کی درخواست کی۔ میری اہلیہ مجھے زکوٰۃ دینے کے لیے ہمیشہ آمادہ کرتی ہے۔ اس سے زیادہ صدقہ اور خیرات کے لیے کہتی ہے۔ میں یہ سطریں لکھ رہا ہوں اور آنسو میری آنکھوں سے گر رہے ہیں۔ یہ آپ کی سچی محبت کا نذرانہ ہیں جو آپ کی خدمت میں اور اس کی تربیت میں شریک سب لوگوں کی خدمت میں پیش ہیں۔ میں اس قدر تحریر پر اکتفا کرتا ہوں۔ اگر میں اس کے کل نیک اوصاف تفصیل سے لکھنا چاہوں تو بہت وقت بھی لگے اور کئی جلدیں تیار ہو جائیں۔ اس لیے ایک نیک، صالح خاتون اور صاحب ایمان بیوی کی زندگی کے محض چند گوشے پیش کرنے پر قناعت کرتا ہوں اور دل کی گہرائیوں سے ان سب کا احسان مند ہوں جنہوں نے اس کی تربیت میں حصہ لیا اور مجھ سے رشتہ کے لیے کوشاں رہے۔

[1] اسنادہ ضعیف، المعجم الکبیر للطبرانی، ۱۹/ ۱۴۰ والصغیر، ۱/ ۴٦ السری بن اسماعیل متروک راوی ہے اور ابراہیم بن زیاد القرشی متکلم فیہ راوی ہے۔

[2] ابو معشر سے نقل ہے کہ ایک شخص نے شادی نہ کرنے کی قسم کھائی تاوقتیکہ ایسے سو آدمیوں سے مشورہ نہ کر لے جنہوں نے عورتوں کا ظلم سہا ہو۔ اس نے ننانوے ایسے لوگوں سے مشورہ کر لیا۔ اب ایک آدمی باقی رہ گیا۔ =

پیچھے رہوں تو وہ اپنے آپ کی اور میرے مال کی حفاظت کرے۔"

"تم جوان لڑکیوں سے نکاح کرو۔ کیونکہ ان کا منہ عمدہ، ان کا رحم پاکیزہ اور ان کی اندام نہانی تنگ ہوتی ہے۔" [1]

"تقویٰ اور خوف الٰہی کے بعد مومن سب سے زیادہ نیک بیوی سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ اگر اسے کوئی کام کہتا ہے تو وہ تسلیم کرتی ہے، اس کی طرف دیکھتا ہے تو وہ خوشی ہوتی ہے، اگر کسی کام کے سلسلے میں اس کے سامنے قسم کھالے تو وہ ضرور پوری کر دیتی ہے، اور اگر کہیں چلا جائے تو وہ اس کے مال اور اس کی جان میں پوری سچائی برتتی ہے۔" [2]

= ایک روز ایسے ہی کسی آدمی کی تلاش میں وہ نکلا تا کہ اس سے مشورہ طلب کرے۔ اتنے میں اس نے ایک پاگل کو دیکھا جس نے ہڈیوں کی مالا پہن رکھی تھی۔ اپنا چہرہ سیاہ رنگ لیا تھا اور ایک بانس پر گھوڑے کی طرح سوار بھیڑ کے اندر چلا جا رہا تھا۔ شخص مذکور نے اس کو سلام کیا اور کہا: میں ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا اپنے کام کی چیز پوچھنا کوئی فضول سوال نہ کرنا۔ اس شخص نے کہا: میں نے اس سے پوچھا میں ایسا آدمی ہوں جسے عورتوں سے بڑی تکلیف پہنچی ہے۔ اس لیے میں نے خود سے یہ قسم کھا رکھی ہے کہ جب تک سو آدمیوں سے پوچھ نہ لوں شادی نہیں کروں گا۔ تم سویں آدمی ہو۔ اس لیے بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟ اس شخص نے کہا: دیکھو عورتوں کی تین قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو تمہاری ہے۔ دوسری وہ جو تمہاری نہیں (پرائی ہے)۔ تیسری وہ جو نہ تمہاری ہے نہ پرائی ہے۔

① جو تمہاری ہے۔ یہ وہ ہوتی ہے جو نو جوان، خوش مزاج ہو۔ تم سے پہلے کسی مرد نے اسے ہاتھ نہ لگایا ہو۔ اگر وہ تم سے کوئی بھلائی دیکھتی ہے تو تمہاری تعریف کرتی ہے۔ کوئی خرابی دیکھتی ہے تو کہتی ہے سب مرد ایسے ہی ہوتے ہیں۔ ② جو عورت تمہاری نہیں پرائی ہے۔ یہ وہ عورت ہوتی ہے جس کے پہلے شوہر سے کوئی بچہ ہوتا ہے ایسی عورت اپنے حالیہ شوہر کی کھال ادھیڑتی ہے اور اپنے اس بچے کا پیٹ بھرتی ہے۔ ③ وہ عورت جو نہ تمہاری ہے نہ پرائی ہے۔ تو یہ وہ عورت ہوتی ہے۔ جس نے تم سے پہلے کسی سے نکاح کیا ہو۔ اگر تم میں کوئی بھلائی دیکھتی ہے تو کہتی ہے۔ ہمیں یہی پسند ہے۔ اور اگر تمہارے اندر کوئی برائی دیکھتی ہے تو فوراً پہلے شوہر کو یاد کرتی ہے۔

میں نے اس شخص سے کہا: میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں۔ تم نے اپنا یہ حال کیسے بنالیا؟ اس نے کہا: کیا میں نے تم سے یہ شرط نہیں لگائی تھی کہ کوئی فضول سوال نہ کرنا۔ میں نے اسے قسم دے کر پوچھا کہ وہ مجھے بتائے آخر ایسا کیوں ہے؟ اس نے کہا میں نے مولیٰ کی مرضی طلب کی اور جس حال میں تم مجھے دیکھ رہے ہو اسی کو اپنے لیے چنا۔ پھر وہ مجھے چھوڑ کر ایک طرف چل دیا۔

جاننا چاہیے کہ یہ نصیحت کوئی کلیہ قاعدہ نہیں ہاں یہ عمومی مشاہدہ ہے۔ کبھی اس کے خلاف بھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ بہتیرے لوگوں نے بیاہی ہوئی خواتین سے شادیاں کیں اور ان کی زندگی خوش وخرم گزری۔

[1] اسنادہ ضعیف، المعجم الکبیر للطبرانی، ۱۷/ ۱٤۱؛ سنن ابن ماجه: ۱۸٦۱ عبدالرحمن بن سالم مجہول ہے۔ [2] اسنادہ ضعیف، سنن ابن ماجه، کتاب النکاح، باب افضل النساء: ۱۸۵۷، علی بن یزید ضعیف راوی ہے۔

حضور ﷺ سے دریافت کیا گیا کون سی عورتیں بہتر ہوتی ہیں؟ فرمایا: ''جسے دیکھو تو خوشی محسوس کرو، حکم دو تو تمہاری اطاعت کرے، [1] ناگوار چیزوں میں بھی اپنے آپ کے اندر اور اپنے مال میں شوہر کی مخالفت نہ کرے۔'' [2]

بری عورتوں کے اوصاف

احادیث نبوی ﷺ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں عید کے دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز میں حاضر تھا۔ آپ نے خطبہ سے پہلے اذان اور اقامت کے بغیر نماز پڑھائی۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا سہارا لے کر کھڑے ہوئے۔ پھر (خطبہ دیتے ہوئے) اللہ کے خوف اور تقویٰ کا حکم دیا۔ اللہ کی اطاعت کی تلقین فرمائی، لوگوں کو نصیحت کی اور انہیں یاد دلایا۔ پھر اٹھے اور عورتوں کے پاس تشریف لائے انہیں بھی نصیحت کی اور یاد دلایا۔ پھر فرمایا: ''عورتو! زیادہ سے زیادہ خیرات کرو کیونکہ جہنم کا زیادہ تر ایندھن عورتیں ہیں۔'' تب ایک عورت کھڑی ہوئی جو عورتوں کے بیچ میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے رخسار کی رنگت بدلی ہوئی اور سیاہ تھی۔

اس نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ کیوں؟ فرمایا: ''کیونکہ تم شکایتیں بہت کرتی ہو اور شوہر کی بڑی نافرمانی کرتی ہو۔'' تب عورتوں نے اپنے زیور اتار اتار کر صدقہ کرنا شروع کیا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں ڈالنے لگیں۔ [3]

چار افراد خوش قسمت ہیں:

[1] نیک بیوی۔ [2] خوشحال مسکین۔ [3] اچھا پڑوسی۔ [4] بہتر سواری

---

[1] بشرطیکہ شوہر کے اوامر اسلامی احکام کے مخالف نہ ہوں۔ اس لیے حضور ﷺ نے فرمایا:
''کسی مخلوق کی ایسے کسی حکم کی تعمیل نہ کی جائے جس سے خالق کی حکم عدولی لازم آئے۔''
(صحیح بخاری، کتاب أخبار الآحاد، باب ماجاء فی اجازۃ خبر الواحد......: ۷۲۵۷)

[2] اسنادہ ضعیف، سنن ابی داود، کتاب الزکوۃ، باب فی حقوق المال: ۱۶۶۴؛ جعفر بن ایاس عن مجاہد ضعیف ہے۔ [3] صحیح بخاری، کتاب العیدین، باب موعظۃ الامام......: ۹۷۸؛ صحیح مسلم، کتاب العیدین، باب کتاب صلاۃ العیدین: ۸۸۵۔

اور چار طرح کے لوگ بد بخت ہیں:

① برا پڑوسی ② بری عورت [1]

③ بری سواری ④ بدحال مسکین۔ [2]

''اللہ تعالیٰ ایسی عورت کی طرف نظر نہیں کرے گا جو اپنے شوہر کا شکریہ ادا نہ کرے جب کہ وہ اس سے بے نیاز بھی نہ ہو۔'' [3]

[1] ایک دیہاتی نے کسی عورت سے نکاح کیا۔ عورت نے اسے بے حد ستایا۔ دیہاتی نے اپنا گدھا اور جبہ اسے دے کر اس سے چھٹکارا حاصل کیا۔ دیہات سے اس کا بھتیجا ملنے آیا اور اس کا حال پوچھا تو اس نے کہا:

خطبت الی الشیطان للحین بنته فادخلها فی شقوتی فی حبالها

''میں نے ایک وقت شیطان سے اس کی بیٹی کے نام پیغام بھیجا۔ اس نے میری نامرادی میں اضافہ کے لیے اسے میرے حبالۂ عقد میں دے دیا۔''

فانقذنی منها حماری وجبتی جزی اللہ خیرًا جبتی وحماریا

''میرے گدھے اور میرے جبہ نے مجھے اس سے بچالیا۔ اللہ میرے گدھے اور جبہ کو جزائے خیر دے۔''

[2] صحیح، مسند احمد، ١/ ١٦٨؛ صححه ابن حبان: ٤٠٣٢ والحاکم، ٢/ ١٦٢۔

[3] صحیح، السنن الکبریٰ للنسائی: ٩١٣٥؛ المستدرك للحاكم، ٤/ ١٩٣: ٧٣٣٧؛ الصحیحہ للالبانی: ٢٨٩ عبرت ونصیحت کے لیے بری عورتوں کے بارے میں عربوں سے منقول بعض اقوال ہم درج کرتے ہیں۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

تین آدمی بدترین افراد میں سے ہیں: ① محلّہ کا پڑوسی جو بھلائی دیکھے تو چھپالے اور کوئی برائی دیکھے تو اس کا ڈھنڈورا پیٹ دے۔ ② وہ عورت کہ جب تم اس کے پاس رہو تو قینچی کی طرح زبان چلائے (یعنی برے الفاظ میں تمہیں یاد کرے) اور اگر تم اس کے پیٹھ پیچھے ہو تو بھی تم اس سے محفوظ نہ رہ سکو۔ ③ وہ بادشاہ جس کے ساتھ تم احسان کرو تو وہ تمہاری تعریف نہ کرے اور اگر برائی کرو تو مار ڈالے۔ (یہ بے اصل ہے)

خالد حذاء کہتے ہیں:

بنی اسد کی ایک عورت کے پاس میں نے شادی کے لیے پیغام بھیجا۔ پھر میں اسے دیکھنے کے لیے اس کے گھر پہنچا۔ میرے اور اس کے درمیان ایک باریک پردہ حائل تھا۔ اس نے ثرید (روٹی گوشت) سے بھرا ہوا ایک بڑا تھال منگوایا جس پر گوشت کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ اس نے پورا تھال صاف کر ڈالا۔ پھر دودھ کا برتن منگوایا اور پورا دودھ غٹ غٹ کر کے پی گئی۔ پھر کہا: کنیز پردہ اٹھا دو۔ میں نے دیکھا تو وہ شیر کی کھال پر بیٹھی ہوئی تھی اور بے حد نوجوان اور خوبصورت تھی۔ اس نے کہا: عبداللہ میں بنو اسد کی اسدہ ہوں۔ یہ میرا کھانا اور پینا ہے۔ تم چاہو تو رشتہ کے لیے آگے بڑھو اور نکاح کر لو۔ میں نے کہا: میں استخارہ کروں گا اور سوچ کر جواب دوں گا۔ پھر میں اس کے یہاں سے جو نکلا تو لوٹ کر واپس نہیں گیا۔

کسی دیہاتی عرب نے بری عورت کے اوصاف بیان کرتے ہوئے کہا ہے:

لا بارك اللہ فی لیل یقربنی الی مضاجعة کالدلك بالمسد =

''دو آدمی ایسے ہیں کہ ان کی نمازیں ان کے سروں سے آگے نہیں بڑھیں گی۔ ایک وہ غلام جو اپنے آقاؤں کے پاس سے بھاگ کھڑا ہو۔ دوسری وہ عورت جس نے اپنے شوہر کی نافرمانی کی ہو۔ یہاں تک کہ لوٹ کر اس کے پاس نہ جائے۔'' [1]

''نحوست اگر ہوتی تو وہ گھوڑے، عورت اور مکان میں ہوتی۔'' [2]

مثالی بیوی [2]

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

= ''اللہ اس رات کو نامبارک بنائے جس میں وہ پہلو میں سونے کے لیے میرے قریب آئے۔ کیونکہ اس کے چھونے سے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی کھجور کی چھال ہو۔''

لقد لمست معراها فما وقعت فيما لمست يدى الا على وتد

''جب میں نے اس کے ہاتھ پاؤں کو ٹٹولا تو ایسا معلوم ہوا جیسے مرا ہاتھ کسی کھونٹے پر جا پڑا ہے۔''

وكل عضو لها قرن تصل به جسم الضجيع فيضحى واهى الجسد

''سونے والے کا بدن اس کے جس عضو سے لگتا ہے ایسا معلوم ہوتا کہ وہ کوئی سینگ ہو جس سے سارا بدن چھل کررہ جائے۔'' ایک دیہاتی عرب نے ایک عورت کی مذمت کرتے ہوئے کہا: اللہ کی قسم! اس کا منہ سرد نہیں، نہ اس کا پستان ابھرا ہوا ہے۔ نہ اس کا پیٹ بچہ دینے والا ہے، نہ اس کے ساتھ زندگی خوشحال ہے۔

[1] اسناده ضعيف، المعجم الصغير، ١/ ١٧٢؛ المستدرك للحاكم، ٤/ ١٧٣ ابراہیم بن مہاجر ضعیف راوی ہے۔ [2] صحيح بخارى، كتاب النكاح، باب ما يتقى من شؤم المرأة: ٥٠٩٣؛ صحيح مسلم، كتاب الطب، باب الطيرة والفأل...... : ٢٢٢٥۔

کتاب ''ابداع فی مضار الابتداع'' مصنفہ شیخ علی محفوظ میں لکھا ہے:

گھر، بیوی، جانوروں اور مہمانوں میں نحوست کا عقیدہ رکھنا بدعت ہے۔ لوگوں کی ذہنیت کچھ اس قسم کی ہو چلی ہے کہ کسی گھر کے خریدنے، نئے گھر میں رہائش پر شادی کرنے، جانور خریدنے یا مہمان آنے پر اگر کوئی بھلائی سامنے آئی یا برائی پہنچی تو کہہ دیتے ہیں کہ یہ اسی گھر کی برکت یا نحوست ہے۔ کبھی وہ بخاری کی اس سے سابقہ روایت سے سہارا لیتے ہیں، حالانکہ یہ ان کی نادانی ہے کیونکہ حضرت اسماء بنت عمیس سے منقول طبرانی کی اس روایت میں نحوست کے مفہوم کو وضاحت سے بیان کرتے ہوئے ارشاد ہوا:

میں نے عرض کیا اے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! گھر کی نحوست کیا ہے؟ فرمایا: ''اس کا رقبہ کم ہونا اور پاس پڑوس والوں کا برا ہونا۔'' عرض کیا گیا سواری کی نحوست کیا ہے؟ فرمایا: ''جو اپنی پیٹھ پر سواری سے روک دے اور بدسلوکی کرے۔'' عرض کیا گیا عورت کی نحوست کیا ہے؟ فرمایا: ''بانجھ ہونا، بد اطوار اور بری عادت والی ہونا۔'' (فتح الباری لابن حجر، ۹/ ۱۳۸)

[2] بعض حکما کہتے ہیں: مثالی عورت وہ بہتر خاتون ہوتی ہے جو مرد کو برانگیختہ کرے، ذہین ہو اور اس کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کرائے۔ خوبصورت ہو اور اسے اپنا قیدی بنالے۔ محبت اور شفقت والی ہو جو اپنا حق شوہر پر باقی رکھے۔ =

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت جرائیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: ''اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ خدیجہ (رضی اللہ عنہا) آپ کے پاس آرہی ہیں ان کے پاس ایک برتن ہے جس میں سالن، کھانا یا پانی ہے۔ جب وہ آجائیں تو انہیں ان کے پروردگار کی طرف سے اور میری جانب سے سلام کہنا اور انہیں جنت میں جواہرات کے بنے ہوئے ایسے مکان کی بشارت دینا جس میں شور وشغب اور رنج وملال نہ ہوگا۔'' [1]

حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی زوجہ، قریش کی عقلمند ترین، بے حد خوش مزاج اور نیک اطوار تھیں۔ بعثت سے قبل انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کرنا پسند کیا، کیونکہ آپ ان کی نظر میں امانت دار اور اشرف ثابت ہوئے۔ اس لیے عرب اکابرین جنہوں نے ان کے پاس پیغام بھیجا ان کے مقابلہ میں انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چن لیا۔ جب حضور پر وحی نازل ہوئی تو حضرت خدیجہ آپ کو ثابت قدمی اور اسلامی جھنڈے کو لے کر آگے بڑھنے کی تلقین کرتی تھیں۔ انہوں نے اپنی ساری دولت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں اس طرح نچھاور کر دی تھی جیسے ایک پاکباز، نیک اطوار خاتون کا صالح اور ہونہار خاوند کے ساتھ طریقہ ہوتا ہے۔ [2]

= دل لگی اور مزاح کے طور پر ہم عرض کریں گے کہ ایک عورت سے پوچھا گیا: مثالی خاتون کون ہوتی ہے؟ اس نے کہا: مثالی خاتون وہ ہے جو جانتی ہو کہ شوہر کی مرضی کے بغیر کب اور کیسے وہ کسی کام کے لیے اس پر جبر کر سکتی ہے۔ ظاہر ہے اس سے زیادہ بدترین خاتون کی مثال اور کیا ہوگی؟

[1] صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب تزویج النبی ﷺ خدیجة......: ۳۸۲۰؛ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل خدیجة......: ٤٢٣٢۔

[2] تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ قاضی شریح نے ایک بار امام شعبی سے ملاقات کی۔ شعبی نے ان سے اپنے گھر کے احوال دریافت کیے، قاضی شریح نے کہا: بیس سال کا عرصہ ہوا۔ میں نے اپنی اہلیہ سے کوئی ناگوار چیز سرزد ہوتے ہوئے نہیں دیکھی۔ شعبی نے کہا: وہ کیسے؟ شریح نے کہا: پہلی رات جب میں اپنی بیوی کے پاس آیا تو میں نے دیکھا کہ اس کا حسن فتنہ ساماں اور بڑا نادر و نایاب ہے۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کیوں نہ وضو کر کے میں دو رکعت شکرانے کی نماز پڑھ لوں۔ جب میں نے سلام پھیرا تو دیکھا میری اہلیہ میری طرح نماز پڑھ رہی ہے اور میرے سلام پر اس نے بھی سلام پھیرا ہے۔ جب دوست احباب رخصت ہو گئے تو میں اس کی طرف بڑھا اور اسے ہاتھ لگانا چاہا۔ اس نے کہا: ابوامیہ ٹھہرو! تم جہاں ہو وہیں رہو۔ پھر کہا: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَحْمَدُهٗ وَاَسْتَعِيْنُهٗ وَاُصَلِّيْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ" حمد وصلوۃ کے بعد عرض یہ ہے کہ میں ایک انجانی عورت ہوں تمہاری عادتیں نہیں جانتی۔ اس لیے مجھے بتا دو تم کیا چاہتے ہو تاکہ میں وہ کروں اور جو ناپسند ہو ان کو چھوڑ دوں۔ سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے اس نے کہا: دیکھو تمہارے گھرانے =

حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا بے مثال کردار وہ تھا جب پہلی بار وحی نازل ہونے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مضطرب ہوئے ان کے گھر تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا: ''مجھے اڑھا دو، مجھے اڑھا دو۔'' (یعنی ڈھانک دو) اور پورا قصہ انہیں سنایا۔ تب حضرت سیدہ نے آپ کی ہمت بڑھائی اور فرمایا: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، پریشان حال لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، مسکینوں اور بے نواؤں کا سہارا بنتے ہیں اور ہر مشکل

= میں ایسی عورتیں تھیں جن سے تمہارا نکاح ہو سکتا تھا۔ اسی طرح میرے گھرانے میں بھی ایسے مرد تھے جن سے میرا نکاح ہو جاتا، لیکن جب اللہ کسی کام کا فیصلہ فرما دیتا ہے تو وہ ہو کر رہتا ہے۔ اب میں تمہارے ماتحت ہوں۔ اس لیے اللہ نے میرے بارے میں جیسا حکم دیا اس کے مطابق عمل کرو یعنی دستور کے مطابق رکھو یا دستور کے مطابق چھوڑ دو۔ میں نے اپنی بات تم سے کہہ دی، اب اپنے اور پر تمہارے لیے اللہ سے مغفرت طلب کرتی ہوں۔ قاضی شریح کہتے ہیں: شعبی اللہ کی قسم! اس نے مجھے بھی اس موقع پر ایک چھوٹی موٹی تقریر کرنے پر مجبور کر دیا۔ میں نے کہا:
''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ اَحْمَدُهٗ وَ اَسْتَعِيْنُهٗ وَاُصَلِّيْ عَلَى النَّبِيِّ وَآلِهٖ وَسَلَّمْ وبعد'' حمد وصلوۃ کے بعد میں عرض کرتا ہوں کہ تم نے ایسی بات کہی کہ اگر اس پر ثابت قدم رہو تو وہی تمہارا نصیبہ اور حصہ ہوگا۔ اگر تم نے چھوڑ دیا تو تم پر حجت بنے گی۔ سنو! میں فلاں فلاں چیز پسند کرتا ہوں اور فلاں فلاں چیز سے نفرت کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ تم جو اچھی چیز دیکھو بلا جھجک میرے سامنے پیش کر دو اور جو بری چیز دیکھو اسے ڈھانک دو۔
اس کے بعد اس نے کہا: اگر میں میکے جانا چاہوں گی تو اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ میں نے کہا: میں اتنا چاہتا ہوں کہ سسرال والے مجھ سے کبیدہ خاطر نہ ہوں۔ پھر اس نے کہا: کون کون سے پڑوسی آپ کو پسند ہیں؟ تاکہ میں ان کے پاس جا سکوں اور کون سے ناپسند ہیں تاکہ میں ان سے اعراض کروں؟ میں نے بتایا فلاں لوگ اچھے ہیں اور فلاں قوم کے لوگ اچھے نہیں ہیں۔ شریح کہتے ہیں: اس کے بعد میں نے اس کے ساتھ نہایت آسودہ رات گزاری اور ایک سال میرا اس کے ساتھ ایسا گزرا کہ میں نے اس کے اندر کوئی خرابی نہیں دیکھی۔ سال بھر بعد جب میں مجلس قضا سے لوٹا تو دیکھا کہ ایک عورت گھر میں بیٹھی ہوئی ہے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ اس نے بتایا یہ تمہاری بیوی کی ماں (یعنی تمہاری ساس) ہے۔ اس کے بعد میری ساس میری طرف متوجہ ہوئی اور کہا: تم نے اپنی بیوی کیسی پائی ؟ میں نے کہا بہترین بیوی ہے۔ اس نے کہا: ابوامیہ عورت بری نہیں ہوتی ہاں دو حالتیں اس سے مستثنیٰ ہیں۔ ایک جب کہ اسے بچہ پیدا ہو جائے، دوسرے جب شوہر کے یہاں سے اسے حصہ مل جائے۔ اللہ کی قسم! آدمی اپنے گھر میں اس عورت سے زیادہ بری کوئی چیز نہیں رکھ چھوڑتا جو چھوٹی مخالفت کرنے والی ہو۔ اس لیے جہاں تک ہو سکے، عورتوں کو آداب سکھاؤ اور تہذیب اور شائستگی کا سبق پڑھاؤ!
اس کے بعد میری یہ بیوی بیس سال میرے ساتھ رہی اور ایک مرتبہ کے علاوہ میں نے کبھی اس پر غصہ نہیں کیا اور اس وقت بھی وہ مظلوم تھی، ظلم میں نے کیا تھا۔ عورتوں کو اسی طرح رہنا چاہیے۔

وقت میں لوگوں کے کام آتے ہیں۔ [1]

''تمہاری بہتر خواتین وہ ہیں جو زیادہ بچہ جننے والی، زیادہ محبت کرنے والی ہوں۔ غمخواری کرنے والی، بدلہ دینے والی، ساتھ ہی اللہ سے ڈرنے والی ہوں اور تمہاری بدترین عورتیں وہ ہیں جو غیر مردوں کو اپنی زینت دکھاتی پھرتی ہیں، اکڑنے والی ہوں۔ یہ عورتیں منافق ہوتی ہیں۔ ان میں جنت میں جانے والی بس اتنی ہی ہوں گی جتنا کوؤں میں سفید ٹانگ والا کوا ہوتا ہے۔'' [2]

پیغمبر علیہ السلام بحیثیت وفادار شوہر

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایک بوڑھی عورت خدمت اقدس میں حاضر ہوئی۔ آپ نے اس سے پوچھا: ''تم کون ہو؟'' انہوں نے کہا میں جثامۃ المزنی ہوں: فرمایا: ''تم حسانہ ہو! تم کیسی ہو، تمہارا کیا حال ہے، ہمارے بعد تم پر کیسی گزری؟'' انہوں نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان! ہم خیر و عافیت سے ہیں۔ جب وہ چلی گئیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! اس بڑھیا پر آپ اتنی توجہ کر رہے تھے؟ آپ نے فرمایا: ''حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں یہ عورت ہمارے یہاں آیا کرتی تھی اور (دوستی کا) پاس و لحاظ کرنا بھی ایمان (کا جزو) ہے۔'' [3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جتنا رشک مجھے حضرت خدیجۃ الکبریٰ (رضی اللہ عنہا) پر ہوا اتنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بیوی پر نہیں ہوا حالانکہ میں نے انہیں دیکھا بھی نہیں تھا۔ اتنے رشک کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر ان کا تذکرہ کیا کرتے تھے۔ آپ کا دستور یہ تھا کہ جب آپ کوئی بکری ذبح فرماتے تو ڈھونڈ ڈھونڈ کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو اس کا گوشت ہدیتاً بھیجا کرتے تھے۔ کبھی میں آپ سے عرض کرتی (آپ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اتنا یاد کرتے ہیں) جیسے خدیجہ (رضی اللہ عنہا) ہی دنیا میں ایک عورت تھیں، دوسری کوئی عورت نہ تھی! تب آپ فرماتے:

---

[1] صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی، باب۳: ۳؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ۱۶۰۔

[2] حسن، السنن الکبریٰ للبیہقی، ۷/ ۸۲؛ الصحیحہ للالبانی: ۱۸۴۰۔

[3] صحیح، المستدرک للحاکم، ۱/ ۱۵، ۱۶؛ المعجم لابن الاعرابی: ۴۷۴۔

"وہ ایسی اور ایسی تھیں۔ان سے میری اولاد ہے۔" ❶

"اپنے زمانے کی سب سے اچھی عورتوں میں حضرت مریم بنت عمران ہیں اور اپنے زمانے کی عورتوں میں سب سے بہتر حضرت خدیجہ ہیں۔" یہ کہہ کر آپ نے آسمان اور زمین کی طرف اشارہ کیا۔ ❷

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جتنا رشک مجھے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر ہوا اتنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی زوجہ (مطہرہ) پر نہیں ہوا۔اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بہت یاد کرتے تھے۔ایک دن آپ نے ان کا تذکرہ کیا تو میں نے عرض کیا: سرخ منہ والی اس بڑھیا کا تذکرہ آپ کیوں اتنا کرتے ہیں؟ اللہ نے ان سے بہتر اب آپ کو دیا ہے۔آپ نے فرمایا: "اللہ کی قسم! اس کے بعد اللہ نے مجھے جو دیا وہ اس سے بہتر نہیں ❸ وہ اس وقت ایمان لائیں جب لوگ ابھی کافر تھے۔

❶ صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب تزویج النبی ﷺ خدیجۃ......: ۳۸۱۸؛ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل خدیجۃ......: ۲۴۳۵۔

❷ صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب تزویج النبی ﷺ خدیجۃ......: ۳۸۱۵؛ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ باب من فضائل خدیجۃ......: ۲۴۳۰۔

❸ ڈاکٹر نظمی لوقا مسیحی اپنی کتاب "محمد اپنی نجی زندگی میں" ص ۵۴، ۵۵ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفاداری کے عنوان سے لکھتا ہے:

یہ کونسا ایسا برتاؤ تھا، یہ کیسا سلوک تھا کہ بیوی کی وفات کے بعد طویل عرصہ بعد بھی شوہر اسے اس طرح یاد کرتا ہے اور جب یاد کرتا ہے تو اس کا دل پسیج جاتا ہے۔اس کی زبان اس کی تعریف اور اس کے لیے رحم طلبی میں رطب اللسان ہوجاتی ہے۔کیا کوئی انصاف پسند غزوۂ بدر کے بعد ہونے والے اس واقعہ کو فراموش کرسکتا ہے جب عاص بن الربیع یعنی زینب بنت محمد کے شوہر گرفتار ہوئے۔اس وقت وہ اپنے آبائی دین پر تھے۔ابوالعاص سے قید سے رہائی کے لیے فدیہ طلب کیا گیا۔ان کی اہلیہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا ایک تھیلی لائیں جس کے اندر ان کی والدہ حضرت خدیجہ بنت خویلد کا دیا ہوا ہار تھا۔غالباً اس ہار کو دیکھ کر مرحومہ اور اس گردن کا تصور پیغمبر کے ذہن میں گزرا جس میں یہ ہار پڑا ہوتا تھا۔اس وقت مرحومہ کی یاد اور تعزیتی کلمات کیا آپ کے ذہن میں نہیں ابھرے ہوں گے اور تصور پر آپ کو جو راحت اور سکون میسر آیا ہوگا کیا اس جہاد کے موقع پر حاصل ہونے والی مشقت اور دعوت کی راہ میں درپیش اذیت، سنگدلی، سختی اور تند خوئی کے مقابلہ میں اس سے آپ کو یک گونہ سکون نہیں ملا ہوگا۔تب آپ نے اپنے ساتھیوں سے کہا تھا: "اس اولو العزم خاتون کی یاد میں زینب کا ہار اسے لوٹا دو اور اس کے شوہر کو قید سے رہا کردو۔"

پھر یہ ابوالعاص بن الربیع آخر کون تھے؟ کیا یہ خدیجہ بنت خویلد کے بھانجے اور حضرت ہالہ بنت خویلد کے فرزند نہیں تھے؟ کیا حضرت خدیجہ انہیں اپنے بیٹے کی طرح نہیں چاہتی تھیں اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بعثت سے پہلے اشارتاً یہ عرض نہیں کیا تھا کہ حضرت زینب سے ان کا نکاح کردیا جائے؟ (محمد فی حیاۃ الخاصہ: ص ۵۴، ۵۵)

انہوں نے اس وقت میری تصدیق کی جب اوروں نے مجھے جھٹلایا۔اس وقت اپنا مال مجھ پر نچھاور کیا جب لوگوں نے مجھے محروم کر رکھا تھا۔اللہ نے ان سے مجھے اولاد دی کسی اور سے نہیں دی۔'' [1]

حقوق وواجبات

شوہر پر بیوی کے حقوق [1]

آیات قرآنی

﴿ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۪ وَلِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَةٌ ؕ ﴾

= حضور ﷺ کا حضرت خدیجہ کو اس قدر پسندیدگی سے یاد کرنا آپ کی وفاداری، بلند اخلاق، پختہ عقلی اور دلی شرافت کا بین ثبوت ہے۔ پھر یہ سب اس صورت میں تھا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا معمر خاتون تھیں۔ حضور ﷺ کی عمر پچیس سال تھی۔ اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس سال تھی۔ حضرت خدیجہ کے ان کمالات اور خوبیوں کو حضرت عائشہ کے حسن اور ان کی فقہی بصیرت نے بھی فراموش کرنے نہیں دیا تھا اور آپ ساری عمر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ممنون ومشکور رہے اور جب تک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حیات رہیں ان کی کبرسنی کے باوجود آپ نے کسی سے نکاح نہیں فرمایا یہاں تک کہ حضرت خدیجہ کا انتقال ہو گیا۔

ڈاکٹر نظمی لوقا نے اپنی کتاب میں (ص ۵۶ پر) آگے چل کر لکھا ہے:

حضور ﷺ کی طرف سے اس صراحت کے بعد نوجوان، باسعادت اور خوش قسمت عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے حضور ﷺ کو حضرت خدیجہ کے یاد کرنے پر پھر کبھی ٹوکنے کی جسارت نہیں کی۔

آخر کیا وجہ تھی جس کے تحت حضور ﷺ نے یہ انداز اپنایا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ وفاداری کو اس قدر خوبصورت طریقہ سے آخر تک نبھائے رکھا جو میاں بیوی دونوں کے لیے ضرب المثل کی حیثیت رکھتی ہے؟ کیا آپ خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کو اس لیے یاد کرتے تھے تا کہ زندہ بیویوں کو دلی رنج ہو اور وہ آزردہ ہوں جبکہ انہیں بھی حضور ﷺ سے بے حد محبت تھی۔(ہرگز نہیں)

یہ وفاداری نہیں بلکہ یہ ایک زندہ معجزہ تھا جس میں کلام نہیں۔ جبکہ آج ہمارے چاروں طرف دنیا ہر قسم کی نافرمانی، احسان فراموشی، بدعہدی اور دغابازی سے بھری پڑی ہے۔

[1] صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب تزویج النبی ﷺ خدیجۃ......: ۳۸۱۸؛ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل خدیجۃ......: ۲۴۳۵؛ مسند احمد، ۶/ ۱۱۷، ۱۱۸: ۲۴۸۶۴؛ المعجم الکبیر للطبرانی، ۲۳/ ۲۱، ۲۲۔

[1] اسلام جن دنوں عورت کو تاریخ میں پہلی بار کل انسانی حقوق سے نواز رہا تھا (ماکون) کی مجلس اس مسئلہ پر غور وفکر کر رہی تھی کہ عورت بغیر روح کے جسم ہے یا اس کے اندر روح بھی ہے؟ آخر میں انہوں نے یہ تجویز منظور کی کہ عورت کا جسم (جہنم کے عذاب سے) نجات پانے والی روح سے خالی ہوتا ہے۔ البتہ والدہ مسیح (علیہ السلام) اس قاعدہ سے مستثنیٰ =

ہیں۔ پھر جب یورپین قوموں نے مسیحی مذہب قبول کیا تو اس دین کے جاہل لوگوں کی آراان پر بھی اثر انداز ہوئیں۔ چنانچہ ۵۸۶ء (یعنی ٹھیک عہد نبوی ﷺ) میں فرانسیسیوں نے اس مسئلہ پر گفتگو کے لیے ایک مجلس مشاورت بلائی کہ آیا عورت انسان ہے یا نہیں؟ آخر میں ان لوگوں نے یہ طے کیا کہ عورت انسان ہے۔ البتہ اس کا مقصد تخلیق مردوں کی خدمت کرنا ہے۔ بس یہ بھی عجیب بات ہے کہ انگریزی قانون نے ۱۸۰۵ء تک مردوں کو یہ اجازت دے رکھی تھی کہ وہ چاہیں تو اپنی بیویوں کو فروخت کر سکتے ہیں۔ ایک عورت کی قیمت چھ پنس (نصف شلنگ یا ایک شامی لیرہ) مقرر تھی۔

چند سال پہلے ایک عجیب سانحہ پیش آیا، ہوا یہ کہ ایک اٹالین نے کسی کے ہاتھ اپنی بیوی کو قسطوں پر فروخت کیا۔ جب خریدار باقی ماندہ قسطیں ادا نہیں کر سکا تو اٹالین نے اس خریدار کو مار ڈالا۔

(المراۃ بین الفقہ والقانون باختصار ص ۲۰، ۲۱)

ابوالاعلیٰ مودودی کی کتاب ''پردہ'' میں (ص ۲۵ پر) لکھا ہے:

مسیحی پادریوں کا اولین بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ عورت معصیت کا سرچشمہ اور فسق و فجور کی جڑ ہے۔ مرد کے لیے اس کی حیثیت جہنم کے دروازے کی سی ہے کیونکہ وہی اس کی ساری تحریک اور سرگرمی کا نتیجہ ہے اور گناہوں پر آمادہ کرتی ہے۔ انسانی مشکلات اور پریشانیوں کا بڑا سبب بھی یہی عورت ہے اور عورت جب عورت ٹھہری تو وہ کتنی ہی حسین و جمیل کیوں نہ ہو اسے اپنے حسن و جمال کے باوجود شرم آنی چاہیے کیونکہ وہ سراپا گناہوں کے اسلحہ خانہ کا سب سے بڑا حربہ ہے۔ عورت کو سدا اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کرتے رہنا چاہیے۔ کیونکہ زمین اور زمین والوں پر بدبختی اور سب سے بڑی مصیبت لانے والی کوئی اور نہیں، یہی ہستی ہے۔

ممکن ہے کوئی کہنے والا یوں کہے کہ یورپین قوم کے ماضی سے ہمیں بحث نہیں کرنی چاہیے اس لیے کہ موجودہ یورپ نے آج عورتوں کو بہت سارے حقوق دے رکھے ہیں اور سماج میں ان کے رتبہ کو بے حد اہم سمجھتے ہیں۔ ان کی شخصیت کا احترام کرتے ہیں اس لیے کہ اب انہیں عورتوں کے مرتبہ کا احساس ہوا ہے۔

جواب میں عرض کروں گا کہ (ایسا نہیں ہے) بلکہ یورپ نے دراصل عورتوں کو کارخانوں اور کام کاج کے میدانوں میں اس لیے دھکیل دیا ہے تاکہ اس کے اخراجات سے خود سبکدوش ہو جائیں۔ اس طرح ان ظالموں نے بچوں کو ماں کی شفقت اور پیار سے محروم کر رکھا ہے۔ لیکن اس کی بھی انہیں بڑی قیمت چکانی پڑی ہے۔ کیونکہ اب ان کے اندر سے ایسی نسلوں نے جنم لیا ہے جو توڑ پھوڑ پر یقین رکھتی ہے۔ جس نے مغربی تہذیب کی چولیں ہلا دی ہیں اور آج جن کی وجہ سے زمین طرح طرح کے بگاڑ، پیچیدہ امراض اور عجیب و غریب وباؤں سے بھری پڑی ہے۔

ان نام نہاد حقوق کے تحت آج عورت مردوں کے لیے کمائی کا ذریعہ اور روپیہ سمیٹنے کی مشین بن چکی ہے۔ اسے سڑکوں، چوراہوں، اسٹوروں، رقص گاہوں اور مختلف اسٹالوں کی زینت بنایا جا رہا ہے۔ اسے مرکزی کردار دے کر بدکاری کی فلمیں بنائی جا رہی ہیں تاکہ ان کے باس اور گرگے دونوں ہاتھوں سے دولت سمیٹ سکیں۔

پھر بدقسمتی سے جب ان کی چڑھتی جوانی اتر جاتی ہے اور ان کا حسن و جمال ماند پڑ جاتا ہے تو انہیں دھتکار کر بھگا دیا جاتا ہے اور اب وہ جوتے صاف کرنے، سڑکوں پر جھاڑو دینے، پاخانے دھونے اور بوجھ اٹھا کر اپنا پیٹ پالنے پر مجبور ہو جاتی ہیں۔ کیا یہی عورتوں کے حقوق ہیں؟ یا یہ عورتوں کے ساتھ خیانت اور انہیں حقوق سے محروم کر دینا ہے!

بعض مسلم اساتذہ اور اسلامیات کے ماہرین نے یورپ کی سیاحت کے دوران میں جب عورتوں کی یہ حالت زار

''اور عورتوں کا حق ❶ مردوں پر ویسا ہی ہے جیسا دستور کے موافق مردوں کا حق عورتوں پر ہے۔ البتہ مردوں کو عورتوں پر کچھ فضیلت ہے۔''

(۲/ البقرۃ:۲۲۸)

﴿ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ﴾ (٤/ النساء: ١٩)

= دیکھی اور انہیں بتایا کہ اسلام میں عورتوں کے کیا حقوق ہیں؟ یہ عظیم المرتبت دین ان پر کیسی توجہ کرتا اور انہیں کیسی کیسی رعایتوں سے نوازتا ہے۔ یہاں تک کہ انہیں شمع خانہ، گھر کی مالکہ اور خاندان کی سربرآوردہ ہستی کا روپ دیتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ گھر کی ایک ایک چیز کی، بچوں کی تربیت اور نگہداشت، سب اسی صنف نازک کے حوالے کر دیتا ہے۔ ان غریب یورپین عورتوں نے جب یہ سنا تو ان کی آنکھیں بہہ گئیں۔ انہوں نے یہ تمنا کی کہ کاش ان کی پیدائش بھی مشرق میں ہوتی تا کہ مغربی تہذیب اور مغرب کے اس جہنم سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے انہیں چھٹکارا مل جاتا۔

❶ یہ آیت بتاتی ہے کہ میاں بیوی میں سے ہر ایک کے دوسرے پر متعدد حقوق ہیں اور جب بھی مردوں کو زائد حق حاصل ہوگا۔ اس کے مقابلہ میں عورت کو بھی اتنا ہی حق حاصل ہوگا۔ البتہ مردوں کو عورتوں پر اس کے علاوہ کچھ فضیلتیں حاصل ہوں گی۔ اس فضیلت کی تشریح کرتے ہوئے زجاج نے اپنی تفسیر میں کہا ہے: عورت مرد سے اور مرد عورت سے بہت سارے فائدے اٹھاتا ہے۔ البتہ مرد کو اتنی فضیلت حاصل ہے کہ وہ اس کے اخراجات کا کفیل ہوتا ہے۔

یہاں پہنچ کر کوئی یہ اعتراض کر سکتا ہے کہ جب دونوں کے حقوق یکساں ہیں جیسا کہ ابھی بتایا گیا تو مردوں کو عورتوں پر میراث میں کیوں فوقیت دی گئی؟ اور عورتوں کو اکہرا اور مردوں کو دوہرا حصہ کیوں دیا جاتا ہے؟

ہم عرض کریں گے کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مرد کو عورت کی بہ نسبت زیادہ حق دیا گیا۔ بلکہ یہ تو کارگہ ہستی میں ان کے کردار کا ردعمل ہے۔ کیونکہ دیکھا جا سکتا ہے کہ سارا کاروبار مرد سنبھالتا ہے جس کے لیے اسے سرمایہ چاہیے۔ علی ہذا، مرد اپنی بیوی کے مہر اور اخراجات کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ ماں باپ کی نگہداشت وہ کرتا ہے۔ بھائی، بہن معذور ہوں تو ان کی کفالت بھی اسی کے ذمہ ہوتی ہے۔ دوسری طرف عورت پر ایسی کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔ جبکہ الٹا اسے مہر کے علاوہ باپ کا ترکہ ملتا ہے۔ جس سے اس کا حصہ بسا اوقات اس کے بھائی کے حصہ سے بڑھ جاتا ہے۔

اس کے برعکس یورپین عورت اسلام سے پہلے کسی طرح کے ترکہ کی مستحق نہیں سمجھی جاتی تھی۔ بلکہ گیارہویں صدی عیسوی میں انگلینڈ میں عورت سربازار نیلام ہوتی تھی۔ ۱۵۶۷ء میں پارلیمنٹری بورڈ (سکلینڈ) نے ایک قانون کے ذریعے سے عورت کو اس کا پابند بنا دیا تھا کہ وہ کسی چیز کی مالک نہیں بن سکتی۔ اس کے برعکس اسلام میں بعض حالتوں میں عورت مرد سے کئی گناہ زیادہ ترکہ پاتی ہے۔ مثلاً ایک شخص مرا۔ اس نے ایک بیٹی اور دس بھائی چھوڑے اس صورت میں بیٹی کل جائیداد کا آدھا حصہ پاتی ہے۔ جب کہ دوسرا آدھا حصہ مرنے والے کے دسوں بھائیوں میں برابر برابر تقسیم ہوتا ہے۔

”اور دیکھو عورتوں کے ساتھ خوش معاملی سے رہو۔ [1] پھر اگر وہ تم کو کسی وجہ سے ناپسند ہوں تو عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو ناپسند ہو اور اللہ اس میں بڑی خیر (وبرکت) رکھ دے۔“

احادیث نبوی ﷺ

ایک صحابی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم میں سے کسی کی بیوی کا اس پر کیا حق ہے؟ فرمایا: ”یہ کہ جب تم کھاؤ تو اسے بھی کھلاؤ۔ تم پہنو تو اسے بھی پہناؤ اور دیکھو! اس کے چہرے پر مت مارو [2] اسے بری بات مت کہو اور گھر کے علاوہ اسے کہیں تنہا نہ

---

[1] ماہرین دینیات کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیا مرد پر اپنی بیوی سے ہم بستری کرنا فرض ہے؟ ایک گروہ کا نظریہ یہ ہے کہ اسے حسب دستور ہم بستری کرنی چاہیے۔ جیسے دستور کے مطابق ان کے کھانے، کپڑے اور نیک برتاؤ کا وہ ذمہ دار ہوتا ہے اور صحبت کرنا تو رہن سہن کا حاصل اور نتیجہ ہے۔ خود اللہ رب العزت نے دستور کے مطابق برتاؤ کی مرد کو تاکید کی ہے، لہٰذا صحبت اس برتاؤ میں شامل ہونی چاہیے یہی وجہ ہے کہ بعض کہتے ہیں: جیسے مرد سیر ہو کر بیوی کو کھلاتا ہے۔ اسی طرح محبت میں بھی جہاں تک ہو سکے اسے سیر کرنے کی کوشش کرے۔

(روضۃ المحبین باختصار ص:۱۲۴، ۱۲۶)

[2] کیونکہ اکثر حواس خمسہ جیسے سماعت، بصارت وغیرہ یہیں یک جا پائی جاتی ہیں۔ مارنے سے ان حواس کے متاثر ہونے کا اندیشہ ہے۔ نیز چہرہ حسن و جمال اور اعزاز و اکرام کا مقام بھی ہے۔

[3] یعنی برے الفاظ اس کے سامنے نہ کہو جیسے اللہ تجھے بگاڑ کر رکھ دے۔ اسی طرح گالی نہ دو۔ نہ کوئی ناگوار بات کہو۔

حضور ﷺ کی گزشتہ دی گئی ہدایات سے پتہ چلتا ہے کہ عورت کی شخصیت کا احترام کرنا چاہیے۔ برے لفظ اس کے سامنے کہہ کر اس کی اہانت یا تذلیل نہیں کرنی چاہیے۔ حضور ﷺ کی ذات مقدسہ ازواج مطہرات کے حق میں بے حد نیک اور مثالی تھی۔ آپ موقع بہ موقع سے ان کی آرا سنتے تھے۔ کبھی ان کی بعض باتوں کو برداشت بھی کر جاتے تھے۔ خوب سمجھ لینا چاہیے کہ عورت کی اہانت پر انجام کار بڑا بھیانک ہوتا ہے اور اس کا برا نتیجہ سامنے آتا ہے۔

طبقۂ نسواں کی بڑی حامی سمجھی جانے والی خاتون (ماری اسٹوپ) کہتی ہے:

عورت کا احترام بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ کیونکہ جو عورت اپنی نظر میں خود کو کمزور سمجھتی ہے اور یہ جانتی ہے کہ لوگ بھی اسے کمزور خیال کرتے ہیں ایسی عورت متعدد غلط چیزوں جیسے جھوٹ، خیانت اور منافقت سے متصف ہو سکتی ہے لیکن اگر ہم نے اس کے دل میں اس کی اپنی شخصیت کا احترام پیدا کیا، اس کی شخصیت کا خود بھی احترام کیا اور اس کے اعزاز و اکرام کو بحال رکھا تو ہم نہ صرف اس کی شخصیت کو مضبوط کریں گے بلکہ ساتھ ساتھ ان جذبات اور تیز رو کو توڑنے کے درپے ہوں گے جو عورت کی راہ میں مزاحم ہوتے ہیں اور زندگی کے شب و روز میں سامنے آتے ہیں۔ جب آدمی ان کی توثیق اور احترام کرے گا، ان کا اعتماد بحال کرے گا تو عورت اپنے ضعف کو نظر انداز کرے گی اور اسے دھوکا دیا جانا ممکن نہ ہوگا، نہ یہ ممکن ہوگا کہ وہ کمینہ پن اور ذلت کے گڑھے میں اپنے آپ کو گرالے۔

چھوڑ دو۔" ❶

"انصاف کرنے والے قیامت کے دن خدائے رحمن کے داہنے ہاتھ (اور اللہ کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں) کی طرف نور کے منبروں پر ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو اپنے فیصلوں، اپنے ذمہ سونپے گئے کاموں اور اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے تھے۔" ❷

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں اپنی بیوی کے لیے آراستہ ہونا پسند کرتا ہوں جیسے میں یہ چاہتا ہوں کہ بیوی میرے لیے بناؤ سنگار کرے۔

لمبے عرصہ تک بیوی سے جدائی کی ممانعت

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک مدینہ (شہر) کے گلی کوچوں میں گشت کر رہے تھے کہ ایک عورت اپنے گھر میں یہ اشعار پڑھ رہی تھی:

تطاول هذا الليل وازور جانبه   وارقنى ان لا ضجيع الاعبه

"رات گزرتی چلی گئی اور اس کا سرادراز ہوا، مجھے اس چیز نے رقت میں مبتلا کر دیا کہ یہاں کوئی شور یا ہنگامہ نہیں جس سے میں دل ہی بہلا سکوں۔"

الاعبه طوراً وطوراً كانما   بدا قمراً فى ظلمة الليل حاجبه

"لمحہ لمحہ میں اس سے ایسے کھیلوں جیسے رات کے اندھیرے میں بادل کے افق سے چاند نکل کر آنکھ مچولی کرتا ہے۔"

يسر به من كان يلهو بقربه   لطيف الحشا لا يحتو يه اقاربه

"اس سے نزدیک رہ کر جو اس سے کھیلتا ہے اسے خوشی ہوتی ہے۔ نرم و نازک

---

❶ اسناده صحيح، سنن ابى داود، كتاب النكاح، باب فى حق المراة على زوجها: ٢١٤٢؛ سنن ابن ماجه، كتاب النكاح، باب حق المراة على الزوج: ١٨٥٠۔
یعنی ایک بستر پر بھی اس سے رخ موڑ کر نہ سوئے نہ اسے دوسرے کمرے میں سونے کے لیے مجبور کرے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
﴿وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ﴾ (٤/ النساء: ٣٤)
"پھر ان کے ساتھ سونا ترک کر دو یعنی صحبت کرنا چھوڑ دو۔"

❷ صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب فضيلة الامام العادل......: ١٨٢٧۔

پسلیوں والا اس کے خویش و اقارب یہاں جمع نہیں ہوتے۔"

فو اللہ لو لا اللہ لا شیئ غیرہ لحرك من هذا السرير جوانبه

"اللہ کی قسم! اگر اللہ (کا خوف) نہ ہوتا اس کے علاوہ کچھ نہیں تو اس چار پائی کے پائے کبھی کے ہل چکے ہوتے۔"

ولكنني اخشى رقيبا موكلا بانفسنا لا يفتر الدهر كاتبه

"لیکن میں ایک نگراں کار سے ڈرتی ہوں جو ہمارے اوپر مسلط ہے، کبھی کسی وقت اس کا قلم سست نہیں پڑتا۔"

مخاف ربی والحياء يصدنی واكرام بعلى ان تنال مراتبه

"نیز پروردگار کا خوف ہے، شرم و حیا سدراہ بنی ہوئی ہے شوہر کی عزت کا پاس لحاظ ہے کہ اس کے مقام تک (نہیں) پہنچا جا سکتا۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں معلومات چاہیں۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ فلاں عورت ہے عرصہ ہوا اس کا شوہر اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے گیا اور اب تک نہیں آیا۔ آپ نے اس کے شوہر کو لکھا اور بلوا بھیجا۔ پھر آپ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: بیٹی شوہر کے بغیر عورت کتنے دنوں تک صبر کر سکتی ہے؟ انہوں نے کہا: سبحان اللہ! (حیرت ہے) آپ جیسا (باپ) مجھ جیسی (بیٹی) سے یہ سوال کرتا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر عام مسلمانوں کی مصلحت اور مفاد کا مجھے خیال نہ ہوتا تو میں تم سے یہ سوال ہرگز نہ کرتا۔ انہوں نے کہا: پانچ ماہ...... چھ ماہ۔ تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے لیے جہاد کی مدت میں چھ ماہ (کی رخصت) مقرر فرمائی۔ ایک ماہ ان کی آمد میں صرف ہوتا چار ماہ اقامت میں پھر ایک ماہ دوبارہ روانگی میں صرف ہوتا۔ [1]

---

[1] حسن، المصنف لعبدالرزاق، ١/ ١٥٠، ١٥١: ١٢٥٩٣؛ المحلی لابن حزم، ١٠/ ٤٠؛ مسئلہ: ١٨٨٦؛ السنن الکبریٰ للبیہقی، ٩/ ٢٩۔

تنبیہ: یہ اثر موطا امام مالک میں نہیں ملا۔ واللہ اعلم۔

عورت بہترین رفیق اور اہلیہ

آیات قرآنی

﴿ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا ﴾ (۳۰/ الروم: ۲۱)

''(ایک نشانی یہ ہے کہ) اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس کی عورتیں پیدا کیں تاکہ ان کی طرف مائل ہوکر سکون حاصل کرو۔'' [1]

﴿ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۠ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ؕ ﴾

''اور عورتوں کا حق مردوں پر ویسا ہی ہے جیسا دستور کے موافق مردوں کا حق عورتوں

---

[1] بعض اس طرح گمراہ ہوتے ہیں کہ اپنی اہلیہ کو صرف بیوی سمجھ بیٹھتے ہیں اور اس سے جنسی ملاپ کی حد تک سلوک کرتے ہیں۔ اس طرح اپنی اور اہلیہ کی زندگی کو ویران، بے نتیجہ اور تنگ و تاریک بنا ڈالتے ہیں۔
خوش قسمت اور باسعادت شوہر وہ ہوتے ہیں جو اپنی بیوی کے ساتھ رفیق زندگی اور دوست کا برتاؤ بھی کرتے ہیں اور دوستی کا پورا حق ادا کرتے ہیں، نیز مذکورہ آیت مبارکہ بھی اسی دوستی کی توثیق کرتی ہے اور اسے محبت و مودت کے نام سے یاد کرتی ہے اور جس نے یہ کہا بہت خوب کہا کہ جو ازدواجی رشتہ اس رشتہ میں بندھ جانے والوں کو زیادہ سے زیادہ جنسی ملاپ کی سوغات دیتا ہے، کچھ اور نہیں دیتا اسے ازدواجی رشتہ کہنا مناسب بھی نہیں ہے۔ کیونکہ اگر کسی وجہ سے جنسی ملاپ عمل میں نہ بھی آ سکے تب بھی ازدواجی سلسلہ تادیر برقرار رہتا ہے ٹوٹتا نہیں اور جب ازدواجی رشتے کا بڑا فائدہ صرف جنسی ملاپ اور ہم بستری کی شکل میں سامنے آتا ہے تو حقیقت میں یہ رشتہ بھاری عذاب کا پیش خیمہ ہے۔ کیونکہ شوہر کو اس سے اعلیٰ اور اونچے مقام پر فائز ہونا چاہیے تاکہ جسم ہی سیر نہ ہو اس سے زیادہ اس کی روح بھی آسودہ اور سیراب ہو۔
دوسرا کہتا ہے: یہ کوئی صحیح بات نہیں کہ عورت مرد کے لیے لذت کا ایک سامان ہے اور بس! کیونکہ عورت کی محبت اس وقت سے مرد کے نہاں خانہ دل میں بسی ہوتی ہے جب وہ اس سے منگنی کرتا ہے۔ تب سے وہ اس کا احترام کرتا ہے اور جب زندگی میں وہ اس کی رفیق سفر اور شریک حیات بن جائے تو کیونکر اس سے محبت کم ہو سکتی ہے۔ پھر یہی عورت اس کی آیندہ نسلوں کی تخلیق میں اس کی شریک ہوتی ہے۔ کسی مرد کے لیے زیادہ خوش قسمتی اور خود اس کی اہلیہ کے لیے خیر و خوبی کا باعث اس کے سوا کچھ نہیں ہوسکتا کہ وہ یہ جان لے کہ ازدواجی سعادت کے اثرات حواس سے ہوکر قلوب کی طرف منتقل ہوتے ہیں اور جذبات کا باہم تبادلہ ہوتا ہے اور مرد کو چاہیے کہ اپنی اہلیہ کے ساتھ زیادہ سے زیادہ نرمی شائستگی اور میل محبت کا برتاؤ کرے تاکہ اس کا اعتماد زیادہ سے زیادہ حاصل ہو۔ اس میں شک نہیں کہ ہمدرد دوست اور غمگسار میاں بیوی کی زندگی نہایت بہتر اور شاداب ہوتی ہے۔ جب کہ زندگی کے اسٹیج پر جانوروں کی طرح زندگی گزارنے والے زن و شوہر کی زندگی بدترین اور بے کیف گزرتی ہے۔

پر ہے۔البتہ مردوں کو عورتوں پر کچھ فضیلت ہے۔'' (۲/البقرۃ:۲۲۸)

حق اور صراحت

احادیث نبوی ﷺ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ثابت بن قیس کی بیوی نے آ کر نبی کریم ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اپنے شوہر (ثابت بن قیس) سے (جو ناراض ہوں تو) کسی بری عادت یا دینی برائی سے ناراض نہیں ہوں۔ لیکن میں یہ برا جانتی ہوں کہ (جب اس سے میری طبیعت بیزار ہے تو) کہیں میں حالت اسلام میں کفران نعمت میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا: ''تو اس کا باغ واپس دے دی گی؟ (جو اس نے تیرے مہر میں دیا ہے۔)'' وہ بولی، ہاں! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(اے ثابت!) اپنا باغ لے لے اور اسے طلاق دے دے۔'' [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رفاعہ قرظی کی بیوی نے آ کر رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! رفاعہ نے مجھے طلاق دے دی۔ پھر میری طلاق بائنہ (غیر رجعی) ہو گئی۔ اس کے بعد میں نے عبدالرحمٰن بن زبیر قرظی سے نکاح کیا مگر اس کے پاس کپڑے کا پھندنا ہے۔ [2]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الطلاق، باب الخلع وکیف الطلاق فیه: ۵۲۷۳۔

[2] یعنی وہ نامرد ہے صحبت نہیں کر سکتا۔ کہتے ہیں کہ زہیر بن مسکین فہری نے ایک لڑکی سے شادی رچائی۔ لیکن لڑکی کو خوش رکھنے والی چیز اس کے پاس نہیں تھی۔ جب لڑکی نے تخلیہ میں اسے موقع دیا اور اپنی حسب منشا چیز اس کے پاس نہیں پائی تو وہاں سے چلی گئی اور لوٹ کر نہیں آئی۔ اس واقعہ سے متاثر ہو کر زہیر نے اشعار کہے:

تقول وقد قبلتها الف قبلة كفاك! اما شئی لديك سوی القبل ؟

''جب میں نے اس کے ہزاروں بوسے لیے اور کہا: تیرے لیے اتنا کافی ہے تو اس نے کہا: کیا بوسہ کے علاوہ تیرے پاس کچھ اور نہیں ہے؟''

فقلت لها حب علی القلب حفظه وطول بكاء تستغيض له المقل

''میں نے اس سے کہا: محبت ہے جس کی حفاظت میرا دل کرتا ہے اور دیر تک آہ وزاری کرنا، جس میں آنکھیں بہہ جائیں۔''

فقالت لعمر الله مالذة الفتی من الحبت فی قول يخالف العمل

''اس نے کہا: اللہ کی قسم! کسی نوجوان کی زبانی محبت میں کیا مزہ ہوتا ہے جب کہ عملی محبت میں وہ صفر ہو۔''

آپ نے فرمایا: ”شاید تو رفاعہ کے پاس واپس جانا چاہتی ہے؟ تو نہیں (جا سکتی) جب تک وہ تیرا مزہ نہ چکھ لے اور تو اس کا مزہ [1] نہ چکھ لے۔“

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث: ٥٢٦٠؛ صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب لا تحل المطلقة ثلاثًا......: ١٤٣٣۔

عسیلہ، عسالہ مجازاً معمولی جماع کو کہتے ہیں۔ جماع کی لذت کا انجام بہتر ہوتا ہے۔ اس لیے اس کو عسل کہا گیا۔

اس حدیث مبارکہ میں ایک اہم مسئلہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ یہ طلاق بائن کا مسئلہ ہے جس میں الگ الگ تین ماہ کے عرصہ میں بعض دیگر دقیق اور نازک شرطوں کے ساتھ تین طلاق دینے پر عورت اپنے شوہر کے پاس لوٹ کر نہیں جا سکتی۔ ہاں! جب وہ دوسرے مرد سے نکاح کرے گی پھر وہ اسے اچانک کسی وجہ سے طلاق دے گا۔ تو اب یہ عورت پہلے شوہر کے پاس لوٹ کر جا سکتی ہے۔ کیونکہ اس قدر کٹھنائی اور انتظار کے بعد ممکن ہے اس کا دماغ درست ہو گیا ہو یا خود اس عورت کی چال چلن بدل گئی ہو۔

لیکن خوب جان لینا چاہیے کہ یہ وہ نام نہاد حلالہ نہیں جیسا کہ موقت (میعادی) نکاح کے نام سے آج بعض لوگ شادی رچاتے ہیں۔ اس نکاح کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا: ”حلالہ کرنے والے پر اور جس کے لیے حلالہ کرایا جائے، دونوں پر اللہ کی لعنت ہو۔“ (حسن، مسند احمد، ٢/ ٣٢٣: ٨٢٨٧؛ نیز دیکھیے سنن ابی داود: ٢٠٧٦؛ سنن الترمذی: ١١١٩؛ سنن ابن ماجه: ١٩٣٥)

طلاق کا حادثہ پیش آ جانے کے بعد مرد و زن کو چاہیے کہ قاضی شریعت کے پاس جا کر حقیقت حال معلوم کریں اور ان فریبی لوگوں کے کہے میں ہرگز نہ آئیں جو بدترین حالات میں بھی طلاق واقع ہونے کا حکم لگا دیتے ہیں۔ نشہ اور غصہ کی حالت میں طلاق دینے والے کی طلاق واقع نہیں ہوگی۔ جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”نا قابل فہم حالت میں دی گئی طلاق، طلاق نہیں ہوتی۔“ (ضعیف، سنن ابی داود، کتاب الطلاق، باب فی الطلاق علی غلط: ٢١٩٣؛ سنن ابن ماجه، کتاب الطلاق، باب طلاق المکرة والناسی: ٢٠٤٦ محمد بن عبید بن ابی صالح ضعیف راوی ہے۔)

بیوی پر شوہر کے حقوق

احادیث نبوی ﷺ

''اگر میں کسی کو کسی کا سجدہ کرنے کے لیے کہتا تو بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔'' [1]

ایک عورت خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: اے رسول اللہ (ﷺ)! میں عورتوں کی طرف سے قاصد بن کر آپ کے پاس آئی ہوں۔ (میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ) جہاد کو اللہ نے مردوں پر فرض کر رکھا ہے۔ اگر وہ کامیاب لوٹتے ہیں تو اجر و ثواب پاتے ہیں۔ اگر شہید ہو جاتے ہیں تو اللہ کے یہاں انہیں روزی دی جاتی ہے۔ (مردوں کا یہ مرتبہ ہے) اور ہم عورتوں کا یہ حال ہے کہ ہم بس ان کی نگہداشت کرتی ہیں ہمیں اس پر کیا اجر ملے گا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ''تم اپنے سے ملاقات کرنے والی عورتوں سے جا کر کہہ دینا کہ بیوی کا اپنے شوہر کی خدمت و اطاعت کرنا اور اس کے حقوق کی رعایت اور اعتراف [2] کرنا (اجر میں) مردوں

---

[1] حسن، سنن الترمذی، کتاب الرضاع، باب ماجاء فی حق الزوج علی المرأۃ: ۱۱۵۹؛ سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب حق الزوج علی المرأۃ: ۱۸۵۳۔

''خاندان اسلام کی روشنی میں'' نامی کتاب میں اس حدیث کے حاشیہ میں درج ہے:

یہ معرفت اور قدر شناسی کا سجدہ ہے۔ اگر بیوی کو کسی کا سجدہ کرنے کی اجازت ہوتی تو اپنے شوہر کو سجدہ کرنے کی اجازت ہوتی لیکن اللہ کے سوا کسی اور کو سجدہ کرنے کی ہرگز اجازت نہیں ہے۔ اس لیے بیوی کو چاہیے کہ دل کی گہرائی سے اللہ کی حمد و ثنا کرے اور یہی تصور اس کے دل و دماغ پر چھایا رہے۔ شوہر درحقیقت حاکم، خرچ کرنے کا ذمہ دار، نگران کار اور کارکن ہے اور انصاف کا تقاضا ہے کہ اللہ کی بتائی ہوئی شرعی حدود میں امیر کی تابعداری کی جائے اور اگر اس کی نافرمانی کی گئی اس کی کوتاہی یا گناہ کے بغیر اس کے خلاف انقلاب برپا کیا گیا، تو یہ کفران نعمت اور ناقدری تصور کی جائے گی۔

[2] بیوی کے پر شوہر کے منجملہ حقوق میں سے ایک یہ ہے کہ بیوی اپنے شوہر، ماں، باپ اور بہنوں کا احترام کرے۔ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے اور اگر وہ لوگ بدسلوکی کریں تو اسے برداشت کرے۔ خصوصاً اپنی ساس اور خسر کی زیادتیوں کو سہنے کی کوشش کرے، کیونکہ آگ آگ سے نہیں پانی سے سرد ہوتی ہے اور جب کسی معاملہ میں نرمی کی جائے تو اس کے اندر حسن اور خوبصورتی پیدا ہوتی ہے۔

بیوی کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنی انانیت اور خودسری کو اور اپنے جذبات کو قابو میں رکھے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا، خوشنودی اور اس کی طرف سے اجر ملے گا۔ مرد کی نظر میں اس کا احترام اور قدر و منزلت بڑھے گی۔ اس کی طرف سے عزت و محبت اسے حاصل ہوگی۔ ==

کے مساوی ہوگا لیکن تم میں کم عورتیں ایسی ہوں گی۔" [1]

= نیز بیوی اس حقیقت کو ہمیشہ یاد رکھے کہ اس کے خسر اور اس کی ساس نے اس کے خاوند کی بچپن سے پرورش کی ہے۔ جب وہ بڑا ہوا تو اس کی تعلیم و تربیت کی اس لیے اس کے شوہر کا اولین کام یہ ہے کہ پہلے اپنے ماں باپ کے اس قرض کو چکائے اور بیوی کا یہ فرض ہے کہ اس مقدس فرض کی ادائیگی کے لیے اپنے شوہر کی مدد کرے اور اس کا ہاتھ بٹائے۔

بیوی کو یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ بدلہ دینے اور حساب لینے والا حاکم اعلیٰ کبھی نہیں مرے گا اور ہر آدمی جیسا سلوک دوسرے کے ساتھ کرتا ہے اس کے ساتھ بھی ویسا ہی سلوک کیا جاتا ہے۔ اس لیے آج اگر بیوی نے اپنے خاوند کے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو کل کو بڑھاپے میں اس کی بہو بیٹیاں اس کے ساتھ اچھا سلوک کریں گی اور نیک کام کرنے والوں کا اجر اللہ تعالیٰ کبھی ضائع نہیں کرتا۔

یہ زریں ہدایات ہیں جنہیں پس پشت ڈال کر آج خاندان کے خاندان تباہ اور رشتہ داریاں ٹوٹتی جا رہی ہیں یا بصورت دیگر اپنے ماں باپ کے ساتھ بدسلوکی کا مرتکب ہو کر شوہر دنیا و آخرت میں ازلی شقی اور بدبخت بنتا جا رہا ہے۔ اور اس کی تمام تر ذمہ داری اس کی اپنی اہلیہ اور بیوی پر آتی ہے۔ (اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔) آمین

شوہر کا بیوی پر یہ بھی حق ہے کہ بیوی اس کے بچوں کی تربیت کرے کہ یہی بچے قوم کی امانت اور ملت کا سرمایہ ہیں۔ اس تعلیم و تربیت پر بیوی کو بڑی توجہ اور مطالعہ سے کام لینا چاہیے اور اس کا ہمیشہ لحاظ رکھنا چاہیے خصوصاً اس زمانے میں کیونکہ آج تربیت اور نفسیات کے علوم نے بڑی ترقی کی ہے اور ان میں بڑی وسعت آ چکی ہے۔ شوہر کا بھی یہ فرض ہے کہ اپنی بیوی کے عزیزوں کا احترام کرے۔ خصوصاً اپنے خسر اور ساس کا زیادہ سے زیادہ اکرام کرے جنہوں نے اپنے جگر گوشہ کو زریں تحفہ کی شکل میں اس کے حوالہ کیا، اس لیے ہمیشہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرے، محبت کا اظہار کرے اور اہم کاموں میں انہیں یاد کرے۔ ورنہ ان چیزوں سے معمولی غفلت کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بہت سارے اہم کاموں میں رخنہ پڑ جائے گا۔

ذیل میں ہم ایک خط کا متن پیش کرتے ہیں اس خط کو ایک داماد نے اپنی خوش دامن (ساس) کو لکھا ہے:

مادر مہربان، میری عزیز ترین ماں!

میں تمہیں کیوں نہ ماں کہوں جب کہ تم نے اپنی عزیز از جان کو میرے حوالے کیا ہے میں تمہیں ماں کیوں نہ کہوں جب کہ تم نے اس مخلوق کو ظاہری وجود بخشا یعنی میری ہم سفر کو جس نے میری زندگی کو معمور اور پر بہار رکھا۔ میں دنیا کا خوش قسمت فرد ہوں۔ میری سعادت کا کافی بڑا ثبوت یہ ہے کہ میں اپنی زندگی کا ایک ایک دن اس دوشیزہ کے ساتھ گزارتا ہوں۔ گویا کئی سال سے میں اسی کی تلاش میں تھا۔ ہاں وہی تمہاری صاحبزادی جو آج خوش قسمتی سے میری اہلیہ ہے اور کل کو میرے بچوں کی ماں ہوگی۔ آپ نے مجھے بیٹی سے نوازا، میں نے اپنی روح اور اپنا جسم اس کے حوالے کر دیا اور ہاں تمہیں بھی مجھ جیسا ایک بیٹا ملا۔

آپ کا بیٹا (استاذ منیر نصیف کے مضمون سے۔ رسالہ العربی، کویت)

[1] اسنادہ ضعیف، کشف الاستار: ۱۴۷۴ رشدین بن کریب ضعیف راوی ہے۔

''اللہ تعالیٰ کسی ایسی عورت کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھے گا جو اپنے شوہر کی قدر نہ کرے۔ جب کہ وہ اس سے بے نیاز بھی نہ ہو۔'' [1]

''دو افراد کے سروں سے نماز اوپر نہیں بڑھے گی۔ ایک وہ عورت جس نے شوہر کی نافرمانی کی ہوتا وقتیکہ لوٹ کر اس کے پاس نہ چلی جائے ...... الخ'' [2]

حضرت حصین بن محصن کہتے ہیں: میری پھوپھی نے مجھ سے نقل کیا کہ میں حضور ﷺ کے پاس گئی۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: ''تم کون ہو؟ کیا تمہارا خاوند ہے؟'' عرض کیا، ہاں! فرمایا: ''تمہارا اس کے ساتھ برتاؤ کیسا ہے؟'' کہا میں اس کی اطاعت اور خدمت میں کوتاہی نہیں کرتی سوائے یہ کہ میں اس کام سے عاجز ہوں۔ فرمایا: ''خوب سوچ لو تمہاری اس کے ساتھ روش کیا ہے؟ کیونکہ وہی تمہاری جنت اور جہنم ہے۔'' [3]

شوہر کی اجازت کے بغیر بیوی نفل روزے نہ رکھے

احادیث نبوی ﷺ

''شوہر کی موجودگی میں [4] کسی عورت کے لیے روزہ رکھنا حلال نہیں ہے۔ (ایک روایت میں ہے عورت روزہ نہ رکھے) سوائے اس کے کہ شوہر کی اجازت حاصل ہو۔ (یعنی رمضان کے علاوہ روزے کے لیے اجازت ضروری ہے۔) اور شوہر کے گھر میں اس کی

---

[1] صحیح، السنن الکبریٰ للنسائی: ۹۱۳۵؛ السنن الکبریٰ للبیهقی، ۷/ ۲۸۴؛ المستدرک للحاکم: ۷۳۳۷۔ [2] اسناده ضعیف، المعجم الصغیر للطبرانی، ۱/ ۱۷۲؛ المستدرک للحاکم، ٤/ ۱۷۳ ابراہیم بن مہاجر ضعیف راوی ہے۔ [3] حسن، مسند احمد، ٤/ ۳٤۱: ۱۹۰۰۳؛ السنن الکبریٰ للبیهقی، ۷/ ۲۹۱ وصححه الحاکم، ۲/ ۱۸۹۔

[4] یعنی مقیم ہو اور شہر میں موجود ہو۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم (۷/ ۱۱۵) میں قوس کے اندر درج اس دوسری روایت کے بارے میں لکھا ہے۔ جیسا کہ ہمارے علما نے صراحت کی یہ ممانعت حرام ہونے کو بتاتی ہے۔

میں عرض کرتا ہوں کہ یہی جمہور علما کا قول ہے۔ جیسا کہ (فتح الباری) میں لکھا ہے۔ نیز پہلی روایت سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ علامہ موصوف آگے چل کر لکھتے ہیں:

اور شوہر کی اجازت اس لیے ضروری ہے کہ شوہر بیوی سے روزمرہ کسی وقت بھی فائدہ اٹھانے کا مجاز ہے اور فوری نفع اٹھا سکتا ہے۔ اس لیے کسی نفل یا ایسے واجب روزے سے اس استفادے میں تاخیر نہیں کی جائے گی جو بعد میں بھی رکھا جا سکتا ہے۔

میں عرض کروں گا کہ جب عورت اپنے شوہر کی شہوت پوری کرنے کی پابند ہے تو شہوت سے زیادہ اہم امور =

اجازت کے بغیر کسی کو نہ آنے دے۔" [1]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں ایک عورت خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی: میرے خاوند صفوان بن معطل میرے نماز پڑھنے پر مارتے ہیں، روزہ رکھتی ہوں تو روزہ تڑوا دیتے ہیں اور خود ان کا یہ حال ہے کہ دن چڑھے صبح کی نماز پڑھتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں: اس وقت صفوان مجلس میں موجود تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس بارے میں دریافت فرمایا تو انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ جو کہتی ہے کہ میں نماز پڑھنے پر اسے مارتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ دو دو سورتیں ایک ساتھ پڑھتی ہے۔ میں اس سے منع کرتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایک سورت بھی پڑھی جائے تو یہی لوگوں کے لیے کافی ہے۔" پھر حضرت صفوان نے کہا اور یہ جو کہتی ہے کہ روزہ رکھتی ہوں تو تڑوا دیتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ روزہ رکھنا شروع کرتی ہے تو رکھے چلی جاتی

= میں تابعداری اور اطاعت اس سے زیادہ ضروری ہے جیسے بچوں کی تربیت کرنا، گھر اور خاندان کو سدھارنے اور سنوارنے کی فکر کرنا اور اس جیسے دیگر حقوق اور واجبات وغیرہ۔ نیز حافظ ابن حجر نے (فتح الباری) میں لکھا ہے:

اس حدیث اور گزشتہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میاں بیوی کے جنسی روابط کو کس قدر اہمیت دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام یہ حرام قرار دیتا ہے کہ عورت اپنے آپ کو کسی ایسی عبادت میں مشغول رکھے جو اس کے اور مرد کے شہوانی جذبات کے درمیان حائل ہو اور اسلام کی نظر میں صحبت کو بھی عبادت کی سی اہمیت حاصل ہے اور دیگر نفلی عبادتوں کے مقابلہ میں اس عبادت کو کہیں زیادہ اہمیت حاصل ہے اور جس طرح مردوں کا عورتوں پر یہ حق ہے عورتوں کا مردوں پر یہ حق ہے کہ وہ بھی نفلی عبادت میں اپنے آپ کو گھلانے کے درپے نہ ہوں۔ خصوصاً جب کہ ان سے جنسی رو کمزور پڑنے کا اندیشہ ہو اور آگے چل کر بیوی کے حقوق ادا کرنے میں سستی ہونے لگے۔ اس موضوع سے متعلق اس مفہوم کی چند روایتیں گزر چکی ہیں۔ نیز شوہر کو جہاں تک ہو سکے تھکا دینے والے کاموں سے بھی پرہیز کرنا چاہیے اس لیے کہ تکان (تھکن) کے کاموں سے بھی جنسی قوت متاثر ہوتی ہے۔

نفل روزے کی مناسبت سے میں یہ بھی عرض کروں گا کہ نفل روزے کی قضا واجب نہیں (بلکہ مستحب) ہے۔ اس کی دلیل حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانا تیار کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں سمیت تشریف لائے۔ جب کھانا چن دیا گیا تو حاضرین میں سے ایک صاحب نے کہا میرا روزہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "(عجیب بات ہے) تمہارے بھائی نے تمہیں دعوت دی، تمہارے لیے تکلیف اٹھائی (اور تم کہتے ہو میرا روزہ ہے) تم کھا لو اور چاہو تو اس کے بدلے ایک روزہ رکھ لو۔" (حسن، السنن الکبریٰ للبیھقی، ٤/ ٢٧٩)

[1] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب لا تأذن المرأۃ فی بیت زوجھا......: ٥١٩٥؛ صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب ما أنفق العبد من مال مولاہ: ١٠٢٦۔

ہے۔ میں جوان آدمی ہوں صبر نہیں کرسکتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''شوہر کی اجازت کے بغیر بیوی کو روزہ نہیں رکھنا چاہیے۔'' حضرت صفوان نے کہا اور وہ جو یہ کہتی ہے کہ دن چڑھے صبح کی نماز پڑھتا ہوں [1] تو حضور ہمارے گھرانے کی یہ خرابی سبھی جانتے ہیں۔ ہم سورج نکلنے سے پہلے اٹھ نہیں سکتے۔ آپ نے فرمایا: ''صفوان جب سو کر اٹھو تب ہی نماز پڑھ لیا کرو۔'' [2]

بغیر اجازت شوہر کا مال خرچ کرنے پر وعید

احادیث نبوی ﷺ

''بیوی اپنے خاوند کی کوئی چیز اس کی مرضی کے بغیر خرچ نہ کرے۔'' کسی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا کھانا بھی؟ فرمایا: ''ہاں! کھانا تو ہمارا بہترین سرمایہ ہے۔'' [3]

---

[1] یہ عورت بھی کیا خوب اور کتنی سمجھ دار تھی۔ اس نے یہ شکایت صرف اس بنیاد پر کی تھی کہ اس کا شوہر دن چڑھے اٹھ کر نماز پڑھا کرتا تھا۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ آج کتنے خاوند اور کتنی ایسی بیویاں ہیں جو نمازوں سے غفلت کرتی ہیں۔ یا سرے سے نماز ہی نہیں پڑھتیں اور جب ان کا یہ حال ہے تو ظاہر ہے ان کی اگلی نسلیں بھلا کیا نمازوں کی پابند ہوں گی۔ اس لیے بڑی ہوشیاری اور احتیاط کی ضرورت ہے۔ اس مناسبت سے ایک واعظ کی تقریر کا ایک اقتباس میں یہاں نقل کرتا ہوں۔ اس تقریر کو میں نے کسی مسجد میں سنا تھا، واعظ کہہ رہا تھا:

ایک شخص کی بیوی نماز نہیں پڑھتی تھی۔ خاوند نے اسے طلاق دے دی اور دوسری سے شادی کر لی۔ اتفاق سے یہ بیوی بھی نماز نہیں پڑھتی تھی۔ الٹے دین کو برا بھلا بھی کہتی تھی کیونکہ واعظ شوہر پر تنقید کر رہا تھا اس لیے وعظ کے بعد میں نے اسے بلا کر تنبیہ کی اور کہا: دیکھو نماز چھوڑ دینے والی عورت پورے خاندان کے لیے وبال جان ہوتی ہے اور بہت زیادہ سمجھانے بجھانے اور صبر کے باوجود بیوی اگر نماز نہ پڑھے تو مرد ایسی بیوی کو طلاق دینے کا اہل ہے۔

رہا دوسری بیوی کی حرکتوں پر اسے طلاق دینا تو یہاں بھی شوہر پر طعنہ زنی کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ اس نے شریعت کے مطابق کام کیا ہے اور جو کوئی نماز جیسے اہم فرض کو چھوڑتا ہے دوسرے فرائض کو وہ کب خاطر میں لائے گا اور اگر تم نے منبر پر اس قسم کے قصے کہنے شروع کیے تو یہ مسلمانوں میں نماز سے غفلت برتنے کا پروپیگنڈہ ہوگا۔ دوسری بیوی کے بارے میں تمہاری تنقید بے حد عجیب ہے۔ اس جیسا شوہر جو اپنی نسل اور ان کی دینداری کی حفاظت کرنا چاہے۔ پہلی بیوی نامناسب ہونے کی صورت میں اگر وہ دوسری شادی کرے تو اس کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔ نہ کہ اس پر تنقید کرنی چاہیے۔

[2] اسنادہ ضعیف، سنن ابی داود، کتاب الصیام، باب المرأۃ تصوم بغیر إذن زوجھا: ۲۴۵۹، اعمش مدلس ہیں اور سماع کی صراحت نہیں ہے۔

[3] حسن، سنن الترمذی، کتاب الزکاۃ، باب ما جاء فی نفقۃ المرأۃ......: ۶۷۰۔

''شوہر کے گھر سے بیوی جب خیرات کرتی ہے تو اسے اور شوہر دونوں کو اجر ملتا ہے اور کسی کا اجر دوسرے کی وجہ سے کم نہیں ہوتا۔ خاوند کو اپنی کمائی پر اجر ملتا ہے اور بیوی کو خرچ کرنے پر۔'' (بشرطیکہ یہ دینا دلانا شوہر کی رضا مندی سے ہو۔) [1]

شوہر کی زیر نگرانی خود اپنا مال بغیر اجازت ہبہ کرنے کی ممانعت

حدیث نبوی ﷺ

''بیوی کا جو مال اس کے شوہر کی نگرانی میں ہو اس کی اجازت [2] کے بغیر بیوی اسے بھی کسی کے حوالہ نہیں کر سکتی۔'' [3]

بیوی کے ناحق طلاق طلب کرنے پر وعید

احادیث نبوی ﷺ

''جس عورت نے اپنے شوہر سے ناحق بلا کسی وجہ کے طلاق طلب کی ایسی عورت جنت کی خوشبو سے بھی محروم ہوگی۔'' [4]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب من أمر خادمه بالصدقة......: ۱۴۲۵؛ صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب اجر الخازن الامین: ۱۰۲۴۔ [2] یہ روایت صحیح ہے لیکن عوام کے ساتھ ساتھ علما بھی اس سے جہالت برتتے ہیں اور آنکھ بند کر کے یہ فیصلہ کر دیتے ہیں کہ عورت اپنا اس طرح کا مال کسی کو بھی دے سکتی ہے، حالانکہ اسلام کی غرض انصاف پر مبنی اور حد درجہ فطری ہے۔ ان اصولوں کی مخالفت کے نتیجہ میں میاں بیوی میں جھگڑا اور خاندان کی بربادی روزمرہ کا مشاہدہ ہے۔ اسی طرح شوہر کو بھی ہرگز اس کی اجازت نہیں کہ اپنی بیوی بچوں کو ستانے کے لیے روپیہ بجائے ان پر خرچ کرنے کے الللے تللے خرچ کرے۔ ایک صحیح حدیث میں وارد ہے:

''اگر تم اپنے بچوں کو دولت مند چھوڑ کر جاؤ تو یہ اس سے بہتر ہے کہ انہیں اس طرح تنگدست چھوڑ کر جاؤ کہ وہ لوگوں سے مانگتے پھریں۔'' (السلسلة الصحيحة للالبانی: ۲۴۷۳)

نیز اس ممانعت کے اندر بیوی پر زیادتی یا اس طرح کی اہانت مقصود نہیں بلکہ عورت کے مستقبل کی حفاظت اور مرد کے خصوصی حق کی رعایت مقصود ہے۔ [3] اسناده حسن، سنن ابی داود، کتاب الاجارة، باب فی عطية المرأة بغير إذن زوجها: ۳۵۴۶؛ سنن النسائی، کتاب العمرٰی باب عطية المرأة......: ۳۷۸۷ وصححه الحاكم، ۲/ ۴۷ ووافقه الذهبی۔ [4] اسناده صحيح، سنن ابی داود، كتاب الطلاق، باب فی الخلع: ۲۲۲۶؛ سنن الترمذی، كتاب الطلاق، باب ما جاء فی المختلعات: ۱۱۸۷؛ سنن ابن ماجه، كتاب الطلاق، باب كراهية الخلع...... ۲۰۵۵۔

غریب شوہر کو خیرات دینے کے لیے بیوی کو ترغیب

احادیث نبوی ﷺ

حضرت عبداللہ بن مسعود کی اہلیہ حضرت زینب ثقفی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”عورتو! خیرات کرتی رہو خواہ اپنے زیور سے کچھ دے دو۔“ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں لوٹ کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور کہا: تم تہی دست اور نادار رہا کرتے ہو اور حضور ﷺ نے ہمیں خیرات کا حکم فرمایا ہے۔ اس لیے تم خدمت اقدس میں جاؤ اور حضور سے پوچھو، اگر تمہیں خیرات دینا میرے لیے کافی ہے تو ٹھیک! ورنہ پھر کسی اور کو دے دوں۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا: تم خود ہی جا کر پوچھ لو۔ حضرت زینب کہتی ہیں، میں نکلی، در اقدس پر پہنچی تو ایک اور انصاری خاتون بھی یہی سوال کرنے کے لیے دروازے پر بیٹھی ہوئی تھی، چونکہ حضور ﷺ کے چہرہ انور پر ہیبت غالب تھی اس لیے جونہی حضرت بلال نکلے ہم نے ان سے کہا: حضور ﷺ سے جا کر کہو کہ دروازے پر دو عورتیں بیٹھی ہیں آپ سے یہ پوچھنا چاہتی ہیں کہ کیا ہم اپنے خاوند کو اپنے زیر پرورش یتیم بچوں کی خیرات دے سکتی ہیں؟ لیکن حضور ﷺ کو یہ نہ بتانا کہ ہم کون ہیں؟ حضرت زینب کہتی ہیں کہ حضرت بلال حضور ﷺ کے پاس گئے اور یہی سوال کیا۔ حضور ﷺ نے ان سے پوچھا: ”وہ دونوں عورتیں کون ہیں؟“ حضرت بلال نے کہا ایک انصاری خاتون ہے دوسری زینب ہے۔ آپ نے پوچھا: ”کون سی زینب؟“ کہا عبداللہ بن مسعود کی زینب (رضی اللہ عنہا)۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ”انہیں دوہرا اجر ملے گا۔ ایک اجر قرابت داری کے سبب اور دوسرا خیرات کا۔“ [1]

شوہر کی تابعداری پر ثواب

احادیث نبوی ﷺ

”جو عورت پنجگانہ نمازیں پڑھ لے، رمضان کا روزہ رکھ لے، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو وہ جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو سکتی

[1] صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب الزکاۃ علی الزوج: ۱٤٦٦؛ صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل النفقة والصدقة علی الأقربین: ۱۰۰۰۔

ہے۔" ❶

حضرت حصین بن محصن کہتے ہیں: میری پھوپھی نے مجھے بتایا کہ میں خدمت اقدس میں حاضر ہوئی آپ نے مجھ سے فرمایا: "کیا تمہارا خاوند ہے؟" میں نے عرض کیا ہاں! فرمایا: "تمہارا اس کے ساتھ کیا سلوک ہے؟" میں نے کہا: میں اس کی اطاعت میں کوتاہی نہیں کرتی، سوائے یہ کہ کسی کام سے میں خود ہی عاجز رہوں۔ فرمایا: "سوچ لو تم اس کے ساتھ کیا کرتی ہو، کیونکہ وہی تمہاری جنت اور جہنم ہے۔" ❷

"جس عورت کا انتقال اس عالم میں ہوا کہ اس کا شوہر ❸ اس سے خوش ہے تو وہ جنت میں جائے گی۔" ❹

حوریں نیک خاوندوں کا دفاع کرتی ہیں

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "جو عورت دنیا میں اپنے شوہر کو ستاتی ہے جنت میں اس کی بیوی حور اس عورت سے کہتی ہے: ❺ اللہ تجھے ہلاک کرے تیرا یہ شوہر چند دنوں کے لیے تیرے

❶ حسن، مسند احمد، ۱/ ۱۹۱: ۱۶۶۱؛ صحیح ابن حبان: ۴۱۶۳۔

❷ حسن، السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۹۶۷؛ مسند احمد، ۴/ ۳۴۱: ۱۹۰۰۳؛ السنن الکبریٰ للبیہقی، ۷/ ۲۹۱ وصححہ الحاکم، ۲/ ۱۸۹۔

❸ واضح ہو کہ اس سے مراد صاحب ایمان، پرہیزگار اور سمجھدار شوہر مراد ہے۔ گنوار، اجڈ اور بے ہودہ شوہر مراد نہیں ہے۔

❹ حسن، سنن الترمذی، کتاب الرضاع، باب ماجاء فی حق الزوج علی المرأۃ: ۱۱۶۱؛ سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب حق الزوج علی المرأۃ: ۱۸۵۴۔

❺ حوروں پر اس گفتگو کی مناسبت سے اکثر کے دل میں یہ سوال گزرتا ہے اور غالباً عورتیں بھی یہ بات سوچتی ہوں گی۔ میں نے مردوں کی زبانی سنا ہے اوروں کی زبانی نہیں سن سکا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کے لیے ایک سے زائد حوروں کا وعدہ فرمایا اور ان حوروں کو مردوں کے لیے مخصوص بتایا ہے، لیکن مومن عورتوں کے لیے زائد شوہروں یا ان کی کوئی تعداد نہیں بتائی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مرد فطری طور پر اپنے جذبات کو تقسیم کر سکتا ہے اور ایک سے زائد عورتوں کو دل دے سکتا ہے، لیکن عورت نہ یہ کر سکتی ہے نہ اس کے لیے ایسا کرنا ممکن ہے۔ سوائے اس کے کہ وہ عورت آوارہ یا بدچلن ہو۔ اس لیے دنیا کی طرح جنت میں بھی عورتیں اپنے شوہروں کے لیے مخصوص ہوں گی۔ اپنے شوہر کے علاوہ کسی اور کی ان کے دل میں کوئی خواہش نہ ہوگی نہ ہرگز اسے یہ خیال آئے گا۔ چونکہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے اسی فطرت پر عورت کو بنایا ہے۔ اس لیے عورت کو تمام تر خوشی مسرت اور سعادت بس اسی ایک کی ہو کر رہنے میں نظر آئے گی۔ واللہ اعلم

پاس ہے اور وہ وقت قریب ہے جب وہ تجھے چھوڑ کر ہمارے پاس آنے والا ہے۔" [1]

عورت کے بارے میں ہدایات

احادیث نبوی ﷺ

حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ دیتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

"سنو! عورتوں [2] کی بابت بھلائی کی تاکید کرو۔"

---

[1] اسنادہ حسن، سنن الترمذی، کتاب الرضاع، باب الوعید للمرأۃ……: ۱۱۷٤؛ سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب فی المرأۃ تؤذی زوجھا: ۲۰۱٤؛ حلیۃ الاولیاء، ٥/ ۲۲۰۔

[2] عورتوں کی میراث پر ہم دوبارہ گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ ہم ان لوگوں کا جواب دینا چاہتے ہیں جو کہتے ہیں کہ بھائی کو دوہرا اور بہن کو اکہرا دینا لڑکی کے ساتھ زیادتی اور احسان کے منافی ہے۔

اس موضوع پر ہم نے جو کچھ کہا اس پر اضافہ کرتے ہوئے رافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

اسلامی شریعت میں بیٹی کی وراثت مقصود بالذات نہیں۔ اس کا دارومدار اس کے ازدواجی نظام پر ہے۔ بیٹی کی وراثت کا حال کچھ ایسا ہے جیسے حساب میں دو رقموں کو جمع کرنے کے بعد حاصل رقم کی پھر بڑی رقم سے تفریق کر کے نکالا جاتا ہے۔ تاکہ صحیح یا غلط نتیجہ معلوم ہو سکے۔ اسی طرح بیٹی بھی جب ایک طرف سے لیتی ہے تو اس کے بالمقابل دوسری طرف اسے چھوڑ دینا ہوتا ہے۔ دین اسلام اپنے ماننے والوں کی سرشت میں اعلیٰ اسپرٹ کے ساتھ کچھ اور عادتیں پیدا کرتا ہے مثلاً: یہی کہ مرد کی طبیعت ایسی بن جائے کہ وہ عورت کے مال کی ہوس نہ کرے۔ نہ خود کسی صنف نازک پر بوجھ بن کر زندگی کے دن گزارے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام مرد کو مہر دینے اور بیوی بچوں کے اخراجات کا ذمہ دار قرار دیتا ہے، پھر اسلام کے پیش نظر ایک اور بلند حکمت ہے وہ یہ کہ کوئی بہن جو خود اکہرا اپنے بھائی کے لیے دوہری رقم چھوڑ دیتی ہے۔ جیسا کہ مذکورہ بالا ضابطہ کے تحت ہم نے اوپر ذکر کیا تو حقیقت میں اس ایثار سے وہ سماج کی تعمیر میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

چنانچہ آج اس بہن نے اپنے حصہ سے جو زائد رقم اپنے بھائی کے حوالہ کی، بھائی کی وساطت سے کل وہی روپیہ اس کے بھائی کی بیوی اور بچوں کے کام آئے گا اور اس طرح بظاہر معمولی رقم سے ایک بہن اپنے بھائی کا گھر بسانے میں اپنی بساط کے مطابق حصہ لیتی ہے اور امت کی تعمیر اور نئی نسل کی افزائش کے لیے بہن کی حیثیت سے قربانی پیش کرتی ہے۔ سوچنا چاہیے کہ ایک بہن اتنا بڑا ایثار کرتی ہے جس سے یوں آسانی کے ساتھ امت کی بیٹیوں کے ہاتھ پیلے ہوتے ہیں۔

غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ وراثت کے مسائل صرف اپنے تک محدود نہیں ہوتے بلکہ زندگی کے دیگر مسائل میں بھی ان کا عمل دخل اور اثر و نفوذ ہوتا ہے۔ عورت سے امت کی بیٹیاں مراد ہوتی ہیں۔ (وحی القلم: ۳/ ۳۵۷۔۳٦۲)

عورت کی میراث سے متعلق اسلام کا پیش کردہ یہ حل اس افراط و تفریط کے عین بیچ سے ہو کر جاتا ہے، جس میں ایک طرف عورت کو مرد کے برابر کا حصہ دے کر کچھ لوگوں نے اسے آوارہ بنا ڈالا۔ اسے خطرناک کاموں کی بھٹی میں =

''عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو! تم نے اللہ کی ضمانت پر انہیں حاصل کیا ہے اور اللہ ہی کے نام سے انہیں اپنے لیے جائز کیا ہے۔ تمہارا حق عورتوں پر یہ ہے کہ وہ تمہاری آبرو کی حفاظت کریں ایسے لوگوں کو تمہارے بستر پر قدم [1] نہ رکھنے دیں جن کو تم پسند نہیں کرتے اور

= جھونک دیا اور بھائی کو اس کی سرپرستی سے آزاد کر دیا۔ دوسری طرف دوسرے گروہ نے ہر قسم کے حقوق سے اس کو مکمل طور پر محروم رکھا۔

[1] ڈاکٹر نظمی لوقا نے اپنی سابقہ کتاب (ص ۳۶) میں لکھا ہے، جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

تاریخ اس واقعہ کو فراموش نہیں کر سکتی کہ حضور ﷺ کی زوجہ مطہرہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے والد ابوسفیان بن حرب (جو قریش کے سردار اور اس وقت تک غیر مسلم تھے۔) فتح مکہ کی شام کو امان طلب کرنے کے لیے اپنی بیٹی کے پاس آتے ہیں تاکہ حضور ﷺ کی ناراضگی سے بچ سکیں۔ ظاہر ہے ابوسفیان چھپ کر اور بڑی خاموشی سے آئے تھے اور انہیں پورا یقین تھا کہ مشکل وقت میں ان کی بیٹی خاطر خواہ ان کی مدد کرے گی۔

جب ابوسفیان گھر میں آئے تو انہوں نے بچھے ہوئے بستر پر بیٹھنے کے لیے بیٹی سے اجازت لینا ضروری نہیں سمجھا اس لیے بے دھڑک گئے اور بستر پر جا کر بیٹھ گئے اور ایک سردار اور باپ کی حیثیت سے اپنے سامنے موجود بیٹی سے گفتگو کرنا چاہی، انہیں توقع تھی کہ جس بیٹی نے ایک عرصہ سے انہیں نہیں دیکھا، آج اس حال میں انہیں دیکھ کر نرم ہوگی اور ان پر واری جائے گی۔ لیکن یہ کیا...... نرم ہونا اور باپ کو بٹھانا تو در کنار سعادت مند بیٹی چیں بچیں ہے اور اس بستر کو تہہ کر رہی ہے جس پر باپ بیٹھ گیا ہے، کیونکہ یہ بستر رسول اللہ ﷺ کا تھا۔ باوقار اور سردار باپ نے تھوڑا انتظار کیا پھر پوچھا بیٹی کیا یہ بستر میرے لائق نہیں اس لیے تم نے اسے لپیٹ دیا یا میں بستر کے لائق نہیں ہوں؟ بیٹی نے بغیر کسی توقف کے بے دھڑک ہو کر جواب دیا یہ رسول اللہ ﷺ کا بستر ہے اور تم مشرک آدمی ہو اس لیے میری نظر میں تم اس پر بیٹھنے کے اہل نہیں ہو۔ (محمد فی حیاتہ الخاصہ ص ۳۶) یہ ایمان کا لگاؤ تھا جو ہر لگاؤ سے طاقت ور ہوتا ہے۔ اور یہ جوش و خروش بھی تمام تر ایمانی جوش تھا۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا یہ اقدام سراسر اس حدیث کا آئینہ دار ہے جس میں حضور ﷺ نے فرمایا:

''تم میں سے کوئی اس وقت تک (کامل) ایمان والا نہیں ہو سکتا، جب تک کہ میں اس کی نظر میں اس کے بیٹے، اس کے باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ اس کی نظر میں محبوب نہ بن جاؤں۔'' (صحیح بخاری: ۱۵؛ صحیح مسلم: ۴۴)

بعض محدثین نے ''بستر پر قدم نہ رکھنے'' کا ایک معنی یہ بھی بتایا ہے کہ غیر مردوں کو اپنے ساتھ خلط ملط نہ ہونے دیں نہ ہی بات چیت کا موقع دیں۔

''اسلام میں خاندان کا مقام'' نامی کتاب میں لکھا ہے:

اس کا مطلب یہ ہے کہ مرد کو گھر میں اپنے وزن کا احساس ہو۔ خاندان میں اپنے مقام کو وہ محسوس کرے۔ تاکہ معاملہ بگڑ نہ جائے اور اختیار کی لگام اس کے ہاتھ سے نہ چھوٹ جائے۔ بیوی کی طرف سے سرکشی اور نافرمانی کا اظہار خاوند کے شایان شان نہیں اور اگر بیوی نے یہ حرکت کی تو نہ اس کا کام بنے گا نہ اس کی زندگی درست گزرے گی اور اگر بیوی شوہر کی تابعداری کرے تو آخر اس میں بیوی کا کیا حرج ہے؟ جب کہ شوہر اسی کے راحت و آرام کے لیے =

اگر انہوں نے ایسا کیا، تو انہیں ایسی مار مارو، جس سے کوئی نشان ❶ نہ پڑے ان کا حق تم پر یہ ہے کہ تم خوش دلی سے ان کا کھانا کپڑا دو۔ دیکھو میں تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں جس کے ہوتے ہوئے تم کبھی گمراہ نہ ہو گے بشرطیکہ اسے مضبوطی سے پکڑے رہو۔ (وہ کیا ہے؟) اللہ کی کتاب۔ اے لوگو! جب تم سے میری بابت سوال ہوگا، تم کیا کہو گے؟'' سب نے جواب دیا ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے پیغام پوری طرح پہنچا دیا، امانت ادا کر دی، نصیحت میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ اس کے بعد آپ نے انگشت شہادت سے اشارہ کرتے ہوئے اسے آسمان کی طرف اٹھایا اور لوگوں کی طرف جھکاتے ہوئے کہا: ''الٰہی گواہ رہ، الٰہی گواہ رہ۔'' تین بار فرمایا۔ ❷

''مومن نہ طعنہ دیتا ہے نہ لعنت ملامت کرتا ہے نہ فحش کلامی کرتا ہے نہ بے ہودہ کہتا ہے۔'' ❸

= تکلیف اٹھاتا ہے اور اپنے چین اور سکون کو تج دیتا ہے۔ شوہر کی اطاعت بیوی کا فطری حق ہے کیونکہ یہ وہی شوہر ہے جو اس کے لیے دن رات ایک کرتا ہے، لگاتار محنت کرتا ہے، مسلسل اپنے آپ کو تھکاتا ہے۔ اس کا حق تو اس سے کہیں بڑھا ہوا ہے۔ لہٰذا خیر اور بھلائی کے کاموں میں اس کی اطاعت اور تابعداری عورت پر فرض ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے شوہر کے اس حق کو جب بتانا چاہا اور اس کے مرتبہ کو عورت کی نگاہ میں مضبوطی سے جمانا چاہا تو نہایت عظمت اور قدر و منزلت کے انداز میں شوہر کی بڑائی کا اظہار کرتے ہوئے آپ نے فرمایا: ''اگر میں کسی کو کسی کا سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو بیوی کو یہ حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔''

لیکن یہ بھی یاد رہے کہ ہر چند کہ بیوی پر اس کے شوہر کا احترام ضروری ہے لیکن اس احترام کی بھی کچھ حدود مقرر ہیں۔ چنانچہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ ایک عورت اپنے شوہر کی بڑی عزت کرتی ہے۔ جب شوہر آتا ہے تو یہ بڑھ کر اس کے کپڑے اتارتی ہے اور جب تک وہ نہیں بیٹھ جاتا خود بھی نہیں بیٹھتی۔ آپ نے فرمایا: رہا ملنا جلنا تو اس میں حرج نہیں لیکن اس کے بیٹھنے تک کھڑا رہنا درست نہیں ہے۔ یہ متکبر اور مغرور لوگوں کا کام ہے۔ (فتح الباری: ۱۱/۱۴) نیز حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کام کو ناگوار بتایا ہے۔

❶ ہم نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ اسی وقت مارے پیٹے۔ جب کہ دیگر وسائل جیسے سمجھانا بجھانا، بستر علیحدہ کر لینا وغیرہ تدبیریں کارگر نہ ہوں اور اس سے ثابت ہو جائے کہ عورت اکھڑ، سرکش، ضدی اور آوارہ مزاج ہے۔

❷ صحيح مسلم، كتاب الحج، باب حجة النبی ﷺ: ۱۲۱۸۔

❸ حسن، سنن الترمذی، كتاب البر والصلة، باب ماجاء فی اللعنة: ۱۹۷۷؛ مسند احمد، ۱/ ۴۰۵: ۳۸۳۹ وصححه الحاكم، ۱/ ۱۲۔

میاں بیوی خصوصاً بیوی کو چاہیے کہ ان بری حرکتوں سے کلی پرہیز کرے جن کا علاج بھی بڑا دشوار اور تکلیف کا باعث بن جاتا ہے۔ نیز اس کے اندر گناہ بھی ہے۔ کیا تم نے کبھی یہ سوچا ہے؟ ایک روز کاغذ قلم لے کر حساب لگاؤ اور یہ دیکھو کہ تمہاری بیوی ماہانہ تم سے اپنے اوپر کس قدر خرچ کراتی ہے اور روزانہ کتنے کا کام کرتی ہے اگر تم انصاف سے کام لو عورتوں کے حقوق کو طبعاً ہضم کرنا نہیں چاہو گے تو ذیل کے مضمون کو پڑھ لو: =

رہا پہلا سوال کہ بیوی ماہانہ کس قدر خرچ کراتی ہے؟ تو اگر تمہاری بیوی سگھڑ، باشعور اور صاحب ایمان ہے۔ دیوانی، کپڑوں اور جوڑوں کی اندھا دھند خرید کرنے والی اور یورپین عورتوں کی طرح فیشن پرست نہیں ہے تو اس سوال کو اپنی صوابدید اور اپنے ضمیر پر چھوڑ دو۔ کسی شک کے بغیر تمہیں خود محسوس ہوگا کہ اس کا خرچ ایسا زیادہ نہیں بلکہ بے حد معمولی اور کم ہے۔

اب ہم دوسرے سوال کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ وہ ماہانہ کتنے کا کام کرتی ہے اور اگر شوہر کی حیثیت سے تم کسی کو اجرت پر بیوی کے تمام کام جیسے کھانا پکانے، کپڑے دھونے اور اپنے بچوں کی خدمت کے لیے رکھ چھوڑو تو انہیں کس قدر اجرت تمہیں دینی ہوگی؟

اس کا جواب دینے کے لیے ہمیں اعداد و شمار کا سہارا لینا ہوگا۔ حساب کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ بچوں کی نگہداشت کی اجرت لگ بھگ تین لیرہ فی گھنٹہ کے مساوی ہوگی (غالباً یہ حسابات ولایت متحدہ امریکہ کے لحاظ سے کیا گیا ہے) اب اگر بیوی چوبیس گھنٹے بچوں کی نگہداشت اور دیکھ بھال کرتی ہے تو تمہیں اس کی اجرت ۷۲ لیرہ (۳۰۰ روپے) یومیہ دینی ہوگی۔

ایک باورچی ماہانہ کم سے کم ڈھائی لیرہ پر کام کے لیے آمادہ ہوتا ہے۔ تمہاری اہلیہ بھی اس قدر تنخواہ کی یقیناً حق دار ہے۔ ساتھ ہی گھر کی صفائی (جس کا معاوضہ ۵ لیرہ یومیہ ہوگا) کپڑوں کی دھلائی، انہیں پریس کرنا، سینا پرونا، پیوند لگانا، رفو کرنا وغیرہ جس کا معاوضہ دس لیرہ یومیہ سے کسی طرح کم نہ ہوگا۔

اس حساب در حساب سے تمہارے سر میں درد نہ ہونے لگے گا۔ اس لیے ہم پورے حساب کا خلاصہ عرض کریں گے کہ ایک بیوی کم از کم پانچ سو لیرہ ہفتہ وار یا دو ہزار لیرہ ماہانہ کی مستحق ہوتی ہے۔

پھر اس میں شک نہیں کہ اس بظاہر بھاری بھرکم رقم کی حق دار ہونے کے باوجود یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ یہ صنف نازک ہمارے گھر کے دسیوں ایسے چھوٹے بڑے کاموں کو انجام دیتی ہے جسے آیا، باورچن یا پرسنل سیکرٹری نہیں انجام دے سکتی۔ اس پر مستزاد بیشتر حالات میں وہ تیمارداری، علاج معالجہ، بیماروں کی خدمت اور میزبانی کے فرائض انجام دیتی ہے۔ اس سے اہم بچوں کی تربیت کرتی ہے اور یہی وہ ذات ہے جس کے بارے میں بعض مفکرین نے کہا ہے کہ اس کے داہنے ہاتھ پر تخت اور بائیں ہاتھ سے ایک دنیا زیر زبر ہو سکتی ہے۔

تم شام کو تھکے ماندے گھر واپس آتے ہو۔ طبیعت اتنی گری ہوئی ہوتی ہے جس کی وجہ تمہیں بھی معلوم نہیں ہوتی تو اپنی بیوی سے تکان کی شکایت کرتے ہو وہ تمہارے سامنے تفریح اور نشاط پیدا کرنے والی چیزوں پر مشتمل ایک چارٹ پیش کرتی ہے جیسے حمام میں غسل کا عمل، جس میں دونوں ایک دوسرے پر پانی کے چھینٹے اڑاؤ یا ٹپ میں اپنے چھوٹے بچے کو تیرانے کی مشق کراؤ، اپنے مخصوص کمرے میں لیٹ جاؤ، شیریں یادوں اور دلچسپ باتوں سے ایک دوسرے کا دل بہلاؤ، ہنسو کھیلو تاکہ تکان اور رنج و الم دور ہو سکے۔ قریب کے پارک یا باغیچہ میں ساتھ ساتھ جاؤ، اپنے یا اس کے خویش و اقارب کے یہاں گھڑی دو گھڑی کے لیے چلے جاؤ۔ انبیا (علیہم السلام) اور صحابہ عظام (رضی اللہ عنہم) کی زندگی کے سچے واقعات اور ان کی مشکلات اور پریشانیوں کے حالات سنو اور یہ معلوم کرو کہ انہوں نے کیسے صبر کیا اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی۔ پھر اللہ نے ان کے لیے جنت میں کیسی کیسی نعمتیں تیار کیں جس کی نفس اور دل خواہش کرے گا جس سے آنکھیں شاد کام ہوں گی اور یہ وہ

چیزیں ہوں گی جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا نہ کسی کانوں نے سنا ہوگا نہ کسی کے وہم وگمان میں اس کا گزر ہوا ہوگا۔ اس چارٹ میں درج ایک ایک چیز سے مشکلات اور دنیا کی مصیبتوں کا ازالہ ہوگا۔

اسی اثنا میں یہ وفا شعار خاتون اورنج یا پھلوں کا رس تیار کر کے لائے گی جس سے اعصاب کو سکون ہوتا ہے۔

کبھی وہ تمہیں کوئی دل چسپ قصہ، عجیب وغریب نکتہ یا چٹکلہ اور لطیفہ سنا رہی ہوگی۔ ان تمام حالتوں میں یا اس چارٹ کی جو چیز تمہیں پسند ہو، اس کے دوران اس میں شک نہیں کہ تمہیں روحانی فرحت اور اندرونی سکون بیش از بیش محسوس ہوگا تمہاری تکان اور تمہارا رنج وغم کافور ہوگا اور اس کا تمام تر سہرا تمہاری رفیقۂ حیات کے سر جائے گا جو اچھی طرح جانتی ہے کہ تمہارے اس درد کا درماں کیا ہو سکتا ہے؟

اب مجھے بتاؤ! اگر تم نے اس وقت کسی طبیب سے مشورہ لیا ہوتا اور وہ اس سے بھی معمولی مشقت میں کم سے کم فائدہ پہنچانے کی ادنیٰ کوشش کرتا تو تم اس کی کس قدر فیس اپنی جیب سے ادا کرتے؟

اگر تم یقین کرو تو تمہاری اہلیہ اول درجہ کے وکیل کا پارٹ بھی ادا کرتی ہے۔ مثلاً: تم نے ایک پرانی گھسی پٹی کار خریدی۔ پہلے دن تم اس پر بیٹھے تو خوشی سے پھولے نہیں سمائے لیکن جلد ہی تمہیں معلوم ہوا کہ گاڑی میں سینکڑوں عیب اور بے شمار خامیاں ہیں۔ اب تم حیران ہو کہ کیا کروں؟ کسی شک کے بغیر بیوپاری یا اس کے ایجنٹ نے تمہیں دھوکا میں رکھا، لیکن اب تیر کمان سے نکل چکا ہے تم نے قیمت ادا کردی اور گاڑی تمہارے نام رجسٹرڈ ہو چکی ہے۔ ایسے وقت تمہاری اہلیہ حرکت میں آتی ہے اور تمہیں لے کر اس دوکان کا رخ کرتی ہے جہاں سے تم نے گاڑی خریدی تھی۔ بیوپاری سے مڈبھیڑ ہوتے ہی وہ برس پڑتی ہے اور کہتی ہے:

اے آدمی دیکھو! میرے شوہر کے ہاتھوں تم نے جو گاڑی بیچی ہے۔ یہ صرف حادثے کے کام آ سکتی ہے۔ اس کا انجن چالو ہوتا ہے تو اس سے ایسا شور پیدا ہوتا ہے جس سے پورا محلہ جاگ جاتا ہے۔ یہ بھی جب اس کی مہربانی اسٹارٹ ہو جائے ورنہ اس کے علاوہ اس میں ہزاروں عیب ہیں۔ اب تمہارے سامنے دو صورتیں ہیں یا تو فوراً گاڑی واپس لو اور کل رقم واپس کرو۔ ورنہ کورٹ کا راستہ میرے سامنے کھلا ہے۔ میں ابھی نالش کرتی ہوں اور تمہاری اس فرم کے خلاف کیس دائر کرتی ہوں جس سے تمہارے گاہکوں کو بھی معلوم ہو جائے کہ تمہاری اوقات کیا ہے اور لوگوں کے ساتھ تم کیسا برتاؤ کرتے ہو! یہ سن کر بیوپاری فطری طور پر ڈرے گا اور تمہاری غصہ میں بھری بیوی کا جوش کم کرنے کے لیے تم سے نرمی سے کہے گا جناب! میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ میری فرم کو بدنام نہ ہونے دیں۔ گاڑی لائیے اور اپنی رقم گن کر لے جائیے۔ بھلا بتائیے! یہ مشکل مرحلہ کیا آپ سے حل ہو سکتا تھا؟ اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں تمہاری بیگم اس قسم کا معرکہ سرانجام دینے کے بعد کسی وکیل کی طرح سویرہ کی حقدار ہو سکتی ہے۔

اس کے علاوہ بیوی کبھی مشیر مالیات کا نازک فرض بھی تمہارے لیے انجام دیتی ہے۔ چنانچہ جب تم کسی بھاری خسارے میں پڑ کر سخت پریشان ہو جاتے ہو اور گلوخلاصی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تو بیوی بڑھ کر تم سے کہتی ہے ٹھیک ہے کتنا روپیہ کم پڑ رہا ہے؟ میں گھر کے اخراجات سے بچا بچا کر یہ خسارہ پورا کردوں گی یا اپنے زیورات بیچ کر دوں گی اور دیکھو تم ہنسو مت! تمہاری بیگم کبھی ایک انجینئر کا فرض بھی تمہارے لیے انجام دیتی ہے۔ آخر یہ اسی کی تجویز

تھی کہ پیچھے کی بالکنی یا گیلری ایک الگ کمرہ بنا دیا جائے اور آگے کی طرف لوہے اور شیشہ کی جالیاں لگوائی جائیں۔ اس طرح کم وبیش دو سولیرہ کی بچت ہو جائے گی۔

ہم مردوں کو اپنے ضمیر پر ہاتھ رکھ کر اس کا اعتراف کر لینا چاہیے کہ صالح اور مخلص بیوی انمول ہوتی ہے۔ اس کی کوئی قیمت نہیں لگائی جا سکتی اور ہزاروں بار وہ ہم سے اس بات کی خواہاں ہے کہ ہم اس کے حقوق کے مطابق اس سے برتاؤ کریں، اس کی ایک ایک کارکردگی کو یاد رکھیں اور اس سب کے بدلے میں اسے محبت، شفقت، پیار اور شکر گزاری کی سوغات دیں۔

نیز گھر کے کاموں میں اس کا ہاتھ بٹانے کے لیے بھی ہمہ وقت کمربستہ ہوں۔ اس لیے کہ حضور ﷺ کی کسی زوجہ مطہرہ سے حضور کی گھریلو زندگی کی بابت سوال ہوا تو انہوں نے کہا آپ گھر کی مشقت میں برابر کا حصہ لیتے تھے، کبھی اپنے کپڑوں میں پیوند لگاتے تھے اور بکری کا دودھ بھی خود دوہتے تھے۔ (صحیح، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۲٤۹٤، اخلاق النبی ﷺ لابی الشیخ، ص: ٦٣، ٣٨٤)

فرانس کی ''تحریک نسواں'' کی ایک سرگرم لیڈر کہتی ہے:

میرے ساتھ ساتھ کیا تمہارا بھی یہ خیال نہیں ہے کہ ایک عورت کے نزدیک یہاں فرانس میں وزارت مال کو تہس نہس کر دینے کی طاقتور وجہ جواز موجود ہے۔ چنانچہ دیکھو یہ عورت صبح چھ بجے سو کر اٹھتی ہے، پھر پورے خاندان کے لیے ناشتہ تیار کرتی ہے، بچوں کو کپڑے وغیرہ پہنا کر مدرسہ بھیجتی ہے، پھر گھر کو جھاڑ پونچھ کر آراستہ کرتی ہے، اس کے بعد دوپہر کا کھانا بناتی ہے، کپڑے دھوتی ہے، پھر شام کا کھانا تیار کرتی ہے اور بچے جس وقت اپنا سبق یاد کرتے ہیں یہ پلیٹیں صاف کرتے ہوئے ان کی نگرانی بھی کرتی جاتی ہے۔ لیکن جس وقت اس کا شوہر میزانیہ تیار کرتا ہے اور آمدنی کا فارم بھرتا ہے اور بیوی اپنے شوہر کے کاندھوں کے اوپر سے جھانک کر دیکھتی ہے (تو اس کی حیرت کی انتہا نہیں رہتی) کہ اس کا شوہر بیوی کے کالم کے سامنے لکھتا ہے: کوئی کام نہیں کرتی؟ (بعض رسائل سے کچھ تصرف اور بکثرت اضافہ کے ساتھ)

اس میں شک نہیں کہ اکثر اوقات بیوی نہایت معقول مشیر ثابت ہوتی ہے۔ خود پیغمبر علیہ السلام اکثر اوقات اپنی ازواج مطہرات کے مشورہ پر عمل کرتے تھے اور وہ روایتیں صحیح نہیں بلکہ بے اصل ہیں جن کے اندر مشورہ نہ کرنے کی صراحت پائی جاتی ہے جیسے یہ روایت:

''ان سے مشورہ کرو اور ان کی رائے کے خلاف عمل کرو۔'' نیز یہ کہ ''عورت کی اطاعت میں شرمندگی ہوتی ہے۔''

جہاں تک میری رائے کا تعلق ہے میں سمجھتا ہوں کہ عورتوں کی بعض آرائیں الہامی ہوتی ہیں۔ چنانچہ اکثر حالتوں میں ان کی رائے بڑی ٹھوس ہوتی ہے۔ مجھے اس کا اعتراف ہے کہ بیوی کی رائے کی خلاف ورزی کی صورت میں مجھے مادی اور اندرونی ہر قسم کا نقصان پہنچا ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے لیکن کہیں ان سطروں سے بعض بہنوں کو گھمنڈ پیدا نہ ہو جائے۔ اس لیے چپکے سے میں ان سے عرض کروں گا کہ ان کی تمام تر محنت، مشقت اور کوشش صرف ان کے شوہر کے لیے نہیں ہوتی بلکہ اس کا نفع پورے خاندان اور پوری قوم کو پہنچتا ہے اور اللہ کی راہ میں بہتیروں کو پہنچتا ہے۔ بشرطیکہ شوہر کی اطاعت کے ساتھ ساتھ ان کے دل میں اللہ کی اطاعت بھی مقصود ہو۔

پھر شوہر کو حاصل ہونے والا فائدہ بھی شوہر پر موقوف نہیں ہوتا اس کے اندر بیوی کا بھی فائدہ مضمر ہے۔

''اسلام کے لیے بھی (کچھ چیزیں) نشان راہ اور مینار کی حیثیت رکھتی ہیں جیسے راستے کے لیے نشان اور مینار ہوتا ہے ان میں چند یہ ہیں: کہ تم اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، نمازوں کی پابندی کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو، بیت اللہ کا حج کرو، اچھی باتوں کا حکم دو، بری باتوں سے منع کرو، گھر میں جاؤ (یا باہر نکلو) تو گھر والوں کو سلام کرو، لوگوں کے پاس سے گزرو تو انہیں سلام کرو، جس نے ان میں سے کوئی چیز چھوڑی اس نے اسلام کا ایک حصہ چھوڑ دیا اور جس نے ان تمام چیزوں کو چھوڑا اس نے اسلام کی طرف سے پشت پھیری۔'' [1]

''عورتوں سے ان کی شرمگاہوں (یعنی ان کے نکاح) کے بارے میں مشورہ طلب کیا کرو۔'' کسی نے عرض کیا کنواری لڑکی جواب دینے سے شرماتی ہے۔ فرمایا: ''اس کا چپ رہنا ہی اجازت ہے۔'' (اسنادہ صحیح، نسائی: ۳۲۶۸، مسند احمد: ۶/ ۴۵ وصحه ابن الجارود: ۷۰۸)

= آخر شوہر بھی اپنی اہلیہ کی طرح کیسے بڑے بڑے کارنامے انجام دیتا ہے۔ زندگی کے میدان میں کیسی کیسی مشقت اٹھاتا ہے۔ اس لیے جہاں تک ہو سکے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون، سچائی، قربانی اور ایثار سے کام لینا چاہیے۔ اگر ایسا کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے جنت ان مردوں و عورتوں کے لیے تیار فرما دی ہے جو پرہیز گاری سے رہتے ہیں اور جدوجہد کی راہ میں سرگرم عمل رہتے ہیں۔ اس جنت میں وہ چیزیں ہیں جس کو دل چاہتا ہے جس سے آنکھیں لطف اندوز ہوتی ہیں۔ اس میں وہ نعمتیں ہیں جسے کسی آنکھ نے نہ دیکھا ہوگا نہ کسی کان نے سنا ہوگا نہ ہی کسی انسان کے دل پر اس کا گزر ہوا ہوگا۔

﴿وَقُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ ط﴾ (۹/ التوبة: ۱۰۵)

''(اے پیغمبر! ان سے) کہہ دو کہ عمل کیے جاؤ آئندہ اللہ اور اس کا رسول اور ایمان لانے والے تمہارا عمل دیکھیں گے۔''

اسی طرح اہلیہ فرصت کے بعض مواقع کو اس طرح کام میں لا سکتی ہے کہ نظام تربیت کی کسی کتاب کے چند صفحات پڑھتی رہے تاکہ بچوں کی راہنمائی اور تربیت کی صورتوں سے وہ روشناس ہو۔ اسی طرح انبیا علیہم السلام اور صحابہ عظام رضی اللہ عنہم کی سیرت اور سوانح بھی پڑھتے رہنا چاہیے تاکہ مناسب اوقات میں خصوصاً سونے سے پہلے بچوں کو کوئی مناسب حکایت یا نکتہ کی بات بتاتی رہے مردوں کی طرح عورتوں کو بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ان کا خاوند زندگی کے معرکہ میں خود بھی مشقت اٹھاتا ہے اور اگر خاوند کی مشقت عورتوں سے زیادہ نہیں ہوتی تو ان سے کسی طرح کم بھی نہیں ہوتی۔

پھر دونوں کے لیے یہ مشقت اس وقت آسان ہوگی جب میاں بیوی دونوں یہ یاد رکھیں گے کہ بہر صورت ازدواجی عمل اہم انسانی اور دینی فریضہ ہے۔

[1] صحيح، الامر بالمعروف لعبد الغنی المقدسی: ۹، کتاب الایمان لابی عبید القاسم: ۳؛ المستدرك للحاكم، ۱/ ۲۱ (مختصراً) الصحيحه للالبانی: ۳۳۳۔

میاں بیوی کی ذمہ داری

آیت قرآنی

﴿ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَیْهَا مَلٰٓىِٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ۝ ﴾ (٦٦/ التحریم: ٦)

''اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے، جس پر تند خو، سخت مزاج فرشتے مقرر ہیں۔ اللہ نے ان کو جو حکم دیا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم ان کو ملتا ہے اسے بجالاتے ہیں۔''

احادیث نبوی ﷺ

''تم میں سے ہر کوئی چرواہا ہے اور ہر کوئی اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہ ہے۔'' [1] (حوالے کے لیے متصل بعد حدیث)

''تم میں سے ہر کوئی چرواہا ہے اور ہر کسی کو اپنی رعیت [2] کے بارے میں جواب دہ ہونا

---

[1] جواب دہی سماج کے ان افراد پر منحصر نہیں کیونکہ بیٹا اپنے باپ کے مال کا جواب دہ ہے، مزدور اپنے مالک کے مال کے بارے میں جواب دہ ہے، ساہوکار مزدوروں کے بارے میں جواب دہ ہے کہ وہ ان کی طاقت کے مطابق کام لیتا ہے یا اس سے زیادہ؟

[2] مردوں کی جوابدہی مشہور و معروف ہے اور اس کتاب میں ہم نے بعض مناسبتوں سے اس کا ذکر کیا ہے لیکن عورتیں کس طرح جواب دہ ہوں گی؟ بعض ماہرین کہتے ہیں:

اسلامی نہج پر بچوں کی تعلیم و تربیت کے علاوہ بیوی پر اور بھی اہم ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں چنانچہ جیسا کہ بعض اتالیق خواتین کہتی ہیں عورت محبت کا سرچشمہ اور گھر کے اندر پیار کا ساگر ہے۔ جب گھر پیار محبت میں ڈوبا ہوتا ہے تو عورت کا دامن بھی خوشیوں سے بھر جاتا ہے۔

یہ کسی طرح ممکن نہیں ہے کہ جو عورت ڈھیروں پیار دے اپنے شوہر اور بچوں پر رأفت و رحمت اور محبت کے آنسو نچھاور کرے۔ ان لطیف اثرات سے خود محروم رہے، اس لیے کہ یہ اسی کی ذات ہے جو خاندان کو حرارت، نور، برکت اور سعادت سے ہمکنار کرتی ہے۔

مرد اس وقت بے حد خوش ہوتا ہے جب اس کی اہلیہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیلتی ہے۔ جب اس کی آنکھوں =

پڑے گا، چنانچہ لوگوں پر مقرر امیر بھی چرواہا ہے اور اپنی رعیت کے بارے میں وہ بھی جواب دہ ہے۔ آدمی بھی اپنے گھر والوں پر نگران ہے اور ان کے بارے میں اسے جواب دہ ہونا پڑے گا۔

= پر نظر پڑتی ہے تو وہاں پیار کی گرمی، محبت کی شیرینی اور فطری خوبصورتی ان آنکھوں سے جھلکتی نظر آتی ہے۔

پیار کی اس فضا کا قائم رکھنا بڑی اہم ذمہ داری ہے جو عورت کے ناتواں کاندھے پر آتی ہے، کیونکہ اس جیسے کاموں کے لیے مردوں کی قوت ارادی سے عورتوں کی قوت ارادی کہیں زیادہ ہوتی ہے اور واقعہ یہی ہے کہ جملہ حالات میں اہلیہ خاندان کی پشت بان اور مرکز ہوتی ہے۔ کیونکہ ایسی کئی ذمہ داریاں براہ راست اسی کی طرف لوٹتی ہیں۔

رہی شوہر کی نسبت اہلیہ کی ذمہ داریاں تو ان میں چند یہ ہیں کہ اہلیہ اپنے شوہر کی غلطی اور کوتاہی پر اسے مناسب طریقے سے آگاہ کرتی رہے، اس کی مناسب راہنمائی کرے اور اس کی غلط کارروائی کی حتی الوسع اصلاح کرتی رہے۔

لیکن یہ یاد رکھے کہ کبھی شوہر کی اصلاح کرنا (وقتی طور پر) بڑا مشکل ہو جاتا ہے۔ خصوصاً جب شوہر لطف اور راحت کی چیزوں کے پیچھے پڑ جائے اور اس پر بے دریغ روپیہ خرچ کرنے لگے۔ بہرکیف ایسے وقت اہلیہ اس فضول خرچی پر روک لگانے کے لیے دلیری کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوتی ہے۔ احتیاط اور دور اندیشی کے ساتھ صورتحال کو سمجھتی ہے۔ پھر اس کا کام یہ ہوتا ہے کہ غلط راستے سے شوہر کو ہٹا کر سیدھے راستے پر ڈال دے اور اگر خاندان کسی پریشانی میں مبتلا ہو جائے تو وہ مشکل کے ان دنوں میں اسے بچانے کی کوشش کرے۔

لیکن دستگیری اور اعانت کی بجائے اگر عورت نے غیرت دلانے اور انتقام لینے کا تہیہ کر لیا تو اس میں شک نہیں کہ جو تباہی کل آنے والی ہے وہ آج آ کر رہے گی۔

بعض نادان یہ سمجھتے ہیں کہ عورت کا خانگی اور گھریلو کام آسان ہوتا ہے، لہٰذا دن بھر صرف انہیں کاموں کے لیے فارغ رہنا ایسا ضروری نہیں ہے۔ یہ گمان جہالت پر مبنی ہے۔ اس لیے کہ بچوں کی تربیت جیسی اہم ذمہ داری جب تک عورت کے کندھے پر ہوتی ہے اس کے لیے فرصت ضروری ہے تاکہ اپنی ذمہ داری کو حدیث میں بتائے ہوئے طریقے کے مطابق نبھانے کے لیے اسے کچھ پڑھنے اور بکثرت مشاہدے کا موقع ملے۔ مزید برآں اسے اپنا ذہن یکسو اور دل کو مطمئن رکھنے کے لیے بھی وقت درکار ہوتا ہے تاکہ ایسے زود اثر احساس اور تیز جذبے سے محفوظ ہو جس کا راست اثر پیٹ کے اندر یا دودھ پینے والے بچے پر پڑتا ہے اور بدترین اندیشہ سامنے آتا ہے۔ علم نفسیات کے تجربے اور مشاہدے سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ ڈاکٹر محمد حسین کہتے ہیں:

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ عورت کا پہلا کام یعنی بچہ پیدا کرنا اور نسل انسانی کی حفاظت کرنا ایسا عمل ہے کہ اس کے علاوہ کوئی اور انجام نہیں دے سکتا مرد کے جسمانی اعضا کی بناوٹ پیٹ میں بچہ پالنے یا دودھ پلانے کے لائق ہرگز نہیں ہوتی۔ اب اگر عورت کو شدت سے کام میں جوڑ دیا جائے تو ظاہر ہے اس کے دل و دماغ اور اعصاب پر اس کا اچھا اثر مرتب نہیں ہوگا۔

نیز یہ بھی طے شدہ حقیقت ہے کہ اس قسم کے گہرے اثرات عورت کے دل سے ہو کر حمل کی حالت میں رہنے والے پیٹ کے بچے پر براہ راست پڑتے ہیں۔ اسی طرح شیر خوار بچہ بھی ان اثرات سے کسی طرح خود کو نہیں بچا سکتا۔ =

= موروثی اثرات کے بعض ماہرین یہاں تک کہتے ہیں کہ ماں اور باپ پر جو حالت یا کیفیت جنسی ملاپ یا (ماں پر) حمل کے دوران میں طاری ہوتی ہے اس کا تمام تر اثر بچے کی عادت اور طبیعت پر پڑتا ہے۔ جن عورتوں کو حمل کی مشقت اٹھانی پڑتی ہے، پیٹ کے اندر بچہ کی حفاظت اور پیدائش کے بعد ان کی تربیت اور نگہداشت جن کے ذمہ عائد ہوتی ہے ایسی تمام خواتین کے لیے ضروری ہے کہ اعصابی ہیجان سے دور رہیں اور کوئی مشقت کا ایسا کام نہ کریں جس سے عضلات اور دماغ سخت تکان کا شکار ہو جائے۔ ورنہ اس کے اثرات زیر پرورش پیٹ کے بچے یا شیر خوار پر گہرے اور بدترین پڑیں گے اور تادیر باقی رہیں گے۔ ظاہر ہے اس ذمہ داری کو سنبھالنا بھی اہم فریضہ اور جاں گسل مشغلہ ہے جس میں نسل انسانی کی بقا، افزائش اور ترقی مضمر ہے۔ اس مرحلہ سے عہدہ برآ ہونے کے بعد یہ بھی ضروری ہے کہ اہلیہ اپنے بچوں پر کامل توجہ صرف کرنے کے لیے پوری طرح فرصت سے رہے۔ اپنے جسم عقل اور اپنی عادات واطوار کو اچھی طرح قابو میں رکھے تاکہ تندہی سے ان بچوں میں اعلیٰ اخلاق اور نیک کردار کا بیج بو سکے اور بری عادات سے انہیں بچا سکے۔ یہ کام ایک دو بار حکم دینے یا منع کرنے سے نہیں ہوگا بلکہ اس کے لیے مسلسل نگرانی، کڑی توجہ اور پوری دیکھ بھال ضروری ہے، تاکہ بچوں کے اندر یہ صلاحیتیں راسخ ہو جائیں۔

بچوں کو کسی غلط کام پر پے در پے ٹوکنا اور مسلسل اس کے لیے بیدار ہونا بھی طبیعتوں میں غلط چیز راسخ ہونے سے حفاظت کا سبب بنتا ہے۔ یہ نگرانی جس سے اگر غفلت نہ برتی گئی، صبر اور ثابت قدمی سے اس پر عمل کیا گیا اور کسی قسم کی اکتاہٹ روا نہ رکھی گئی تو اس میں شک نہیں کہ بچوں اور بچیوں میں غلط افکار جڑ پکڑنے سے پہلے کامل طریقہ سے ان کی بیخ کنی ہوگی اور ان کا علاج مشکل نہ ہوگا۔

اگر کوئی یہ کہے کہ بچہ صرف حمل یا شیر خوارگی کے دوران ہی میں اپنی ماں کے اثرات کو قبول کر سکتا ہے اور اس سے ربط قائم رکھتا ہے تو ظاہر ہے یہ نظریہ انسان کو حیوان کی صف میں کھڑا کر دینے کے مترادف ہے۔ اس لیے کہ یہ انسان کی خصوصیت ہے کہ وہ غذائی پرورش کے ذریعے سے ہی نہیں بلکہ اخلاقی اور ذہنی نگہداشت اور پرورش کے ذریعے سے اپنے اوصاف کو بچے کے اندر منتقل کرتا ہے۔ جب کہ حیوان اس جوہر سے یکسر خالی ہوتا ہے، انسانی ترقی اور حیوانوں سے اس کے افضل ہونے کا یہ بھی ایک سبب ہے۔ اس طریقہ سے نئی نسلیں اپنی پیشرو نسلوں سے تجربے حاصل کرتی ہیں اور علم و آگہی کا سبق سیکھتی ہیں جس سے وہ اپنا فرض کما حقہ انجام دیتے ہیں اور تجربے کرنے میں جو وقت اور محنت صرف ہوتی ہے انہیں اس سے نجات مل جاتی ہے۔

اگر کوئی عورت جو خود سے ان کاموں کو انجام دینے کی بجائے اگر اس نے اپنے بچوں کی نگہداشت اور پرورش کے لیے اپنے نوکروں اور خادموں پر اعتماد کیا تو ان کی ترقی رک جائے گی۔ کیونکہ ماں جس قدر توجہ اور سرگرمی اپنے بچوں کے لیے صرف کر سکتی ہے، جتنے اخلاص اور دردمندی سے وہ کام کر سکتی ہے اس کا سواں حصہ بھی اس کے علاوہ کسی اور میں نہیں پایا جا سکتا کیونکہ ماں کے اخلاص اور پرورش کی شدید خواہش کے پیچھے اس کے ممتا بھرے جذبات ہوتے ہیں اور اس معاملہ میں نوکروں اور ماتحتوں پر اعتماد کرنے سے تربیت اور پرورش کا وہ پہلا معیار قطعی برقرار نہیں رہ سکتا۔ خواہ نوکروں سے کتنی ہی اعلیٰ درجہ کی خدمت لی جائے۔ خواہ ترقی اور کمال کے لیے بڑے سے بڑا وسیلہ اختیار کیا جائے اور ان خیانتوں اور سستی اور غفلت سے قطع نظر کیا جائے جس کا نوکروں کی طرف سے روزمرہ کی زندگی میں بارہا مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ =

آج جو دفاتر اور کارخانوں میں کام کرنے والی ماؤں نے اپنی پستان سے دودھ پلانے کے بجائے مصنوعی طریقہ کو استعمال میں لانا شروع کر رکھا ہے ہماری نظر میں یہ امانت میں خیانت، حدود سے تجاوز اور سنت الٰہیہ کو بگاڑ دینے کے مترادف ہے۔ اس لیے کہ اللہ نے عورت کی چھاتی اس لیے نہیں بنائی کہ نائٹ کلبوں میں اس کا مظاہرہ کیا جائے اور سڑکوں اور شاہراہوں پر اپنے حسن و جمال کی نمائش کی جائے بلکہ اس کی تخلیق کا اصل مقصد یہی شیر خوارگی ہے۔ پھر شیر خوارگی کا یہ عمل صرف ایک عضو کا استعمال نہیں ہے کیونکہ اس کے پیچھے شفقت مادری اور مضبوط عہد و پیمان کا رشتہ ہوتا ہے اور آج شیر خوارگی کے ان مصنوعی طریقوں کو دیکھ کر یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ خدانخواستہ مستقبل میں ایسے طریقے نہ ایجاد کیے جائیں جن میں مرد کے نطفہ کو ماں کے رحم سے ہٹا کر کہیں اور اس کی پرورش کی جائے تاکہ عورت کو حمل کی مشقت اور خوبصورتی کے زائل ہونے کا اندیشہ نہ رہے۔

اس صدی کے آغاز میں اٹھنے والی تعلیم نسواں کی تحریک ابتدا میں بکثرت اس بات کا پروپیگنڈہ کرتی تھی کہ بچوں کی بہتر تعلیم و تربیت کے لیے یہ ضروری ہے کہ عورت خود بھی تعلیم و تربیت یافتہ ہو۔ لیکن جب عورت زیور تعلیم سے آراستہ ہوئی تو یہ تحریک اپنا پچھلا پروپیگنڈہ خود بھول گئی یا بھلا دی گئی اور اب وہ یہ کہنے لگے کہ عورت مرد کے شانہ بشانہ مردوں کی طرح خود بھی کام کرے۔ ظاہر ہے ان کا یہ عمل ان کے پچھلے پروپیگنڈے کے اندر موجود کھوٹ کی غمازی کرتا ہے اور پتہ چلتا ہے کہ اس پروپیگنڈے اور مشن کے پیچھے کون سے اغراض و مقاصد کار فرما تھے جو ان کے قول اور عمل کے تضاد کا باعث بنے۔

علاوہ ازیں ہم چاہیں تو عورتوں اور خود اپنے آپ کے دشمن ان لوگوں کو جنہیں اخبارات اور رسالے عورتوں کے نام نہاد حامی اور معاون لکھتے آ رہے ہیں یہ کہہ سکتے ہیں کہ دیکھو عورت محنت کی عادی نہیں نہ ایسے تمام کاموں کو وہ انجام دے سکتی ہے جسے مرد کرنے کی سکت رکھتا ہے۔ کیونکہ تکوینی طور پر عورت مہینہ میں کم و بیش ایک ہفتہ حیض سے ہوتی ہے۔ یہ حالت قریب قریب مرض کی حالت ہے۔ جس کے تحت عورت روز مرہ کے بہت سارے کام حسب معمول انجام نہیں دے سکتی۔ اس کے بعد جب اسے حمل ٹھہرتا ہے تو قرار حمل کے ابتدائی دنوں میں اسے کافی تکالیف اور متعدد بیماریاں آ گھیرتی ہیں۔ حمل کے آخری دنوں میں اس کی حالت کبھی ایسی ہو جاتی ہے جیسے اس کا بدن ٹوٹ کر شل ہو گیا ہو۔ پھر ایک مزدور عورت اگر غیر شادی شدہ ہے تو اس کا المیہ یہ ہے کہ اسے مناسب شوہر کی تلاش ہوتی ہے۔ وہ یہ کوشش کرتی ہے کہ ایسی ہر جگہ سے صاف بچ کر نکل جائے جہاں اس کی نگاہیں خیرہ اور نظریں چکا چوند ہوتی ہوں اور بچ کر یہ نکل جانا کبھی اس کے لیے نئے شوہر کی تلاش سے زیادہ خطرناک اور مشکل ہو جاتا ہے۔

عورت کے ان دوست نما دشمنوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ عورت کا گھر بیٹھ رہنا اس کے حقوق کو تلف کرنے، اس کی شخصیت کو ختم کرنے اور اس کے وجود کو تہس نہس کر دینے کے برابر ہے۔ حالانکہ جیسے زنگی کو الٹے کافور کہا جاتا تھا اسی کے مصداق یہ بھی ہوگا کہ جو محفوظ ہو، جس کی خدمت کی جائے اور جس کی ایک ایک ضرورت پوری کی جائے ایسی ذات کو (آزادئ نسواں) جیسی کتابوں کے مصنف کی طرح ہم قیدی اور نظر بند کا نام دینے لگیں۔ حالانکہ یہ حقیقت ہے کہ ایک عورت پردے کے پیچھے رہ کر بھی باعزت شان و شکوہ والی اور اپنے شوہر پر حکومت چلانے والی ہوتی ہے۔ اسے کسی دن یہ احساس نہیں ہوتا کہ اس کے حقوق پامال کیے گئے ہیں یا وہ مظلوم و مجبور ہے یا قیدی اور نظر بند ہے یا اس کی عزت نفس داغدار اور شخصیت مجروح ہو چکی ہے بلکہ اس قسم کی نفرت کا مظاہرہ آئے دن انہیں اہل قلم لوگوں کی تحریروں سے ہوتا

ہے جو نام نہاد (حقوق نسواں) کا بینر لگا کر نکل پڑے ہیں۔ اس ذہنیت کا شکار صرف مرد ہیں۔ عورتیں ان کے ساتھ قطعی شریک نہیں ہیں اور ان کا مقصد مرد وزن دونوں کی زندگی بگاڑنے کے سوا کچھ نہیں ہے۔ پھر زندگی تو درحقیقت سکون واطمینان کا نام ہے جس میں لوگ اپنے لیے برکت اور ثابت قدمی کی راہیں تلاش کر سکیں۔ جب کہ اس نام نہاد تحریک کی پیدا کردہ مردوں عورتوں کے اندر اس یورش اور بغاوت کی غرض صرف یہ ہے کہ ان کے اندر سکون اور چین کے بجائے کشمکش، اضطراب اور بے چینی پیدا کی جائے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہر دو کے اندر محبت اور رأفت و رحمت پیدا ہوتا کہ کائنات کی آبادکاری اور نسل انسانی کی حفاظت اور بقا کا مرحلہ آسان ہو۔

صحت مند سماج کی بنیاد ہی ہمیشہ باہم میل محبت، رحم دلی اور سچائی پر مبنی ہوتی ہے۔ تاکہ سماج کا ہر فرد خوشی خوشی اپنا فرض منصبی انجام دے سکے۔ اسے کسی اکتاہٹ اور بے چینی کا احساس نہ ہو۔ سماج کی حالت ایک جسم کی ہوتی ہے جس کا ہر عضو اپنا کام کرنے اور اپنی ڈیوٹی پوری کرنے کا پابند ہوتا ہے۔ اگر ایک عضو بھی اپنے فرض منصبی کی ادائیگی سے رک جاتا ہے تو پورا نظام بگڑ کر رہ جاتا ہے۔ یہ اللہ کی بے عیب اور بلند ذات بابرکات ہے جس نے ہر چیز کو مناسب طریقے سے پیدا فرمایا پھر اسے راستہ پر لگا دیا۔ اسی نے ایک ایک فرد کو اور کائنات کے ذرے ذرے کو خواہ وہ حیوانات و نباتات ہوں یا جمادات یا کوئی اور ہو، غرض سب کو خاص کاموں کے لیے پیدا کر رکھا ہے۔ ان کے اندر مناسب طبیعتیں بنائی ہیں اور انہی کاموں کا انہیں خوگر بنا ڈالا ہے۔ ہماری موجودہ اور نئی سے نئی زندگی اپنے ہر میدان میں بس اسی شاہراہ پر گھومتی ہے۔ علم وحکمت کا صیغہ ہو یا صنعت وحرفت کا کل پرزہ ہو آج ہر پہیہ بڑی باریکی، نزاکت اور صفائی کے ساتھ اسی ڈگر پر گھوم رہا ہے جہاں اسے جوڑ دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں ترقی وتربیت کے جدید اصول اس کے لیے کوشاں ہیں کہ تحقیق و جستجو کے بعد بچوں اور بچیوں کی مخفی صلاحیتوں کو اجاگر کیا جائے تاکہ ہر کوئی اپنے تکوینی فرائض اور مخصوص ذمہ داریوں کو انجام دے سکے۔ جب دیگر عناصر کے لیے اس قسم کی تخصیص اور مناسب کارکردگی کی کوشش کی جاتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ مردوں عورتوں کے لیے اس کے مخالف کوشش کی جائے اور ان کے تکوینی کاموں سے انہیں علیحدہ رکھا جائے۔

سچ پوچھیے تو ایک مرد جو گھر کے باہر کام کرتا ہے اور محنت ومشقت کے بعد تھک کر چور ہو جاتا ہے اسے ایسی بیوی کی ضرورت ہوتی ہے جو آراستہ وپیراستہ ہو، خوشبو میں بسی ہوئی ہو آسودہ حال اور فارغ البال ہو۔ جس سے مرد سکون حاصل کرے، اس کی قربت سے اس کی تھکن کافور ہو، پژمردگی اور اس کی ایک ایک پریشانی کا ازالہ ہو۔ لوگوں کے ساتھ مصروف رہ کر تنگی اور شکر رنجی جو طبیعت میں بس جائے اور جس اکتاہٹ کا وہ شکار ہوا اس سب کا خاتمہ ہو۔ اس کے بجائے اگر عورت نے محنت مشقت کے میدان میں قدم رکھا تو شوہر اور بال بچوں کی رعایت وہ بھلا کیسے کریں گی۔ اس لیے کہ کام کے بعد وہ بھی تھک کر چور لوٹے گی جیسے ابھی ابھی مرد لوٹا ہے۔ اب تھکا ہوا تھکے ہوئے سے کس طرح تسلی پا سکتا ہے ان میں سے کس کا دل گردہ ہے جو بچوں کے ساتھ ہنسی اور دل لگی کرے۔ ان کی تربیت اور انہیں خوش رکھنے کے پتہ مارنے والے کام کو باآسانی انجام دے سکے اور اگر خدانخواستہ مرد وزن نے یہ وطیرہ اختیار کر لیا تو ان کی زندگی کا بس اللہ ہی نگہبان ہوگا۔ اس صورت میں ان کی زندگی اذیت، تکلیف اور بدبختی کا دوسرا نام ہوگی اور پھر سماج کے یہ افراد خواہ مرد عورت ہوں یا جوان اور بچے ہوں ان کی حیثیت زندگی کی مشینری میں ان بے جان کل پرزوں کی سی ہوگی جن کی قسمت میں سکون اور ٹھہراؤ نہیں۔ ان کا کام بس چلتے رہنا اور گھستے رہنا ہے۔

بیوی بھی اپنے شوہر کے گھر میں بچوں کی نگران ہے اور ان کے بارے میں اسے جواب دہ ہونا پڑے گا۔'' غلام اپنے آقا کے مال میں نگران ہے اور اس کے بارے میں اسے جواب دہ

= ہر بصیرت اور ادنیٰ شعور رکھنے والا اس حقیقت کو سمجھ سکتا ہے کہ اس پہلو سے آج جو امریکن اور یورپین سماج پر ذلت اور ناکامی کے آثار چھائے ہیں اور ابھی تو یہ آثار اور بھی گہرے ہوں گے اس لیے کہ تمام خرابیاں ابھی جڑ تک نہیں پہنچی ہیں۔ بہر کیف یورپ کی موجودہ ذلت کی ماری نئی پود کا تعلق ایسے ماں باپ سے ہے جو حیران و پریشان اور گم کردہ راہ ہیں۔ جن کے اعصاب ٹوٹ چکے ہیں۔ جن کے افکار پراگندہ اور جن کے دل سخت بے چینی کا شکار ہیں اور گراوٹ کا یہ اونچا تناسب جس کے کل اعداد وشمار کو مغربی ماہرین نے فراہم کیا ہے اس کے اندر بے راہ روی اور کجی اپنے پورے رنگ اور پوری نوعیت کے ساتھ جھلکتی نظر آتی ہے۔ یہ مظاہر اور آثار اس تجربہ کے آئینہ دار ہیں جو یورپ نے عورت کے اوپر اب تک کیے ہیں۔ اس لیے کہ یہ نئی نسل تمام تر انہی مزدور اور ملازم پیشہ خواتین کی اولاد ہیں جنہوں نے ماں کے پیٹ سے مشقت اور کام کے دباؤ کو محسوس کیا ہے اور جب انہوں نے جنم لیا تو یہ ان کی سستی، غفلت اور بے توجہی کا شکار ہوئے۔ اس تجربے کے ناکام ہونے کے بعد کیا پھر کوئی کسی قسم کے تجربے کی جرأت کر سکتا ہے؟ کیا لوگ اب بھی غور وفکر نہیں کریں گے؟

عورتوں کے ان نام نہاد حمایتیوں کے پاس ان کے گمان کے مطابق کئی دلائل اور ثبوت ہیں جن کی بنیادیں تمام تر مغالطہ پر مبنی ہیں۔ ان کا سب سے بڑا مغالطہ یہ ہے جو وہ سمجھتے ہیں کہ عورت کے گھر میں رہنے سے تقریباً آدھا سماج معطل اور بے کار ہو کر رہ جائے گا۔ گویا ان کے کہنے کا منشا یہ ہے کہ عورت کے لیے گھر میں کوئی کام نہیں ہے۔

حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ عورتوں کی گھریلو ذمہ داری، شوہر کی نگہداشت اور خدمت، بال بچوں کی تربیت اور پرورش اور ان کی طرح طرح کی ضروریات کی تکمیل بذات خود اتنی اہم ہوتی ہے جو عورتوں کا پورا وقت لے لیتی ہے بشرطیکہ عورت کما حقہ اس فریضہ کو انجام دے۔ ورنہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ فرائض کی تکمیل کے لیے پھیلا ہوا وقت بھی تنگ پڑ جاتا ہے ہمارے دعوے پر مسکت دلیل جو مخالف کو تقریباً خاموش کر سکتی ہے وہ یہ ہے کہ کام کرنے والی مزدور خواتین ہمیشہ یہ عذر پیش کرتی ہیں کہ جو کام وہ نہیں کر سکتیں ان کی تلافی کے لیے کچھ مرد یا عورت ملازم رکھ لیے جائیں۔ ظاہر ہے اس صورت میں حکومت کی آمدنی میں کون سی ایسی کمائی یا اضافہ ہو سکتا ہے کہ عورت گھر کے باہر کام کے لیے نکلے اور اس کے پیچھے پیچھے ایک یا دو آدمی ایسے ہوں جنہیں وہ کام سے الگ کیے رہے۔ کیا اس کو اقتصادی اصطلاح میں نفع بخش آدمی کہا جا سکتا ہے اور کیا یہ خود خرابی اور خلل کا پیش خیمہ نہیں ہے کہ عورت گھر کے باہر مردوں کا کام کرے اور کام کرنے والے لوگوں کے اندر سے ایک یا دو آدمی کم ہو کر گھر میں ان عورتوں کے چھوڑے ہوئے کاموں کو انجام دیں اور اس طرح باضابطہ اور بے ضابطہ ایسے بے کار لوگ لسٹ میں باقی رہیں جن کے نقصان کا کوئی اثر منافع یا خسارے کے بجٹ میں کہیں نظر نہ آئے۔ اگر اس کو درست تسلیم کیا گیا کہ سماج کے نصف بے کار مزدوروں کو کام ملے اس لیے عورت کو کام پر لگانا چاہیے۔ تو اس سے تو یہ لازم آئے گا کہ سماج کے جملہ مزدوروں کو کام سے ہٹا دیا جائے تا کہ ایک عورت کو عوامی کام دیا جا سکے۔

(ہمارے قلعوں کو درپیش اندرونی خطرات: ۱۴۷/۱۵۳)

مقالہ نگار کی اس بہتر راہنمائی اور صاف بیانی پر اللہ اسے اچھا بدلہ دے۔ (آمین)

ہونا پڑے گا۔ [1]

''اللہ تعالیٰ ہر نگران شخص سے اس کی زیر نگرانی رعیت کی بابت جواب طلب کرے گا کہ آیا اس نے ان کی صحیح نگہداشت اور حفاظت کی یا انہیں برباد کر دیا؟ یہاں تک کہ آدمی سے اس کے اہل وعیال کے بارے میں بھی سوال ہوگا۔'' [2]

ازدواج کی سیاسی اور فوجی اہمیت [3]

آیت قرآنی

﴿وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ﴾ (۸/ انفال: ۶۰)

''(مسلمانو!) جہاں تک ہو سکے قوت پیدا کر کے مقابلہ کے لیے اپنا سازو سامان مہیا کیے رہو۔''

''زیادہ بچے دینے والی اور محبت کرنے والی عورتوں سے نکاح کرو کیونکہ میں دیگر امتوں کے سامنے تم پر فخر کروں گا۔'' [4]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الاستقراض، باب العبد راع فی مال سیدہ......: ۲۴۰۹، ۸۹۳؛ صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضیلۃ الامام العادل......: ۱۸۲۹۔ [2] ضعیف، السنن الکبریٰ للنسائی: ۹۱۲۹، ۹۱۳۰؛ ابن حبان: ۴۴۹۲ قتادہ مدلس ہیں اور سماع کی صراحت نہیں ہے۔

[3] خاندان چھوٹی سی حکومت کے درجہ میں ہے۔

[4] حسن، سنن ابی داود، کتاب النکاح، باب النهی عن تزویج من لم یلد من النساء: ۲۰۵۰ (الف) سنن النسائی، کتاب النکاح، باب کراهیة تزویج العقیم: ۳۲۲۹۔

قومی طاقت اور توانائی کا دارومدار کثرت آبادی اور ان کی مادی اور اندرونی زور وقوت پر منحصر ہے۔ اسلام نے ہمیشہ سے اس کی بڑی رعایت کی ہے۔ اس لیے وہ کثرت اولاد کی ہمیشہ ترغیب دیتا ہے۔ کیونکہ زیادہ آبادی انسانی بقا اور کامیابی کی ضامن ہے۔ نیز یہ اس آیت مبارکہ کی منشا کے عین مطابق ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کو ڈرانے کے لیے قوت فراہم کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ ہم نے اس کتاب کے آغاز میں یہ بتایا ہے کہ حضور ﷺ نے ایسے افراد کے خلاف سخت نفرت اور ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے جو اپنے لیے شادی سے پرہیز کرنے اور عمر بھر مجرد رہنے کا منصوبہ بناتے ہیں۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

''نکاح کرنا میری سنت ہے جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں۔'' (صحیح بخاری: ۵۰۶۳؛ صحیح مسلم: ۱۴۰۱)

اس طرح اسلام نے بار بار اس پر زور دیا ہے کہ امت اللہ پر ایمان کی دولت سے مالا مال رہے اور صبر، ثابت قدمی، بہادری اور اونچے اخلاق کوٹ کوٹ کر اس کے اندر بھرے ہوں۔ تاکہ امت کی ہر آنے والی نسل نئی قوت اور توانائی کے =

ایک عورت نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! مرد آپ سے فائدہ اٹھانے میں ہم سے بڑھ گئے اس لیے آپ ہمارے لیے اپنی طرف سے کوئی دن مقرر کر دیجیے تاکہ اللہ نے آپ کو جو علم مرحمت فرمایا ہے ہم بھی اس میں سے کچھ سیکھیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''تم فلاں فلاں روز فلاں جگہ اکٹھی ہو جایا کرو۔'' اس دن وہ اکٹھی ہوئیں۔ حضور ﷺ وہاں تشریف لے گئے اور جس علم سے اللہ نے آپ کو نوازا آپ نے انہیں بھی کچھ بتایا منجملہ اس کے یہ بھی تھا:

''تم میں سے جو عورت اپنے تین لڑکے آگے بھیج دے گی (یعنی اس کے تین بچے اس کے سامنے مرجائیں گے) وہ اس کے لیے دوزخ کی آگ سے حجاب ہوں گے۔'' ایک عورت بولی اور اگر کوئی دو لڑکے آگے بھیج دے تو؟ آپ نے فرمایا: ''دو کا بھی (یہی حکم ہے)۔'' [1]

نبوت کی دلیل

حدیث نبوی ﷺ

''میری امت میں آخر میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو کجاوے نما زین، پر بیٹھے ہوں گے اور ان سے اتر کر مسجدوں کے دروازے پر آئیں گے ان کی عورتیں کپڑے پہننے کے باوجود بھی ننگی ہوں گی۔ ان کے سر نجدی اونٹوں کے لچکدار کوہان کی طرح بڑے بڑے ہوں گے۔ تم

= ساتھ دنیا کے سامنے آئے اور ظاہری تعداد اور اندرونی کیفیت دونوں امتیاز سے پورے طور پر آراستہ ہو۔ ورنہ ایسا ٹڈی دل لشکر کس کام کا جس کے دل میں صحیح ایمان اور شائستہ اخلاق کا فقدان ہو۔ ایک صحیح حدیث میں اندرونی زور اور توانائی سے بے بہرہ ٹڈی دل کثیر لشکر کی کمزوری کی بنیادی وجہ یہی بتائی گئی کہ ان کے دلوں میں موت سے محبت نہیں ہوگی۔ بلکہ دنیا کی چیزوں سے الفت ان کے دلوں میں بسی ہوگی۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں: ''عنقریب ایک زمانہ ایسا آئے گا جب (دشمن) قومیں لقمہ تر سمجھ کر تم پر اس طرح چاروں طرف سے ٹوٹ پڑیں گی جیسے کھانے والے ایک دوسرے کو دستر خوان کی طرف دعوت دیتے ہوئے ٹوٹ پڑتے ہیں۔'' صحابہ نے عرض کیا حضور کیا ہماری کمی اور اقلیت کی وجہ سے ایسا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں! بلکہ اس وقت تم بہت ہو گے لیکن تمہاری حیثیت خس و خاشاک سے زیادہ نہ ہوگی اور اللہ تعالیٰ دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب اٹھا لے گا اور تمہارے اندر وہن کی بیماری پیدا ہو جائے گی۔'' ایک شخص نے عرض کیا حضور وہن کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''دنیا کی محبت اور موت سے نفرت۔'' (حسن، سنن ابی داود، کتاب الملاحم، باب فی تداعی الامم علی الاسلام: ٤٢٩٧؛ مسند احمد، ٥/ ٢٧٨: ٢٢٣٩٧)

[1] صحیح بخاری، کتاب العلم، باب هل یجعل للنساء یوم......: ١٠١؛ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب فضل من یموت له ولد......: ٢٦٣٣۔

ان پر لعنت بھیجنا وہ لعنت کے لائق ہوں گے۔'' [1]

شادی، دلچسپی اور اہم ذمہ داری کا نام ہے

ازدواجی زندگی محض لطف اندوزی کا سامان نہیں [2]

آیاتِ قرآنی

﴿ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴾

(۳۳/ الاحزاب: ۳۲)

[1] حسن، مسند احمد، ۲/ ۲۲۳: ۷۰۸۳؛ صحیحہ ابن حبان: ۵۷۵۳ والحاکم، ۴/ ۴۳۶۔
یہ حدیث نبوی کس قدر انوکھی اور کیسی اعجازی شان اپنے اندر رکھتی ہے۔ حدیث بتاتی ہے کہ آج کی طرح ایک دن آئے گا جب لوگ اپنی شاندار بھاری بھرکم موٹر گاڑیاں مسجدوں کے دروازوں پر لا کر کھڑی کریں گے۔ ان سواریوں کے لیے حضور ﷺ نے کجاوے نما زین کا لفظ استعمال فرمایا۔ یہ وہ چیز ہوتی ہے جو سواری پر رکھی جاتی ہے تاکہ سوار اس پر بیٹھ سکے۔ سواری کھڑی کر کے مرد تو مسجدوں میں نماز کے لیے چلے جائیں گے۔ لیکن ان کی عورتیں ایسے کپڑے پہن کر جن سے ان کا عریاں بدن صاف جھلکتا ہوگا پھر بھی ننگی اپنی زیب و زینت غیر مردوں کو دکھاتی پھریں گی۔ ان کے سروں پر بال اس ہیئت کے ہوں گے جیسے نجدی اونٹوں کے لچکدار کوہان بڑے بڑے ہوتے ہیں۔ یہ پیشین گوئی عورتوں کے موجودہ فیشن کو صاف بتاتی ہے۔

اس حدیث میں ان مالداروں کو سرزنش کی گئی ہے جنہوں نے اپنا امتیاز کھو دیا، اپنے اثر و نفوذ کو پامال کر دیا، اپنی اس ہیئت کذائی کے ساتھ جب وہ نماز کے لیے مسجد میں جاتے ہیں جبکہ ان کی بیویاں جن کے وہ جواب دہ ہیں شاہراہوں پر کپڑے پہنے پھر بھی ننگی گھومتی ہوتی ہیں، نوجوانوں کو آزمائش میں ڈالتی ہیں، ملک و ملت اور پوری قوم کو کمینہ پن، بے حیائی اور فتنہ میں ڈال دیتی ہیں۔

[2] صاحب ایمان نیک اور صالح میاں بیوی کو چاہیے کہ پوری گہرائی اور گیرائی سے اپنے لیے نئے نئے افق تلاش کریں۔ مثلاً فرصت کے اوقات میں اسلامیات کا تندہی سے مطالعہ کریں تاکہ مسلم مردوں، عورتوں اور غیروں میں اس کی تبلیغ اور ترویج و اشاعت کا فرض انجام دے سکیں اور اسلام کا مژدہ دنیا والوں کو سنا سکیں۔ نیز انہیں یہ بھی چاہیے کہ اپنے بچوں کی تربیت خالص اسلامی نہج پر بہتر طریقہ سے انجام دیں۔ اس لیے ہمیشہ آرام، عیش پسندی اور لہو و لعب میں غرق نہ ہوں اور بچوں کے اسکول اور مدارس کی تعلیم پر بھروسہ کر کے نہ بیٹھ رہیں۔
سرپرستوں اور ماں باپ نے اپنے بچوں کو دینی تعلیم و تربیت دینے میں جس قدر سستی، غفلت اور لاپرواہی برتی یہ اسی کا بھیانک نتیجہ ہے کہ آج مسلمانوں کی اولاد نہ صرف دین سے بیزار ہو رہی ہے بلکہ افسوس یہ ہے کہ رفتہ رفتہ دین کے دائرے سے نکلتی جا رہی ہے۔ آہ! ان سرپرستوں کی بدنصیبی کا انجام آخر کیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اے پیغمبر کی بیویو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم پرہیز گار رہنا چاہتی ہو تو (کسی اجنبی سے) نرم نرم باتیں نہ کیا کرو تا کہ وہ شخص جس کے دل میں کسی طرح کا مرض ہے کوئی امید (نہ) پیدا کر لے اور (ان میں) دستور کے مطابق بات کیا کرو۔''

﴿ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴾ (۳۳/ الاحزاب: ۳۴)

''اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور جس طرح (پہلے) جاہلیت (کے دنوں) میں اظہار تجمل کرتی تھیں اس طرح زینت نہ دکھاؤ اور نماز پڑھتی رہو، زکوٰۃ دیتی رہو اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری [1] کرتی رہو، اے (پیغمبر کے)

= ﴿ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ۭ ﴾ (۳۶/ یسین: ۱۲)

''اور جو اعمال وہ آگے بھیج چکے اور جو نشان پیچھے چھوڑ گئے (سب کو) ہم لکھتے ہیں۔''

اولاد ماں باپ کی سب سے بڑی نشانی ہوتے ہیں۔ یہ ان کی زندگی میں کارگاہ ہستی میں قدم رکھتے ہیں اور ان کے مرنے کے بعد بھی دنیا میں ان کی یادگار کے طور پر باقی رہ جاتے ہیں۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: ''جب آدمی مرجاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین اعمال کے ① صدقۂ جاریہ ② وہ علم جس سے اس کے بعد بھی لوگ فائدہ اٹھائیں ③ نیک اولاد جو اس کے حق میں دعائے خیر کرے۔'' (صحيح مسلم، كتاب الوصية، باب ما يلحق الانسان من الثواب...... : ۱٦٣١)

[1] یہ عظیم المرتبت آیات اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ عورتوں کو آداب و اخلاق سے آراستہ ہونا اور اعلیٰ اوصاف کا حامل ہونا ضروری ہے، جیسے غیر مردوں سے مجبوراً کلام کرنے کی نوبت آئے تو پختگی اور مضبوطی سے ان کے ساتھ گفتگو کی جائے۔ گھر کے اندر جو عورت کی مملکت ہے اور جہاں اپنے بائیں ہاتھ سے وہ بچے کا پالنا جھلا سکتی ہے تو داہنے ہاتھ سے عالم کو زیروزبر کر سکتی ہے، اس کے اندر جم جائے تا کہ پوری امت کا انجام راست اور درست ہو۔ یہی نہیں بلکہ سارا عالم انسانی اس طرح سنور سکتا ہے بشرطیکہ وہ اپنے بچے بچیوں کو ٹھوس طریقہ سے اسلامی تربیت دے۔ بعض اتالیق نے کہا ہے: ''تربیت کا سرا میرے ہاتھ میں دے دو۔ میں ذمہ لیتا ہوں کہ تمہارے لیے دنیا کا رخ پھیر دوں گا۔''

مذکورہ بالا آیت کی صراحت کے مطابق عورت کی اہم ذمہ داری یہ ہے کہ داعی اور مصلح شوہر کے کاموں میں اس کی یقینی مدد کرے۔ اس کے خیالات و افکار کو خود محفوظ رکھے اور اسے لوگوں تک پہنچانے کی کوشش کرے۔ اگر عورت نے ایسا کیا تو اس کی حیثیت محض بیوی یا بستر کے کھلونے کی سی نہیں ہوگی۔ بلکہ وہ اس کی پرنسل سیکرٹری اور رازداں ہوگی جو ہر مشکل کے وقت اس کی ہمدم اور غمگسار ہوتی ہے۔ جب کہ مردوں نے اپنی بیوی سے پرنسل سیکرٹری کا کام لینا =

اہل بیت! اللہ چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی (میل کچیل) دور کردے اور تمہیں بالکل پاک صاف کردے۔''

﴿ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا ﴾ (۳۳/ الاحزاب: ۳۴)

''اور تمہارے گھروں میں جو اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور حکمت (کی باتیں سنائی جاتی ہیں) ان کو یاد رکھو۔ یقیناً اللہ باریک بین اور باخبر ہے۔''

احادیث نبوی ﷺ

حضور ﷺ نے فرمایا: ''اللہ اس شخص پر رحم کرے جو رات کو تہجد کے لیے (یا صبح کی نماز کے لیے) اٹھے اور اپنی بیوی کو بھی جگائے اگر وہ نہ اٹھے تو اس کے چہرے پر پانی چھڑک دے۔ اس عورت پر بھی اللہ رحم کرے جو رات میں اٹھے، نماز پڑھے [1] اور اپنے شوہر کو بھی

= چھوڑ دیا۔ اس کے بجائے پرائی اور اجنبی لڑکیوں کو اس منصب پر فائز کیا۔ اس لیے ایسا بھی ہوا کہ اس اختلاط کی وجہ سے ان لڑکیوں سے انہیں محبت ہوگئی اور اس کا برا نتیجہ سامنے آیا۔

[1] علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رات (تہجد) کی نماز چہرے پر نور اور خوبصورتی کا باعث ہوتی ہے۔ ماضی میں ایسی عورتیں گزری ہیں جو بکثرت راتوں کو اٹھ کر نماز پڑھتی تھیں۔ جب ان سے اس کی بابت پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ اس سے چہرے کا حسن بڑھتا ہے اور ہم چاہتی ہیں کہ ہمارا چہرہ خوبصورت ہو۔ (روضۃ المحبین: ص ۲۰۰)

یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے کیونکہ رات میں اٹھنے سے جسم کو حرکت ہوتی ہے اور دیر تک خاموش اور ڈھیلے رہنے والے اعضا میں ورزش کی کیفیت پیدا ہو کر چستی پیدا ہوتی ہے۔ اس کے بالمقابل اعضا کے ڈھیلے اور سکڑے رہنے کی وجہ سے شریانوں کے سخت ہونے اور خون کے اندر نمکین اجزا غالب ہونے کا اندیشہ بڑھ جاتا ہے علاوہ ازیں اٹھنے کے بعد آدمی وضو کرتا ہے، کئی بار چہرے پر پانی ڈالتا ہے، جس سے دوران خون تیز ہوتا ہے اور پورے جسم میں خون رواں دواں ہوتا ہے۔

''اسلام میں خاندان کا مقام'' نامی کتاب میں اس آیت کے حاشیہ میں لکھا ہے:

محبت کرنے والے میاں بیوی کی یہ بہتر صورت ہے اس طرح انہیں بندگی کی شیرینی، یاد الٰہی کی چاشنی اور عبادت کی لذت میسر آتی ہے اور یہ صورت ہماری توجہ اس طرف مبذول کرتی ہے کہ میاں بیوی کو اپنی روزمرہ کی زندگی میں اس پر کاربند ہونا چاہیے۔

لیکن افسوس! آج ہمارے زمانے میں پیمانے بدل گئے اور پرانی بساط الٹ گئی۔ آج میاں بیوی کو دین کی کوئی قدر، کوئی احساس نہیں۔ خیر سے اگر مرد دیندار ہے تو اسے بس اپنی فکر ہے۔ بیوی کی طرف اس کا خیال بھی نہیں جاتا۔ نہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ اپنی اہلیہ کے بارے میں اسے جواب دہی کرنی ہے۔ اس غفلت اور لاپرواہی کا نتیجہ جیسا کہ ہم سنتے ہیں خاندان کی تباہی اور کنبہ کی بربادی کی صورت میں روزمرہ ہمارے سامنے آتا ہے۔

جگائے اور اگر وہ نہ اٹھے تو اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مار دے۔'' 1

''جب مرد اپنی اہلیہ کو رات میں جگائے پھر دونوں اٹھ کر نمازیں پڑھیں تو ان کا شمار اس رات اللہ کو یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیوں میں ہوگا۔'' 2

جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت سے سرفراز کیا گیا تو لوگوں نے ان کے گھر سے بلند آواز سے رونے دھونے کی آوازیں سنیں۔ اس چیخ و پکار کی بابت سوال کیا گیا تو انہیں بتایا گیا کہ حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کنیزوں کو اختیار دیا تھا۔ آپ نے ان سے کہا تھا کہ مجھ پر ایک بھاری ذمہ داری ڈالی گئی ہے، جس کی وجہ سے میں تم پر پوری توجہ نہیں کر سکوں گا۔ اس لیے تم میں سے جو آزادی کی خواہاں ہے، میں نے اسے آزاد کیا اور جو آزاد نہ ہونا چاہے میں اس کا ذمہ دار نہیں رہوں گا۔ اس مایوسی اور حسرت کے سبب کنیزیں رو پڑیں۔ (اس کی اصل نامعلوم ہے)

حجلۂ عروسی سے میدان جہاد کی طرف 3

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

جب حنظلہ بن ابو عامر رضی اللہ عنہ قتل کیے گئے۔ پہلے ابوسفیان بن حارث سے ان کی مڈ

1 اسناده حسن، سنن ابی داود، کتاب التطوع باب قیام اللیل: ۱۳۰۸؛ سنن النسائی، کتاب قیام اللیل، باب الترغیب فی قیام اللیل، باب الترغیب فی قیام اللیل: ۱۶۱۱۔

2 اسناده ضعیف، سنن ابی داود، کتاب التطوع، باب قیام اللیل: ۱۳۰۹؛ سنن ابن ماجه، کتاب اقامة الصلوات، باب ماجاء فیمن أیقظ أهله......: ۱۳۳۵، سفیان اور اعمش دونوں مدلس ہیں اور سماع کی صراحت نہیں ہے۔

3 شادی کی تقریب بابرکت ہو اس کے لیے ضروری ہے کہ آدمی توہم پرستی میں نہ پڑے اور یوں نہ سوچے کہ یہ شادی اس کے لیے برکت اور سعادت کا باعث ہے لیکن جونہی کسی قسم کی ناکامی اس کے سامنے آئے یہ نادم ہو جائے، نہیں بلکہ ابتدا سے یہ تصور ذہن میں بٹھانا چاہیے کہ شادی نظم و نسق اور خوش اسلوبی کا نام ہے اور ہر نظام حسن کا خواہاں ہے۔ اس کے اندر بہتر منصوبہ بندی، ٹھوس تخمینہ اور جواب دہی کا کلی احساس موجود ہونا ضروری ہے۔ پھر اس کے اندر کچھ مشکلات اور پریشانیاں بھی آ سکتی ہیں۔ لیکن مجموعی طور پر یہی وہ عمل ہے جو دنیا کی بھلائی اور آخرت میں ثواب اور خیر خواہی کا ضامن ہوتا ہے، کیونکہ اس کے اندر ایک دوسرے سے دلچسپی اور انس و محبت ہوتی ہے۔ ایسے بچے پیدا ہوتے ہیں جن سے آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو سکون نصیب ہوتا ہے۔ جو اس کے لیے دعائے خیر کا باعث بنتے ہیں۔ آدمی ان کے لیے ہی سعی و عمل کے میدان میں بے خطر کود پڑتا ہے، لیکن شادی کی یہ برکتیں اسی وقت نصیب ہوتی ہیں جب آدمی پامردی سے نظم و نسق سنبھالے۔ عورتوں کی تکالیف کو خندہ پیشانی سے برداشت کرے اور اس حقیقت کو اچھی طرح ذہن نشین کر لے کہ رات کے بعد دن آتا ہے اور زندگی کبھی ایک ڈگر پر نہیں گزرتی۔ (از دواجی زندگی)

بھیڑ ہوئی۔ پھر شداد بن اسود تلوار لے کر ان پر پل پڑا اور ان کو شہید کر دیا۔ اس وقت حضور ﷺ نے فرمایا: ''تمہارے ساتھی کو فرشتے غسل [1] دے رہے ہیں۔'' پھر لوگوں نے ان کی اہلیہ سے پوچھا، اس نے بتایا کہ جب جہاد کے منادی کی پرشور [2] آواز انہوں نے سنی تو وہ جنابت کی حالت میں ہی گھر سے نکل گئے تھے۔ [3]

اسلام نے عورت کی نہایت سخت تربیت کی ہے

احادیث نبوی ﷺ

سیرت ابن ہشام میں ہے: ام سعد بنت سعد بن ربیع کہتی ہیں کہ ام عمارہ رضی اللہ عنہا ہمارے یہاں آئیں۔ میں نے ان سے عرض کیا خالہ! ہمیں غزوۂ احد میں پیش آنے والا واقعہ سناؤ۔ انہوں نے کہا: احد کے دن میں صبح سویرے نکل پڑی تھی۔ میں دیکھنا چاہتی تھی کہ مسلمانوں پر کیا

---

[1] ان صحابی رسول کا مرتبہ کس پائے کا تھا جب انہوں نے جہاد کے لیے منادی کی آواز سنی تو شادی کی لذت اندوزی کے مقابلہ میں انہوں نے جہاد کی پکار پر لبیک کہنے کو ترجیح دی۔ اس قسم کا ذہن بن جانے کے بعد قومیں فتح و نصرت سے ہمکنار ہوتی ہیں اور امت کو عزت و اکرام نصیب ہوتا ہے۔

[2] کتاب ''خواہشات کی مذمت'' میں لکھا ہے:

حضرت عبداللہ بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل سے شادی کی۔ عاتکہ حسین و جمیل اور عمدہ اخلاق کی مالک تھی۔ ان سے شادی کے بعد عبداللہ کا ذہن رفتہ رفتہ شوق شہادت اور جوش جہاد سے ہٹتا گیا۔ یہ دیکھ کر ان کے والد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں طلاق دینے کا حکم دیا اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ اس نے تمہیں جہاد سے روک رکھا ہے۔ صاحبزادے نے طلاق دے دی۔ ایک دن باپ ان کے پاس سے گزرے تو یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

فلم ار مثلی طلق الیوم مثلها ولا مثلها فی غیر ذنب تطلق

''آج میں نے اپنے جیسا کسی کو نہیں دیکھا جس نے اس جیسی بیوی کو طلاق دی ہو اور اس جیسی کو شاید کسی گناہ کے بغیر طلاق بھی نہیں دی گئی ہوگی۔''

لها خلق جزل ورای ومنصب علی کبر منی وانی لوامق!

''وہ بڑی اخلاق والی، بہترین رائے اور مقام والی ہے۔ مجھ سے عمر میں بڑی تھی پھر بھی میں اس کا عاشق ہوں۔''

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو ان کا دل بھر آیا، انہوں نے رجعت کر لی۔ اس کے بعد عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے ساتھ غزوۂ طائف میں شرکت کی۔ اس جنگ میں آپ کو ایک تیر لگا جس کے زخم سے آپ جانبر نہ ہوئے اور مدینہ منورہ میں انتقال کیا۔ (اعتلال القلوب للخرائطی میں ضعیف سند کے ساتھ موجود ہے)

[3] حسن، المستدرك للحاكم، ۳/ ۲۰٤؛ صحيح ابن حبان: ۷۰۲۵۔

گزر رہی ہے۔ میرے پاس ایک مشکیزہ تھا جس کے اندر پانی بھرا ہوا تھا، میں حضور ﷺ کے قریب پہنچ گئی، آپ کے ساتھ صحابہ کرام بھی تھے، مسلمانوں کو فتح اور غلبہ ہو رہا تھا، مگر تھوڑی دیر میں جب کافروں کو غلبہ ہونے لگا تو میں حضور ﷺ کے بالکل قریب پہنچ گئی اور براہ راست جنگ میں کود گئی جو کافر ادھر کا رخ کرتا تھا میں تلوار سے اس کا منہ پھیر دیتی تھی اور تیر چلاتی تھی یہاں تک کہ میرے کئی زخم آئے۔

ام سعد کہتی ہیں: میں نے ان کے مونڈھے پر بہت گہرا زخم دیکھا، میں نے پوچھا یہ کس طرح لگا تھا؟ یہ زخم ابن قمیہ نے لگایا تھا۔ اللہ اسے غارت کرے!

جب لوگ ادھر ادھر پریشان پھر رہے تھے تو ابن قمیہ یہ کہتا ہوا بڑھا کہ محمد (ﷺ) کہاں ہیں؟ مجھے کوئی بتا دے کہ کدھر ہیں؟ آج اگر وہ بچ گئے تو میری نجات نہیں۔ مصعب بن عمیر اور چند آدمی اس کے سامنے آ گئے جن میں میں بھی تھی۔ اس نے میرے مونڈھے پر یہ وار کیا۔ میں نے بھی اس پر کئی وار کیے مگر اس اللہ کے دشمن نے دوہری زرہ پہن رکھی تھی۔ اس لیے زرہ سے حملہ رک جاتا تھا۔ [1]

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں ان کے بارے میں نقل ہے کہ آپ اپنی صاحبزادیوں کو اپنے ہاتھ سے قربانی کا جانور ذبح کرنے کا حکم دیتے تھے نیز ذبح کے وقت گردن پر پیر رکھنے، تکبیر کہنے اور بسم اللہ پڑھ کے ذبح کا حکم فرماتے تھے۔ [2]

ابن ہشام ابن اسحق سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں: حضرت صفیہ بنت عبد المطلب حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی زیر نگرانی قلعہ میں تھیں۔ اس وقت حضرت حسان بیمار تھے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایک یہودی حالات معلوم کرنے کے لیے ہمارے پاس سے گزرا اور قلعہ کے گرد چکر کاٹنے لگا۔ بنو قریظہ نے جنگ چھیڑ رکھی تھی اور حضور ﷺ سے تمام معاہدے توڑ ڈالے تھے، ہم جہاں بند تھے، ان سے ہمارا بچاؤ کرنے کے لیے کوئی (مقابلہ کی صلاحیت والا) مرد ہمارے درمیان نہیں تھا۔ خود حضور ﷺ اور تمام مسلمان دشمن کے عین

---

[1] ضعیف، السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، ۳/ ۳۲ یہ روایت انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔

[2] صحیح بخاری، کتاب الأضاحی، باب من ذبح ضحیۃ غیرہ: ۵۵۵۹ نیز دیکھئے فتح الباری، ۱۰/ ۲۵۔

سامنے نبرد آزما تھے۔ انہیں چھوڑ کر آپ کا ہمارے پاس آنا ممکن نہیں تھا۔ اتنے میں وہ یہودی ہمارے قریب آ پہنچا۔ میں نے اسے دیکھ لیا تب میں نے کہا حسان دیکھو! یہ یہودی موقع دیکھنے آیا ہے اور قلعہ کے گرد گھوم رہا ہے۔ اللہ کی قسم! مجھے اطمینان نہیں ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لوٹ کر ہم سے پیچھے والے یہودیوں سے کہہ آئے کہ اندر سب عورتیں ہیں، مرد کوئی نہیں ہے، اس وقت حضور ﷺ اور آپ کے ساتھی ہم سے کچھ فاصلہ پر برسر پیکار ہیں، اس لیے تم قلعہ سے نیچے اترو اور اسے مار دو۔ حضرت حسان نے مرض کی وجہ سے معذرت چاہی۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ پھر میں نے کمر کس لی۔ ایک خیمہ کا کھونٹا ہاتھ میں لیا، قلعہ سے نیچے اتر کر اس کے پاس پہنچی اور اسے اس زور سے مارا کہ اس کا سر کچلا گیا اور وہ مر گیا۔ (قدرے تصرف اور تلخیص کے ساتھ۔ السیرۃ نبویہ لابن ہشام: ۳/۱۷۸، ۱۷۹)

علم وثواب حاصل کرنے کے لیے عورتوں کا حرص کرنا

احادیث نبوی ﷺ

''انصار کی عورتیں بہترین عورتیں ہیں۔ دین کے اندر سمجھ حاصل کرنے کے لیے حیا اور شرم بھی ان کے لیے رکاوٹ نہیں بنتی۔'' [1]

نیز حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی روایت کا دوبارہ مطالعہ کر لیا جائے یہ روایت پہلے بھی آ چکی ہے۔

فرصت کے اوقات کی اہمیت [2]

آیات قرآنی

﴿فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ﴾ (۹۴/ الم نشرح:۷)

---

[1] صحیح بخاری، کتاب العلم، باب الحیاء فی العلم، قبل حدیث: ۱۳۰ (تعلیقاً) عن عائشہ۔

[2] فرصت کے لمحات بھی کبھی کتنے خطرناک ہوتے ہیں ایک قدیم شاعر نے کہا ہے:

ان الشباب والفراغ والجدة　　مفسدة للمرء ای مفسدة

''جوانی، فرصت اور دولت مندی آدمی کے لیے بڑے بگاڑ کا باعث ہے۔''

خاندان کی تباہی کا آغاز فرصت کے انہی لمحات سے ہوتا ہے جن کا بڑا حصہ فحش کاری، جرائم اور مار دھاڑ کی فلموں میں گزارا جاتا ہے۔ یہ فلمیں میاں بیوی کے اندر فسق و فجور کا بیج بوتی ہیں اور بچوں کو جرائم اور گناہ کی تلقین کرتی ہیں۔ =

"تو جب تم (تبلیغ کے کاموں سے) فارغ ہوا کرو ❶ تو (عبادت میں) محنت

ان فلموں میں جنہیں گھریلو فلم کا نام دیا جاتا ہے مرد وزن کا مخلوط مجمع فرصت کا وقت جاگ کر گزارتا ہے جب کہ یہ فلمیں خاندانوں کو تہس نہس کرنے والی ہوتی ہیں۔

تھیٹروں میں فلموں کی جاگتی راتیں سنگین نتائج اور سخت گناہوں کا باعث ہوتی ہیں۔ یہ انہی فلموں کا نتیجہ ہے کہ شوہر مزید لطف اندوزی اور لذت پرستی کے پیچھے پڑ کر اپنے لیے داشتہ یا معشوقہ رکھ چھوڑتا ہے اور جس کے ساتھ دوستی اس کی تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے۔ کیا اب بھی کوئی عبرت لینے والا ہے؟

یا پھر قہوہ خانوں میں رقص و سرود کے ہنگاموں میں، شطرنج کے حرام کھیلوں میں، سگار اور سگریٹ کے کش لگاتے ہوئے جو پینے والے اور پاس بیٹھنے والے دونوں کے لیے مضر ہے۔ (کہ نہ پینے والے کے منہ اور حلق میں بھی دھواں جاتا ہے یا اس کے بدن پر اس کے اثرات پڑتے ہیں۔)

اسی طرح بے ہودہ اور مخرب اخلاق ملاقاتوں میں (جن کے اندر بے حیائی کے جملے اور فحش آوازے کسے جاتے ہیں۔) یورپ کے تباہ کن فیشن کی اندھی تقلید میں ہوٹلوں، نائٹ کلبوں اور اجنبی عورتوں سے خفیہ ملاقاتوں میں، سڑکوں اور سینما ہالوں میں، غرض ان تمام جگہوں میں نئی پود طرح طرح کے جرائم سیکھتی ہے۔ مزید تفصیل کے لیے راقم کی کتاب "زہر خند" کا مطالعہ کیجیے سمجھ دار اور باشعور خواتین اپنی دانش مندی اعلیٰ ظرفی اور قوت فیصلہ کے ذریعہ گھر کو جنت کا نمونہ بنا سکتی ہیں جس کی طرف شوہر اور بچوں کا دل اپنے آپ کھنچ رہا ہو۔ کبھی یہی خاتون باغوں اور قریب کے پارکوں میں تفریح کے لیے لے جاسکتی ہے تاکہ صاف ستھری ہوا انہیں میسر آئے اور چلنے پھرنے کی یا کوئی اور ورزش ہوسکے۔ یہی خاتون اپنے سگھڑ پن کے سہارے گھر میں چھوٹی موٹی لائبریری بھی ترتیب دے سکتی ہے جس میں خاندان کے افراد کا فرصت کا وقت نفع بخش اور مفید طریقہ سے گزر سکے۔

❶ عام آدمی کس قدر بافراغت ہوتا ہے اور باشعور سمجھدار آدمی کس قدر مصروف رہتا ہے۔ اس سے پہلے کی روایت میں ہم نے عمر کی اہمیت کا ذکر کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ باری تعالیٰ بندے سے سوال کرے گا کہ اس نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ کس طرح گزارا۔ ایک طرف حضور ﷺ کے ان ارشادات کو دیکھنا چاہیے اور دوسری طرف اسلامی خاندان کی بندھی ٹکی زندگی پر غور کرنا چاہیے خصوصاً عورتوں کے حال زار پر نظر کرنی چاہیے کہ ان کی طویل شب بیداری کس مقصد کے تحت ہوتی ہے۔ ان کی باہمی ملاقاتیں کس طرح گپ شپ اور لغویات میں گزرتی ہیں۔ جب کہ باری تعالیٰ نے سابقہ آیت میں ہمیں لغویات سے سنجیدگی کے ساتھ گزرنے کی تعلیم فرمائی ہے۔

ان فضول شب بیداریوں اور ملاقاتوں میں بجائے اس کے کہ بچوں کی معلومات میں اضافہ ہو نت نئی خبریں انہیں حاصل ہوں کیونکہ ان کا ذہن سنی اور دیکھی جانے والی چیزوں کو فوراً قبول کرلیتا ہے اس کی بجائے الٹے ان کی ذہنیت پراگندہ ہوتی ہے اور ان کے ماں باپ کی گندی گفتگو کا ان کے شفاف ذہن پر اس طرح گندا اثر پڑتا ہے۔

حالانکہ یہ خواتین بخوبی جانتی ہیں کہ اسکول اور مدرسہ کے علاوہ گھر کے اندر بچوں کی تربیت اور انہیں بنانے سنوارنے کے لیے کافی مواقع میسر آتے ہیں۔ جیسے دستر خوان پر ان سے بات چیت کی جائے، بستر پر گفتگو کے دوران انہیں تلقین کی جائے، سو کر اٹھنے پر انہیں فہمائش کی جائے، تفریح گاہوں اور فرصت کے دیگر اوقات میں انہیں سمجھایا جائے۔ اگر اس طریقہ پر بخوبی عمل کیا گیا تو اس میں شک نہیں کہ خاندان کا ایک ایک فرد مہذب، شائستہ اور اپنے فرائض منصبی کو بخوبی انجام دینے والا بن سکتا ہے۔

کیا کرو۔"

﴿ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا ۝ ﴾ (۲۵/ الفرقان: ۷۲)

"اور جب اتفاقاً بے ہودہ مشغلوں کے پاس سے گزرتے ہیں تو سنجیدگی کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔"

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

"بنوارفدہ! (نیزہ بازی اور تیراندازی) جم کر کرو تا کہ یہود کو معلوم ہو کہ ہمارے دین میں کہاں تک وسعت ہے۔" [1]

"جو چیز ذکر الٰہی کے قبیل سے نہ ہو اس کا شمار لہو ولعب میں ہوگا البتہ چار چیزیں اس سے مستثنیٰ ہیں۔

1. دو نشان کے درمیان آدمی کا دوڑ لگانا۔

---

[1] صحيح بخاری، کتاب العیدین، باب الحراب والدرق یوم العید: ۹۵۰؛ صحیح مسلم، کتاب صلاة العيدين، باب الرخصه فی اللعب......: ۸۹۲؛ مسند احمد، ٦/ ١١٦: ٢٤٨٥٥ وحديث صحيح۔

عید کے دن مسجد نبوی میں حبشی اپنے چھوٹے چھوٹے نیزے لے کر سپاہیانہ کھیل کھیلتے تھے۔ اسی روایت کے اختتام پر آپ نے فرمایا: "بنوارفدہ! اچھی طرح جم کر کھیلو تا کہ یہود کو بھی معلوم ہو جائے کہ ہمارے دین میں کتنی وسعت ہے؟"

کہاں وسعت کی یہ روایتیں اور کہاں وہ کمزور، موضوع اور ضعیف روایتیں جن کے اندر بچوں کو مسجد میں جانا حرام بتایا گیا ہے۔ بات چیت سے ممانعت کی گئی ہے کہ یہ بھی حرام ہے۔ یہاں تک کہ زاہدان خشک اور جاہلوں نے مسجدوں کو بڑی حد تک جیل خانہ سے ملتا جلتا بنا ڈالا ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ تشدد برتا ہے اس لیے کہ قیدی بھی جیل میں بات چیت اور گفتگو کر سکتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ مذکورہ بالا بنوارفدہ کی روایت کی روشنی میں ہماری مسجدوں کی دوبارہ نئے طریقے سے تشکیل ہونی چاہیے۔

اگر راقم کو ذرا بھی اختیار ہوتا تو وہ مسجد کے کسی گنبد کے نیچے تیراکی کے لیے حوض تعمیر کراتا، تیراندازی کی انجمنیں قائم کرتا اور اسی حدیث بالا کی روشنی میں جو صریح نص کے ساتھ وارد ہے، مختلف ورزشوں کی صورتیں بہم پہنچاتا۔ اسی طرح نمازوں کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ مختلف تہذیبی، اخلاقی اور سماجی اصلاح کی انجمنوں کا قیام عمل میں لاتا اور مسجد کے کئی منزلیں بنواتا صرف ایک منزلہ نہ رکھتا کہ اس میں نقصان ہے اور یہ کوئی دانشمندی بھی نہیں۔ پھر مسجدیں مالیات کی فراہمی کی مختلف صورتوں سے محروم ہوتی ہیں جس میں خسارہ ہوتا ہے جیسے تجارت یا کرایہ کے لیے مسجد کی جگہوں کو کرایہ پر اٹھا رکھنا وغیرہ۔

② اپنے گھوڑے کی ٹہل کرنا۔ (اسے سدھانا)

③ اپنے گھر والوں کے ساتھ ہنسی ② کھیل کرنا۔

② حضور ﷺ کی ذات کس قدر عظیم المرتبت ہے۔ آپ کے کہنے کے مطابق ہنسی دل لگی کا عمل آج سے نہیں بلکہ چودہ سو سال پرانا ہے۔ ایک یورپین اہل قلم خاتون (جس نے اپنا نام صیغۂ راز میں رکھا ہے۔ اور کتاب کے ٹائیٹل پر صرف (ج) لکھوایا ہے) نے اپنی کتاب ''تمھیں کیسی عورت ہونا چاہیے۔'' میں زیر عنوان ''آدم وحوا کا کھلونا'' لکھا ہے:
میں یہ دعویٰ نہیں کرتی کہ میں نے کوئی نامعلوم چیز دریافت کر لی ہے، لیکن اگر میں یہ عرض کروں کہ بچہ پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ عورت جنسی طور پر مرد کے لیے کھلونا ہوتی ہے تو ممکن ہے اس دریافت کے بعد ورزش کے پسندیدہ کھیلوں میں اگر گھوڑ سواری سرفہرست تھی تو اب اس کو ثانوی حیثیت حاصل ہوگی اور عورت کے ساتھ جنسی کھیل کو اولیت حاصل رہے گی اور کیوں نہ ہو جب کہ تاریخ کے نامعلوم زمانے سے آج تک اس کھیل کی یہ اہمیت اور فوقیت بدستور برقرار ہے۔
یہ کوئی میری افتادِ طبع کا نتیجہ نہیں! اس کا اعتراف اطبا، لائق معالجین اور نفسیات کے ماہرین بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ علمی طور پر ثابت ہے کہ مرد وعورت کے اس کھیل اور دل لگی سے ورزش اور مشق کی صحیح صورت رو بعمل ہوتی ہے۔ مرد اور عورت کو روحانی اور جذباتی سامان حاصل ہوتا ہے، جسمانی راحت اور سکون میسر آتا ہے اور کچھ دیر کے لیے سہی لیکن ان کا دنیاوی رنج وغم فرو ہوتا ہے۔ گہری اور پرسکون نیند کا موقع فراہم ہوتا ہے۔ جسم کی تروتازگی اور رونق طویل عرصہ تک برقرار رہتی ہے اور اس سرگرمی اور نشاط سے آپس کی محبت میں ترقی ہوتی ہے۔ غالباً جنسی روابط کی اہم خصوصیت ایک یہ بھی ہے کہ اس کے لیے دو افراد کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ یعنی تم اور تمہاری زندگی کا ہم سفر جو تمہارے حسن انتخاب کا نتیجہ ہو۔ تمہاری نظر میں وہ تمہارا پسندیدہ مرد ہو جس سے تمہارے جذبات پروان چڑھیں اور اسی طرح تم اس کو برانگیختہ کرو اور دونوں شروع سے آخر تک اس مفروضہ پر یقین رکھیں کہ محبت لین دین کا نام ہے، لیکن کیا یہ مفروضہ عین واقعہ ہے! غالب گمان یہی ہے کہ نہیں اور اگر اس میں ناکامی ہوئی تو اس کی اولین جواب دہ تم ہوگی کیونکہ موافقت اور یکسانیت نسوانیت کا اولین عنصر اور اہم مشغلہ ہے اور عورت کے ناتے یہ ضروری ہے کہ تم اپنی تمام تر صلاحیت اور توانائی اس کے حصول کے لیے صرف کردو اور کھل کر شوہر کے ساتھ تعاون کرو۔
نیز یہ بھی افسوس کی بات ہے کہ معاصر مسلم عورت کی غالب اکثریت ۔۔ جیسا کہ پہلے گزرا ۔۔ وقت کی قیمت کو نہیں جانتی۔ خصوصاً پکانے ریندھنے میں وہ جس قدر وقت صرف کرتی ہے قرون اولیٰ اور عہد نبوی ﷺ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ نہ موجودہ دور میں یورپ میں کہیں ایسا نظر آتا ہے چنانچہ کسی یورپین خاتون نے مسلم گھرانے میں کسی عورت کو دیر تک کھانا پکاتے ہوئے دیکھا تو اس نے کہا، اور نہایت سخت تبصرہ کرتے ہوئے کہنے لگی: ''مسلمانوں کی پسماندگی اور زبوں حالی کا نکتہ آج میری سمجھ میں آیا۔''
حالانکہ یورپین عورتیں اپنے خاندان اور مہمانوں کے لیے گھڑی بھر میں کھانا تیار کر لیتی ہیں۔ انہیں اس سے زیادہ یا کم وقت صرف نہیں کرنا پڑتا جتنی دیر میں ہم کوڑا کرکٹ کی کنڈی میں بچا کھچا کھانا جھاڑ بٹور کر یک جا کر دیتے ہیں۔ کیا اب بھی کوئی عبرت لینے والا ہے؟ ہنسی دل لگی کے اس موضوع میں بیوی کے ساتھ بچے بھی شامل ہیں۔ اس لیے مرد کو چاہیے کہ خود بھی کھیل میں شامل ہو اور اپنے بچوں کو بھی اس کے اندر شریک کرے تاکہ ان کا جسم مضبوط ہو اور اس کا اور ان بچوں کا دل یکساں طور پر مسرور اور خوش رہے۔ =

4 اور مرد کا تیرا کی سیکھنا۔“ [1]

”بندے کے دونوں پیر اپنی جگہ سے قیامت کے دن اس وقت تک جدا نہ ہوں گے جب تک وہ چار سوالوں کا جواب نہ دے دے گا:

① اپنی عمر کے بارے میں کہ اس کو کہاں صرف کیا؟ ② اپنے جسم کو کن چیزوں میں لگایا؟ ③ اپنے علم پر کہاں تک عمل کیا؟ ④ اپنے مال کو کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟“ [2]

اس میں شک نہیں کہ اس حدیث پر سیر حاصل تبصرے کے بعد اب ہمارے قارئین کھیل کود کے ذریعے سے امت کی ترقی کے نظریے کو اس قدر حیرت اور تعجب سے نہیں دیکھیں گے، لیکن شرط یہی ہے کہ امت تندہی اور فکر کے ساتھ اپنے فرصت کے اوقات کو طاقت وقوت وسرگرمی اور نشاط اور لطف ومسرت کے کاموں میں بسر کرے۔

ہماری بڑی تمنا ہے کہ اسلامی خاندان اپنی پہلی سیرت اور پرانی روش پر لوٹ آئے۔ بے ہودگی اور لغویات سے بالا تر ہو کر زندگی گزارے۔ لایعنی اور فضول بکواس سے گریز کرے۔ کمینگی اور ذلیل حرکتوں کے بجائے عالی ہمت اور بلند کاموں پر اپنی نگاہیں مبذول رکھے۔ فرصت کے اوقات پر گفتگو کی مناسبت سے ہمارے علاقے کی مالدار خواتین کی زندگی کا ایک المناک صفحہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے، اس خاتون نے اپنی کسی سہیلی کو اپنا دکھڑا سنایا ہے، ذیل میں اس کے بیان کو اسی کی زبان میں نقل کیا جاتا ہے تا کہ اس کی زبان کی خامیاں بھی عیاں ہوں ورنہ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی یونیورسٹی کی پڑھی ہوئی ہے:

میرے لیے سب سے برا مسئلہ ہمہ وقت سلائی میں الجھے رہنے کا ہے جس سے کبھی ایسا لگتا ہے کہ میری روح بھی پرواز کر جائے گی۔ میں بہت چاہتی ہوں کہ کوئی اچھی سینے والی تلاش کروں تا کہ اس پر اعتماد کر سکوں لیکن یہ مراد کہاں پوری ہو رہی ہے! موسم سرما میں لوگوں نے ایک سینے والی کی میرے سامنے بڑی تعریف کی اور بتایا کہ اس کی سلائی متوازی، عمدہ اور مضبوط ہوتی ہے۔ میں نے اس کو سیاہ بانات اور سرخ بانات کا فراک سینے کے لیے دیا۔ فراک سل کر آیا تو میں نے اس کو آج تک نہیں پہنا۔ وہ اب بھی الماری میں تہہ کیا ہوا پڑا ہے، کیونکہ اس نے پشت کو چھوٹا کر کے بگاڑ دیا۔ سرخ بانات کا فراک اسی کے پاس پڑا ہے میں نے اسے لینا پسند نہیں کیا اس لیے کہ اس کا تسمہ اس نے کچھ عجیب طرح سے ابھار رکھا ہے۔ میں نے فراک اسی کو بخش دیا۔ بس تم یہی سمجھو کہ میری اس سے پہچان ہوئی تو میں نے یہ سمجھ لیا کہ وہ سی لیتی ہے، لیکن جیسا کہ وہ چاہتی ہے کپڑا اس کے برعکس اترتا ہے۔ اسی لیے میں نے پہلے ہی کہا کہ آج کل سلائی میرا پورا وقت لے لیتی ہے۔

[1] صحیح، السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۸۸۹، ۸۸۹۰، ۸۸۹۱۔

[2] اسنادہ ضعیف، سنن الترمذی، کتاب صفة القیامة، باب فی القیامة: ۲۴۱۷، اعمش مدلس ہیں اور سماع کی صراحت نہیں ہے۔

پیش رو اور راہنما خواتین کے اوصاف

آیات قرآنی

﴿يَآ أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝ وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْأٰخِرَةَ فَإِنَّ اللّٰهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيْمًا ۝﴾

"اے پیغمبر! اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تم دنیوی زندگی (کا عیش) اور اس کی بہار چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ مال دے دوں اور اچھی طرح سے [1] رخصت کر دوں اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) اور آخرت کی طلب گار ہو تو جو تم میں نیکی کرنے والی ہیں ان کے لیے اللہ نے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔"

(۳۳/الاحزاب: ۲۸، ۲۹)

﴿يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّأْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ۚ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝ وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ أَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَأَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ۝﴾

"اے پیغمبر کی بیویو! تم میں سے جو کوئی کھلی ناشائستہ حرکت کرے گی اس کو دوگنی سزا دی جائے گی، [2] اور یہ بات اللہ پر آسان ہے اور جو کوئی تم میں سے

---

[1] کسی اذیت یا تکلیف کے بغیر میں تمہیں طلاق دے دوں۔

[2] حضور ﷺ کے اہل بیت کو اس قدر تنبیہ کیے جانے کے باوجود بعض نادان صوفیا وغیرہ یہ سمجھتے ہیں کہ سادات اہل بیت ناجی ہیں! حالانکہ ان کا یہ دعویٰ باطل ہے، اس لیے کہ حقیقت یہ ہے کہ ناپسندیدہ اور غلط کاموں پر انہیں دوہرا عذاب دینے کی دھمکی دی گئی ہے، کیونکہ ان کی حیثیت پیشوا اور رہبر کی ہے۔ مذکورہ بالا باطل نظریہ کی تردید کرتے ہوئے علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "فتح القدیر" میں لکھا ہے:

میں عرض کرتا ہوں، اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ اہل بیت اطہار امتیازی خصوصیات اور بے حد نمایاں اوصاف کے مالک ہیں۔ قرآن کریم کی آیات اور احادیث مقدسہ کی متعدد روایات اس کی شاہد ہیں کہ اللہ تعالیٰ =

اللہ کی اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے گی اور نیک عمل کرے گی تو ہم اس کو اس کے (نیک اعمال کا) دوگنا ثواب دیں گے اور ہم نے اس کے لیے عمدہ روزی تیار کر رکھی ہے۔'' (۳۳/ الاحزاب: ۳۰، ۳۱)

﴿ یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ

= نے انہیں نمایاں عزت اور شرف سے نوازا ہے، لیکن یہ جو کہا جاتا ہے کہ گناہ کے باوجود انہیں سزا نہیں دی جائے گی یا گناہوں پر ان سے مواخذہ نہ ہوگا تو یہ نظریہ باطل اور علم وآگہی سے کورا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول ﷺ نے اس بارے میں ایک حرف بھی نہیں فرمایا۔

البتہ اس بارے میں علمائے سوء نے جو کچھ نقل کیا اور تملق اور چاپلوسی کے نام پر جو لوگ اہل بیت کی محبت کا دم بھرتے ہوئے عوام الناس کے سر چڑھے ہوئے ہیں ان کے خیالات باطل، ٹھوس روایتوں سے کافی دور ہیں اور اگر صورت وہی ہوتی جو یہ نادان سمجھتے ہیں تو باری تعالیٰ کے اس ارشاد کا کوئی معنی یا زیادہ فائدہ نہ ہوتا:

﴿ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ ﴾ (۲٦/ الشعراء: ۲۱٤)

''اور (اے پیغمبر! سب سے پہلے) اپنے قریبی رشتہ داروں کو (اللہ کے عذاب سے) ڈرایئے۔''

جب صورت حال یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے جگر گوشے اور اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا تھا: ''فاطمہ بنت محمد! اللہ کے مقابلہ میں میں تمہارے کسی کام نہیں آ سکوں گا۔'' (صحیح بخاری: ۲۷۵۳؛ صحیح مسلم: ۳٤۸، ۲۰٤) جب آپ صاحبزادی کو یہ کہہ رہے ہیں تو صاحبزادی کے صاحبزادوں کا کیا حال ہوگا جن کا مرتبہ ظاہر ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے برابر نہیں ہوسکتا۔ ان علما سے اللہ ہمیں دور رکھے اور ان کی تعداد کم کرے۔

افسوس یہ کہ ان نام نہاد علما نے محض اسی افترا اور بہتان پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان کی کوشش تمام تر یہ رہی کہ عام مسلمانوں میں بدکاری، بے حیائی اور برائی کا ارتکاب بڑھتا رہے۔ خصوصاً خود ان کے اندر یہ مرض سوا ہو۔ چنانچہ انہوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ اہل بیت سے محبت کے بعد کسی گناہ سے نقصان نہیں ہوتا۔

﴿ کَبُرَتْ کَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ؕ اِنْ یَّقُوْلُوْنَ اِلَّا کَذِبًا ﴾ (۱۸/ الکهف: ٥)

''کیسی سخت بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے اور اس میں شک نہیں کہ یہ جو کچھ کہتے ہیں محض جھوٹ ہے۔''

گناہ اور معصیت کے ارتکاب کی جس قدر حوصلہ افزائی اس نظریہ میں کی گئی ہے مخفی نہ رہے کہ اس میں کفر کا اندیشہ ہے، اس لیے کہ کہاں ان نام نہاد صوفیا کی یہ حرکت اور کہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وہ اقدام کہ جب آپ لوگوں کو کسی چیز سے منع فرماتے تو اپنے گھر والوں کو اکٹھا کر کے ان سے کہتے: میں نے لوگوں کو فلاں فلاں کام سے منع کیا ہے اور لوگ تمہیں اس طرح دیکھیں گے جیسے گوشت خور پرندہ گوشت کی طرف دیکھتا ہے۔ اس لیے اگر تم نے غلطی کی تو وہ بھی کریں گے اور تم باز رہے تو وہ بھی ڈریں گے اور اللہ کی قسم! اگر میں نے تم میں سے کسی کو کوئی گناہ کرتے ہوئے پایا تو اسے دوہری سزا دوں گا کیونکہ اس کا مجھ سے رشتہ ہے۔ اب جو گناہ کرنا چاہتا ہے آگے آئے اور جو بچنا چاہتا ہے باز رہے۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱، ص: ۲۰۷)

فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ۝﴾ (۳۳/ الاحزاب: ۳۱، ۳۴)

''اے نبی کی بیویو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم پرہیز گار ہو تو (نامحرم مردسے) بات کرنے میں نرمی نہ کرو [1] کہ جس کے دل میں بیماری ہے وہ کچھ اور آرزو نہ کرنے لگے اور دستور کے موافق بات کرو اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو [2] اور (اس طرح) زینت دکھاتی نہ پھرو (جس طرح) پہلے جاہلیت (کے زمانے) میں دکھاتی تھیں اور نماز پڑھتی رہو اور زکوٰۃ دیتی رہو اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتی رہو۔ اے (نبی کے) اہل بیت! بلاشبہ اللہ چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی (کامیل کچیل) دور کردے۔ اور تمہیں بالکل پاک صاف کردے اور تمہارے گھروں میں جو اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی

---

[1] امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کا مفہوم یہ ہے کہ عورت اجنبی مردوں سے نرم کلامی، لوچ اور لچک کے ساتھ بات نہ کرے، یعنی جس طرح اپنے شوہر سے بات چیت کرتی ہے اجنبی مردوں سے اس طرح بات نہ کرے۔

[2] ﴿وقرن فی بیوتکن﴾ علامہ موصوف فرماتے ہیں: یعنی اپنے گھروں میں جمی رہو اور کسی ضرورت کے بغیر گھر سے باہر نہ نکلو، نیز فرمایا: شرعی ضرورتوں میں لازمی شرائط کے ساتھ عورتوں کا نماز میں حاضری دینا ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''اللہ کی بندیوں کو اللہ کے گھر جانے سے نہ روکو۔ البتہ انہیں چاہیے کہ خوشبودار تیل استعمال نہ کریں۔''

(سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی خروج النساء الی المسجد: ۵٦۵ وسندہ حسن)

ایک اور روایت میں ہے: ''ان کا گھر ان کے لیے کہیں بہتر ہے۔'' (صحیح سنن ابی داود: ۵٦۷) کیونکہ گھروں میں وہ نفع بخش علوم سیکھ سکتی ہیں۔ جیسے قرآن وحدیث اور اسلامی تربیت کے اصول وغیرہ تاکہ نئی نسل عظمت اور شکوہ کی مالک ہو کر دنیا میں پروان چڑھے۔

شاعر کہتا ہے:

من لی بتربیۃ النساء فانھا ۔۔۔ فی الشرق علۃ ذالک الاخفاق

''عورتوں کی تربیت میں کون میرے ساتھ تعاون کرے گا۔ کیونکہ مشرق میں پستی اور زبوں حال کی علت عورتوں کی تربیت میں غفلت ہے۔''

ہیں اور جو حکمت (کی باتیں سنائی جاتی ہیں) انہیں یاد رکھو۔ بلا شبہ اللہ باریک بین اور باخبر ہے۔''

﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ۝ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۝﴾

(٦٦/ التحریم:٩، ١٠)

''اللہ نے کافروں کے لیے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال بیان فرمائی۔ وہ دونوں ہمارے دو نیک بندوں کے گھروں میں تھیں۔ ان دونوں عورتوں نے ان دو بندوں کی خیانت کی تو وہ دونوں نیک بندے اللہ کے مقابلہ میں ان کے ذرا بھی کام نہ آ سکے۔ ان دو عورتوں کو حکم دیا گیا کہ اور جانے والوں کے ساتھ تم بھی دوزخ میں جاؤ اور ایمان والوں کے لیے اللہ نے ایک مثال فرعون کی بیوی کی بیان فرمائی۔ جب کہ اس نے اللہ سے التجا کی کہ اے میرے پروردگار! میرے لیے بہشت میں اپنے پاس ایک گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کے اعمال [1] سے محفوظ رکھ اور ظالم لوگوں (کے ہاتھوں) سے مجھے نجات دے۔''

احادیث نبوی ﷺ

جب حضور ﷺ غار حرا میں تھے اور آپ پر وحی نازل ہوئی تو حضور ﷺ اپنی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے تو آپ کے کندھے کانپ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''مجھے اڑھادو، مجھے اڑھادو!'' چنانچہ آپ کو اڑھا دیا گیا یہاں تک کہ آپ کو اطمینان ہوا، پھر آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ''خدیجہ مجھے کیا ہو گیا؟'' پھر

[1] تفسیر ابن الجوزی میں (وعملہ) کی تشریح میں لکھا ہے کہ اس کی تفسیر میں دو قول ہیں: پہلا یہ کہ اس کے عمل سے مراد اس کی صحبت ہے۔ دوسرے اس کے عمل سے اس کا شرک و کفر والا دین مراد ہے۔

آپ نے انہیں تفصیل سنائی اور فرمایا: ''مجھے اپنی جان کا خوف ہو گیا ہے!'' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی ڈھارس بندھائی اور اطمینان دلایا اور عرض کیا ہرگز نہیں! آپ کو مژدہ ہو، اللہ آپ کو ہرگز رسوا نہیں کرے گا۔ آپ کنبہ پروری کرتے ہیں، سچ بات کہتے ہیں، کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، ناداروں کو سہارا دیتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق کی راہ میں آنے والی مصیبتیں دور کرنے میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ [1]

[1] صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی: ۳؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ: ۱۶۰۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کس قدر عظمت کی حامل تھیں اور آپ کا یہ موقف اور اسی کے ساتھ ساتھ حضور ﷺ کے ساتھ آپ کی زندگی کیسی عظیم اور شاندار گزری۔ آپ نے کس قدر صبر و ثابت قدمی کا مظاہرہ فرمایا: ایثار اور قربانی کی اعلیٰ مثال قائم فرمائی! حضور ﷺ کے حوصلے بلند کیے اور قائدین اور زعما کی بیویاں ایسی ہی عظیم اور اعلیٰ واشرف رہی ہیں۔

قائدین اور زعمائے قوم کا ذکر آیا تو افسوس کے ساتھ ہم عرض کریں گے کہ موجودہ قائدین اپنی اہلیہ کے بارے میں بس یہ تصور رکھتے ہیں کہ ان کے پاس وافر مال و دولت ہو، شہرت اور نام و نمود حاصل ہو، عیش و عشرت اور فارغ البالی ہو، بکثرت نوکر چاکر، خوبصورت رہائشی کمرے، زیور اور قیمتی گہنے، شاندار بیش بہا پوشاک ہو وغیرہ، حالانکہ یہ عظمت اور بڑائی نہیں یہ سب تو گلے کا پھندا ہے۔ اس لیے کہ حقیقی عظمت اللہ کی راہ میں جہاد کرنا، اصلاح و تجدید کے میدانوں میں سرگرمی دکھانا، بہادری، ایثار و قربانی اور جواں مردی سے حصہ لینا، مشکلات اور خطرات سے نبرد آزما ہونا اور اذیت اور تکلیف برداشت کرنا ہے۔ جب کہ اس راہ میں بڑی رسوائی اور بدنامی کا سامنا کرنا ہوتا ہے۔ جاہلوں، نادانوں اور جھوٹوں کے ظلم و ستم اور ظالموں، جابروں کی سختی و درشتی کو سہنا ہوتا ہے۔ آج ہم ان عظیم المرتبت قائدین کی عورتوں کی تحسین کرتے ہیں۔ انہیں ان کے جیسے قائد مبارک ہوں جن کے ساتھ وہ خرچ کرنے، صبر کرنے اور قربانی کرنے میں برابر کی شریک ہوتی تھیں۔ خواہ وہ غریبی اور آزمائش میں کتنی ہی مبتلا کیوں نہ رہتی تھیں۔

عام کہاوت ہے کہ ''ہر عظیم آدمی کے پیچھے عظیم خاتون ہوا کرتی ہے۔'' یہ صحیح ہے کیونکہ یہ عورت مرد کو ہمت دلاتی ہے، مشکل اوقات میں ان کے لیے آسانی فراہم کرتی ہے، گھر میں سکون پہنچانے کی راہیں ہموار کرنے، بچوں کی پرورش کرنے اور اپنے مال اور عزت و شرف کو بچانے کے لیے جدوجہد کرتی ہے۔''

جیسے یہ کہاوت ہے اس کے بالمقابل یہ کہاوت بھی صحیح ہے کہ ''ہر ست اور بدمزاج آدمی کے پیچھے ایسی ہی ست اور گنوار عورت یا شرارت پسند، پڑھی لکھی، جاہل لڑکی ہوتی ہے۔'' پھر قدیم زمانے میں اگر عورت جہالت کی وجہ سے مصیبت کا باعث بنا کرتی تھی تو آج انحراف اور بے دینی کی تعلیم نے لڑکیوں کو گمراہ کر رکھا ہے۔ افسوس کہ بے شمار عورتیں آج اس کجی اور کجروی کا شکار ہوتی جا رہی ہیں اور اگر قدیم زمانے کی عورتیں اپنے دماغ میں خرافات اور اوہام بسائے ہوتی تھیں تو آج پڑھی لکھی مگر جاہل لڑکیاں اپنے دماغ میں گھمنڈ، جہل مرکب، اضطراب اور بے چینی کے جراثیم کو آباد کیے ہوتی ہیں۔ فیشن اور پوشاک کا بخار ان پر حاوی ہوتا ہے۔ خالص اور بنیادی اسلامی روایات سے بغض اور دشمنی کرنا، عرب کی امتیازی خصوصیات سے منہ موڑنا ان کا طرہ امتیاز بن چکا ہے۔ جیسے یہ چاندی کا ٹکڑا ہیں =

صلح حدیبیہ کا جو عجیب و غریب واقعہ سیرت نبوی میں مذکور ہے، جس میں حضور ﷺ نے مشرکین کے ساتھ صلح کے معاہدے کی توثیق کی۔ اس موقع پر مسلمانوں کے دلوں میں ناامیدی اور مایوسی کے بادل امنڈ آئے اور شدت غم کی وجہ سے ان کے چہرے اتر گئے، لیکن انہوں نے اپنے سروں کو جھکالیا۔ پھر جب حضور ﷺ معاہدہ لکھوا کر فارغ ہوئے تو آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہا: ''اٹھو! اونٹوں کی قربانی کرو۔'' پھر بال منڈالو تا کہ سب عمرہ سے فارغ ہو جائیں اور لوٹ کر مدینہ منورہ چلے جائیں۔'' آپ کے اس ارشاد پر ایک شخص بھی نہیں اٹھا۔ یہاں تک کہ آپ نے یہ جملہ تین بار فرمایا!

جب کوئی صحابی اپنی جگہ سے نہیں اٹھے تو حضور ﷺ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور صحابہ کے اس رویہ سے اپنے کبیدہ خاطر ہونے کا ذکر کیا، انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ ایسا چاہتے ہیں؟ تو آپ خود تشریف لے جائیں اور کسی سے ایک لفظ نہ کہیں

= جو یورپ کی کٹھالی میں پڑ کر انہی کی طرح ڈھل کر نکلنا چاہتی ہیں اور جس قدر قدیم عرب شاعر کسی شخص کی زندگی کا سب سے بڑا حادثہ اس کو تصور کرتا تھا کہ اس کی عقل اور اس کا ذوق مارا جائے جس کی وجہ سے وہ برے کو بھلا اور بھلے کو برا سمجھنے لگے۔ اسی طرح آج کی سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ آج کی پڑھی لکھی، جدید عورت ہر اچھی سے اچھی چیز کو بری سمجھنے لگے۔ پادریوں اور مستشرقین کی دی ہوئی بر خود غلط اور بگڑی ہوئی تعلیم سے متاثر ہو کر اسلامی تعلیمات اس کے اعلیٰ اخلاق اور صالح عرب روایات کو نفرت کی نظر سے دیکھے۔ اسلام کو رجعت پسندانہ مذہب اور اسلامی سرچشمہ کو پسماندگی اور پچھڑے ہونے کا سبب سمجھے۔ اس طرح مسلم عورتیں، ان کے بچے اور ان کے پیچھے پوری مسلم قوم یورپ کی عادتوں، روایتوں اور اس کے فلسفے کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھ جائیں جیسا کہ ماہرین اور مفکرین ایک زمانے سے اس خطرے سے آگاہ کرتے آرہے ہیں۔

لیکن یہاں پہنچ کر کوئی یہ نہ سوچے کہ اسلام عورتوں کی تعلیم کا مخالف ہے۔ ایسا نہیں ہے۔ تعلیم نسواں بھی اسلامی دعوت اور تعلیم کی بنیاد ہے۔ ہاں اسلام بے راہ روی، ناقص تخریبی تعلیم کا ضرور مخالف ہے کیونکہ یہ تعلیم جہالت سے زیادہ خطرناک ہے۔ اس مخرب اخلاق تعلیم نے یورپین عورت کو گھر سے نکال کر سڑکوں پر لا ڈالا۔ بال بچوں اور خانگی زندگی سے ہٹا کر شاہراہوں پر جوتے صاف کرنے، بوجھ اٹھانے، جھاڑو دینے اور بیت الخلا صاف کرنے کے کاموں پر مجبور کر دیا۔ یہی نہیں بلکہ ایک وقت کی روٹی کے لیے اسے سر بازار اپنی عصمت بیچنے پر مجبور کیا۔ کیا ہم بھی یورپ کے اس المناک تجربے کو اپنے ملکوں میں دہرانا چاہتے ہیں؟ کیا ہم اسی راستہ پر چلنا چاہتے ہیں جس راہ پر یورپ کے قدم سرپٹ دوڑ رہے ہیں اور جہاں پہنچ کر وہ تھک ہار کر بیٹھ گئے؟ کیا ہم اس کے آگے سے دوڑ لگانا چاہتے ہیں جب کہ آج یورپ آنسو بہا رہا ہے اور شرم اور ندامت کی کالک سے اس کا منہ سیاہ ہوتا جا رہا ہے۔ ان سطروں کے پڑھنے والے ہمارے قارئین کے دلوں میں غالباً ہماری طرح مشرق اور اہل مشرق کی عظمت چھپ جانے کا سبب اب نمایاں ہوگا۔

بلکہ اونٹ کی قربانی دیں اور اپنے حجام کو بلا کر سر منڈا لیں، چنانچہ حضور ﷺ اٹھے، آپ نے کسی سے ایک لفظ نہیں کہا اور یہی کیا۔ جب مسلمانوں نے حضور ﷺ کو یہ کرتے ہوئے دیکھا تو بعجلت تمام وہ بھی اٹھے اور ہدی کے جانوروں کو ذبح اور اونٹوں کو قربان کرنے لگے۔ [1]

علامہ ابن عبدالبر کی کتاب ''الاستیعاب'' ج ۴، ص ۱۸۲۷۔ کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے:

قادسیہ کی لڑائی میں حضرت خنساء اپنے چاروں بیٹوں کے ساتھ شریک ہوئیں۔ جنگ کی رات آپ نے لڑکوں کو یک جا کر کے انہیں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: [2] میرے بیٹو! تم

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجهاد......: ۲۷۳۱، ۲۷۳۲۔
کہاں یہ روایت جس میں حضور ﷺ نے زوجۂ مطہرہ کے مشورہ پر ہو بہو عمل کیا اور ان کی سرمو مخالفت نہیں کی اور کہاں وہ موضوع، بے اصل اور برخود غلط روایتیں جن میں یہ کہا گیا ہے کہ ''عورتوں سے مشورے کرو لیکن ان کی مخالفت کرو! عورت کی اطاعت سے شرمندگی ہوتی ہے وغیرہ۔'' اس کا شمار ان روایتوں میں ہے جسے دشمنان اسلام نے دین کے خلاف عورت کو اکسانے کے لیے گھڑا ہے۔

[2] سپہ گر، شمشیر زن، جنگجو اور مجاہد خواتین کا یہ دوسرا نمونہ ہے جس میں ہماری موجودہ قائد اور راہنما عورتوں کے لیے عبرت کا سبق پنہاں ہے۔

حضرت اسماء بنت ابوبکر کا شمار اولین اسلام لانے والوں میں ہے۔ آپ کے والد ماجد حضرت ابوبکر نے حضور ﷺ کے ساتھ خفیہ طور پر مدینہ کی جانب ہجرت کے موقع پر آپ کے ذمہ بے حد خطرناک کام سونپا تھا۔ اس موقع پر آپ کی خدمات بے حد اہم تھیں۔ آپ اپنے والد ماجد اور حضور ﷺ کا توشہ لے کر غار میں چھپے رہنے کے دوران ان تک پہنچتی تھیں اور قریش جو دونوں صاحبان کو تلاش کرنے کی سرتوڑ کوششوں میں لگے ہوئے تھے۔ ان کی تازہ بتازہ خبروں اور بدلتی ہوئی صورتحال کو حضور ﷺ کے گوش گزار کرتی تھیں۔ (بعض روایات میں یہ کام عبداللہ بن ابی بکر کی طرف منسوب ہے اور یہی صواب ہے۔ واللہ اعلم) ہجرت کے لیے ان دونوں صاحبان کے نکل جانے کے بعد ایک دن سرداران مکہ آپ کے پاس آ دھمکے اور ان کے والد کے بارے میں دریافت کرنے لگے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ ابوجہل نے یہ سنا تو آپ کو ایسے زور کا طمانچہ مارا کہ آپ کے کان کی باس نکل کر اڑ گئی۔ اس شیر دل خاتون نے اس اذیت کو خندہ پیشانی کے ساتھ اللہ کی راہ میں برداشت کیا۔

اس کے ساتھ ساتھ تاریخ نے آپ کے اس کردار کو بھی اپنے صفحات پر محفوظ رکھا ہے جس سے ہیبت طاری ہوتی ہے اور جس کی نظیر ملنا ماؤں کی تاریخ میں دشوار ہے۔ یہ اس وقت کا ذکر ہے جب ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بنوامیہ کے خلاف حجاز میں بغاوت کا علم بلند کیا۔

بنوامیہ نے حجاج بن یوسف کی سرکردگی میں ایک بھاری لشکر روانہ کیا۔ فریقین میں گھمسان کی جنگ چھڑی اور ایک عرصہ تک جاری رہی۔ اس دوران آپ کے بہت سارے ساتھیوں نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اس نازک موقع پر مشورہ کے لیے حضرت عبداللہ اپنی والدہ مکرمہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور عرض کیا: امی جان! لوگوں نے ہی نہیں، میرے بیٹے اور گھر والوں نے مجھے دھوکا دیا۔ جو ساتھی میرے پاس بچ رہے ہیں وہ

= بھی گھڑی دو گھڑی صبر کر سکیں گے ادھر وہ لوگ (بنوامیہ) مجھے منہ مانگی دنیا دینا چاہتے ہیں۔ ایسے وقت میں آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ کی والدہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا: بیٹا! تم مجھ سے زیادہ بہتر طریقے سے اس صورت حال کو سمجھ سکتے ہو۔ اگر تم جانتے ہو کہ تم حق پر ہو۔ حق کی دعوت دیتے ہو تو اس کے لیے اٹھ کھڑے ہو اور جس مقصد کے لیے تمہارے ساتھی مارے گئے تم بھی اپنے آپ کو اسی کے لیے قربان کر دو اور اگر تم دنیا داری چاہتے ہو تو بیٹے تم بدترین آدمی ہو گے تم نے خود کو بھی غارت کیا اور ساتھیوں کو بھی برباد کیا اور اگر تم اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہو اور ساتھیوں کے ہمت ہارنے پر خود بھی ہمت ہار رہے ہو تو سمجھ لو کہ یہ اشراف، آزاد اور دیندار لوگوں کا کام نہیں ہے۔ پھر تم دنیا میں کتنے دن زندہ رہو گے؟ اس سے تو مرجانا اچھا ہے۔ اللہ کی قسم! عزت کے ساتھ تلوار سے کٹ کر مرجانا میرے نزدیک کوڑے کی ذلت والی مار سے بہتر ہے۔

حضرت عبداللہ نے عرض کیا: مجھے ڈر ہے کہ جب یہ مجھے قتل کریں گے تو میرے ناک، کان کاٹ کر میرا چہرہ بگاڑ دیں گے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا: بیٹا بکری ذبح ہو جائے تو اس کی کھال ادھیڑی جانے سے اسے تکلیف نہیں ہوتی۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ نکلے اور اس وقت تک لڑتے رہے جب تک کہ شہید نہ ہو گئے۔ آپ کی وفات کے چند روز بعد آپ کی والدہ مکرمہ بھی انتقال کر گئیں۔ انہی کے نقش قدم پر ماؤں کو چلنا چاہیے۔

میں نے اس قصہ کی من و عن تفصیل نقل کر دی ہے۔ لیکن جہاں تک مجھے علم ہے میں سمجھتا ہوں کہ حضرت عبداللہ بن زبیر کی بنوامیہ کے خلاف یہ بغاوت تمام تر اجتہادی تھی اس لیے اجتہاد کا سا اجر آپ کو بھی ملے گا۔

کیا آپ راہ صواب پر تھے؟ میں نہیں سمجھ سکتا کیونکہ حقیقت حال کی خبر صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔

مزید تفصیل کے لیے راقم کی کتاب "العواصم من القواصم" کا مطالعہ کرنا چاہیے یہ کتاب اس لائق ہے کہ ہر مسلم گھرانے میں اس کا نسخہ موجود رہے۔ اس لیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف افترا پردازی کی ایک ایک ہرزہ سرائی کا مسکت جواب اس کے اندر دیا گیا ہے۔

قائد اور راہنما خواتین پر گفتگو کی مناسبت سے ذیل میں دو اہم مثالیں پیش کی جاتی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے سابقہ آیتوں میں ذکر کیا ہے:

پہلی مثال اللہ کے فرستادہ دو نبیوں کی حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السلام کی بیویوں کی ہے، جنہوں نے اسلامی دعوت کے خلاف محاذ قائم کیا۔ آج انہی کی پیروی کرتے ہوئے بیشتر خواتین اپنے شوہروں کی اصلاح اور دینی خدمات کی راہ میں رکاوٹ بن رہی ہیں۔ دوسری مثال سب سے بڑے سرکش فرعون کی اہلیہ کی ہے ان کا نام حضرت آسیہ تھا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ ان کا شوہر بے دین، راہ حق سے منحرف اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا منکر ہے۔ تو یہ شیر دل خاتون ابتدا ہی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئیں۔ کیونکہ انہیں یقین تھا کہ آپ کی دعوت برحق اور اصلاحی ہے۔ اس کے بعد فرعون نے آپ کو لاکھ ڈرایا، دھمکایا اور سزائیں دیں لیکن ان کے پائے ثبات میں جنبش نہیں آئی۔

فرعون نے اپنی اہلیہ کے دونوں ہاتھوں اور پیروں میں چار کھونٹیاں ٹھکوائیں۔ جب یہ ظالم وہاں سے ہٹتے تو فرشتے ان پر سایہ فگن ہوتے تھے۔ اس موقع پر وہ دعا مانگتے ہوئے کہتی تھیں: =

اپنی خوشی سے مسلمان ہوئے ہو اور اپنی ہی خوشی سے تم نے ہجرت کی۔ (اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! کہ) جس طرح تم ایک ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہو اسی طرح ایک باپ کی اولاد ہو۔ میں نے تمہارے باپ سے خیانت کی نہ تمہارے ماموں کو رسوا کیا، نہ میں نے تمہاری شرافت پر کوئی دھبہ لگایا نہ تمہارے نسب کو میں نے خراب کیا۔ اس کے بعد وہ آیتیں پڑھ کر سنائیں جن میں میدان جنگ میں صبر وثبات کے ساتھ لڑنے والوں کے لیے بے پایاں اجر کا وعدہ ہے، پھر فرمایا:

اس لیے کل صبح کو جب تم صحیح سالم اٹھو (ان شاء اللہ) تو بہت ہوشیاری سے لڑائی میں شریک ہونا اور جب دیکھو کہ لڑائی زور پر آ گئی اور اس کے شعلے بھڑکنے لگے تو اس کی گرم آگ میں گھس جانا۔ ان شاء اللہ جنت میں ہمیشہ کے لیے آرام کے ساتھ داخل ہو گے۔ جب صبح کو لڑائی زوروں پر ہوئی تو چاروں لڑکوں میں سے ایک ایک نمبر وار آگے بڑھا یہاں تک کہ چاروں شہید ہوئے۔ جب ماں کو چاروں کے مرنے کی خبر ہوئی تو انہوں نے کہا اللہ کا شکر ہے جس نے ان کی شہادت سے مجھے شرف بخشا۔ مجھے اللہ کی ذات سے امید ہے اس کی رحمت کے سائے میں ان چاروں کے ساتھ [1] میں (جنت میں) رہوں گی۔ (اسد الغابہ: ۵/ ۲۶۸: الاستیعاب، ۴/ ۲۱۲۷ وسندہ ضعیف)

= ﴿رَبِّ ابْنِ لِي عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِي مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهِ وَنَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (٦٦/ التحريم: ١١)

''اے میرے پروردگار! میرے لیے بہشت میں اپنے پاس ایک گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کے اعمال سے محفوظ رکھ اور ظالم لوگوں (کے ہاتھوں) سے مجھے نجات دے۔''

تب جنت میں آپ کے مکان کو نظروں کے سامنے کر دیا جاتا۔ (السلسلة الصحيحة: ٢٥٠٨)

قائد اور راہنما خواتین کے اوصاف یہی ہیں کہ مرد بھی جب راہ حق سے سر موتجاوز کرتے ہیں تو یہ ان کی راہنمائی کرتی ہیں، ان کے ساتھ ہمدردی سے پیش آتی ہیں اور اگر مرد اپنی روش پر اصرار کرتے ہیں تو یہ ان کی مخالفت کرتی ہیں ان سے گریز کرتی ہیں اور یہ درست بھی ہے۔ کیونکہ مرد اگر فاسق اور اپنے وطن کو برباد کرنے کے در پے ہو، کفر اور گمراہی کا راستہ اختیار کرے تو ایسے کمینے مردوں کے ساتھ ان عورتوں کا رہنا جائز نہیں ہے۔

[1] اسلامی تعلیم وتربیت کی تیز رو تاثیر کا بخوبی اندازہ لگانے کے لیے حضرت خنساء اور آپ جیسی صحابیات کے واقعات پر غور کرنا ضروری ہے۔ حضرت خنساء کا حال یہ تھا کہ اسلام سے پہلے جاہلیت میں آپ کے بھائی صخر کو قتل کر دیا گیا۔ آپ نے ان کا انتہائی جانگسل مرثیہ کہا اور اتنے آنسو بہائے کہ آپ کی بصارت جاتی رہی۔ غور کرنا چاہیے کہ کہاں تو ان کا یہ حال کہ بھائی کی موت پر مرثیہ پڑھتی تھیں اور کہاں یہ تبدیلی کہ اپنے چار چار جگر گوشوں =

حضور ﷺ اپنے اہل خانہ کو زیورات اور ریشم سے منع کرتے اور فرماتے تھے: ''اگر تم جنت کے زیورات اور ریشم کی خواہش مند ہو تو دنیا میں انہیں ہرگز نہ پہنو۔'' [1]

مردوں کی حاکمیت [2]

آیات قرآنی

﴿ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّبِمَآ

= کو جہاد کرنے اور سر کٹانے کے لیے آمادہ کرتی ہیں اور جنگ کے میدان میں انہیں اس طرح بھیجتی ہیں جیسے عقد نکاح کی محفل میں دولہے کو بھیجا جاتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ جب وہ شہید ہوئے تو ان کی موت پر صبر، ثابت قدمی کا مظاہرہ کرتی ہیں اور اس بات پر اللہ کا شکر کرتی ہیں کہ ان کی شہادت سے اللہ نے ان کو اعزاز بخشا۔

یہ وہ مائیں تھیں جن کے ہاتھوں اللہ نے مسلمانوں کو فتح مبین سے نوازا اور اس سمندر سے اس سمندر تک صدیوں ان کی سلطنت برقرار رکھی۔ اس لیے ہماری موجودہ ماؤں بہنوں کو حضرت خنساء اور ان جیسی اولوالعزم خواتین سے عظمت، سربلندی اور تعلیم و تربیت کا سبق سیکھنا چاہیے۔

[1] صحیح، سنن النسائی، کتاب الزینۃ، باب الکراهیۃ للنساء فی اظهار الحلي......: ۵۱۳۹؛ مسند احمد، ۴/ ۱۴۵: ۱۷۳۱۰۔

مطلق زیور کا یہی حکم ہے خواہ سونے کا ہو یا چاندی کا، غالباً یہ حکم خاص عورتوں کے لیے ہے تاکہ وہ دنیا پر آخرت کو ترجیح دیں۔ مزید وضاحت کے لیے ہماری سابقہ بحث ''عورتوں کے لیے سونے کی حرمت'' کا مطالعہ کرنا چاہیے نیز مسلم خواتین کو ''معیشت کی اصلاح اور اسراف سے جنگ'' جیسے موضوع پر مختلف اسباق پڑھانا چاہییں۔

[2] ان سطروں کے ذریعے سے ہم عورت پر مرد کی نگرانی کے موضوع کو کسی قدر تفصیل سے پیش کرنا چاہتے ہیں۔ اس نگرانی کو بخوبی سمجھ لینے کے بعد مرد و زن کے درمیان بیشتر شکوک و شبہات کا ازالہ ہوگا اور متعدد پیچیدہ گرہیں اللہ نے چاہا تو خود بخود کھلتی جائیں گی۔ افسوس! کہ اس نگرانی کا مفہوم بعض مردوں نے تسلط، قبضہ، تکبر، غلام بنا لینا اور اپنی رائے کو زبردستی عورتوں پر مسلط کر لینا سمجھ رکھا ہے۔ اس غلط ذہنیت کی وجہ سے انہوں نے عورتوں کے ساتھ بدترین رویہ اختیار کیا۔ نگرانی کے اس لفظ کو بعض عورتوں نے بھی غلط سمجھا، چنانچہ انہوں نے مردوں کو کسی شمار قطار میں نہیں رکھا اور خود سرکشی، لڑائی اور علیحدگی کا راستہ اختیار کیا۔ حالانکہ مرد و زن دونوں ہی اپنے اور ایک دوسرے کے حقوق کو سمجھ لیں، تو ہر کوئی سعادت مندی، سلامتی اور خیر و برکت کے ساتھ خود بھی زندہ رہیں گے اور دوسروں کو بھی زندہ رہنے دیں گے۔

ایک ماہر سماجیات لکھتا ہے: آج ازدواجی زندگی میں وہ نہیں ہوتا جس کو ہم (دوستی اور رفاقت) کا نام دے سکتے ہیں۔ درحقیقت ازدواجی زندگی کی حیثیت موٹر کار کی سی ہوتی ہے جس پر دو آدمی سوار ہوتے ہیں، ہر چند کہ دونوں کی منزل ایک ہوتی ہے لیکن اسٹیرنگ وھیل پر ایک ہی آدمی بیٹھ سکتا ہے۔ کیونکہ بیک وقت دونوں آدمی کار کی ڈرائیونگ نہیں کر سکتے۔ اسی طرح مرد جب اس کشتی کا کھیون ہار ہوتا ہے اور فطری طور پر ایسا ہی ہونا چاہیے تو عورت کو بھی اپنا فطری کردار ادا کرنا ہوگا یعنی یہ کہ وہ مرد پر اعتماد کرے، اس کی ہمت بندھائے، اسے تسلی دے اور سامان سفر =

= کی تیاری اور درستی میں مرد کا ہاتھ بٹائے اور اگر عورت زمام کار سنبھالے تو مرد کا فرض ہے کہ ایک مبصر اور سیاحت کرنے والے کا کردار انجام دے اور عورت کے دماغ کو خواہ مخواہ کے بوجھ سے متاثر نہ کرے۔ جس سے وہ بے چاری تنہا پریشان ہوتی ہے۔ اس کا حوصلہ بڑھانے کے بجائے اس کی دل شکنی کی کوشش نہ کرے۔

قرآن پاک میں باری تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ﴾

(٤/ النساء:٣٤)

''مرد عورتوں کے نگران اور حاکم ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک صنف (قوی) کو دوسری صنف (ضعیف) پر بڑائی دی اور اس لیے کہ مرد عورتوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔''

آیت کریمہ اللہ تعالیٰ کے ایک مقررہ ازلی دستور یعنی مرد کی نگرانی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ آیت اپنے اندر مشتمل حکمت الٰہی کو دو رخ سے پیش کرتی ہے۔

اول یہ کہ مرد کی نظر عورت کی فطرت کے برعکس ہے۔ عورت مرد سے اس معنی میں افضل ہے کہ وہ اس سے بہتر طریقہ پر گھریلو ذمہ داریوں کو منظم طریقہ سے انجام دے سکتی ہے۔ بچوں کی تربیت اور اپنے شوہر کی ذمہ داریوں کو پورا کرسکتی ہے۔ اس لیے کہ اس کی فطرت میں اللہ نے شفقت اور نرمی پیدا کر رکھی ہے، نیز اس کے جسمانی اعضا کی ساخت کچھ ایسی بنائی ہے جو اپنی ان ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی سے انجام دینے میں اس کی مددگار ہے۔ اس کا اعصابی نظام کچھ ایسا بنا ہے جو حمل اور وضع حمل کی تکلیف کو کم سے کم محسوس کرتا ہے۔ البتہ دیگر امراض اور بیماریوں سے وہ فوری متاثر ہوسکتی ہے اور فوراً بھڑک اٹھتی ہے۔ اس کے احساس، ادراک اور نظم کی صلاحیت جلد متاثر ہوتی ہے۔ تکالیف، مشکلات، اذیتوں اور پریشانیوں کے عالم میں مرد کی نسبت خود صبر وثبات کا دامن بہت جلد ہاتھ سے چھوڑ دیتی ہے۔

رہا مرد تو سابقہ بیان کردہ اسباب کے تحت جسمانی، فکری، انتظامی اور تدبیری امور میں عورت پر اس کو فوقیت حاصل ہے۔ مختلف دباؤ اور توازن کو وہ عورت سے زیادہ برداشت کرسکتا ہے۔ جنگ وجدال اور اذیت وتکلیف کو زیادہ سے زیادہ سہ سکتا ہے۔ خاندان کے معاش کے لیے کوشاں اور سرگرم عمل رہ سکتا ہے۔ اپنے تشخص، اپنے وقار اور اپنی امتیازی شان کو برقرار رکھنے اور خطرات کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کی آپ صلاحیت رکھتا ہے۔ نیز مرد کی نگرانی کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کو انفاق اور خرچ کا اختیار حاصل ہے۔ کیونکہ اپنی فطری صلاحیت کے مطابق وہ مال کما سکتا ہے۔ اس لیے عدل وانصاف کا تقاضا یہ نہیں ہے کہ جو فرد یا جماعت تکلیف اٹھا کر مال اکٹھا کرے اسے خرچ کرنے، نگرانی کرنے، یا تصرف کرنے کے ہر قسم کے اختیار سے محروم کر دیا جائے۔ آج کے دور کی پارلیمانی اور جمہوری حکومتیں اس نہج پر کام کرتی ہیں اور موجودہ ترقی یافتہ دستور سازی کی یہ بھی اہم اسپرٹ ہے۔

اب اگر ہم نے عورت کو گھر کے ماحول سے باہر نکال دیا اور جس طرح مرد گھر کے باہر جا کر محنت مشقت کرتا ہے اس کے دوش بدوش ہم نے عورت کو بھی محنت کرنے اور دولت بٹورنے کا کام سونپ دیا تو اس میں شک نہیں کہ اس سماجی قانون سازی کی روح کے بالکل برعکس ہوگا۔ اس طرح گویا ہم عورت کو اس کے اس مقام سے ہٹا دیں گے جس مقام پر قرآن پاک نے اس کو لا کھڑا کیا ہے اور اس طرح مرد کی نگرانی کسی صورت اس پر قائم نہیں ہوگی۔ اس لیے کہ مرد کی نگرانی ان دو بنیادوں پر استوار ہے۔ ایک یہ کہ گھر کے باہر کی ذمہ داریوں کی انجام دہی کے لیے عورت سے =

= زیادہ مرد کو صلاحیت اور لیاقت حاصل ہے۔ دوسرے خاندان پر خرچ کرنے اور ان کی ضروریات کی کفالت کی ذمہ داری مرد پر عائد ہوتی ہے۔

نیز اسی کے ساتھ ساتھ عورت پر مرد کی نگرانی کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ مرد دین یا دنیا کے لحاظ سے عورت سے افضل ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ ۖ بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ ۖ ﴾ (۳/ آل عمران:۱۹۵)

''تو ان کے پروردگار نے ان کی دعا قبول کر لی (اور فرمایا:) میں تم میں سے کسی نیک عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کرتا خواہ وہ مرد ہو یا عورت، تم سب ایک دوسرے کی جنس ہو۔''

بلکہ یہ نگرانی درحقیقت ایک اصولی، تنظیمی صلاحیت ہے جس کے سماجی تعمیری ضوابط اور دنیا کی زندگی میں اعلیٰ قدروں کی بحالی ضروری ہے اور اسی کے التزام سے زندگی مجموعی طور پر سلامت ہوتی ہے۔ غرض مرد کی نگرانی رؤسا اور سرداران قوم کی نگرانی کی طرح ہے اور کوئی سردار ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ سارے ہی ماتحتوں سے وہ اعلیٰ اور افضل ہے۔ اس کے باوجود ان کی نگرانی تمام انسانی سماج پر قائم ہوتی ہے اور ان کے خلاف یورش یا بغاوت کرنے سے گناہ گار ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے کیونکہ ماتحت سے سردار فضل وکمال، علم ومعرفت اور دین داری میں بڑھ سکتا ہے۔

(ماخوذ از ''ہمارے قلعوں کو درپیش اندرونی خطرات'' کا خلاصہ ص ۱۳۹، ۱۴۲)

یہی نگرانی مساوات کا اولین اور بنیادی مفہوم ہے۔

اگر سوال پیدا ہو کہ قرآن پاک اپنے اس ارشاد: ﴿ الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ وَبِمَا أَنفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ ۚ ﴾ (۴/ النساء:۳۴) میں خاندان کی نگرانی مرد کے حوالہ کیوں کرتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام نے اس سلسلے کا یہ کوئی نیا، انوکھا یا نامانوس قدم نہیں اٹھایا۔ اس لیے کہ تاریخ کی ابتدا سے عورت نے مرد کے بازو میں رہ کر ہی چین کا سانس لیا ہے۔ اپنے اور اپنے بچوں کے بارے میں وہ صرف اپنے شوہر پر ہی اعتماد کرتی ہے اور محنت کرنا اور حالات سے نبرد آزما ہونا اس قسم کے تمام تر بوجھ کو وہ صرف مرد کے کاندھوں پر ڈالتی ہے اور آج جب کہ زمانے نے اتنی ترقی کی ہے عورت یہی سب مرد سے چاہتی ہے۔ کیونکہ یہ عین فطرت کے مطابق ہے۔

آخر اللہ تعالیٰ نے مرد کو توانا، طاقتور جسم دیا، اس کے اعصاب اور پٹھے ایسے بنائے جو ناگوار حالات اور مشکلات کا تحمل کر سکتے ہیں۔ اس کے بالمقابل عورت نازک بدن ہوتی ہے۔ اس کے جذبات بڑے حساس ہوتے ہیں۔ اس کے اندر تحمل اور برداشت کا مادہ بھی کم ہوتا ہے۔ اب اگر اسلام نے حقائق کو حقیقت کے عین مطابق پیش کیا تو اس نے کون سا ایسا گناہ کیا۔ یہ تو اسلام کی حقیقی صورت گری ہے اور اس کے مطابق اس کا یہ فیصلہ ہے کہ مرد عورتوں کے نگران اور حاکم ہیں۔

کیا آج عورت یہ چاہتی ہے کہ نگرانی اور حاکمیت کا سہرا وہ اپنے سر باندھے؟ نہیں نگرانی جواب دہی کا نام ہے نگرانی مشکلات اور پریشانیوں کے مردانہ وار مقابلہ کا نام ہے، نگرانی ذمہ داریوں کے سنبھالنے کا نام ہے، نگرانی زبردست پابندی کا نام ہے، نگرانی پھولوں کی سیج نہیں کانٹوں کا ہار ہے اور نگرانی کے اسی پھیلے ہوئے مفہوم کے ساتھ ایک نگران کارکسی ہیبت یا خود غرضی کے بغیر اپنی ذمہ داریوں کو ٹھیک ٹھیک انجام دینے کی کوشش کرتا ہے۔ =

﴿أَنفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ﴾ (٤/ النساء: ٣٤)

"مرد عورتوں کے نگران اور حاکم ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک صنف (قوی) کو دوسری صنف (ضعیف) پر بڑائی دی ہے اور اس لیے کہ مرد عورتوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔"

﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ (٢/ البقرة: ٢٢٨)

"اور عورتوں کا حق مردوں پر ویسا ہی ہے جیسا دستور کے موافق مردوں کا حق عورتوں پر ہے البتہ مردوں کو عورتوں پر کچھ فضیلت [1] ہے اور اللہ زبردست (اور) حکمت والا ہے۔"

= تحریک نسواں کا شور مچانے والے اب تک یہ سمجھتے رہے ہیں کہ مرد کی نگرانی اور حاکمیت اس وقت تک برقرار تھی جب تک وہ خود تنہا کماتا تھا اور پیداوار کے کل ذرائع اس کے زیر نگیں ہوتے تھے لیکن آج پانسہ پلٹ گیا ہے۔ آج عورت بھی کماتی ہے اور پیداوار کے ذرائع پر اس کا بھی تسلط ہے۔ اس لیے عورت پر مرد کی نگرانی اب نہیں چلنی چاہیے لیکن اس میں ذرہ برابر شک نہیں کہ مغربی دنیا کے اتار چڑھاؤ نے اس مفروضہ کو قطعی غلط ثابت کر دیا، کیونکہ یہ صحیح ہے کہ عورت نے وہاں کمایا اور اپنے پیروں پر کھڑی بھی ہوئی، لیکن اس کے باوجود مرد کی نگرانی، بالادستی اور حاکمیت کو وہ آج بھی دل سے چاہتی ہے۔ آج مرد کے سائے سے ہٹ کر کہیں اسے چین اور سکون نصیب نہیں ہوتا ہے، اس لیے یہ اعتراف کرنا چاہیے کہ اللہ رب العزت نے سچ کہا اور اس کے خلاف ڈھنڈورا پیٹنے والے جھوٹے ہیں۔

(اسلام اور جنسی مسائل: ص ۱۹۶، ۱۹۸)

تورات (سفر تکوین ۱۶-۷) میں اس نگرانی کی طرف اشارہ ملتا ہے: "تمہیں اشتیاق صرف اپنے خاوند کا ہو وہی تمہاری نگرانی کر سکتا ہے۔"

[1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اس مقام پر اللہ نے جس (درجہ) کا ذکر فرمایا اس سے مراد مرد کا عورت سے اپنے پورے حقوق نہ لینا لیکن اسے اس کے پورے حقوق ادا کرنا ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾ اور اگر مردوں کے بعض ایسے حقوق بچ رہے جن کو اللہ نے عورتوں پر واجب کیا لیکن عورتوں نے انہیں ادا نہیں کیا تو ان حقوق کو وصول کرنا مردوں کے لیے مستحب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾ کیونکہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت حاصل ہے اور مرد اپنے کچھ حقوق عورتوں پر باقی رکھ سکتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس ارشاد کا بھی یہی مطلب ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ میں اپنے ایک ایک حق کو گن گن کر ان سے وصول کرنا پسند نہیں کرتا، کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے: ﴿وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾ کے معنی رتبہ اور مرتبہ کے ہیں۔ =

پیغمبر علیہ السلام بحیثیت محتاط شوہر

آیات قرآنی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ۝ وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا ۝ ﴾ (۳۳/ الاحزاب: ۲۸، ۲۹)

''اے پیغمبر! اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تم دنیوی زندگی (کا عیش) اور اس کی بہار چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ مال دے دوں اور اچھی طرح سے رخصت کر دوں اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آخرت کی طلب گار ہو تو جو تم میں نیکی کرنے والیاں ہیں ان کے لیے اللہ نے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔'' [1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور طرز زندگی کی ایک جھلک

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

= باری تعالیٰ کے اس ارشاد سے بظاہر خبر دینا مقصود ہے۔ لیکن اس سے مراد مردوں کے لیے استحباب بتاتا ہے کہ وہ عورتوں پر اپنے باقی ماندہ حقوق کو وصول کر سکتے ہیں تاکہ عورتوں پر ان کی فضیلت ثابت ہو سکے۔
(تفسیر طبری ج ۲ ص ۲۷۵)

اس تفسیر کی بابت مرد کیا کہتے ہیں؟
اس میں شک نہیں کہ اللہ نے جو نگرانی مردوں کو سپرد فرمائی، اس کی شان جو بھی ہو لیکن جہاں تک عقل سلیم اور فطرت مستقیم رکھنے والی خواتین کا تعلق ہے وہ یہ چاہتی ہیں کہ ان کے شوہروں میں نگرانی کا مادہ ہو، ان کے اندر توانائی اور قوت فیصلہ موجود ہو، ان کے شوہر ان کے آقا اور مختار کل ہوں اور ان کے اندر زنانہ پن، لوچ اور کمزوری کے آثار نمودار نہ ہوں۔

[1] جب ازواج مطہرات نے زائد خرچ طلب کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت اس سے زیادہ کی نہیں تھی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں سے کامل ایک مہینہ کنارہ کشی اختیار فرمائی۔ ان آیتوں =

کے ذریعے سے اللہ نے ازواج مطہرات کو دو میں سے ایک چیز کو چن لینے کا اختیار عطا فرمایا، یعنی یا تو وہ حضور ﷺ کے ساتھ صبر وشکر کر کے زندگی کے دن گزار لیں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں وسعت اور کشادگی سے نوازے۔ یا پھر وہ اپنے میکہ چلی جائیں اور اپنے ماں باپ کے ساتھ حسب سابق رہنے لگیں۔ اس کے جواب میں ازواج مطہرات نے اللہ کو، اس کے رسول ﷺ کو اور آخرت کے دن کو ترجیح دی اور آپ کے ساتھ رہنا پسند کیا تا کہ حضور ﷺ کو راحت، خوشی اور سکون پہنچانے میں حصہ لے سکیں اور اسلام کو عام مسلمانوں تک پہنچانے میں آپ کے ساتھ تعاون کریں۔ اس واقعہ کی پوری تفصیل ناظرین کے سامنے پیش کی جاتی ہے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۱۰۴: ۱۴۷۸" میں نقل کیا ہے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ایک روز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خدمت اقدس میں باریابی کی امید سے آئے، دیکھا کہ لوگ دروازے پر بیٹھے ہیں اور ان میں سے کسی کو باریابی کی اجازت نہیں ملی ہے، لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اجازت مل گئی۔ وہ اندر تشریف لے گئے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور اجازت طلب کی ان کو بھی اجازت مل گئی وہ بھی اندر چلے گئے۔ جا کر دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ غمگین خاموش بیٹھے ہیں اور چاروں طرف حضور کی بیویاں موجود ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنے دل میں) کہا آج میں ایسی بات کہوں گا جس سے رسول اللہ ﷺ کو ہنسی آ جائے۔ کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ! اگر زید کی بیٹی ۔۔۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ ۔۔۔ مجھ سے زائد خرچ طلب کرے تو میں کھڑے ہو کر اس کی گردن پر ماردوں! آپ کی اس میں کیا رائے ہے؟ حضور ﷺ کو یہ سن کر ہنسی آ گئی اور فرمایا: "تم دیکھتے ہو کہ یہ عورتیں بھی میرے پاس بیٹھی زائد خرچ مانگ رہی ہیں۔" یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گردن پر مارا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی گردن پر مارا اور کہنے لگے: تم حضور اقدس ﷺ سے ایسی چیز مانگتی ہو جو حضور کے پاس نہیں ہے؟ عورتوں نے کہا: اللہ کی قسم! اب کبھی حضور سے ہم وہ چیز نہیں مانگیں گے جو موجود نہ ہوگی۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے عورتوں سے ایک مہینہ یا انتیس روز کے لیے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ اور پھر (مذکورہ) آیت:

﴿قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ إِنْ۔۔۔۔ الخ﴾

نازل ہوئی سب سے پہلے رسول صلی اللہ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: "عائشہ! میں ایک مکالمہ تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ اپنے والدین سے مشورہ کیے بغیر تم اس میں جلدی نہ کرنا۔" حضرت عائشہ نے عرض کیا:

یا رسول اللہ! وہ کیا بات ہے؟ حضور ﷺ نے یہی آیت تلاوت فرمائی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ کے متعلق میں والدین سے مشورہ کروں؟ ایسا نہیں ہو سکتا! میں اللہ، رسول اور عاقبت کو پسند کرتی ہوں اور آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ جو کچھ میں نے عرض کیا ہے اس کی اطلاع کسی بیوی کو نہ کریں۔ فرمایا: "مجھ سے تو ان میں سے جو عورت دریافت کرے گی۔ میں اس سے کہہ دوں گا۔ مجھے اللہ نے نہ دشواری پیدا کرنے والا بنایا ہے نہ کسی کی لغزش ڈھونڈنے والا بنایا ہے بلکہ سکھانے اور سہولت دینے والا بنا کر بھیجا ہے۔"

میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ایک چٹائی پر سوئے ہوئے تھے اس کے نشانات آپ کے پہلو میں نمایاں تھے۔ میں نے عرض کیا:

اے اللہ کے رسول (ﷺ) کیوں نہ ہم آپ کے لیے ایک بستر بنوا دیں اور آپ کے نیچے بچھا دیا کریں تاکہ بوریے سے آپ کی حفاظت ہو۔ آپ نے فرمایا: ''میرا اور دنیا کا کیا (جوڑ)؟ میرا اور دنیا کا حال بس ایسا ہے جیسے کوئی سوار کسی درخت کے نیچے سایہ لینے کے لیے کچھ دیر رکے پھر اسے چھوڑ کر چل دے۔'' [1]

حضرت ابوامامہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور ﷺ کی مجلس میں دنیا کا ذکر آیا۔ آپ نے فرمایا: ''کیا تم نہیں سنتے؟ کیا تم نہیں سنتے؟ پوشاک میں فروتنی کرنا اور زیب و زینت نہ کرنا ایمان کا جزو ہے۔ پوشاک میں خاکساری برتنا، زیب و زینت نہ کرنا ایمان کا جزو ہے۔'' [2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حضور ﷺ فتح مکہ کے دن حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے دریافت کیا: ''کیا تمہارے پاس ایسا کھانا ہے جو میں کھا سکوں؟'' انہوں نے عرض کیا: میرے پاس روٹی کے خشک ٹکڑے ہیں۔ انہیں آپ کے سامنے پیش کرنے سے مجھے شرم آتی ہے! آپ نے فرمایا: ''وہی لے آؤ (جب وہ لائیں تو) آپ نے انہیں توڑ توڑ کر پانی میں ڈال دیا۔'' پھر ام ہانی نمک لائیں۔ آپ نے فرمایا: ''کوئی سالن ہے؟'' انہوں نے عرض کیا: حضور میرے پاس کچھ سرکہ ہے فرمایا: ''لے آؤ۔'' جب وہ لے آئیں تو آپ نے روٹی پر اس کو ڈال دیا۔ پھر اسے کھایا اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ اس کی تعریف فرمائی اور کہا: ''ام ہانی سرکہ [3] بہترین سالن ہوتا ہے۔ جس گھر میں یہ ہو وہاں غربت نہیں

= اس احتیاط اور دور اندیشی کی خصوصاً اس زمانے میں مردوں کو کس قدر ضرورت ہے جس کا مظاہرہ حضور علیہ السلام نے کیا۔ ورنہ بسا اوقات عورتوں کو خود ارادی کا حق مل جاتا ہے۔ ان کا انجام شوہر کے بغیر بے حد خطرناک ہوتا ہے۔

[1] حسن، سنن الترمذی، کتاب الزھد، باب حدیث ما الدنیا الا کراکب......: ۲۳۷۷؛ سنن ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب الھم بالدنیا: ۴۱۰۹؛ مسند احمد، ۱/ ۳۹۱: ۳۷۰۹؛ صحیح الحاکم: ۴/ ۳۱۰۔ [2] حسن، سنن ابی داود، کتاب الرجل، باب النھی عن کثیر من الارفاۃ: ۴۱۶۱؛ سنن ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب من لا یؤبہ لہ: ۴۱۱۸۔

[3] فتح مکہ کے موقع پر حضور ﷺ نے یہ کھانا تناول فرمایا جب اس موقع پر آپ مشرکین مکہ پر غالب آئے۔ اس وقت اگر آپ بھاری بھاری دعوتیں کرتے۔ سینکڑوں نہیں ہزاروں اونٹ ذبح فرماتے تو کون آپ کو روک سکتا تھا؟ لیکن آپ نے یہ نہیں کیا۔ کاش ان سطروں کو پڑھ کر ان حکمرانوں اور سلاطین کی آنکھیں کھل جائیں جو معمولی اور =

آتی۔'' ❶

میانہ روی ضروری ہے

آیات قرآنی

﴿ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا ﴾ (۷/ الاعراف: ۳۱)

''کھاؤ پیو مگر فضول خرچی مت کرو۔'' ❷

﴿ وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا ﴾

(۲۵/ الفرقان: ۲۷)

''اور وہ لوگ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ بے جا اڑاتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں بلکہ اعتدال کے ساتھ (نہ ضرورت سے زیادہ اور نہ کم۔)''

احادیث نبوی ﷺ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''ایک بستر مرد کا ایک بستر اس کی اہلیہ ❸ کا تیسرا بستر مہمان کے لیے ہو اور (اگر) چوتھا بستر ہو تو وہ شیطان کا

= گئی گزری کسی بھی مناسبت سے بڑی بڑی دیگیں چڑھاتے ہیں۔ جب کہ کتنے ہی بھوک کے عالم میں ایڑیاں رگڑتے ہیں اور پیاسے جاں بلب ہوتے ہیں۔ لیکن کوئی ان کا ہمدرد یا غمگسار نہیں۔

❶ صحیح، المستدرك للحاكم، ٤/ ٥٤؛ شعب الایمان للبیهقی: ٥٩٤٥ واصله فی صحیح مسلم، کتاب الاشربة باب فضیلة الخل...... : ٢٠٥٢ نیز دیکھیے: سنن الترمذی: ١٨٤١: ١٨٤٢؛ المعجم الکبیر للطبرانی، ٢٤/ ٣٤٧۔

❷ یہ آیت مبارکہ کس عظمت وشان کی مالک ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس کے اندر نصف حکمت جمع ہے کیونکہ یہ اسراف اور حدود سے تجاوز ہے۔ جس کے سبب لوگ بیمار پڑتے ہیں۔ پھر اسراف عام ہے۔ اس کا تعلق کھانے پینے کی چیزوں سے ہی نہیں ہے۔ اس لیے کہ ہر چیز میں فضول خرچی مضر ہے۔ خصوصاً کثرت مباشرت اور بھی نقصان دہ ہوتی ہے۔

❸ علامہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میاں بیوی کا علیحدہ بستر ہونا حرج کا باعث نہیں۔ کیونکہ بیماری وغیرہ میں بستر الگ ہونا چاہیے۔ اسی روایت سے بعض نے یہ استدلال کیا ہے کہ میاں بیوی کا یک جا سونا ضروری نہیں ہے، بستر پر تنہا بھی سو سکتا ہے لیکن یہ استدلال کمزور ہے۔ اس لیے کہ ایک بستر پر سونا افضل ہے۔ خود حضور ﷺ سے پابندی سے یہ ثابت ہے۔

ہوتا ہے۔'' [1]

حضرت ابن سعد عطاء بن سائب سے نقل کرتے ہیں:

بیعت خلافت کے بعد (اگلے روز) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صبح سویرے چادریں (کپڑے) اٹھائیں اور بازار کی طرف جانے لگے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ راستہ میں ان سے ملے اور عرض کیا: آپ کہاں جارہے ہیں؟ فرمایا: بازار جارہا ہوں! کہا: کیا مسلمانوں کے والی اور نگران کار ہونے کے بعد بھی آپ یہ (کپڑے بیچنے کا کام) کریں گے؟ آپ نے فرمایا: پھر میرے اہل وعیال کا

---

[1] صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب کراهة ما زاد علی الحاجة...... ۲۰۸٤۔

نواب محمد صدیق حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ نے جن کا شمار ہندوستان کے مایۂ ناز علمائے دین اور نوابوں میں ہوتا تھا۔ اپنی کتاب ''دین خالص'' ج ۴/۵۳۶ پر اس روایت کے حاشیہ میں فرمایا: اس کا مطلب یہ ہے کہ غیر ضروری چیز کو ضروری نہیں سمجھنا چاہیے اور بستر کے بیان میں جو روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک بستر آدمی کا، دوسرا اس کی اہلیہ کا، تیسرا مہمان کا اور چوتھا شیطان کا ہوتا ہے۔'' تو یہ روایت پوشاک وغیرہ میں بھی ضرورت سے زائد کو مکروہ قرار دیتی ہے کیونکہ حاجت اور ضرورت تین بستر کی ہوتی ہے، لہٰذا اس سے جو زائد ہوگا شیطان اس میں اپنا بھی حصہ لگائے گا۔
علاوہ ازیں اس سے فخر، تکبر، فضول خرچی، ریاکاری اور نام ونمود کا شائبہ پیدا ہوتا ہے۔ سوچنا چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک طرف یہ ارشاد فرماتے ہیں اور امت کو اس قسم کی تلقین کرتے ہیں۔ دوسری طرف عام لوگوں کی فضول خرچی کا یہ عالم ہے کہ ایک ایک آدمی کپڑوں کے اتنے جوڑے سلاتا ہے کہ ان کی صحیح تعداد کا علم خود اسے بھی نہیں ہوتا۔ عیش وعشرت کے دلدادہ مردوں عورتوں کے لباس فاخرہ الگ ہوتے ہیں۔ ہر ایک کی سج دھج اور تکلفات کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا۔ اس کی تیاری میں بھاری لاگت آتی ہے۔ طرح طرح کی زیبائش اور آرائش کے نمونے چنے جاتے ہیں تاکہ ویسا کپڑا باوجود تلاش کے صرف ان کے پاس نکلے کہیں اور نظر نہ آئے۔ اس زمانے میں یہ وبا عام ہے۔
اس میں شک نہیں کہ پوشاک کی جنون کی حد تک آرائش اور زیبائش آج کل فضول خرچی اور اسراف کی آخری حدوں کو چھورہی ہے اور جو لوگ اس مرض میں مبتلا ہیں وہ ٹھیک شیطان کے بھائی بندوں کا کردار ادا کررہے ہیں۔
کون جانتا ہے کہ یہ اپنا حلال مال دونوں ہاتھوں سے لٹارہے ہیں یا حرام مال؟ جب کہ غریب مسلم عوام فاقہ مستی اور تنگ حالی سے دوچار ہیں۔ ستر پوشی اور تن ڈھانکنے کے لیے ان کے پاس کپڑے نہیں ہیں۔
یہ حکمران اور مالدار اگر اپنا فاضل سرمایہ اور زائد روپیہ اپنی رعیت اور اپنے بھائی بندوں پر خرچ کریں تو انہیں اس پر اجر ملے گا۔ اس کے علاوہ ثواب عظیم کے حق دار ہوں گے اور ان کا شمار ان لوگوں میں ہوگا جن کی بابت ارشاد ہے:

﴿ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ﴾ (٥/ المائدة: ٢)

''اور دیکھو! نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو۔'' لیکن

﴿ وَأَنَّىٰ لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِن مَّكَانٍ بَعِيدٍ ﴾ (٣٤/ سبا: ٥٢)

''اب اتنی دور سے (ایمان تک) ان کی پہنچ کہاں ہوسکتی ہے۔''

گزر بسر کیونکر ہوگا؟ کہا: میرے ساتھ آئیے! ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ آپ کے لیے کچھ مقرر کریں گے، چنانچہ دونوں ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، انہوں نے کہا: میں آپ کے لیے ایک مہاجر کے بقدر روزینہ مقرر کرتا ہوں۔ نہ اس سے زیادہ نہ کم اور سردی گرمی کے لیے ایک جوڑا جب وہ پرانا ہوگا تو اس کی جگہ دوسرا جوڑا آپ لیں گے۔ اس طرح دونوں نے نصف بکری آپ کے لیے مقرر کی، سر اور تن و توش ڈھانکنے کے لیے پوشاک کا نظم فرمایا۔ (طبقات ابن سعد، ۳/۱۳۷)

طبرانی نے اپنی معجم میں حضرت حسن بن علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت ابوبکر کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: عائشہ! دیکھو وہ دودھاری اونٹنی جس کا ہم دودھ پیتے تھے، پیالہ جس میں ہم سالن استعمال کرتے تھے، چادر جسے ہم اوڑھتے تھے (یہ سب کہاں ہے لے آؤ!) جب تک میں مسلمانوں کے امور کا والی تھا ہم ان سے فائدہ اٹھاتے رہے۔ جب میں مرجاؤں تو ان چیزوں کو (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ کے حوالہ کردینا۔ (تاکہ وہ اسے بیت المال میں جمع کرادیں۔) [1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں حضرت مصعب بن عمیر ہمیں اپنے سامنے سے آتے ہوئے نظر آئے۔ آپ کے تن پر ایک چادر تھی جس پر ایک پیوند چمڑے کا لگا ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ دیکھا پھر حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کی پچھلی راحت کی زندگی آپ کو یاد آئی تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ پھر آپ نے فرمایا: ''بھلا بتلاؤ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم صبح ایک جوڑا پہنو گے اور شام کو اسے بدل کر دوسرا پہنو گے؟ ایک طشت تمہارے سامنے رکھا جائے گا، دوسرا اٹھایا جائے گا اور تم اپنے گھروں میں اسی طرح پردے ڈالے رہو گے جیسے خانہ کعبہ کو غلاف چڑھایا جاتا ہے؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! پھر تو ہماری اس وقت کی حالت آج سے بہتر ہوگی، ہمیں معاش کی یوں فکر نہ ہوگی، عبادت (وغیرہ) کے لیے خوب فارغ رہیں گے؟ فرمایا: ''نہیں! ان دنوں کی بہ نسبت آج تمہاری حالت زیادہ بہتر ہے۔'' [2]

---

[1] حسن، المعجم الکبیر للطبرانی، ۱/ ۶۰۔

[2] اسنادہ ضعیف، سنن الترمذی، کتاب صفة القیامة، باب حدیث علی فی ذکر مصعب بن عمیر: ۲۴۷۶، راوی کی جہالت کی وجہ سے ضعیف ہے۔ =

”جب تمہیں دلی سکون محسوس ہونے لگے تمہارا جسم تندرست وتوانا ہو اور ایک دن کا اناج تمہارے پاس موجود ہو تو یوں سمجھنا تمہیں پوری دنیا مل گئی ہے۔“

(شعب الایمان: ۱۰۳۶۲، صحیح جامع الصغیر: ۶۰۴۲۔)

شوہر کی فاقہ مستی کے باوجود بیوی کا صبر کرنا [1]

احادیث نبوی ﷺ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بابت منقول ہے کہ آپ نے حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا: بھتیجے

= پیغمبر علیہ علیہ السلام نے بجا ارشاد فرمایا کیونکہ آج مسلمان بلکہ اکثر مسلمانوں کے سامنے دنیا پھیلا دی گئی ہے۔ان کے سامنے بکثرت مال ودولت کے انبار لگے ہیں، جس کی وجہ سے وہ سامان عیش پر اترانے لگے ہیں۔راحت وآرام ان کی گھٹی میں پڑ چکا ہے۔وہ لذت پسندی اور شہوت میں ڈوب کر رہ گئے ہیں اور دوسری طرف جہاد، فرائض کی ادائیگی اور واجبات سے انہوں نے منہ موڑ لیا ہے اور دنیا کے پیچھے کتوں کی طرح اس طرح دیوانے بنے ہوئے ہیں کہ پچھلی قوموں کی بیماری انہیں بھی لگ چکی ہے جس کے نتیجہ میں ان کے اندر لڑائی، جھگڑا، تفرقہ اور بزدلی پیدا ہو چکی ہے۔آج ان کے دشمنوں نے کان کھڑے کر لیے ہیں۔ان پر اپنا تسلط جمانا شروع کر دیا ہے، مسلمانوں کی دولت وسلطنت ان کے ہاتھوں سے چھن رہی ہے اور دنیا تو درکنار ان کا دین بھی برباد ہوا جا رہا ہے اور دین کا جانا سب سے بڑا خسارہ ہے۔

[1] اسی طرح شوہر کی بدصورتی پر جسے عورت نے کسی زور زبردستی کے بغیر اپنی مرضی سے اپنے لیے بطور خاوند پسند کیا۔عورت کو صبر وشکر کرنا چاہیے اس مناسبت سے ایک نہایت عمدہ حکایت نقل کی جاتی ہے:

ایک شخص اپنی بیوی کے پاس پہنچا۔یہ شخص بڑا بدصورت، پست، قامت اور حقیر تھا۔عورت بن سنور کر آراستہ تھی اور وہ خود بھی پہلے سے نہایت حسین وجمیل تھی۔جب شوہر نے اسے دیکھا تو اس کی نظر میں اس کا حسن وجمال اور بھی سوا ہو گیا۔شوہر بے ساختہ اسے نظر بھر کر دیکھنے لگا۔اہلیہ نے کہا تمہیں کیا ہوا؟ شوہر نے کہا الحمد للہ، اللہ کی قسم! تم اور بھی حسین لگ رہی ہو۔اہلیہ نے کہا دیکھو! مبارک ہو ہم تم دونوں جنت میں ہوں گے۔شوہر نے کہا: لیکن تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا؟ اہلیہ نے کہا دیکھو تمہیں مجھ جیسی بیوی ملی۔تم نے اللہ کا شکر ادا کیا۔مجھے تم جیسا خاوند ملا میں نے صبر کیا اور صبر وشکر کرنے والے دونوں جنتی ہیں۔

یہ بھی حکایت ہے کہ ایک بادشاہ اپنے وزیر کی معیت میں ایک غار نما سرنگ سے گزرا۔اس کے اندر آگ کی روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔بادشاہ اس طرف گیا تو دیکھا ایک شخص پرانے کپڑے پہنے، مٹی کے ایک تودے سے ٹیک لگائے بیٹھا ہے اور اس کے سامنے مٹی کے برتن میں معمولی کھانا لگا ہوا ہے۔سامنے بیٹھی ہوئی اس کی بیوی اس کے ساتھ ایسے آداب برت رہی ہے جیسے بادشاہوں کے سامنے کوئی آداب بجا لاتا ہے اور خاوند بھی اس کے ساتھ یوں پیش آ رہا ہے جیسے وہ عورت تمام عورتوں کی سردار ہے۔بادشاہ نے جو یہ دیکھا تو اسے بڑا رشک آیا۔اس نے کہا: نیک صالح لوگوں نے سچ کہا ہے کہ آج یہ جس لذت اور راحت وسکون میں ہیں اگر دنیا کے بادشاہوں کو اس کا علم ہو جائے تو ان کی لذت اور راحت چھیننے کے لیے ان سے جنگ چھیڑ دیں!

(بھانجے) ہم دو ماہ کے عرصہ میں ایک چاند سے دوسرے چاند تک مسلسل تین چاند دیکھ لیتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے میں کسی گھر چولہا نہیں جلتا تھا! میں نے عرض کیا: خالہ پھر تمہارا کھانا کیا ہوتا؟ فرمایا: دونوں سیاہ چیزیں، یعنی کھجور اور پانی۔ اس کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ انصار پڑوسی بھی تھے جن کے پاس مانگے کی کچھ بکریاں [1] ہوتی تھیں وہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ دودھ بھیج دیا کرتے تھے جسے ہم سب پی لیتے تھے۔ [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان نے مسلسل دو دن پیٹ بھر کر جو کی روٹی بھی نہیں کھائی یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے۔ [3]

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چھنے ہوئے آٹے کی روٹی بھی کبھی کھائی ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! بعثت کے بعد سے وفات پانے تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چھنے ہوئے آٹے کی روٹی نہیں کھائی تھی۔ [4]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پانے تک کبھی چپاتی دیکھی ہو یا بھنی ہوئی بکری کبھی اپنی آنکھوں سے دیکھی ہو۔ [5]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگتے ہوئے یہ کہا کرتے تھے:

((اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ اٰلِ مُحَمَّدٍ (صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ) كَفَافًا)) [6]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم......: ٦٤٥٩، ٢٥٦٧؛ صحیح مسلم، کتاب الزھد، باب الدنیا سجن المومن......: ٢٩٧٢۔

[2] جن کے دودھ سے فائدہ اٹھایا جا سکتا تھا۔

[3] صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم......: ٦٤٥٤؛ صحیح مسلم، کتاب الزھد، باب الدنیا سجن المومن......: ٢٩٧٠ (٧٤٤٥)

[4] صحیح بخاری، کتاب الأطعمة، باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وأصحابه......: ٥٤١٣۔

[5] صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم......: ٦٠٥٧۔

[6] ایک روایت میں قوت کا لفظ وارد ہے۔ یعنی گزارے کے لائق خوراک۔ یعنی اس قدر روزی جو نہ ضرورت سے کم ہو نہ زیادہ۔ اس کے کئی فائدے ہیں۔ منجملہ ان میں سے یہ ہے کہ زیادہ ناز ونعم میں پڑنے کی وجہ سے جسم پھول جاتا ہے، نفس موٹا ہو جاتا ہے اور جذبات سرد پڑ کر بجھ جاتے ہیں۔

وَقِيلَ قُوتًا ❶))

❶ صحيح بخاري، كتاب الرقاق، باب كيف كان عيش النبي ﷺ......: ٦٤٦٠؛ صحيح مسلم، كتاب الزهد، باب الدنيا سجن المومن......: ١٠٥٥ (٧٤٤٠)

کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ اس قدر تنگی اور ترشی کی آخر کیا ضرورت تھی؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ناز ونعمت اور عشرت پسندی اس امت کے لیے زیب نہیں دیتی جو شرافت اور عظمت کی تعمیر کے لیے کوشاں اور سرگرم عمل ہو، جو تاریخ کے صفحات کو درخشاں بنانے کا اہم کارنامہ انجام دینے جا رہی ہو۔ حضور ﷺ اکثر یہ کہا کرتے تھے" ناز ونعمت سے بچو۔ اس لیے کہ اللہ کے بندے ناز ونعمت پسند نہیں کرتے۔" (اسنادہ ضعیف، مسند احمد، ٥/ ٢٤٣: ٢٢١٠٥، بقیہ بن ولید مدلس ہیں اور سماع مسلسل کی تصریح نہیں ہے۔) اس روایت کے اندر قوم کے لیڈران اور سربراہوں کے لیے بھی عبرت کا سامان ہے۔ جو باطل طریقہ سے قومی املاک ہڑپ کرنے کے درپے ہیں۔ یہ روایت انہیں تنبیہ کرتی ہے کہ وہ اس فعل سے باز آ جائیں نیز اس سے اصحاب صفہ (درسگاہ نبوی کے طالبین) کی فضیلت بھی واضح ہو جاتی ہے جو فاقہ مست ہوتے تھے۔ بھوک سے بدحال ہوتے تھے۔ حضور ﷺ اور آپ کے اصحاب چاہتے تو انہیں آسودہ کر سکتے تھے۔ مسلمانوں کے مال غنیمت سے ان کے لیے کشادگی کے دروازے کھول سکتے تھے۔ لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا۔ اس لیے کاش ان دولت مند گھرانوں کی آنکھیں کھل جائیں جو صرف اپنی راحت اور فضول خرچی میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان لیڈروں اور سربراہوں کی آنکھیں کبھی ٹھنڈی نہ ہوں جو قوم کی زبوں حالی کے باوجود اپنے شیش محلوں کی تعمیر کر رہے ہیں۔ نیز یہ روایت عام مسلمانوں کو سادہ زندگی گزارنے اور فضول خرچی سے باز آنے کی زبردست تلقین کرتی ہے ان کے سامنے زندگی کے میدان میں کم سے کم پونجی لے کر زیادہ سے زیادہ سکون اور چین کی زندگی گزارنے کے مواقع فراہم کرتی ہے۔

حضور ﷺ کی روز مرہ زندگی میں اکثر ایسا ہوتا تھا کہ صبح دم جب آپ کاشانۂ نبوت پر تشریف لاتے تو پوچھتے: " کیا کھانے کے لیے کوئی چیز ہے؟" اگر جواب نفی میں ہوتا تو آپ فرماتے: " پھر آج میرا روزہ ہے۔" یعنی اس روز آپ نفل روزہ رکھ لیتے تھے۔ نفل روزے میں صبح کے بعد بھی نیت کافی ہے۔ البتہ فرض روزے کے لیے صبح صادق سے قبل نیت کرنا واجب ہے۔

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک روز اہلیہ کے پاس تشریف لائے اور ان سے کھانا لانے کے لیے کہا: انہوں نے عرض کی ہمارے پاس سوکھی روٹیوں کے سوا کچھ نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہی ٹکڑوں کو لیا۔ تھوڑے پانی اور سرکہ میں انہیں بھگو دیا اور سیر ہو کر کھا لیا۔ پھر فرمایا: وہ شخص نامبارک ہو جو اپنے پیٹ میں آگ داخل کرتا ہے۔

ہم سردست جو اسلامی ازدواج کے موضوع پر گفتگو کر رہے ہیں۔ کیا ہی بہتر ہوگا کہ ہم بھی اپنی اہلیہ سے ان واقعات کا تذکرہ کریں اور زندگی گزارنے کی ضرورت پر زور دیں۔ گھر کی معاشی صورتحال کا پھر سے صحیح نقشہ بنائیں اور خوب سمجھ لیں کہ فضول خرچی کی وجہ سے کس طرح خاندان تباہ ہوئے ہیں۔ گھر کے گھر قرضوں تلے ڈوب جاتے ہیں۔ افراد کا شیرازہ بکھر جاتا ہے۔ اس فضول خرچی کے ہاتھوں میاں بیوی میں علیحدگی اور دوری پیدا ہو جاتی ہے۔ جب کہ یہ اسراف اور فضول خرچی صرف اس لیے کی جاتی ہے تاکہ لوگوں کو جھوٹ موٹ خوش کیا جائے۔ شہرت اور جھوٹی ناموری حاصل کی جائے۔

''الٰہی ! محمد (ﷺ) کے گھر والوں کی روزی بقدر کفایت بنا۔''

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ایک بار حضور ﷺ کے پاس تشریف لائیں اور عرض کیا کہ ہاتھ سے چکی پیسنے کی وجہ سے ہاتھوں میں نشانات پڑ گئے ہیں۔ آپ کو یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ خدمت اقدس میں کچھ باندیاں آئی ہوئی ہیں لیکن آپ کو ان میں سے کوئی نہیں ملی۔ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کا تذکرہ کیا۔ جب حضور ﷺ تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان باتوں کو آپ کے گوش گزار کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس کے بعد حضور ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے۔ ہم آرام کرنے کے لیے لیٹ چکے تھے۔ آپ کو دیکھ کر اٹھنا چاہا تو فرمایا: ''لیٹے رہو!'' پھر آپ میرے اور فاطمہ کے بیچ میں اس طرح بیٹھ گئے کہ میں نے قدم مبارک کی ٹھنڈک اپنے پیٹ پر محسوس کی۔ پھر فرمایا: ''سنو! تم دونوں نے جو طلب کیا کیا اس سے بہتر چیز میں تمہیں نہ بتادوں؟ جب تم سونے کے لیے اپنی خواب گاہ پہنچو'' یا فرمایا: ''اپنے بستر پر پہنچو تو سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ، الحمد للہ ۳۳ مرتبہ اور اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ پڑھ لیا کرو۔ یہ تمہارے لیے خادم سے زیادہ بہتر ہے۔'' [1]

☆ حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

جب میرا نکاح زبیر رضی اللہ عنہ سے ہوا تو ان کے پاس نہ مال تھا نہ جائیداد۔ ایک گھوڑا تھا اور ایک اونٹ، پانی لاد کر لانے والا۔ میں ہی گھوڑے کو چارا دیتی تھی۔ (امام مسلم نے یہاں یہ اضافہ کیا ہے۔) میں ہی اس کی خدمت کرتی تھی اور اونٹ کو کھجور کی گٹھلیاں کوٹ کر دانہ کے طور پر کھلاتی تھی۔ میں ہی پانی بھر کر لاتی۔ پانی کا ڈول پھٹ جاتا تو اس کو خود ہی سیتی تھی۔ [2]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب فرض الخمس، باب الدلیل علی أن الخمس لنوائب رسول الله ﷺ: ۳۱۱۳، ۵۳۶۱؛ صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب التسبیح اول النهار ......: ۲۷۲۷۔
کاش ان لیڈروں کو اسی کا احساس ہو جو اپنے اہل وعیال کو خوشحال رکھنے کے درپے ہیں۔ جب کہ ان کی قوم محنت مشقت، بھوک اور برہنگی سے بدحال اور ذلیل وخوار ہوئی جارہی ہے۔

[2] اللہ کے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ حکایت منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ اپنے صاحبزادے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے ملاقات کے لیے مکہ تشریف لے گئے۔ گھر پہنچے تو وہ موجود نہیں تھے۔ ان کی اہلیہ سے پوچھا۔ انہوں نے کہا وہ ہمارے لیے معاش کی تلاش میں کہیں گئے ہیں۔ آپ نے ان کی روزمرہ کی گزراوقات اور خانگی حالات کے بارے میں پوچھا۔ اہلیہ نے شکایت کے لہجہ میں کہا بدترین حالت ہے۔ ہم تنگی ترشی سے گزر بسر کرتے ہیں۔ ==

آٹا گوندھتی تھی پھر دو تہائی فرسنگ (دو میل) سے اپنے سر پر کھجور کی گٹھلیاں لاد کر لایا کرتی تھی یعنی کم و بیش ایک گھنٹہ کی مسافت سے۔ اس کے بعد میرے باپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

= حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: تمہارے شوہر آئیں تو انہیں سلام کہنا اور ان سے کہنا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل ڈالیں۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام واپس تشریف لائے تو جیسے آپ کو کچھ محسوس ہوا۔ آپ نے پوچھا۔ کیا کوئی یہاں آیا تھا؟ اہلیہ نے کہا ہاں! ایک بزرگ اس حلیہ کے آئے تھے۔ انہوں نے آپ کے بارے میں پوچھا میں نے بتا دیا۔ پھر ہماری گزر اوقات کے بارے میں سوال کیا۔ میں نے بتا دیا کہ ہم محنت مشقت اور تنگی ترشی سے گزر بسر کرتے ہیں۔ فرمایا وہ کچھ اور کہہ گئے ہیں؟ کہا ہاں! مجھ سے کہا تھا کہ آپ کو سلام کہہ دوں اور ان کا یہ حکم سنا دوں کہ آپ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل دیں۔ آپ نے فرمایا وہ میرے والد تھے۔ انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ تم سے علیحدگی اختیار کرلوں۔ اس لیے تم اپنے میکے چلی جاؤ۔ چنانچہ آپ نے اسے طلاق دے دی اور ایک دوسری خاتون سے نکاح کیا۔

ایک عرصہ تک ابراہیم علیہ السلام جہاں (فلسطین میں) تھے وہیں رہے۔ اس کے بعد دوبارہ مکہ مکرمہ تشریف لائے۔ لیکن حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اس مرتبہ بھی نہیں ملے۔ اندر بہو کے پاس تشریف لائے اور آپ کی بابت پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ وہ فکر معاش میں کہیں گئے ہیں۔ آپ نے پوچھا تمہاری گزر بسر کیسے ہوتی ہے؟ اس طرح ان کی دیگر گزر اوقات کی بابت دریافت کیا تو اہلیہ نے عرض کیا۔ ہم خیر و عافیت اور فراغت سے ہیں۔ اللہ کا شکر و احسان ہے۔ آپ نے فرمایا تمہارا کھانا کیا ہے؟ کہا گوشت۔ پھر پوچھا تمہارا مشروب کیا ہے؟ عرض کیا پانی۔ فرمایا الٰہی ان کے گوشت اور پانی میں برکت عطا فرما۔ پھر فرمایا جب تمہارے شوہر آئیں تو انہیں میرا سلام کہنا اور ان سے کہنا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدستور باقی رہنے دیں۔

جب اسمٰعیل علیہ السلام واپس لوٹے اور اہلیہ سے پوچھا کہ کیا کوئی یہاں آیا تھا؟ اہلیہ نے کہا ہاں! ایک نیکصورت، اچھے حال کے بزرگ آئے تھے۔ اہلیہ نے اور بھی ان کی تعریف کی۔ پھر مجھ سے آپ کے بارے میں پوچھا۔ روزمرہ کی گزر بسر کے بارے میں استفسار کیا۔ میں نے کہا ہم خیر و عافیت سے ہیں۔ فرمایا انہوں نے کسی چیز کی تاکید بھی کی تھی؟ کہا ہاں! انہوں نے آپ کو سلام کہا اور یہ حکم دے گئے ہیں کہ اپنے گھر کی چوکھٹ باقی رہنے دیں۔ آپ نے فرمایا وہ میرے والد تھے اور چوکھٹ سے مراد تم ہو۔ انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں اپنے ساتھ رکھوں تمہاری نگہداشت کروں۔ (صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب (۱۰): ۳۳٦٤، ۳۳٦٥)

اس عمدہ حکایت کی مناسبت سے بعض کے دل میں یہ سوال ابھر سکتا ہے کہ آیا شرعی طور پر لڑکا اس کا پابند ہے کہ اپنے والد یا والدہ کے کہنے پر اپنی بیوی کو طلاق دے دے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اجازت ایسی عام نہیں ہے بلکہ پہلے یہ دیکھنا ہوگا کہ جو ماں باپ طلاق کا حکم دے رہے ہیں وہ خود کیسے ہیں؟ اگر وہ دانا، پرہیزگار اور ہوا و ہوس سے پاک صاف ہیں تو بیٹے کو ان کے حکم کی تعمیل کرنی چاہیے۔

پہلے گزرا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے (نہیں بلکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے) اپنے صاحبزادے سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ اپنی اہلیہ کو طلاق دے دیں۔ انہوں نے فوراً طلاق دے دی لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے دانا اور فرزانہ تھے کیا سب باپ ایسے ہو سکتے ہیں۔۔۔؟

نے ایک خادم میرے پاس بھیج دیا جس کی وجہ سے گھوڑے کی خدمت سے مجھے خلاصی مل گئی۔ گویا بڑی قید سے میں آزاد ہوگئی۔ [1]

اہلیہ کے نان نفقہ کی ترغیب

احادیث نبوی ﷺ

''ایک وہ دینار، جس کو تم نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا، ایک وہ دینار جسے تم نے کسی مسکین پر خیرات کیا اور ایک وہ دینار جسے تم نے اپنے اہل و عیال پر خرچ کیا۔ ان میں سب سے زیادہ اجر و ثواب کا باعث وہ دینار ہے جسے تم نے اپنے اہل و عیال پر خرچ کیا ہے۔'' [2]

''جس سرمایہ کو تم اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے خرچ کرو گے اس پر تمہیں اجر ملے گا، یہاں تک کہ جس لقمہ کو تم اپنی اہلیہ کے منہ میں ڈالو گے (اس پر بھی تمہیں اجر ملے گا)۔'' [3]

''جب آدمی اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہے اور اس سے ثواب کی امید رکھتا ہے تو وہ اس کے لیے صدقہ ہو جاتا ہے۔'' [4]

''تم جو کچھ اپنی خورد و نوش پر خرچ کرو گے وہ بھی صدقہ ہے، جو اپنی اولاد کو کھلاؤ پلاؤ گے وہ بھی صدقہ ہے اور جو کچھ تم اپنی اہلیہ کو کھلاؤ گے وہ بھی صدقہ ہے۔'' [5]

اہل و عیال کے ساتھ کنجوسی پر وعید

آیت قرآنی

---

[1] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الغیرة: ٥٢٢٤؛ صحیح مسلم، کتاب السلام، باب جواز إرداف المرأة الاجنبية......: ٢١٨٢۔
اس حدیث کا بقیہ حصہ ''پسندیدہ اور ناپسندیدہ غیرت'' کے زیر عنوان ملاحظہ ہو!

[2] صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب فضل النفقة علی العیال......: ٩٩٥۔

[3] صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب ماجاء ان الاعمال بالنية......: ٥٦؛ صحیح مسلم، کتاب الوصية بالثلث: ١٦٢٨۔ [4] صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب ماجاء أن الاعمال بالنية......: ٥٥؛ صحیح مسلم، کتاب الزکوٰة، باب فضل النفقة والصدقة علی الاقربين......: ١٠٠٢۔ [5] حسن، مسند احمد، ٤/ ١٣١: ١٧١٧٩، نیز دیکھیے سنن ابن ماجه، کتاب التجارات باب الحث علی المكاتب: ٢١٣٨۔

﴿ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴾

(۲۵/ فرقان:٦٧)

''اور وہ لوگ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ بے جا اڑاتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں بلکہ اعتدال کے ساتھ (نہ ضرورت سے زیادہ نہ کم۔)''

احادیث نبوی ﷺ

''کسی آدمی کا یہی گناہ بہت بڑا ہے کہ جن لوگوں کے خرچ کا وہ ذمہ دار ہے ان کی روزی کو ضائع کرے۔'' [1]

''ہر نگران کار سے اپنی زیر نگرانی چیزوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ جواب طلب کرے گا کہ آیا اس کی حفاظت کی یا ضائع کیا؟ یہاں تک کہ آدمی سے اپنے اہل و عیال کے بارے میں بھی پوچھا جائے گا۔'' [2]

اہل وعیال کے لیے دوڑ دھوپ کرنا کار ثواب ہے

احادیث نبوی ﷺ

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

حضور ﷺ کے سامنے سے ایک شخص گزرا۔ صحابہ کرام نے اس کی توانائی، چستی اور سرگرمی دیکھی تو عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کاش اس کی یہ سرگرمی سب اللہ کی راہ میں ہوتی۔ آپ نے فرمایا: ''اگر یہ اپنے چھوٹے بچوں کے لیے دوڑ دھوپ کر رہا ہے تو وہ اللہ کی راہ میں ہے، اگر اپنے بوڑھے ماں باپ کے لیے تگ و دو کر رہا ہے تو وہ اللہ کی راہ میں ہے اور اگر ریا کاری اور نام و نمود کے لیے بھاگ دوڑ کر رہا ہے تو وہ شیطان کے لیے ہے۔'' [3]

''آدمی جتنے کا زیر بار ہوتا ہے اللہ کی طرف سے اتنی ہی امداد آتی ہے اور جتنی بڑی

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل النفقة علی العیال......: ۹۹٦۔

[2] ضعیف، السنن الکبریٰ للنسائی: ۹۱۲۹، ۹۱۳۰؛ ابن حبان: ٤٤۹۲، قتادہ مدلس ہیں اور سماع کی صراحت نہیں ہے۔ [3] حسن، المعجم الاوسط للطبرانی: ٤۲۲٦؛ کشف الاستار: ۱۸۷۱؛ السنن الکبریٰ للبیهقی، ۹/ ۲۵؛ حلیة الاولیاء، ٦/ ۱۹٦، ۱۹۷۔

مصیبت آتی ہے اتنی ہی صبر کی توفیق ملتی ہے۔'' 1

'' روزانہ جب اللہ کے بندے صبح دم اٹھتے ہیں تو دو فرشتے (آسمان سے) اترتے ہیں۔ ایک کہتا ہے: الٰہی سخی کو عوض عطا فرما، دوسرا کہتا ہے: الٰہی کنجوس کا مال ہلاک کر۔'' 2

بخیل شوہر کا حکم

حدیث نبوی ﷺ

حضرت ہند زوجہ ابوسفیان کہتی ہیں:

اے اللہ کے رسول (ﷺ)! ابوسفیان بخیل آدمی ہیں، وہ مجھے اتنا نہیں دیتے جو میرے اور میرے بچے کے لیے کافی ہو۔ سوائے اس کے جسے میں ان کی لاعلمی میں لے لوں (تب میرے لیے کافی ہوتا ہے)۔ فرمایا: '' دستور کے مطابق جو تمہارے اور تمہارے بچے کے لیے کافی ہو سکے اتنا بلا اجازت لے سکتی ہو۔'' 3

---

1 حسن، کشف الاستار: ۱۲۰۶؛ البحر الزخار: ۸۸۷۸؛ شعب الایمان للبیھقی: ۹۹۵۴۔

2 صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب اجر المرأۃ اذا تصدقت......: ۱۴۴۲؛ صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فی المنفق والمسك: ۱۰۱۰۔

3 صحیح بخاری، کتاب النفقات، باب اذا لم ینفق الرجل......: ۵۳۶۴۔

حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اشد ضروری چیز بغیر پوچھے لینے کی اجازت ہے جس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو۔ مرد کی بخیلی کا ذکر آیا تو ایک نادر لطیفہ یاد آ گیا۔ کہتے ہیں کہ ایک عورت اپنے شوہر سے جھگڑا کر رہی تھی کیونکہ وہ خرچ میں حد سے زیادہ تنگی کرتا تھا۔ عورت نے کہا۔ اللہ کی قسم! چوہے بھی صرف وطن کی محبت کے سبب اس گھر میں پڑے ہوئے ہیں ورنہ انہیں خوراک پڑوس کے گھروں سے مل جاتی ہے۔

شوہر کی بخیلی اور اخراجات میں سخت گیری کا مناسب حال واقعہ ایک وہ ہے جس کو علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب (الاذکیاء، اردو ترجمہ لطائف علمیہ) میں لکھا ہے:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اور ایک دوسرے عرب نوجوان کا منگنی کا پیغام ایک ہی وقت میں ایک عورت کے پاس پہنچا، نوجوان خوبصورت تھا۔ عورت نے دونوں کو طلب کیا اور کہا تم دونوں نے منگنی کا پیغام بھیجا ہے لہٰذا میں سنے اور دیکھے بغیر کسی کو کوئی جواب نہیں دوں گی اس لیے اگر چاہو تو فلاں وقت حاضر ہو جاؤ! دونوں منگیتر مقررہ وقت پر آئے۔ عورت نے دونوں کو ایسی جگہ بٹھایا جہاں سے انہیں دیکھ سکتی تھی اور ان کی باتیں سن سکتی تھی۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی نظر نوجوان پر پڑی اور اس کا حسن و جمال اور اس کی حالت دیکھی تو آپ رشتہ سے مایوس ہو گئے اور یقین کر لیا کہ عورت اسی نوجوان کو پسند کرے گی۔ آخر آپ کو ایک تدبیر سوجھی۔ آپ نوجوان کی طرف مڑے اور اس سے کہا: تم ==

کثرت اولاد کی ترغیب 1

آیات قرآنی

﴿ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ ﴾ (٣٦/ يس: ١٢)

= حسن و جمال اور قوت گویائی سے مالا مال ہو گیا اس کے سوا بھی تمہارے پاس کچھ ہے؟ اس نے کہا ہاں! پھر اس نے اپنی مزید کچھ خوبیاں گنوائیں پھر چپ ہو گیا۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: حساب کتاب کیسا رکھتے ہو؟ اس نے کہا: میں اپنے حساب میں کوئی چیز باقی نہیں رہنے دیتا اور جورائی کے برابر بھی کوئی چیز رہتی ہے تو میں اسے وصول کر لیتا ہوں۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ لیکن میرا حال یہ ہے کہ میں تھیلی گھر کے کونے میں رکھ چھوڑتا ہوں اور گھر والے جس قدر چاہتے ہیں خرچ کرتے ہیں اور جب دوبارہ روپیہ طلب کرتے ہیں تب مجھے پتہ چلتا ہے کہ پہلا روپیہ ختم ہو گیا ہے۔ عورت نے (اپنے دل میں) کہا بخدا! حساب کتاب نہ لینے والا یہ بوڑھا اس نوجوان سے بہتر ہے جو رائی برابر چیز بھی چھوڑنے کا نام نہ لے۔ اس کے بعد اس نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے شادی کر لی۔

1 کہاں پیغمبر علیہ السلام کا یہ ارشاد جس میں آپ کثرت اولاد کی ترغیب دیتے ہیں اور آبادی میں اضافہ پر زور فرما رہے ہیں کیونکہ کثرت آبادی میں مختلف معاشی، فوجی اور سیاسی مفاد مضمر ہیں اور کہاں سامراج اور ان کے پٹھو ملکوں کا ترقی پذیر ملکوں میں یہ پروپیگنڈہ کہ آبادی کم کی جائے، خاندانی منصوبہ بندی پر عمل کیا جائے۔ افسوس خود ہمارے بعض بھائی بند اس پروپیگنڈے کا شکار ہوتے جا رہے ہیں اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ ترقی پذیر ملکوں میں غذائی اجناس کی بھاری قلت پائی جاتی ہے اس لیے قحط سالی اور بھوک مری کا سخت خطرہ لاحق ہے۔ کیسی سخت بات ہے جو ان کے منہ سے نکل رہی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ جو کچھ کہتے ہیں محض جھوٹ ہے۔

اس لیے کہ ان ملکوں میں آبادی کی کثرت قحط سالی کا سبب نہیں ہے۔ اصل سبب تو یہ ہے کہ وہاں کی اکثر زمینیں کاشت کے لائق نہیں ہیں اور اگر اس قسم کا پروپیگنڈہ کرنے کی بجائے یہ سامراجی طاقتیں بنجر زمینوں کو کاشت کے لائق بنانے میں ان ترقی پذیر ملکوں کی مدد کریں تو ان کی آبادی بڑھ جانے کے باوجود یہ خود کفیل بن سکتے ہیں۔ آخر یہی ظالم سامراج فلسطین کی افتادہ زمینوں کی اصلاح کے لیے اپنی ناجائز اولاد اسرائیل کی کہاں تک مدد کر رہا ہے۔ جس کی وجہ سے یہ چھوٹا سا ملک اپنی قسم قسم کی پیداوار کا بڑا حصہ دوسرے ملکوں کو برآمد کر رہا ہے۔ حالانکہ اسرائیل کی آبادی روز بروز بڑھ رہی ہے کیونکہ دنیا کے کونے کونے سے یہودی اپنے وطن کو چھوڑ کر اس ملک کو آباد کر رہے ہیں۔ خصوصاً سوویت روس کے یہودی اس میں پیش پیش ہیں۔

متحدہ عرب جمہوریہ مصر کی مثال ہمارے سامنے ہے جس کو نمونہ کے طور پر بار بار اس لیے پیش کیا جاتا ہے کہ آبادی بڑھنے سے وہاں بھوک مری کا خطرہ ہے۔ حالانکہ مصر کے سابق صدر جمال عبدالناصر نے ''سوشیلا برس ایجنسی'' کو جو انٹرویو دیا تھا اس میں یہ صراحت موجود ہے کہ مصر کی ۹۷% فیصد زمین کاشت کے لائق ہے جس میں سر دست صرف ۴% زمین پر کاشت کی جا رہی ہے۔ باقی تمام زمینیں یونہی پڑی ہوئی ہیں۔

(صوت الاسلام، عدد ۸۴ ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ اکتوبر ۱۹۵۹) ==

= یہ بھی عجیب شرمناک حقیقت ہے کہ موجودہ استعماری طاقتیں مصر کو آبادی پر کنٹرول کا مشورہ دیتی ہیں جہاں کی گنجان آبادی کا یہ حال ہے کہ ایک مربع کلومیٹر کے رقبہ میں صرف گیارہ آدمی آباد ہیں اس سے زیادہ نہیں اور کل آبادی ۳۷ملین افراد پر مشتمل ہے۔ لیکن یہ نانجار ریاستہائے متحدہ امریکہ کو ضبط تولید اور برتھ کنٹرول کی تلقین نہیں کرتے جہاں کی آبادی دو سو ملین سے زیادہ ہے اور گنجان آبادی کا تناسب یہ ہے کہ ایک مربع کلومیٹر کے رقبہ میں ۲۵ آدمی آباد ہیں۔ انگلینڈ کے بسنے والوں کو یہ تلقین نہیں کی جاتی جہاں کی کل آبادی ۵۵ ملین ہے۔ گنجان آبادی کا تناسب یہ ہے کہ ایک مربع کلومیٹر میں ۲۲۵ آدمی آباد ہیں۔ برتھ کنٹرول کا مشورہ تو ان ملکوں کو دیا جانا چاہیے۔ اسی طرح یورپین رشیہ کو یہ مشورہ دیا جانا چاہیے جہاں کی آبادی ۱۸۰ ملین اور گنجان آبادی کا تناسب ۱۲۵ افراد ہیں۔ مزید تعجب اس بات پر ہوتا ہے کہ دوسری طرف یہی ملک کثرت آبادی پر زور دیتے ہیں اور زائد بچے پیدا کرنے پر انعام سے نوازتے ہیں۔ مزید تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔ اس سے زیادہ تفصیل کے لیے استاذ حسین محمود یوسف کی کتاب ''اسلام میں خاندان کا مقام اور مخالف لہریں'' کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ حالیہ بحث سے متعلق قیمتی مواد اسی کتاب سے ماخوذ ہے۔ اس میں ذرہ برابر شک نہیں کہ برتھ کنٹرول کے اس پروپیگنڈے کے پیچھے غذائی اجناس کی قلت کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اصل خطرہ جس سے سامراجی قوموں کی نیند حرام ہوتی ہے یہ ہے کہ کہیں ترقی پذیر اور تیسری دنیا کے ان ملکوں کی آبادی زیادہ نہ ہو جائے۔ کیونکہ اگر ان کی آبادی بڑھتی گئی تو سامراج کے لیے خطرات بڑھ جائیں گے اور ان کی زندگی اجیرن ہو گی۔ پھر یہی نہیں کہ سامراجی طاقتیں برتھ کنٹرول کے لیے زبانی جمع خرچ پر اکتفا کرتی ہیں۔ بلکہ تلخ حقیقت یہ ہے کہ انسان دشمن ان قوموں نے اپنے شیطانی مشن کے لیے قوت اور جبری وسائل کو اختیار کرنا شروع کر دیا ہے۔ چنانچہ جنوبی افریقہ کے اصلی باشندوں اور فلپائن کے مسلمانوں کے خلاف چلائی جانے والی مہم اس کا کھلا ثبوت ہے۔

اسی کے ساتھ ساتھ یہ قومیں ترقی پذیر ملکوں کی غذائی امداد کے پیکٹوں میں مختلف مانع حمل دوائیں اور مرکبات رکھ کر روانہ کرنے کا ایک دوسرے کو مشورہ دیتی ہیں اور کبھی امداد لینے والی قوموں کو دھمکی دیتی ہیں کہ اگر وہ برتھ کنٹرول کی تدابیر پر عمل نہیں کریں گے تو ان کی امداد بند کر دی جائے گی۔ حالانکہ یہ امداد اتنی بھی نہیں ہوتی جس سے آبادی میں افزائش ہو سکے کیا اس سے بڑی خیانت اور سفاکی اور بھی کوئی ہو سکتی ہے؟

اسی سلسلے کا ایک مشورہ وہ ہے جس کا اظہار ولیم شوکلی پروفیسر استنفورڈ یونیورسٹی شکاگو نے کیا ہے۔ پروفیسر مذکور نے پوری ڈھٹائی سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ نیگرو باشندوں کو حکومت کے طرف سے امداد دینے کی بجائے انہیں اس لائق نہ رہنے دیا جائے کہ ان کے بچے پیدا ہوں۔ انہیں بانجھ یا ناقابل اولاد بنانے کا مطلب کھلم کھلا یہ ہوا کہ امریکہ کے نیگرو باشندوں کا مکمل نسلی خاتمہ کر دیا جائے۔ حالانکہ اگر امریکی انصاف سے کام لیں لیکن وہ انصاف کہاں سے کریں گے تو انہیں اس پروفیسر کو کسی جیل کی کال کوٹھری میں عمر قید کی سزا دے دینی چاہیے یا اسے جلاوطن کر دینا چاہیے۔ کیونکہ انسانی جذبات اور علمی امانت سے یہ شخص بے بہرہ اور خالی ہے۔

افسوس کہ استعماری اور سامراجی طاقتیں یہ سب ہتھکنڈے یہ جانتے ہوئے استعمال کر رہی ہیں کہ مانع حمل گولیوں اور دواؤں سے صحت پر خطرناک اثر پڑتا ہے اور پیدا ہونے والے بچوں کے چہرے مسخ ہو جاتے ہیں۔

اگر یہ بڑی طاقتیں انسانیت کی خدمت کے اپنے نام نہاد بلند بانگ دعوے میں سچی ہوتیں تو فراخ دلی سے نہیں تو کم از کم نہایت اشد ضروری چیزوں کے ذریعہ ترقی پذیر قوموں کی امداد کرتیں جو ہر چند کہ تنگی کے ساتھ گزر اوقات =

"اور جو اعمال وہ آگے بھیج چکے اور نشان پیچھے چھوڑ گئے (سب کو) ہم لکھتے ہیں۔"

﴿ وَقَدِّمُوا لِاَنْفُسِكُمْ ﴾ (۲/ البقرۃ:۲۲۳)

"اور اپنے لیے نیک عمل آگے بھیجو۔"

احادیث نبوی ﷺ

"محبت کرنے والی زیادہ بچے دینے والی عورتوں سے نکاح کرو کیونکہ تمہاری کثرت پر دیگر اقوام کے سامنے میں فخر کروں گا۔" [1]

"جب آدمی مر جاتا ہے تو اس کے سارے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں، سوائے تین اعمال کے: ① صدقہ جاریہ۔ ② علم جس سے دوسروں کو فائدہ پہنچتا رہے۔ ③ نیک اولاد جو اس کے حق میں دعائے خیر کرے۔" [2]

بچہ کے کان میں اذان

حدیث نبوی ﷺ

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

= کرتی ہیں۔ لیکن اس تنگی کا سبب ان کی گنجان آبادی نہیں بلکہ اس کی وجہ ان غریب پسماندہ ملکوں کا مالی اور اقتصادی بحران ہے جو بڑی حد تک انہی سامراجی طاقتوں کا پیدا کردہ ہے۔ حیرت ہے کہ بڑی طاقتیں اپنے ملکوں میں لاکھوں کتے پالنے کے لیے اربوں ڈالر پانی کی طرح بہادیتے ہیں جن کا حساب لگایا جائے تو پتہ چلے گا کہ ایک ایک کتے پر لگ بھگ بیس پاؤنڈ خرچ آتا ہے۔ جبکہ کتوں کی وجہ سے صحت پر پڑنے والے برے اثرات سورج کی طرح عیاں ہیں۔ اس طرح یہ طاقتیں انسانیت سوز اور مہلک ہتھیاروں کی دوڑ میں ایک دوسرے پر مسلسل بازی لے جانے کے لیے سرگرداں ہیں۔ آئے دن مہلک سے مہلک اسلحے ایجاد کیے جاتے ہیں اور پسماندہ اور غریب ملکوں کے ہاتھ اس طرح فروخت کیے جاتے ہیں کہ پہلے ایسے دو ملکوں کے درمیان سازش اور مختلف حیلہ بہانے سے دشمنی پیدا کرتے ہیں پھر ان کے ہاتھ مہلک اسلحہ فروخت کرتے ہیں۔ ستم بالائے ستم یہ کہ یہ سب ان ملکوں کی زمینوں کی اصلاح کے نام پر کیا جاتا ہے۔

علاوہ ازیں ہمارے قارئین کیا یہ جانتے ہیں کہ سرمایہ دار ملکوں کی آمدنی 87% ہے جب کہ ترقی پذیر ملکوں کی فی کس آمدنی صرف 7.5% فیصد سے زیادہ نہیں ہے۔

[1] حسن، سنن ابی داود، کتاب النکاح، باب النهی عن تزویج من لم یلد من النساء: ۲۰۵۰ (الف) سنن النسائی، کتاب النکاح، باب کراهية تزويج العقيم: ۳۲۲۹۔

[2] صحیح مسلم، کتاب الوصية، باب ما یلحق الانسان من الثواب......: ۱۶۳۱۔

جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں حضرت حسن بن علی کی پیدائش ہوئی تو میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کان میں اذان کہی۔ [1]

نومولود کے منہ میں چبا کر کوئی چیز دینا اور اس کے لیے دعا کرنا

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے یہاں لڑکا پیدا ہوا میں اسے لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس کا نام ابراہیم رکھا اور چھوہارا چبا کر اس کے منہ میں ڈالا، اس کے لیے برکت کی دعا فرمائی پھر اسے میرے حوالہ کر دیا۔ [2]

عقیقہ اور ختنہ کرنا واجب ہے [3]

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

''لڑکے کا عقیقہ کرنا (لازم) ہے اس کی طرف سے خون بہاؤ (یعنی قربانی کرو) اور

= گزشتہ سطروں سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ بڑی طاقتوں کا نسلی حد بندی کا زبردست پروپیگنڈہ تمام تر استعماری حیثیت رکھتا ہے اور اول درجہ میں اس کا فائدہ اسرائیل کو حاصل ہوتا ہے۔ اس لیے اس زہریلے پروپیگنڈے سے ہمیں ہوشیار رہنا چاہیے اور اپنے سامنے اپنے دلوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مدنظر رکھنا چاہیے ''محبت کرنے والی بکثرت اولاد پیدا کرنے والی عورتوں سے شادی کرو اس لیے کہ تمہاری کثرت سے میں دیگر اقوام کے سامنے فخر کروں گا۔'' اس میں شک نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ علمی اور معجزنما ارشاد ہے۔

[1] اسناده ضعيف، سنن ابی داود، كتاب الادب، باب فی المولود يؤذن فی أذنه: ٥١٠٥؛ سنن الترمذی، كتاب الاضاحی، باب الاذان فی أذن المولود: ١٥١٤، عاصم بن عبید اللہ ضعیف راوی ہے۔
(تنبیہ: کان میں اذان یا تکبیر کہنے کی کوئی بھی صحیح حدیث نہیں ہے، البتہ امت کا اجماع ضرور ہے، لہٰذا کان میں اذان کہنا جائز ہے لیکن تکبیر کا قطعاً جواز نہیں ملتا۔ ندیم)

[2] صحيح بخاری، كتاب الادب، باب من سمی بأسماء الانبياء: ٦١٩٨؛ صحيح مسلم، كتاب الآداب، باب استحباب تحنيك المولود......: ٢١٤۔

[3] ڈاکٹر صبری القبانی کی کتاب ''ہماری جنسی زندگی'' میں لکھا ہے:
ختنہ کرنا صحت وصفائی کی نہایت اونچی تدبیر ہے۔ ختنہ کرانے والا متعدد پیچیدہ امراض اور بیماریوں کے خطرات سے بچ جاتا ہے۔ ذیل میں اس کے چند فوائد ذکر کیے جاتے ہیں:
① قلفہ (عضو تناسل کی کھال) کاٹ کر علیحدہ کر لینے کے بعد روغنی اور چربی والے مواد سے حفاظت ہوتی ہے =

تکلیف (کی چیز یعنی بال) دور کرو۔'' [1]

''لڑکا اپنے عقیقہ کے عوض گروی (رہن) ہوتا ہے [2] اس کی طرف سے ساتویں دن

= جس سے خارش کا اندیشہ ہوتا ہے نیز سوجن اور بدبو کا ڈر پیدا ہوتا ہے۔

② زائد کھال کٹ جانے کے بعد ایستادگی کی حالت میں حشفہ (سپاری) سکڑنے کا خطرہ نہیں رہ جاتا۔

③ ختنہ کیے جانے کے بعد کینسر جیسے موذی مرض کا ڈر نہیں رہ جاتا۔ تحقیقات سے ثابت ہوتا ہے کہ عضو تناسل کا کینسر ان قوموں میں کہیں زیادہ ہے جن میں ختنہ کا رواج نہیں ہے۔ اس کے بالمقابل جن قوموں میں ختنہ کا شرعی اور مذہبی طور پر رواج ہے ان کے اندر مرض کم پایا جاتا ہے۔

④ بچوں کی جلد ختنہ کرا لینے کی صورت میں بستر پر بچوں کے پیشاب کا امکان بھی کم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جن بچوں کا ختنہ نہیں ہوتا ان کے قلفہ میں خارش کی وجہ سے بسا اوقات پیشاب خطا کر جاتا ہے۔

⑤ ختنہ کے بعد بدعادت (مشت زنی) وغیرہ سے بڑی حد تک بچاؤ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ (قلفہ) زائد چمڑے کی وجہ سے سپاری کے گرد تناسلی اعصاب میں تحریک ہوتی ہے اور سن بلوغ کے قریب بچہ کی عمر ہو جانے کے بعد وہاں کھجلی جیسی کیفیت ہوتی ہے۔ ایک دوبار کھجلا لینے کے بعد اگر لذت مل گئی تو یہ ایک کھیل بن جاتا ہے اور جوانی غارت ہو جاتی ہے۔

⑥ ختنہ کیے جانے کے بعد بالواسطہ جنسی قوت پر اثر پڑتا ہے۔ چنانچہ بعض تعلیمی درسگاہوں کے جائزے سے اس کا ثبوت ملتا ہے کہ ختنہ کیے گئے مردوں عورتوں کی مباشرت کی مدت دوسروں کے مقابلہ میں قدرے دراز ہوتی ہے۔ نیز اس سے مرد کو زیادہ لذت ملتی ہے اور عورت بھی زیادہ تسلی پاتی اور خوش ہوتی ہے۔

''فیلنجری'' نے تحقیق کے دوران ختنہ کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا ہے کہ ختنہ کا اصلی مقصد غالب رائے کے مطابق مدت جماع کی درازی ہے کیونکہ انتہائی لذت تک رسائی جس قدر ختنہ کیے گئے اعضا میں محسوس ہوتی ہے غیر مختون عضو میں اس کا ادراک کم ہوتا ہے۔۔۔۔۔ الخ

لیکن یہ امر بھی باعث افسوس ہے کہ بعض کٹر متعصب معالجین نے اس گندی ذہنیت کے ساتھ اپنے طلبا کو یہ تلقین کی ہے کہ ختنہ کرنا صحت کے لیے مضر ہے۔ حالانکہ ختنہ کے فوائد پر مشتمل دلیلیں ان کی نظروں کے سامنے موجود ہوتی ہیں۔

طبی رسالہ ''تمہارا معالج'' (شمارہ ۱۷۷ جلد ۱۵ ص ۱۰۰۴) میں لکھا ہے: اعداد و شمار کا تناسب بتاتا ہے کہ رحم کا کینسر مسلمان عورتوں کی بہ نسبت غیر مسلم خواتین میں (جن کے یہاں ختنہ کا رواج نہیں ہے) کہیں زیادہ ہوتا ہے۔

[1] صحیح بخاري، کتاب العقیقة، باب إماطة الأذی عن الصبي ...... : ٥٤٧٢۔

[2] ہم نے بھی اس کا تجربہ کیا اوروں نے بھی اس کا تجربہ کیا اور اس کا بہتر نتیجہ نکلا۔ یہ بال گھنے اور گہرے سیاہ ہوتے ہیں۔ حضور ﷺ ان بالوں کا وزن فرماتے تھے اور اس کے وزن کے برابر سونا یا چاندی خیرات کرتے تھے۔ (حسن، سنن الترمذی، کتاب الاضاحی، باب العقیقة بشاة: ١٥١٩) سر استرے سے مونڈا جائے لیکن بچے کا سر مونڈنے والا ماہر ہونا چاہیے۔

بیہقی نے حضرت سلیمان بن شرجیل رحمہ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے (انہوں نے کہا) ہم سے یحییٰ بن حمزہ نے حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں: میں نے عطا خراسانی سے کہا اپنے عقیقہ کے عوض گروی ہونے کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا: اس کا مطلب یہ ہے کہ باپ (جب تک عقیقہ نہ کرے گا) اپنے بیٹے کی شفاعت سے محروم ہوگا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ عقیقہ واجب ہے۔

جانور ذبح کیا جائے اس کا نام رکھا جائے اور اس کا سر منڈایا جائے۔" [1]

حضور ﷺ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے عقیقہ فرمایا اور ساتویں دن ان کا ختنہ کرایا۔ [2]

"لڑکے کی طرف سے دو بکریاں ایک طرح کی (یعنی ہم عمر) اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری (دینی چاہیے)۔" [3]

"بچے کے سر پر ذبح کے دن خون (میں ڈوبی ہوئی روئی) کے بجائے خوشبو رکھ دی جائے۔" [4]

---

[1] صحیح، سنن ابی داود، کتاب الضحایا، باب فی العقیقة: ۲۸۳۸؛ سنن ابن ماجه، کتاب الذبائح، باب العقیقة: ۳۱٦۵؛ سنن النسائی، کتاب العقیقة، باب کم یعق عن الجاریة: ٤٢٢٥۔

[2] اسناده ضعیف، السنن الکبریٰ للبیهقی، ۸/ ۳۲٤ ولید بن مسلم مدلس ہیں اور سماع مسلسل کی صراحت نہیں ہے۔

گزشتہ احادیث کی روشنی میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ صاحب حیثیت مسلمان پر عقیقہ کرنا از روئے دین واجب ہے لیکن افسوس اس واجب کو آج کم لوگ جانتے ہیں۔ علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "تحفة المودود باحکام المولود" ص ۳۹ میں لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

عقیقہ کے منجملہ فوائد یہ ہیں: نوزائیدہ بچہ کی دنیا میں آمد کے موقع پر یہ قربانی کی جاتی ہے۔ اس کا ایک فائدہ یہ ہے کہ عقیقہ بچہ کے گروی ہونے سے نجات دیتا ہے کیونکہ وہ اپنے عقیقہ کے عوض گروی ہوتا ہے۔ باپ عقیقہ کرتا ہے تو بیٹا اس کی سفارش کرتا ہے۔ عقیقہ کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ یہ بچہ کا فدیہ ہے۔ عقیقہ کے جانور کے ذریعے سے بچے کا فدیہ دیا جاتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی طرف سے مینڈھا دیا۔ غالباً عقیقہ کا یہ بھی فائدہ ہے کہ خویش و اقارب اور دوست احباب اس دن دعوت میں اکٹھا ہوتے ہیں۔

[3] اسناده حسن، سنن ابی داود، کتاب الضحایا، باب فی العقیقة: ۲۸٤۲؛ سنن النسائی، کتاب العقیقة، باب عن الغلام شاتان...... : ٤٢١٧۔

[4] صحیح، السنن الکبریٰ للبیهقی، ۹/ ۳۰۳؛ مسند ابی یعلیٰ: ٤۵۲۱؛ ابن حبان: ۵۳۰۸۔
ابن حبان نے صحیح سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: جاہلیت میں لوگ جب بچہ کی طرف سے قربانی کرتے تو جانور کے خون میں روئی ڈبو کر رکھ لیتے پھر جب بچہ کا سر مونڈتے تو اسی روئی کو سر پر رکھ دیتے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "خون کے بجائے خوشبو رکھ دی جائے۔" (صحیح ابن حبان: ۵۳۰۸)

اللہ کے نزدیک پسندیدہ نام

احادیث نبوی ﷺ

"اللہ کو سب سے زیادہ پیارے نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔" [1]

"میرے نام کے موافق نام تو رکھ لیا کرو مگر میری کنیت نہ رکھا کرو میں ابوالقاسم ہوں۔ میں تم کو تقسیم کرتا ہوں۔" [2]

بچہ بولنے لگے تو اس سے کیا کہلوائیں؟

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ [3]

جب بچہ ہوشیار ہو جائے اور سمجھنے لگے تو اسے توحید کی بنیادی تعلیم سے روشناس کیا جائے۔

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الآداب، باب النهى عن التكني بأبي القاسم......: ٢١٣٢۔
اس نام کا فائدہ یہ ہے کہ بچہ جب عقل و ہوش کے ناخن لے گا تو سمجھ لے گا کہ وہ اللہ کا بندہ ہے اور اللہ تعالیٰ اس کا معبود اور آقا ہے۔

[2] صحيح بخاری، كتاب فرض الخمس، باب قول الله تعالى ﴿فان لله خمسه......﴾: ٣١١٥؛ صحيح مسلم، كتاب الآداب، باب النهى عن التكني بأبي القاسم......: ٢١٣٣۔

[3] علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ اپنی مذکورہ کتاب میں لکھتے ہیں۔ جب بچہ بولنے لگے اور چھوٹے چھوٹے جملے ادا کر سکے تو اس کی زبان کے اوپر شہد اور اندرانی نمک ملا جائے اس سے وہ رطوبت جاتی رہتی ہے جو بول چال میں رکاوٹ بنتی ہے۔ جب وہ بولنا شروع کرے تو اس سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہلوانا چاہیے۔ بچوں کے کان سب سے پہلے اللہ کی پاک ذات اور اس کی وحدانیت سے آشنا ہوں۔ نیز انہیں معلوم ہو کہ وہ عرش پر ہے۔ انہیں اور ایک ایک چیز کو وہ دیکھتا ہے۔ ان کی باتیں سنتا ہے اور وہ جہاں بھی رہیں باری تعالیٰ انہی کے ساتھ رہتا ہے۔
یعنی بچوں کو اس کے مطابق تعلیم دیں جو حضرت ابن عباس اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس آیت ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ﴾ کی تفسیر میں فرمایا ہے۔
لیکن کسی حال میں یہ جائز نہیں کہ یوں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ ہر جگہ موجود ہے۔ جملہ علمائے سلف نے یہی کہا ہے۔ اس لیے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ عرش اعظم پر جلوہ فرما ہے۔ کل خلائق سے وہ یکسر جداگانہ ہے۔ کوئی چیز اس کے جیسی نہیں۔ وہ سننے اور دیکھنے والا ہے اسی کے مصداق باری تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:
﴿ءَأَمِنْتُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ﴾ (٦٧/ الملك: ١٦)
"کیا تم اس سے بے خوف ہو جو آسمان میں ہے۔" =

"اے بچے! میں تجھے چند جملوں کی تعلیم دیتا ہوں: اللہ کو یاد رکھنا وہ تجھے یاد رکھے گا، اللہ کو یاد رکھنا تو اسے اپنے سامنے پائے گا۔ جب مانگنا اللہ سے مانگنا، جب مدد طلب کرنا اللہ سے مدد طلب کرنا۔ اس کو خوب اچھی طرح سمجھ لینا کہ ساری امت اگر اتفاق کرے کہ تجھے کوئی نفع پہنچائے گی تب بھی تجھے کوئی نفع نہیں پہنچا سکے گی سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے لکھ دیا ہے اور اگر ساری امت اتفاق کر لے کہ تجھے مل جل کر کوئی نقصان پہنچائے گی تو وہ کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گی لیکن اتنا ہی جتنا اللہ نے لکھ دیا ہے۔ قلم خشک اور ہو گئے دفتر تہہ کر دیئے گئے۔" [1]

= ﴿ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ﴾ (۲۰/ طٰہٰ:۵)

"(وہ خدائے) رحمٰن (ہے) جو عرش پر جلوہ فرما ہے۔"

نیز حضور ﷺ نے ایک باندی سے اس کے ایمان کا امتحان لینے کے لیے پوچھا: "اللہ کہاں ہے؟" اس نے جواب دیا آسمان میں ہے۔ آپ نے اس کے صاحب ایمان ہونے کی تصدیق فرمائی (صحیح مسلم: ۵۳۷، [۱۱۹۹]) جو یہ کہتا ہے کہ اللہ (کی ذات) ہر جگہ موجود ہے وہ کافر ہوگا۔ (والعیاذ باللہ)

[1] حسن، سنن الترمذی، کتاب صفة القیامة، باب (۵۹): ۲۵۱۶؛ مسند احمد، ۱/ ۲۹۳: ۲۶۶۹؛ المعجم الکبیر للطبرانی، ۱۱/ ۱۲۳۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں حضور ﷺ کے پیچھے سوار تھا۔ آپ نے فرمایا: "اے بچے......الخ"

یہ روایت توحید کی بنیادوں پر اور اللہ کی بندگی کرنے، غیر اللہ سے مدد نہ مانگنے، فریاد نہ کرنے، صرف اللہ پر بھروسہ کرنے اور قضاوقدر کے عقیدے پر ایمان لانے کی تعلیمات پر مبنی ہے جس سے دل کے اندر عزت، پیش قدمی کارکردگی، دلیری اور بے خوفی پیدا ہوتی ہے۔

کہاں یہ ارشادات نبوی اور کہاں مسلمانوں کی موجودہ حالت۔ افسوس! آج مسلمانوں کی بھاری اکثریت غیر اللہ کی قسم کھاتی ہے، غیروں کے نام کی نذر مانتی ہے، ان سے فریاد کرتی ہے، ان کے نام کا جانور ذبح کرتی ہے، نبیوں اور ولیوں کی قبروں اور مزاروں پر جاتی ہے وہاں کی خاک چاٹتی اور دھول میں اس طرح لوٹتی ہے جیسے جانور لوٹتے ہیں، مصیبت اور تختی میں انہیں پکارتی ہے، ان سے اپنی ضرورت طلب کرتی ہے، حالانکہ یہ غریب زندگی میں کسی چیز کے خود بھی مالک نہیں تھے نہ اپنے آپ کو نفع ونقصان پہنچا سکتے تھے۔ کیونکہ قرآن پاک میں ان کا یہی وصف بیان ہوا ہے جب وہ اپنے نفع نقصان کے مالک نہ تھے تو مرنے کے بعد دوسروں کو کیا نفع نقصان پہنچا سکیں گے۔ کیا اس سے بھی بڑی جہالت حماقت اور شرک کی مثال کوئی ہو سکتی ہے؟ حضور ﷺ نے اپنی چہیتی صاحبزادی اور جگر گوشہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ایک صحیح حدیث میں کہا تھا: "فاطمہ! میں اللہ کے مقابلہ میں تیرے کسی کام نہ آ سکوں گا۔" (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب فی قوله تعالیٰ: ﴿وانذر عشیرتك......﴾: ۲۰۵)

ذیل میں ہم قرآن پاک کی بعض آیتیں پیش کرتے ہیں جن میں اللہ نے ان لوگوں کا مذاق اڑایا ہے جو غیر اللہ کو پکارتے ہیں نیز انہیں اللہ نے برے انجام سے ڈرایا دھمکایا ہے چنانچہ ارشاد ہے:=

بچوں کو دستر خوان کے آداب سکھانا

اے بچے! جب کھانا شروع کرے تو بسم اللہ کہہ اور دائیں ہاتھ سے کھانا کھا اور اپنے سامنے سے کھا۔" [1]

پیغمبر کا بچوں کے ساتھ کھیلنا

حضور ﷺ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے سامنے منہ سے زبان باہر نکالتے۔ جب وہ

﴿ يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُ وَمَا لَا يَنْفَعُهُ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيدُ ۝ يَدْعُو لَمَنْ ضَرُّهُ أَقْرَبُ مِنْ نَفْعِهِ ۚ لَبِئْسَ الْمَوْلَىٰ وَلَبِئْسَ الْعَشِيرُ ﴾ (۲۲/ حج: ۱۲، ۱۳)

"وہ اللہ کے سوا ایسی چیز کو (حاجت روائی کے لیے) پکارتا ہے جو نہ تو اس کو نقصان پہنچا سکتی ہے اور نہ نفع دے سکتی ہے۔ یہی تو پرلے درجے کی گمراہی ہے (بلکہ) وہ ایسی ہستی کو پکارتا ہے جس کا نقصان اس کے فائدے سے زیادہ قریب ہے۔ بلاشبہ وہ برا کارساز ہے اور برا ساتھی ہے۔"

﴿ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ ﴾ (۷/ الاعراف: ۱۹۴)

"(اے مشرکو!) اللہ کے سوا جن ہستیوں کو تم (اپنی مدد کے لیے) پکارتے ہو وہ بھی تو تمہاری طرح اللہ کے بندے ہیں۔"

﴿ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوِ اجْتَمَعُوا لَهُ ۖ ﴾ (۲۲/ الحج: ۷۳)

"جن معبودوں کو تم اللہ کے سوا (اپنی حاجت روائی کے لیے) پکارتے ہو (ان کی بے بسی کا حال یہ ہے کہ) وہ ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے اگرچہ اس کے لیے وہ سب کے سب جمع ہو جائیں۔"

﴿ مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوتِ اتَّخَذَتْ بَيْتًا ۖ وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوتِ ۖ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴾ (۲۹/ العنکبوت: ۴۱)

"جن لوگوں نے اللہ کے سوا (اوروں کو) کارساز بنا رکھا ہے ان کی مثال مکڑی کی سی ہے کہ وہ بھی ایک طرح کا گھر بناتی ہے اور بلاشبہ تمام گھروں سے کمزور مکڑی کا گھر ہے۔ کاش یہ (اس بات کو) جانتے!"

[1] صحیح بخاری، کتاب الاطعمۃ، باب التسمیۃ علی الطعام: ۵۳۷۶؛ صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب آداب الطعام: ۲۰۲۲۔

حضور ﷺ کے سوتیلے صاحبزادے حضرت ابو حفص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میرا ہاتھ طشت میں ادھر ادھر گھومتا تھا۔ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا: "بچے بسم اللہ کہہ......" یہ روایت اس کی دلیل ہے کہ کھانے کے وقت اللہ کا نام لینا یہی ہے کہ "بسم اللہ" کہا جائے اور بس! جب کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مرفوع روایت میں ہے: "جب تم کھانا کھاؤ تو یوں کہو بسم اللہ اور اگر شروع میں بسم اللہ کہنا بھول جاؤ تو یوں کہو بسم اللہ اولہ وآخرہ۔" (ترمذی: ۱۸۵۸، حدیث صحیح ہے۔)

سرخ زبان دیکھتے تو جلدی ❶ سے لپکنے کی کوشش کرتے تھے۔

حضور ﷺ نماز پڑھ رہے تھے جب آپ سجدہ میں جاتے تو حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما آپ کی پشت پر بیٹھ جاتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انہیں ہٹانا چاہتے تو آپ اشارے سے فرماتے کہ رہنے دیں یہ سب مسجد میں ہوتا۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ انہیں اپنی گود میں بٹھا لیتے ❷ اور فرماتے: ''جو مجھ سے محبت کرتا ہے اسے چاہیے کہ ان دونوں سے محبت کرے۔'' ❸

❶ حدیث میں بھس کا لفظ وارد ہے یعنی جلدی کرنا، لپکنا، نہایہ میں ہے۔ جب کوئی شخص کسی چیز کو دیکھتا ہے اور وہ اسے پسند آتی ہے اور چاہت میں اس کی طرف لپکتا ہے تو کہا جاتا ہے بهس اليه۔

❷ کہاں حضور ﷺ کی یہ عادت مبارکہ اور کہاں اکثر غافل مسلمانوں کا یہ رویہ کہ وہ مسجدوں میں بچوں پر سختی کرتے ہیں۔ خواہ ان سے کوئی غلطی ہو یا کھیل کھیلیں۔ ایسے وقت میں وہ بچوں کو ڈانٹ ڈپٹ کرتے، جھڑکتے اور مسجدوں سے بھگا دیتے ہیں جب کہ اس میں سخت نقصان اور تباہی ہے۔ حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسجدوں میں انگور کی شاخ لٹکا دیا کرتے تھے تاکہ بچے مسجد میں آئیں اور کھائیں۔

آج اگر مجھے ذرا بھی اختیار ہوتا تو میں مسجدوں میں تیراکی کے کمرے تعمیر کراتا، تیر اندازی کی انجمن قائم کرتا اور ان سب کا اسلام تقاضا کرتا ہے اور جیسا کہ سابقہ بحث میں گزرا۔ حضور ﷺ نے اس کی تلقین فرمائی ہے۔ نیز ان ورزشوں کے اندر بچوں کی طاقت وقوت اور خانہ خدا سے ان کی محبت کا راز مضمر ہے۔ جب کہ ہم نے ان کے ساتھ بدسلوکی کر کے مسجدوں کو ویران اور وحشت زدہ بنا دیا ہے۔ مسجدوں سے بچوں کو بھگانے کے لیے بعض جاہلوں نے اس ضعیف روایت کا بھی سہارا لیا ہے۔ کہ ''اپنی مسجدوں کو بچوں اور دیوانوں سے دور رکھو'' حالانکہ اس کے مخالف مفہوم کی متعدد صحیح روایتیں ملتی ہیں۔

جیسا کہ میں نے عرض کیا چاہیے تو یہ کہ مسجدیں کئی منزلہ بنوائی جائیں تاکہ مختلف سماجی، اصلاحی، رفاہی اور تربیتی کیمپ ان کے اندر لگائے جا سکیں۔ جو چھوٹے اور بڑے تمام کے لیے یکساں مفید ہوں، ایک منزلہ مسجدوں کی تعمیر ایک قسم کی جہالت، زیادتی اور خسارے کا سبب ہے اور یہ مشہور ہے کہ حضور ﷺ نے مدینہ منورہ کے ابتدائی قیام میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے جس گھر میں قیام فرمایا یہ مکان دو منزلہ تھا۔ حضور ﷺ نے نچلی منزل اس لیے پسند فرمائی تاکہ عام مسلمانوں کو ملاقات کرنے میں آسانی ہو۔ ہر نماز کے وقت جس قدر آدمی موجود ہوتے آپ انہیں لے کر نماز پڑھ لیا کرتے تھے اور حضرت ابو ایوب انصاری اور آپ کے اہل وعیال اوپر ہوتے تھے۔ حضرت ابو ایوب انصاری نے ابتدا میں حضور ﷺ سے اصرار کیا تھا کہ آپ اوپر قیام فرمائیں لیکن حضور ﷺ نے منظور نہیں فرمایا اگر اس جیسا مکان مسجد یا جائے نماز کے لائق نہ ہوتا یا اوپر نیچے نماز پڑھنے میں کسی قسم کا حرج ہوتا تو حضور ﷺ ایسی جگہ قیام نہ فرماتے۔ نیز میں نہیں جانتا کہ ان منزلوں میں ایک کی نماز تو ہو جاتی ہے پھر جماعت سے نماز آخر کیوں نہیں ہوگی؟

❸ حسن، السنن الكبرىٰ للنسائي: ٨١٧٠؛ مسند ابي يعلىٰ: ٥٠١٧، ٥٣٦٨؛ مسند البزار: ١٨٣٤ (البحر الذخار)۔

ایک اعرابی حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچا۔ (دیکھا تو آپ حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کا بوسہ لے رہے تھے۔) اس نے کہا: آپ بچوں کا بوسہ لیتے ہیں ہم تو نہیں لیتے! آپ نے فرمایا: "میں کیا کروں؟ جب اللہ نے تیرے دل میں رحمت نہیں ڈالی (تو میں کس طرح ڈال سکتا ہوں۔)" [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کا بوسہ لیا، آپ کے پاس حضرت اقرع بن حابس تیمی رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے کہا: میرے دس لڑکے ہیں۔ میں نے ان کا کبھی بوسہ نہیں لیا۔ حضور ﷺ نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا: "جو رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔" [2]

برے نام بدل کر اچھے نام رکھنا

احادیث نبوی ﷺ

"جب میں تم سے کوئی بات کہوں تو میری بات پر میری طرف نسبت دے کر کوئی اضافہ نہ کرو۔" [3] نیز فرمایا: "چار کلام نہایت پیارے اور عمدہ ہیں اور یہ سب قرآن پاک کے الفاظ ہیں۔ جس لفظ کو دل چاہے پہلے پڑھو کوئی حرج نہیں ہے: ((سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا

---

[1] صحيح بخاري، كتاب الادب، باب رحمة الولد وتقبيله: ٥٩٩٨؛ صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب رحمته ﷺ الصبيان والعيال: ٢٣١٧۔

[2] صحيح بخاري، كتاب الادب، باب رحمة الولد وتقبيله: ٥٩٩٧؛ صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب رحمته ﷺ الصبيان والعيال: ٢٣١٨۔

اکثر والدین بچوں کو کھلانے اور بہلانے سے گریز کرتے ہیں بلکہ بہتیرے انہیں ڈراتے اور ان پر سختی کرتے ہیں۔ حرکت و عمل اور کھیل کود سے روک کر ان کی آزادی سلب کر لیتے ہیں جس کی وجہ سے بچوں کی زندگی گھٹی گھٹی سی ہو کر جہنم کا نمونہ بن جاتی ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مستقبل میں یہ بچے بھی سنگدل اور جفا کار ہو جاتے ہیں۔ اپنے ماں باپ سے انہیں نفرت ہوتی ہے اور جلد یا بدیر یہ اپنے گھروں سے بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔

حضور ﷺ کی سیرت مقدسہ سے ہمیں بچوں کے ساتھ کھیلنے اور نرمی برتنے کے کئی نمونے ملتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ان نمونوں سے خود بھی مانوس ہوں اور ان بچوں کے معیار پر اتر کر ان کی اصلاح اور درستی کی کوشش کریں۔ ان کی زندگی کو بابرکت، باسعادت اور خوش و خرم بنائیں اور یہ تب ہوگا جب ان کی تربیت سے غفلت نہ برتی جائے۔

[3] تنبیہ: اسلوب حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ الفاظ حدیث نبوی ﷺ کے نہیں بلکہ سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کے ہیں۔ دیکھئے صحیح مسلم: ٢١٣٧؛ سنن ابی داود: ٤٩٥٨ وغیرہ، البتہ مسند احمد میں موجود ہیں۔

اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ))"

پھر فرمایا: اپنے غلام کا نام یسار (مالدار) رباح (کامیابی) نجیح (کامیاب) اور افلح (فلاح پانے والا) نہ رکھو، کیونکہ تم کہو گے کیا یہاں (مثلاً یسار) ہے؟ اور وہ کہے گا نہیں ہے۔" [1]

آنحضرت ﷺ برے نام بدل دیا کرتے تھے۔ [2]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الآداب، باب کراھة التسمية بالأسماء القبيحة ...... : ۲۱۳۷۔

[2] صحیح، سنن الترمذی، کتاب الأدب، باب ماجاء فی تغییر الأسماء: ۲۸۳۹۔

تبدیلی کے اسباب مختلف تھے۔ کبھی آپ کو بذریعہ وحی معلوم ہوتا کہ نام کا اثر نام والے پر پڑے گا کبھی اس کا مقصد راہنمائی کرنا ہوتا تھا۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے عاصی (نافرمان) عزیز (بادشاہ بلند یہ اللہ کا نام ہے۔) عتلہ (سخت سرکش شیطان) حکم (حکم جاری کرنے والا) غراب (کوا) حباب (سانپ) شہاب (آگ کی چمک) جیسے ناموں کو بدل دیا اور اس کے بجائے ہشام نام رکھا۔ حرب (جنگ) نام بدل کر سلم (صلح) رکھا، مضطجع (لیٹنے والا) کا نام بدل کر منبعث (خوش) رکھا۔ ایک بستی کا نام عفرہ (خاکستری رنگ) تھا آپ نے بدل کر خضرہ (سرسبز) رکھا۔ اسی طرح شعب الضلالۃ (گمراہی کی وادی) کو بدل کر شعب الہدیٰ (ہدایت کی وادی) اور بنومغویہ (گمراہ) کو بدل کر بنو رشدہ (ہدایت والے) رکھا۔

ابوداؤد کہتے ہیں کہ اختصار کی غرض سے میں نے اس کی اسناد چھوڑ دی ہے۔ (سنن ابی داؤد قبل حدیث: ۴۹۵۷) امام خطابی رحمہ اللہ کہتے ہیں: عاصی کے نام کو آپ نے اس لیے بدل دیا کہ اس کے معنی نافرمان کے ہیں۔ آپ کو اس کا معنی ناگوار معلوم ہوا۔ اس کے بجائے آپ نے اس کا نام مومن رکھا یعنی اطاعت گزار، فرمانبردار۔ عزیز نام اس لیے کہ یہ اللہ کا نام ہے۔ عزت اور بلندی کا سزاوار بس وہ ہے۔ جب کہ بندے کا شعار (اللہ کے لیے) عاجزی، انکساری اور مسکنت ہے۔ عتلہ کے معنی سختی اور درشتی کے ہیں۔ اس سے رجل عتل بنا ہے یعنی سنگدل آدمی۔ جب کہ مومن کی صفت نرم روی اور سہل پسندی ہے۔ شیطان شطن سے بنا ہے یعنی وہ جو خیر سے دور ہو۔ سرکش اور خبیث جنوں اور انسانوں کو شیطان کہا جاتا ہے۔

حکم یعنی حاکم اعلیٰ جس کا حکم ردنہ کیا جائے۔ یہ صفت صرف باری تعالیٰ کے شایان شان ہے۔ نیز اس کا نام حکم بھی ہے۔ غراب غرب سے ماخوذ ہے یعنی دور۔ نیز ایک مردار خور پرندے (کوے) کو بھی غراب کہا جاتا ہے حضور ﷺ نے حل اور حرم میں اس کو مار ڈالنے کی اجازت بخشی ہے۔ حباب ایک جاندار (سانپ) ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ شیطان ہے۔ شہاب یعنی آگ کا شعلہ۔ آگ عذاب الٰہی کا ذریعہ ہے۔ عفرہ بنجر، قحط زدہ زمین کو کہتے ہیں جس میں سے کچھ پیدا نہ ہو۔ اس کا نام بدل کر آپ نے خضرہ (شاداب) رکھا۔ پھر سب سے بہتر نام حضرات صحابیات کے ہیں اس لیے ان کے نام پر نام رکھنا چاہیے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ارشاد نبوی ﷺ "میری طرف نسبت دے کر کوئی اضافہ نہ کرو" کا مطلب یہ ہے کہ مجھ سے جو چار الفاظ تم نے سنے اور جن کو میں نے روایت کیا ان پر (روایت کرنے اور میری طرف نسبت دینے ==

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان کی ایک بیٹی تھی جس کا نام عاصیہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام جمیلہ رکھا۔ [1]

= میں) اضافہ نہ کرو صرف ان چاروں الفاظ کو نقل کرو۔ کراہت کی وجہ بھی وہ ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: ''تم کہو گے کیا یہاں وہ ہے؟'' اور وہ نہیں ہوگا اس طرح جواب دینا برا معلوم ہوگا۔ پھر بھی لوگ اس سے بری فال لیں گے۔

علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کبھی فال لی جاتی ہے اور جنہیں فال لینے کی عادت ہوتی ہے ان کے سامنے فال کے مطابق واقعہ ظاہر ہو جاتا ہے۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو ایسے ذرائع کے استعمال سے منع فرمایا۔ جن سے ناگوار چیزیں سننی پڑیں یا ان کا وقوع ہو۔ اس کے بجائے ایسے نام لیے جائیں۔ جن سے مقصد کسی خرابی کے بغیر حاصل ہو۔

علاوہ ازیں اس وجہ کو بھی منجملہ وجوہات میں شامل کرنا چاہیے کہ کبھی نام بھی اپنے مسمی کے برعکس ہو جاتا ہے چنانچہ کسی کا نام یسار (مالدار) ہے جب کہ وہ نادار ہوتا ہے کوئی رباح (نفع والا) ہے لیکن وہ ہمیشہ خسارے میں رہتا ہے۔ اس لیے یہ ایک قسم کا جھوٹ ہوگا جس کی نسبت اس شخص کی طرف یا باری تعالیٰ کی طرف ہوگی۔ علاوہ ازیں بھی مسمی سے یہ تقاضا کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے نام کے مطابق کام کرے اگر وہ نہ کر سکا تو یہ اس کی مذمت اور برائی کا سبب ہوگا۔ چنانچہ کسی نے کہا ہے:

سموك من جهلهم سديداً　　　والله مافيك من سداد

''اپنی جہالت کے سبب انہوں نے ترا نام سدید (سیدھا) رکھ دیا۔ حالانکہ تیرے اندر سداد (سیدھا پن) نہیں ہے۔''

علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ اسی مفہوم کے چند اشعار میں نے بھی کہے ہیں:

وسميته صالحا فاغتدىٰ　　　بضد اسمه فى الورىٰ سائراً

''میں نے اس کا نام صالح رکھا لیکن وہ اپنے نام کے برعکس دنیا میں موسوم ہوا۔''

وظن بان اسمه ساتر　　　لاوصافه فغدى شاهرا

''یہ سمجھا گیا کہ اس کا نام ساتر (چھپانے والا) ہے تو وہ اپنے اوصاف کو بھی چھپائے گا لیکن وہ انہیں مشہور کرتا ہے۔''

علاوہ ازیں نام والا اپنے آپ کو اپنے نام کے مطابق سمجھتا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو بڑا پارسا اور دوسروں سے بالاتر سمجھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے برہ (معصوم) کا نام بدل کر زینب رکھ دیا اور فرمایا: ''اپنے آپ کو پاکیزہ اور معصوم نہ سمجھو اللہ جانتا ہے تم میں پاکباز اور معصوم کون ہے؟'' (صحيح، سنن ابى داود، كتاب الادب، باب فى تغيير الاسم......: ٤٩٥٣)

اسی طرح بچوں کا نام نور الدین، رکن الدین اور بدر الدین رکھا جاتا ہے۔ یہ کسی طرح درست نہیں ہے۔

سابقہ سطروں سے بچے بچیوں کے ناموں کی اہمیت کا بھی اندازہ ہو جاتا ہے۔ اس لیے محض اندھی تقلید یا عسرت پسندی کے ساتھ کوئی نام نہیں رکھنا چاہیے۔ نیز بعض سرپرستوں نے یہ طریقہ اپنا لیا ہے کہ وہ اپنے بیٹوں کا نام ہیام (جنون عشق) اور غرام (محبت) رکھ چھوڑتے ہیں اور عظیم المرتبت صحابیات کے نام پس پشت ڈال دیتے ہیں جب کہ ان کے نام ان کے علم و ادب اور شوق جہاد کی وجہ سے مشہور و معروف ہیں۔

[1] صحيح مسلم، كتاب الآداب، باب استحباب تغيير الاسم......: ٢١٣٩۔

حضرت زینب بنت ابوسلمہ کا نام برہ (معصوم) تھا لوگوں نے کہا: تم خود اپنے نام کو معصوم ظاہر کرتی ہو۔ حضور ﷺ نے ان کا نام بدل کر زینب رکھ دیا۔ [1]

بچے آزمائش ہیں [2]

آیات قرآنی

﴿ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴾

(۸/ الانفال: ۲۸)

''اور جان رکھو کہ تمہارا مال اور تمہاری اولاد تمہارے لیے آزمائش کی چیز ہیں اور اس بات کو بھی (جان رکھو) کہ اللہ کے پاس (نیکیوں کا) بہت بڑا ثواب ہے۔''

﴿ اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ ﴾

''بے شک تمہاری بیویوں میں سے اور تمہاری اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں، تو تم ان سے ہوشیار رہو۔'' (٦٤/ التغابن: ١٤)

﴿ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَاۗؤُكُمْ وَاَبْنَاۗؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُۨ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰي يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الأدب، باب تحویل الاسم......: ٦١٩٢؛ صحیح مسلم، کتاب الآداب، باب استحباب تغییر الاسم......: ٢١٤١۔

[2] یہ آزمائش اس وقت درپیش ہوتی ہے جب بیوی بچے اللہ سے غفلت اور بے توجہی کا سبب بنیں اور آدمی ان کی وجہ سے محض اپنے لیے دنیا طلبی کی خاطر ٹوٹ پڑے۔ روپیہ جوڑ جوڑ کر رکھے، گھمنڈ اور تکبر کرے، دوسروں کے سامنے مال و دولت کی زیادتی پر اترانے لگے اور اہل و عیال اور مال و منال غرض ایسی کسی بھی چیز کے پیچھے پڑ جائے جو اس کا دل اللہ سے بیزار کر دے اور یہ اس کے لیے لعنت اور نحوست کا باعث بنے۔ لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ اولاد سے روکا جاتا ہے بلکہ مطلب یہ کہ انہی کے اندر پھنس کر نہ رہ جائے۔ نہ ان کی جستجو اور دنیا سے فائدہ اٹھانے میں منہمک ہو جائے کہ شب و روز بے خودی، اللہ اور آخرت فراموشی میں پڑ کر ہر قسم کی تیاری اور فکر سے اپنے آپ کو دور رکھے۔
خلاصہ یہ کہ آدمی اپنے نفس پر کڑی نظر رکھے اپنے حالات کا جائزہ لے اور دین دنیا کی بھلائی کو سمجھے اور ہمیشہ اس کی کوشش کرے کہ حلال طریقہ سے کمائے اور آخرت کے لیے زیادہ سے زیادہ نیک عمل کرے۔

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴾ (۹/ التوبة: ۲٤)

''(اے پیغمبر! مسلمانوں سے) کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے خاندان کے آدمی اور وہ مال جو تم کماتے ہو اور تجارت جس کے بند ہونے سے تم ڈرتے ہو اور تمہارے رہنے کے مکانات جن کو تم پسند کرتے ہو (اگر یہ ساری چیزیں) تمہیں اللہ اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیاری ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم بھیجے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

حدیث نبوی ﷺ

''اولاد کنجوسی، [1] بزدلی، جہالت اور رنج وغم کا سبب ہوتی ہیں۔'' [2]

لڑکی کی پیدائش پر ناراضی سے ممانعت

آیات قرآنی

﴿ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ۝ يَتَوَارٰى

[1] اگر باپ کا ایمان کمزور ہو تو اس کا بیٹا اسے جہاد سے پھسلا دے گا۔ کیونکہ اسے ڈر ہو گا کہ اس کے بعد بچہ ضائع ہو جائے گا۔ اسی طرح بچہ کے افلاس کے ڈر سے اللہ کی راہ میں خرچ سے گریز کرے گا۔ اس لیے گویا اولاد کے سبب جہاد اور راہ خدا میں خرچ سے انکار پر ڈرایا گیا حالانکہ بندے کو بہتر طریقہ پر خلیفۃ اللہ ہونے کا مظاہرہ کرنا چاہیے اس لیے پیش قدمی کرنی چاہیے نہ یہ کہ پیچھے ہٹے اور اگر کوئی محض نفس پروری اور شہوت پسندی کے لیے اولاد کی خواہش کرے تو یہ بھی نافرمانی ہوگی اور اس کا شمار اس آیت کے ضمن میں ہوگا ﴿ان من ازواجکم ـــ الخ﴾ اب جو کامل ہوگا وہ صرف اللہ کے لیے اولاد طلب کرے گا۔ اللہ کی اطاعت سمجھ کر ان کی پرورش کرے گا اور اس کو بھی اللہ کے حکم کی تعمیل سمجھے گا۔ (فیض القدیر)

﴿ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ۝﴾

(۲۵/ الفرقان: ۷٤)

''اے ہمارے پروردگار! ہم کو ہماری بیویوں کی طرف سے (دل کا چین) اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہم کو پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔''

[2] حسن، المستدرك للحاكم، ۳/ ۱٦٤؛ مسند احمد، ٤/ ۱۷۲، نیز دیکھئے: سنن ابن ماجه: ۳٦٦٦۔

مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴾ (۱٦/ النحل: ۵۸، ۵۹)

"اور جب ان لوگوں میں سے کسی کو بیٹی (پیدا ہونے) کی خوشخبری [1] دی جاتی ہے تو (مارے رنج کے) اس کا چہرہ کالا پڑ جاتا ہے اور وہ دل ہی دل میں گھٹنے لگتا ہے اس چیز کو برا سمجھ کر لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے (اور سوچتا ہے کہ) آیا ذلت برداشت کر کے لڑکی کو زندہ رہنے دے یا اس کو زمین میں (زندہ) دفن کر دے؟ سن لو برا ہے وہ فیصلہ جو یہ لوگ کرتے ہیں۔"

﴿ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا

---

[1] عرب کے کسی امیر نے ایک عورت سے شادی کی۔ اس کی خواہش تھی کہ اس کے لڑکا پیدا ہو۔ اتفاق سے لڑکی ہوئی۔ امیر نے گھر چھوڑ دیا اور ایک دوسرے گھر میں رہنے لگا۔ ایک سال کے بعد اپنی اہلیہ کے خیمہ پر گزر ہوا تو دیکھا کہ اس کی بیوی بچی کو گول گول گھما رہی ہے اور کہہ رہی ہے:

ما لابی حمزة لا یاتینا   یظل فی البیت الذی یلینا

"ابوحمزہ کو کیا ہوا ہمارے یہاں نہیں آتے اس کے بجائے پڑوس کے گھر میں رہتے ہیں۔"

غضبان الا نلد البنینا   تا اللہ ما ذالك فی ایدینا

"انہیں اس لیے غصہ آ گیا کہ ہم نے بیٹا نہیں جنا۔ لیکن اللہ کی قسم! یہ ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔"

وانما ناخذ ما اعطینا "ہم تو وہی لیتے ہیں جو ہمیں دیا جاتا ہے۔"

اگلے دن صبح یہ شخص اہلیہ کے گھر گیا اور اس کا اور اپنی بیٹی کا سر چوم لیا۔

محمد لبیب بوہی کہتے ہیں: انجام کوئی نہیں جانتا۔ نہ آدمی یہ جانتا ہے کہ خیر اور بھلائی کہاں ہے؟ سمجھدار آدمی نفس کی خواہشات کے پیچھے نہیں پڑتا نہ شیطان کی آراستہ کی ہوئی چیزوں پر نظر کرتا ہے۔ اس کے پیش نظر اللہ کا یہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿ وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ ﴾ (۲/ البقرة:۲۱۶)

"اور عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بری لگے اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو۔"

یہی وجہ ہے کہ وہ لڑکے کی پیدائش پر خوشی کے مارے آپے سے باہر نہیں ہوتا۔ نہ ہی بیٹی کی پیدائش پر دنیا کو زیر و زبر کر دیتا ہے۔ وہ یہ بھی نہیں جانتا کہ کون اس کے حق میں بہتر ہوگا اس لیے کہ کتنی ہی بیٹیوں نے اپنے قرابت داروں اور گھر والوں کی بڑی مدد کی ہے۔ والدین کے بڑھاپے میں وہ نیکی اور مہربانی کا سرچشمہ ہوتی ہیں۔ ان کے برعکس لڑکے ماں باپ سے علیحدگی اختیار کر لیتے ہیں اور بڑھاپے میں انہیں فراموش کر جاتے ہیں۔

بلکہ تجربہ اور مشاہدہ (جنسی زندگی) بتاتا ہے کہ خیر اور بھلائی لڑکیوں میں کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ نیز ان کے اندر بڑا ثواب مضمر ہے۔

﴿وَيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۝ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝﴾ (٤٢/ الشورىٰ: ٤٩، ٥٠)

''آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللہ ہی کے لیے ہے۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جس کو چاہتا ہے بیٹیاں (1) دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا فرماتا ہے

(1) بیٹی عطیۂ الٰہی ہے۔ جو اس سے بغض کرے گا عنقریب اس پر اللہ کی ناراضی مسلط ہوگی۔ آیت میں غور کرنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں پر عورتوں کو مقدم فرمایا۔ غالباً اس لیے کہ ان کا مرتبہ معلوم ہو جائے اور ان لوگوں کی جہالت اور حماقت کا پول کھل جائے جو ان کی پیدائش پر ناک بھوں چڑھاتے ہیں۔

کسی ادیب نے اپنے دوست کے یہاں بیٹی پیدا ہونے پر مبارکباد دیتے ہوئے لکھا:

''خوش آمدید! پردہ دار، اشرف خاتون، سرمایۂ عالم، باعث قرابت داری داماد اور پاکیزہ اولاد کا سرچشمہ

وتلقت إلى القبائل فانظر ولعمري ما العجز عندي الا

''قبیلے قبیلے گھوم کر دیکھو، قسم سے کہتا ہوں کہ میرے نزدیک عاجزی اس کے سوا کچھ نہیں کہ۔''

فاستزل الشيطان آدم في الجنة لما اغرى به حواء

''شیطان نے آدم علیہ السلام کو جنت میں پھسلایا اور حوا کو آلۂ کار بنایا۔''

ولعمري ما العجز عندي الا ان تبيت الرجال تبكي النساء

اللہ کی قسم! میرے نزدیک یہ بڑی عاجزی کی نشانی ہے کہ مرد عورتوں پر آنسو بہائیں وغیرہ وغیرہ مغالطے، جھوٹ، بہتان اور حماقت آمیز باتیں۔

لڑکیوں سے بغض اور عداوت کے تحت یہ بھی ہوا کہ لوگوں نے پیغمبر ﷺ کے نام مبارک سے اس قبیل کی حدیثیں گھڑنی شروع کیں جیسے: ''لڑکیوں کو دفن کرنا لائق اعزاز ہے، لڑکی کے لیے بہتر کفو قبر کا گڑھا ہے۔'' ''عورت کی پردہ داری دو چیزوں سے ہوتی ہے: ''قبر سے اور شوہر سے۔'' کسی نے کہا: ان میں افضل کون ہے؟ کہا: ''قبر!'' عورتوں کے لیے دس پردہ دار ہیں: ''جب وہ شادی کر لیتی ہے تو شوہر اس کا ایک پردہ ہے، جب مر جاتی ہے تو قبر دس طرح اس کی پردہ دار ہوتی ہے۔'' ''بیٹیوں کے لیے بہتر داماد قبر ہے۔

مصنف فیض القدیر پر بڑا تعجب ہوتا ہے جنھوں نے ان جملوں کو موضوع احادیث میں شمار کیا، پھر ان کی شرح بیان کرنی شروع کی چنانچہ پہلے جملہ ''دفن البنات من المكرمات'' (لڑکیوں کو دفن کرنا لائق اعزاز ہے) کی تشریح کرتے ہوئے کہا: یعنی ان کا شمار ان کاموں میں سے ہے جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ باپ کو اعزاز بخشے گا ''نعم الصهر القبر'' (لڑکی کے لیے بہتر کفو قبر کا گڑھا ہے) کے بارے میں کہا: کیونکہ نسوانیت، قید و بند کی زندگی، بڑھے ہوئے اخراجات اور دوسرے بوجھ کی وجہ سے لڑکیاں سراسر پردہ کی چیز ہیں۔ کبھی یہ شرم اور عار کا سبب بنتی ہیں اور ان کے توسط سے دشمن (داماد بن کر) گھر میں چلا آتا ہے۔

ایک مرتبہ کسی شخص کی بیٹی گزر گئی لوگ تعزیت کے لیے آئے اور اس جملہ سے اس کے سامنے تعزیت کی اور تسلی دی: وہ ایک پردہ تھی جسے ڈھانک دیا گیا۔ اخراجات کا باعث تھی وہ پورا ہو گیا، اجر کا سبب تھی، اللہ نے اس کو آگے بڑھا دیا۔

یا ان کو بیٹے اور بیٹیاں دونوں عطا فرماتا ہے اور جسے چاہتا ہے بے اولاد رکھتا ہے۔ بے شک وہ بڑا جاننے والا (اور) قدرت والا ہے۔''

اسلام کی طرف سے لڑکیوں کی تائید

آیات قرآنی

﴿ وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ ۝ بِأَيِّ ذَنبٍ قُتِلَتْ ۝ ﴾ (۸۱/ التکویر: ۸، ۹)

''اور جب زندہ دفن کی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس قصور میں قتل کی گئی؟''

﴿ قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا أَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَحَرَّمُوا مَا رَزَقَهُمُ اللَّهُ افْتِرَاءً عَلَى اللَّهِ ۚ قَدْ ضَلُّوا وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ۝ ﴾ (٦/ الانعام: ١٤٠)

''یقیناً وہ لوگ تباہ و برباد ہوئے جنھوں نے اپنی اولاد کو بے وقوفی اور جہالت سے قتل کیا اور اللہ پر افترا کر کے اس کی عطا کی ہوئی روزی کو حرام ٹھہرایا۔ بلاشبہ وہ گمراہ ہوئے اور سیدھے راستہ پر نہ آئے۔''

لڑکیوں پر شفقت کا ثواب

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

''جس نے دو لڑکیوں کی پرورش کی میں اور وہ دونوں جنت میں اس طرح داخل ہوں گے۔'' (یہ فرماتے ہوئے آپ نے اپنی دو انگلیوں یعنی انگشت شہادت اور اس سے متصل انگلی کو ملا کر اشارہ فرمایا۔ [1]

''جس نے دو لڑکیوں کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ بالغ ہوئیں۔ قیامت کے دن میں اور وہ اس طرح آئیں گے۔'' (یہ فرماتے ہوئے آپ نے اپنی دونوں انگلیوں کو ملا کر اشارہ کیا اور فرمایا: اس طرح۔) [2]

---

[1] صحیح، سنن الترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی النفقة علی البنات......: ١٩١٤۔

[2] صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب فضل الاحسان الی البنات: ٢٦٣١۔

اتنی بڑی خوشخبری لڑکوں کے لیے نہیں صرف لڑکیوں کے لیے آئی ہے۔ اس لیے والدین کو لڑکیوں کی پیدائش پر خوش ہونا چاہیے۔ لڑکوں کی پیدائش پر نہیں۔ (اللہ ہمیں دین کو سمجھنے کی توفیق بخشے۔)

''جس نے دو یا تین بیٹیوں یا بہنوں کی پرورش کی یہاں تک کہ خود اس کی عمر دراز ہوئی یا وہ مر گیا تو میں اور وہ جنت میں اس طرح رہیں گے۔'' یہ کہتے ہوئے آپ نے انگشت شہادت اور اس کے بازو والی انگلی سے اشارہ فرمایا۔ [1]

لڑکیوں کو تعلیم دینا واجب ہے

آیات قرآنی

﴿ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ (۳۹/ الزمر:۹)

''بھلا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو علم نہیں رکھتے دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟''

﴿ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝ ﴾

''(اے محمد ﷺ) پڑھو اور تمہارا پروردگار بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جو وہ نہیں جانتا تھا۔'' (۹۶/ العلق:۳ تا ۵)

احادیث نبوی ﷺ

''عورتیں مردوں کی سگی بہنیں ہیں۔'' [2]

حضور ﷺ نے ایک صحابیہ عورت سے، ان کا نام شفاء تھا، فرمایا: ''تم انہیں...... آپ کی مراد حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے تھی...... چیونٹی کا منتر کیوں نہیں سکھا دیتیں جیسے لکھنا سکھا دیا ہے۔'' [3]

[1] صحیح، صحیح ابن حبان: ٤٤٧؛ مسند احمد، ٣/ ١٤٧، ١٤٨: ١٢٤٩٨؛ کتاب العیال لابن ابی الدنیا: ١١٠۔ [2] اسناده ضعیف، سنن ابی داود، کتاب الطهارة، باب فی الرجل یجد البلة فی منامه: ٢٣٦؛ سنن الترمذی، کتاب الطهارة، باب ماجاء فیمن یستیقظ...... ١١٣، عبداللہ العمری ضعیف راوی ہے۔

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں مردوں کو بارگاہ نبوت سے جو حکم دیا گیا (اور علم کا سیکھنا بھی اس میں شامل ہے۔) وہی حکم بعینہٖ عورتوں کے لیے بھی ہوگا البتہ بعض مخصوص حکم صرف مردوں کے لیے ہوں گے۔

[3] صحیح، سنن ابی داود، کتاب الطب، باب فی الرقی: ٣٨٨٧۔

حضور ﷺ نے کیسے کارہائے نمایاں انجام دیے کہ آپ خود پڑھے لکھے نہیں تھے لیکن اپنی معمر اہلیہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو لکھنا سیکھنے کا حکم فرمایا۔

= اس روایت کے اندر مردوں کے لیے سب سے بڑا سبق مضمر ہے جو عورتوں کو جاہل، ان پڑھ رہنے دیتے ہیں اور اس بے پڑھے لکھے ہونے کی وجہ سے چونکہ وہ مفید دینی کتابوں کا مطالعہ خود نہیں کر سکتیں اس لیے اکثر خواتین شیطانی وسوسوں کا شکار بھی ہوتی ہیں اور فضول اور بھیانک بے کاری بھی ان کے اندر آ جاتی ہے اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ یہ جاہل عورتیں اپنے بچوں کو بھی درسگاہوں اور پڑھنے پڑھانے سے دور رکھتی ہیں۔

عورتوں کی تعلیم کے حق میں وارد ان آیتوں اور حدیثوں سے ان لوگوں کی تکذیب ہوتی ہے جو تاریک خیال اور جامد فکر رکھتے ہیں اور جو اسی قسم کی موضوع من گھڑت روایتوں کے سہارے عورتوں پر لکھنا پڑھنا اور سیکھنا سکھانا حرام قرار دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر یہی روایت کہ ''انہیں بالاخانوں پر نہ رہنے دو نہ ہی لکھنا سکھاؤ'' حالانکہ عورتوں اور آنے والی نسلوں کو ان پڑھ بنانے میں اسی قسم کی جھوٹی روایتوں کا بڑا ہاتھ ہے۔ چنانچہ ایک مسجد کے خطیب نے مجھے بتایا کہ ایک دیہات کے بچیوں کے مدرسہ کو میں نے یہی سمجھ کر بند کرا دیا کہ یہ روایت صحیح ہے۔ سچ ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے:

الام مـــدرسة اذا اعـــدد تهـــا اعـددت شـعبا طيب الاعراق

''ماں کی ذات درس گاہ کی حیثیت رکھتی ہے اگر تم نے اسے تیار کیا تو ایک پاکیزہ اور اصیل نسل کو تیار کرو گے۔''

مـن لـي بتربية النسـاء فـانهـا في الشرق علة ذالك الاخفاق!

''کون میرے لیے عورتوں کی تربیت کی ضمانت دیتا ہے؟ کیونکہ مشرق میں اس پستی کا سبب ان کو تربیت نہ دینا ہے۔''

انہی موضوع حدیثوں سے متاثر ہو کر ابو العلا معری نے بدشگون ہو کر کہا ہے:

علموهن الغزل والنسج والردن وخـلـوا كـتـابـه و قـراءة

''تم لڑکیوں کو ریشم اور سوت کا تنا اور ان سے بنا سکھاؤ انہیں لکھانا۔ پڑھانا چھوڑ دو۔''

فـصلاة الفتاة بالحمد والاخلاص تـجـزئ عـن يـونـس وبـراءة!

''سورۂ یونس اور سورۂ توبہ کی بہ نسبت لڑکی کا سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص والی نماز پڑھنا اس کے لیے کافی ہے۔''

حضور ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو جو تعلیم دینے کے لیے فرمایا اس کی روشنی میں ہم عرض کریں گے کہ عورتوں کی تعلیم بے حد حساس اور پر خطر مسئلہ ہے۔ اگر اس مسئلہ کو خیر و خوبی سے حل کیا گیا تو اس میں شک نہیں کہ اس کا بہت بڑا نتیجہ رونما ہوگا اور اس کے اندر عورتوں اور پوری امت کا فائدہ ہوگا اور اگر اس میں بگاڑ آیا تو عورت اور ساری امت تباہ ہو کر رہ جائے گی۔ اس لیے عورتوں کی اس قدر تعلیم بہر حال واجب اور ضروری ہے جس سے عورت ایک ذمہ دار بیوی، بہتر ماں اور آنے والی نسلوں کی لائق ترین اتالیق کی حیثیت سے اپنے فرائض کو انجام دے۔ خانہ داری کے کل امور اس کی نگرانی میں حل ہوں۔ لیکن یہ جب ہوگا جب کہ عقائد اور مبادئ اسلام کا آدمی گہرا مطالعہ کرے اسلامی تاریخ اور اسلامی اصول تربیت پر اس کی نظر ہو، اسلامی زندگی اور اسلامی گھرانہ سے بخوبی واقف ہو اور اس کے ساتھ ساتھ امور خانہ داری کے تعلق سے جدید لیکن مفید علوم و فنون پر اس کو عبور حاصل ہو۔

اس میں شک نہیں کہ مسلم سماج نے تعلیم نسواں کے بارے میں سخت ٹھوکر کھائی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اخلاقی انارکی اور تربیتی بگاڑ کا ایسا شدید ردعمل اپنے سامنے پاتے ہیں جس نے ملک و ملت کے وجود کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے اور یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج عورت کا شمار نہ عورتوں میں ہے نہ مردوں میں، نہ ہی تربیت کا کام بہتر طریقہ سے وہ کر سکتی ہیں۔ ہمیں یہ بھی جان لینا چاہیے کہ عیسائی مشنری اور مشرقی علوم کے ماہرین ایک عرصہ سے مسلم گھروں اور اسلامی خاندانوں کو =

= تباہ و برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور یہ حقیقت مسلمانوں کو جڑ سے ختم کرنے اور ان کی قوت کو توڑ دینے کی ان کی منصوبہ بند اسکیم کا حرف آغاز ہے۔ اس منصوبہ کے ذریعہ برس ہا برس سے وہ اس کے لیے کوشاں ہیں اور مجھے کوئی شک نہیں کہ وہ مسلم عورت کو جھوٹی غیرت اور ایک خاص تعلیم دلا کر اپنے ناپاک، تباہ کن اور انتہائی ناگوار مشن میں جھونک کر خود بڑی حد تک کامیاب ہوتے جا رہے ہیں۔

یہ تعلیم کیا ہے؟ یہ فرنگیت کی تعلیم ہے! یہ پرشکوہ اسلامی آداب اور اسلامی طور طریق کو مسخ کرنے کی تلقین ہے۔ علم کے پردے میں زہریلا مواد پھیلانے کے اوچھے ہتھکنڈے ہیں۔ ذیل میں ہم عورت کے بارے میں عیسائی مشنریوں اور سامراج کے منظم منصوبوں کو قارئین کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ چنانچہ ''عالم اسلام پر یلغار'' نامی کتاب میں ص ۴۷ پر لکھا ہے: مشنریوں کو چاہیے کہ مسلمانوں میں اپنے مشن کو کمزور دیکھ کر ناامید نہ ہوں۔ اس لیے کہ تحقیقات سے یہ ثابت ہے کہ مسلمان یورپ کے علم و حکمت کی طرف شدت سے مائل ہیں۔

اس علم و حکمت سے ان کی مراد یورپین فلسفے، ان کے آزاد، بے مہار اخلاقی نظریے اور ان کی آزادئ نسواں کی تحریک ہے۔

اسی کتاب کے صفحہ ۸۸، ۸۹ پر مشنری کی جانب سے منعقد ہونے والی کانفرنسوں جیسے لکھنو اور قاہرہ کانفرنس کی قرارداد اور کارکردگی کا مفصل بیان درج ہے۔ لکھنو کانفرنس منعقدہ ۱۹۱۱ء کی روداد میں یہ لکھا ہے کہ اس کانفرنس کے دستور العمل میں حسب ذیل امور درج تھے:

① حالات حاضرہ کا گہرا مطالعہ۔

② مشنری کی جانب سے چلائی جانے والی تعلیم نسواں کی تحریک کے لیے نئے عزم و حوصلے کے ساتھ از سر نو تیار ہونا۔

اس طرح مشنری کی طرف سے منعقدہ کانفرنسوں میں آزادئ نسواں کی تحریک کا آغاز ہوا۔ ہاں اللہ کی قسم! اس تحریک کے پیچھے صلیبی مشنریوں کی توانائی کام کر رہی ہے جو آزادئ نسواں کا مسلسل پروپیگنڈہ کر رہی ہے، اس کے لیے سرگرم عمل ہے اور اگر تم پوچھو کہ آخر یہ سب کیوں ہو رہا ہے؟ تو اس کا جواب حاضر ہے:

امیریکن نژاد یہودی معاصر ''مورو بریگر'' اپنی کتاب ''موجودہ عرب دنیا'' میں لکھتا ہے۔ مسلم طالبات کا شمار مسلمانوں کے اس گروہ سے ہے جو دین اور دینی تعلیم سے سب سے زیادہ دور ہے اور یہی وہ گروہ ہے جو سماج کے دوسرے افراد اور پوری نسلوں کو اسلام سے بے بہرہ کر سکتا ہے۔ (بیسویں صدی کی جہالت ص ۳۴۲، ۳۴۳)

پادریوں کا مشن اور سامراج کے ایک مضمون کا خلاصہ یہ ہے: جب عیسائی مشنریوں نے عرب دنیا کا رخ کیا تو انہیں معلوم ہوا کہ تعلیم دینے اور تربیت کرنے میں عورتوں کا اثر مردوں سے زیادہ ہے۔ اس لیے مشنری نے عورتوں کو ہی زیادہ استعمال کیا:

ایک مستشرق جیب کہتا ہے:

''بیروت کا لڑکیوں کا اسکول میری آنکھ کا موتی ہے۔''

اسی لیے امریکن مشنریوں نے ۱۸۷۰ء میں بیروت کے مشنری گرل اسکول کے لیے تیس ہزار ڈالر کا مطالبہ کیا تھا اور اس مطالبہ کی تہہ میں کارفرما اسی علت کو بنیاد بنایا تھا کہ مسلم گھرانوں میں یہ لڑکیاں زبردست اور بے بہا کردار ادا کریں گی اور رفتہ رفتہ یہ مدرسہ مستقبل قریب میں شام کے پورے علاقہ کو عیسائی بنانے کا سب سے بڑا کارنامہ انجام دے گا۔

صالح اولاد کے لیے انبیا علیہم السلام کی تڑپ

آیات قرآنی

﴿رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ﴾ (۲۱/ الانبیاء:۸۹)

''اے میرے پروردگار! مجھے دنیا میں اکیلا نہ چھوڑ اور تو ہی سب سے بہتر وارث ہے۔'' [1]

---

[1] استاذ مصطفیٰ عبدالواحد کی کتاب (اسلام میں خاندان کا مقام) میں ان آیتوں کے حاشیہ کے تحت لکھا ہے:

قرآن کریم کا بیان ہے کہ انبیا علیہم السلام جو اللہ تک رسائی کے لائق تقلید راہنما ہیں۔ انہوں نے ہمیشہ خاندان سے خود کو مربوط رکھا ہے اور اولاد کی اللہ سے تمنا کی ہے۔ باری تعالیٰ بھی مومنوں کو اس کی تعلیم دیتا ہے کہ وہ گڑگڑا کر اللہ کی طرف متوجہ ہوں اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں سکھی خاندان سے نوازے اور ان کی نسلوں کو سعادت مند بنائے۔

اس دعا کی تلقین دراصل سعادت مند خاندان کے باغ و بہار سائے میں بہتر اور پاکیزہ زندگی گزارنے کی جانب ایک قدم ہے۔ کیونکہ اسلام بھی آخر انسان کے لیے خاندان کے وجود کو ضروری سمجھتا ہے اور یہ ضرورت فطری ہے تاکہ بدبختی اور رنج و غم سے دور چین و سکون سے ان کی زندگی گزر سکے۔ (ص ۱۸، ۱۹)

صالح اولاد اگر دنیوی زندگی کی زینت اور دنیا و آخرت کا ذخیرہ ہیں تو دوسری طرف وہ جنسی توانائی اور اس کو منظم کرنے کا اہم فرض بھی انجام دیتے ہیں اور حدود سے تجاوز کے بعد اس میں میانہ روی اور اعتدال کا ذریعہ بھی بنتے ہیں۔ جب کہ بہتیرے لوگ بے احتیاطی میں ملوث ہوتے ہیں۔ اس بے احتیاطی اور افراط و تفریط سے ہٹ کر ان کے اندر جواب دہی کا احساس پیدا کرتے ہیں، اپنے وجود کو محفوظ رکھنے کا گر سکھاتے ہیں اور اس ضرورت کا احساس دلاتے ہیں کہ اس طاقت اور توانائی کو بڑھاپے تک برقرار رکھنا چاہیے۔ خاندان کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ جنون کی حد تک بڑھی ہوئی شہوت کو توڑ دیتا ہے۔ نیز انسانی فطرت ہے کہ اپنی مملوکہ چیزوں میں اس کی رغبت مدھم ہوتی جاتی ہے۔

یوں بھی میاں بیوی جب شہوت اور ہیجان کے ابتدائی دور سے گزرتے ہیں اور جنسی پیاس بجھ جاتی ہے تب دونوں ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ دیتے ہیں ایک دوسرے کے قریب آتے ہیں ان کا شہوانی طوفان آپ سے آپ سرد پڑ جاتا ہے اور گرمی فرو ہو جاتی ہے۔ یہی حال خاندان کا ہوتا ہے۔ خاندان بھی اپنے خصوصی مشاغل اور پائیدار مقاصد کے لیے خصوصاً جب بال بچے زیادہ ہو جاتے ہیں تو اس کے محتاج ہوتے ہیں کہ ان پر زیادہ توجہ کی جائے۔ اس وقت نفس آپ سے آپ زبردستی کی شہوت سے گریز کرتا ہے اور معقول حدود اختیار کر لیتا ہے۔ اس کے بعد جسم کسی قسم کی سختی اور حدود سے تجاوز کا شکار نہیں ہونے پاتا۔

پھر خود جنسی توانائی کے پہلو سے دیکھا جائے تو ہمیں معلوم ہوگا کہ جو خاندان فطری نظم و ضبط کے ساتھ شہوت برآری کرتا ہے، جسم کو بگاڑنے یا دائمی رنج و یاس میں بدن کو گھلانے کے طریقوں سے بچتا ہے اور سڈول اور متناسب اعضا کو صحیح جسمانی راحت اور سکون پہنچاتا ہے تو ایسے تمام خاندانوں کو پوری تسلی سچی خوشی اور مکمل آسودگی نصیب ہوتی ہے۔ (انسان، مادیت اور اسلام کے درمیان)

﴿ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴾

(۳/ آل عمران:۳۸)

''پروردگار مجھے اپنے پاس سے نیک اولاد عطا فرما بے شک تو دعائیں سننے والا ہے۔''

﴿ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ﴾

(۱۴/ ابرھیم: ۴۰)

''اے میرے پروردگار! مجھ کو (ایسی توفیق عطا فرما) نماز پڑھتا رہوں اور میری اولاد کو بھی (یہ توفیق بخش) اے ہمارے پروردگار! میری دعا قبول فرما۔''

اسلام زچہ اور بچہ کی صحت

اسلام زچہ اور بچہ کی جسمانی صحت کی زبردست نگہداشت کرتا ہے اور اس کے لیے ماہِ رمضان کا روزہ نہ رکھنے کی اجازت دیتا ہے اور ان پر قضا نہیں ہے۔

آیت قرآنی

﴿ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ﴾ (۲/ البقرۃ:۱۸۴)

''روزہ کی طاقت نہ رکھنے والوں پر فدیہ [1] ہے یعنی ایک مسکین کو کھانا کھلانا۔''

---

[1] امام ابوداؤد حضرت عکرمہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما باری تعالیٰ کے اس ارشاد: ﴿ وعلى الذين يطيقونه ﴾ کی بابت فرماتے تھے: یہ رخصت بوڑھے مردوں اور عورتوں کو حاصل تھی۔ یہ روزے کی تاب نہیں رکھتے تھے۔ اس لیے انہیں حکم ہوا کہ روزہ کے دنوں میں کھا پی لیں اور ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں۔ (سنن ابی داود، ۲۳۱۸ وسندہ ضعیف، البتہ حاملہ اور دودھ پلانے والی کے لیے رخصت ثابت ہے، دیکھئے ابوداود: ۲۳۱۷) حاملہ اور دودھ پلانے والی خواتین کو جب (اپنے اور اپنے بچوں کے بارے میں) اندیشہ ہوتو وہ بھی روزہ نہ رکھیں اور کھانا کھلائیں۔ (صحیح، المصنف لعبد الرزاق:۷۵۵۵)

اس کے آخر میں اتنا اضافہ بھی ملتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنی ام ولد باندی (جس کو اپنے آقا سے اولاد ہوئی ہو اس) سے کہتے تھے۔ تیرا شمار ان لوگوں میں ہے جو روزہ نہیں رکھ سکتے اس لیے تجھے فدیہ دینا ہوگا اور قضا نہیں آئے گی۔ (یہ مسئلہ درست ہے جیسا کہ سابقہ حوالہ جات سے ثابت ہے۔)

حضرت نافع سے منقول ہے کہ حاملہ عورت جس کو اپنے بچہ کے بارے میں ڈر ہو اس کی بابت حضرت ابن عمر سے پوچھا گیا۔ آپ نے جواب میں فرمایا وہ کھا پی لے اور ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو ایک مد گیہوں خیرات کرے۔ (صحیح، السنن الکبریٰ للبیہقی ۴/۲۳۰) جو کا چوتھائی پیالہ ایک مد کے برابر ہوتا ہے۔

سیدنا ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حاملہ اور دودھ پلانے والی جب روزہ کے دن کھا پی لیں تو انہیں فدیہ دینا ہوگا لیکن ان پر قضا نہیں ہے۔ ❶

''اللہ تعالیٰ نے مسافر کے لیے روزے اور آدھی نماز کو معاف کر دیا ہے اور حاملہ اور دودھ پلانے والی کے لیے روزے معاف کر دیئے ہیں۔'' ❷

اولاد کی تربیت کی ترغیب

آیات قرآنی

﴿ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ ﴾ (۳۶/ یس:۱۲)

''اور جو اعمال وہ آگے بھیج چکے اور جو نشانات ❸ پیچھے چھوڑ گئے سب کو ہم لکھتے ہیں۔''

❶ صحیح، سنن الدارقطنی، ۱/ ۲۰۷: ۲۳۶۳۔ ❷ حسن، سنن ابی داود، کتاب الصیام، باب اختیار الفطر: ۲۴۰۸؛ سنن الترمذی، کتاب الصوم، باب ماجاء فی الرخصة فی الافطار......: ۷۱۵؛ سنن النسائی: ۲۲۷۹؛ سنن ابن ماجه: ۱۶۶۷۔

ان آیتوں سے مریض اور مسافر کے لیے قضا واجب ہونے کا حکم نکلتا ہے لیکن حاملہ اور دایہ کے لیے وجوب کا حکم نہیں نکلتا۔

شریعت کا یہ حکم جس قدر وسعت کا حامل ہے افسوس اکثر مسلمان اس سے ناواقف ہیں اور اس کی وجہ سے بیشتر حاملہ، دایہ اور ان کے شیر خوار بچے سخت خطرات اور ہلاکت میں گرفتار ہوتے ہیں۔ کیونکہ حاملہ اور دایہ کو جب یہ معلوم ہوتا ہے کہ کھا پی لینے کی صورت میں انہیں قضا کرنی ہوگی۔ تو مجبوراً وہ روزے رکھ لیتی ہیں اور اس طرح وہ اور ان کا بچہ دونوں خطرے میں گھر جاتے ہیں۔

پھر میں نہیں جانتا کہ یہ حاملہ اور دودھ پلانے والیوں کو روزہ قضا کرنے کے لیے کیونکر موقع ملے گا؟ کیونکہ شادی کے بعد عام طور پر یا عورتیں حاملہ رہتی ہیں یا بچوں کو دودھ پلاتی ہوتی ہیں۔ اب اگر حمل کی حالت میں اس نے روزہ نہ رکھا اور کھا پی لیا تو دودھ پلانے کے دوران روزہ کیونکر رکھیں گی یا دودھ پلاتے ہوئے جو روزہ چھوٹ گیا اگلا بچہ پیٹ میں رہتے ہوئے ان روزوں کی قضا کیونکر وہ دے سکیں گی؟ جملہ مذاہب کے ائمہ اس کے قائل ہیں کہ دایہ اور حاملہ کو روزے کی قضا کرنی ہوگی۔ کسی شک کے بغیر عرض ہے کہ مذکورہ بالا دلائل ان ائمہ کرام کی نظروں سے نہیں گزرے ہوں گے ورنہ ممکن ہے وہ اس کی مخالفت نہ کرتے۔ کیونکہ جملہ ائمہ کا یہ قول ہے کہ حدیث اگر صحیح ہے تو وہی میرا مذہب ہے اور حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کے اقوال کو مرفوع حدیث کا حکم حاصل ہے، کیونکہ وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہہ سکتے نہ اس کا تصور کیا جا سکتا ہے۔

❸ آیت کریمہ سے اشارتاً یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ آدمی کے صرف اعمال لکھنے پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ آدمی کے مرجانے کے بعد بھی وہ ان کے نیک اعمال کا بھلائی سے اور برے اعمال کا بدی کے ساتھ بدلہ دیتا ہے۔ چونکہ =

﴿ يَآيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا قُوۡۤا اَنفُسَكُمْ وَاَهْلِيكُمْ نَارًا وَّقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰۤئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ۝ ﴾ (٦٦/ التحریم:٦)

''اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو دوزخ کی آگ ❶ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے جس پر تندخو، سخت مزاج فرشتے مقرر ہیں۔ اللہ نے ان کو جو حکم دیا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم ان کو ملتا ہے اسے بجالاتے ہیں۔''

﴿ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ اِمَامًا ۝ ﴾ (٢٥/ الفرقان:٧٤)

''اور وہ جو دعا مانگتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں ہماری بیویوں کی طرف سے (دل کا چین) اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک ❷ عطا فرما اور ہم کو پرہیز گاروں کا پیشوا بنا۔''

= اولاد آدمی کی سب سے بڑی نشانی اور اس کے بعد باقی رہنے والے آثار ہیں اس لیے وہ جو نیک کام کریں گے۔ باری تعالیٰ اس کا اجر ان کے والدین کے نامۂ اعمال میں درج کرے گا اور اولاد کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کرے گا۔ اسی طرح اگر انہوں نے برا کیا تو والدین کے اعمال نامہ میں بدی تحریر کرے گا۔

❶ اہل کو بچانے کا مطلب یہ ہے کہ اہلیہ اور بال بچوں کو صحیح اور پاکیزہ تعلیم و تربیت دے کر انہیں دوزخ کی آگ سے بچایا جائے۔

❷ آیت بتاتی ہے کہ باشعور اور باغیرت مسلمان اس کی حرص رکھتے ہیں کہ ان کی اولاد صالح ہوتا کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ان کے مرنے کے بعد یہ اولاد ان کے لیے توشۂ آخرت ہو۔ اب جو لوگ اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم و تربیت سے غفلت برتتے ہیں ان کی بدبختی کا بھلا کیا ٹھکانا ہوگا؟

مشہور یونانی فلسفی سقراط کہتا ہے: ہم وطن بھائیو! چوٹی سے ایڑی تک پسینہ بہا کر ڈھیروں دولت جمع کر کے آخر تم کیا کرو گے؟ جب کہ تم اپنی اولاد کی صحیح کفالت بھی نہیں کرتے اور دولت ایک نہ ایک دن بہر حال ان کے ہاتھ میں آنے والی ہے۔

سابقہ آیات و روایات سے ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ اولاد اور ان کی تربیت سے متعلق ماں باپ کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ اور اگر انہوں نے اس فریضہ کو کما حقہ انجام دیا تو دنیا اور آخرت میں انہیں اس پر کیا اجر مل سکتا ہے؟

بچوں کی تربیت کی مناسبت سے میں عرض کروں گا کہ تربیت کرنا بڑا اہم اور نازک فن ہے۔ جس کے لیے زبردست مطالعہ کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ جانوروں میں دیکھا جاتا ہے کہ نر اور مادہ میں محض شفقت مادری اور پدری =

احادیث نبوی ﷺ

''جب آدمی مر جاتا ہے تو اس کے تمام اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین کاموں کے کہ ان کا سلسلہ جاری رہتا ہے: ① صدقۂ جاریہ [1] ② وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے۔ ③ صالح اولاد جو اس کے حق میں دعا خیر کرے۔'' [2]

''تم میں ہر کوئی ذمہ دار ہے اور ہر کوئی اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہ ہے۔ امام ذمہ دار ہے اور اپنے ماتحتوں کے بارے میں جواب دہ ہے۔ آدمی ذمہ دار ہے اور اپنے گھر والوں کے بارے میں جواب دہ ہے۔ عورت ذمہ دار ہے اور اپنے شوہر کے گھر والوں بال بچوں اور ماتحتوں کے بارے میں جواب دہ ہے۔ خادم اپنے آقا کے مال سے متعلق ذمہ دار

= ہوتی ہے جو ان کی تربیت کے لیے کافی ہے۔ لیکن انسانوں میں محض یہ جذبہ کافی نہیں ہے۔ اس غلط فہمی اور لاپروائی نے بدترین نتائج پیدا کر رکھے ہیں۔ اکثر افراد یہ بھی سمجھتے ہیں کہ کثرت سے ڈانٹ ڈپٹ، طعن و تشنیع اور جسمانی اذیت پہنچانے سے بھی تربیت کا کام انجام پا جاتا ہے۔ یہ ان کی زبردست بھول ہے اس لیے جو لوگ تہذیب و تربیت کے مزید آداب اور حقیقی اصول جاننا چاہتے ہیں انہیں ہماری ذیل کی کتابیں دیکھنی چاہییں "کیف اربی طفلی" (میں اپنے بچوں کی تربیت کیسے کروں؟) "نقائص الاطفال و طریقة اصلاحها" (بچوں کی کوتاہیاں اور ان کی اصلاح کا طریقہ) "التربیة الجنسی علی المکشوف" (صاف ستھری جنسی تربیت) "اطفالنا ضحایانا" (بچے قربانی کے بکرے) جگر گوشوں کی تربیت پر ایک نظر کا حاشیہ "التعلیق علی کتاب لفتة الکبد فی تربی الولد" (اسلام کا کمال تربیت) "عبقری الاسلام فی التربیة"

[1] اس حدیث سے نذر کا روزہ خاص ہوتا ہے اور بیٹے کی خیرات ماں باپ کی طرف سے اس لیے شمار ہوگی کہ بیٹا باپ کی کمائی اور اسی کی نشانی ہے۔ لیکن اس حدیث سے یہ استدلال نہیں کیا جا سکتا کہ نفلی روزہ کا ثواب تمام تر مردے کو پہنچ جاتا ہے۔ خصوصاً قرآن پاک کے بارے میں بھی یہی کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ سابقہ آیات و روایات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ صفت صرف اولاد کے لیے مخصوص ہے۔ مردوں کے لیے دعا کرنا البتہ الگ ہے کیونکہ قریب اور دور کے رشتہ داروں کی دعائیں مردوں کو لگتی ہیں۔ قرآن پاک میں ہے:

﴿ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴾ (۵۹/ الحشر: ۱۰)

''اے پروردگار! ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ایمان والوں کی طرف سے ہمارے دلوں میں کینہ نہ پیدا ہونے دے۔''

[2] صحیح مسلم، کتاب الوصیة، باب ما یلحق الانسان من الثواب......: ۱۶۳۱۔

ہے اور اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہ ہے۔" [1]

جنت میں آدمی کا درجہ بڑھا دیا جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے: میرے حق میں یہ کیونکر ہوا؟ اس لیے کہ تمہارا بیٹا تمہارے لیے مغفرت طلب کرتا ہے۔ [2]

اگر تمہارے والد نے توحید کا اقرار کیا اور ان کی زبان بند ہو گئی پھر تم نے ان کی طرف سے صدقہ اور خیرات کیا تو اس سے ان کو نفع ہوگا۔

بچوں کی تعلیم و تربیت کا کام غلط ہاتھوں میں دینا خطرناک ہے [3]

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

"ہر بچہ دین فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین یا تو اسے آتش پرست بنا دیتے ہیں یا یہودی بنا دیتے ہیں یا نصرانی بنا دیتے ہیں۔" [4]

بچوں سے جھوٹ بولنے کا حکم

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر میں تشریف فرما تھے۔ اتنے میں میری والدہ نے مجھے بلا کر کہا: آ میں تجھے ایک چیز دیتی ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری والدہ سے فرمایا: "تم نے اسے کیا چیز دینا چاہی تھی؟" انہوں نے کہا:

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الجمعة، باب الجمعة فی القری......: ۸۹۳؛ صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب فضیلة الامام العادل......: ۱۸۲۹۔

[2] اسنادہ حسن، مسند احمد، ۲/ ۵۰۹: ۱۰۶۱۰؛ سنن ابن ماجه، کتاب الادب، باب بر الوالدین: ۳۶۶۰؛ المستدرك للحاكم، ۲/ ۱۷۸؛ کشف الاستار: ۳۱۴۱۔

[3] اس مناسبت سے ہم یہاں جامع ازہر کے سابق شیخ کی تصریحات بیان کرنا چاہتے تھے لیکن افسوس ناک پہلو یہ بھی ہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف نے ہر چند اتباع اور پیروی کو اس قدر ضروری اور واجب قرار دیا ہے لیکن اس کے باوجود آپ نے اپنے ایک گزشتہ رسالہ میں قرآن وسنت کی اتباع سے گریز کیا اور نام نہاد تصوف کا راستہ اختیار کیا جبکہ یہی عجمی تصوف وہ سب سے بڑی بدعت ہے جو اسلام کے راستے مسلمانوں میں داخل ہوئی اور مسلمانوں کو مخمور اور مدہوش کر ڈالا۔

[4] صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ما قبل فی اولاد المشرکین: ۱۳۸۵۔

میں اسے ایک چھوہارا دیتی! آپ نے فرمایا: ''اگر اب تم اسے کچھ نہ دو گی تو تمہارے خلاف ایک جھوٹ لکھ دیا جائے گا۔'' [1]

بچوں کو سویرے نماز کے لیے جگانے کی ترغیب

حدیث نبوی ﷺ

''جب بچے کی عمر سات سال کی ہو جائے تو اسے نماز کا حکم دو۔ پھر جب وہ دس سال کا ہو جائے تو نماز نہ پڑھنے پر اسے سزا دو اور اس کا بستر علیحدہ کر دو۔'' [2]

بچوں میں مساوات واجب ہے

آیات قرآنی

﴿ لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٌ لِّلسَّائِلِينَ ۝ إِذْ قَالُوا لَيُوسُفُ وَأَخُوهُ أَحَبُّ إِلَىٰ أَبِينَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ إِنَّ أَبَانَا لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ اقْتُلُوا يُوسُفَ أَوِ اطْرَحُوهُ أَرْضًا يَخْلُ لَكُمْ وَجْهُ أَبِيكُمْ وَتَكُونُوا مِن بَعْدِهِ قَوْمًا صَالِحِينَ ۝ ﴾ (۱۲/ یوسف: ۷، ۹)

''بے شک یوسف اور ان کے بھائیوں (کے قصہ) میں پوچھنے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔ جب یوسف کے بھائیوں نے (آپس میں) کہا کہ یوسف اور اس کا بھائی ہمارے باپ کو ہم سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ حالانکہ ہم بھائیوں کی طاقتور جماعت ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ہمارے باپ صریح غلطی پر ہیں۔ (آپس میں کہا کہ) یوسف کو یا تو جان سے مار ڈالو یا اس کو کسی (دور) جگہ پھینک آؤ (جب وہ نہیں رہے گا) تو ابا کی توجہ صرف تمہاری ہی طرف رہے گی اور اس کے بعد تم اچھی حالت میں ہو جاؤ گے۔''

---

[1] اسنادہ ضعیف، سنن ابی داود، کتاب الادب، باب التشدید فی الکذب: ۴۹۹۱، رجل مجہول راوی ہے۔ [2] اسنادہ حسن، سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب متی یؤمر الغلام بالصلاۃ: ۴۹۴؛ سنن الترمذی، کتاب الصلوٰۃ، باب ما جاء متی یؤمر الصبی......: ۴۰۷۔

احادیث نبوی ﷺ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا، اتنے میں ان کا ایک لڑکا آیا انہوں نے اس کا بوسہ لیا اور اسے اپنے زانو پر بٹھا لیا۔ پھر ان کی بیٹی آئی۔ انہوں نے اس کو سامنے بٹھا لیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ”تم نے دونوں کے ساتھ یکساں سلوک نہیں کیا۔“ [1]

[1] حسن، شرح معانی الآثار للطحاوی، ۲/ ۲۴۶؛ کشف الاستار: ۱۸۹۳۔

اکثر ماں باپ اور سرپرستوں کو یہ شکایت ہوتی ہے کہ ان کے بچوں میں بھائی بھائی کے اندر حسد ایک دوسرے پر رشک اور غیرت پائی جاتی ہے اور اس کے نتیجہ میں ان کا ذہنی توازن بگڑا ہوا، ان کی صحت دن بدن کمزور، ان کے رویہ کے اندر انتہا پسندی اور ان کی طبیعت میں عجیب قسم کی بے چینی پائی جاتی ہے جس کا بظاہر کوئی علاج معلوم نہیں ہوتا۔

اس میں شک نہیں کہ حضور ﷺ نے سابقہ روایت میں بھائیوں کے اندر عدل وانصاف قائم کرنے کی جس طرح تاکید فرمائی اس سے ان کا آپس کا رشک وحسد اور شرم و عار خود بخود زائل ہو جاتا ہے۔ جب کہ دیکھا گیا ہے کہ اکثر سرپرست اور ماں باپ بسا اوقات یہ سب کرتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ آپ کے والد ماجد حضرت یعقوب علیہ السلام کو آپ سے جس قدر محبت تھی اس کے نتیجہ میں انتہائی سخت حوادث سے آپ کو دو چار ہونا پڑا۔

ذیل میں اس اہم موضوع پر چند تفصیلی باتیں ہم عرض کریں گے:

سب سے پہلی بات ہمیں یہ جاننی چاہیے کہ بچہ فطری طور پر ناز نخرے کا دلدادہ اور ہر ایسے امتیاز کا متمنی ہوتا ہے جسے وہ آسانی سے حاصل کر سکے۔ اب اگر کوئی اور بھی اس ناز یا امتیاز میں اس کا حصہ دار بنتا ہے، خواہ وہ کوئی بچہ ہو، اس کا بھائی، اس کی بہن یا اس کا کوئی عزیز قریب ہو تو اس کے دل میں آہستہ سے حسد کی چنگاری سلگتی ہے اور زہریلے ناگ کی طرح اس کا زہر اس کے اندر سرایت کرتا ہے اور جب ایک مدمقابل اس کی نظروں کے سامنے آ کھڑا ہوتا ہے تو اس کے دل میں ڈر اور خوف کی لہر اٹھتی ہے۔ اس خوف کی بنیاد وہی رشک اور حسد ہوتا ہے اور اغلب یہی ہے کہ یہ خوف ایک قسم کا وہم ہوتا ہے جس کا خارج میں کوئی وجود نہیں ہوتا لیکن جس طرح ایک دوسرے سے سبقت اور آگے بڑھنے کا خدشہ اور ڈر کسی منطق، سبب، ربط یا نتیجہ کے بغیر بڑوں کے اندر پایا جاتا ہے تو چھوٹوں کے اندر یہ اندیشہ کیوں نہیں پایا جائے گا؟

بچہ غیرت اور رشک و عار کا اس وقت یک بیک زیادہ شکار ہوتا ہے جب وہ اپنی آنکھیں کھولتا ہے اور اپنے سامنے کسی پیشگی اطلاع یا تمہید کے بغیر ایک سگا بھائی یا سگی بہن موجود پاتا ہے۔ پھر لطف یہ کہ وہ اس بھاری بھرکم مہمان یا آنے والے طفیلی کے استقبال کے لیے خود کو تیار بھی نہیں کر پاتا جو کسی دعوتی کارڈ کے بغیر اس کے گھر میں آ دھمکتا ہے۔ اور دسترخوان پر آ موجود ہوتا ہے۔ ایسے وقت کیا مشاہدہ اس کا شاہد نہیں کہ اس چھوٹے بچے کے دل میں آنے والے نو مولود بچے کے آنے سے سات آٹھ ماہ پیشتر سے اس کے خلاف رشک کا جذبہ کروٹیں لینے لگتا ہے۔ نیز یہ ایسا

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میرے والد نے مجھے (کوئی چیز) بخشش کی۔ میری والدہ نے کہا: میں تب راضی ہوں گی جب تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر گواہ بنالو گے۔ میرے والد خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے اپنے ایک بیٹے کو بخشش کی۔ اس کی والدہ نے مجھ سے کہا کہ اس پر میں آپ کو گواہ بناؤں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم نے ایسی ہی بخشش اپنے تمام لڑکوں کو کی ہے؟'' انہوں نے کہا نہیں! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنی اولاد کے درمیان انصاف قائم کرو اور اس پر مجھے گواہ نہ بناؤ، میں ظلم و جور کے حق میں گواہی نہیں دے سکتا۔'' [1]

== بھی نہیں کہ یہ تاثر مدھم ہو یا اس کا مشاہدہ نہ کیا جا سکے۔ بلکہ اس کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے اور جس طرح ہم اس کا مشاہدہ کرتے ہیں اسی طرح ہمارا مشاہدہ ہے کہ دو جڑواں بچے جو باہم قطعی ایک جیسے ہوں یا ان میں کچھ فرق ہو ان کے اندر غیرت اور رشک کا مادہ بے حد کم ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں ماہرین نفسیات اس پر متفق ہیں کہ بچوں کے دلوں میں حسد کا مادہ بھڑک اٹھنے کی بنیادی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ان کی آنکھوں کے سامنے ان کے بھائی یا بہن کو اس پر فوقیت دی جاتی ہے ایک دوسرے کے سامنے ایک کا دوسرے سے موازنہ کیا جاتا ہے جس کو پہلا دیکھتا یا سنتا ہے۔ اس موازنہ کے ذریعہ بلاوجہ ایک کو دوسرے پر فوقیت دی جاتی ہے۔ ہیئت، شکل و صورت، رنگ و روغن، قد و قامت، ہوشیاری اور ذہانت میں ایک کو دوسرے سے بڑھا ہوا بتایا جاتا ہے۔

جیسا کہ ابھی گزرا، نفسیات کے ماہرین کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ لڑکوں سے زیادہ غیرت کا جذبہ لڑکیوں کے اندر پروان چڑھتا ہے۔ جو بچہ جس قدر ذہین اور ہوشیار ہوتا ہے یہ جذبہ اس کے اندر اتنا ہی تیز ہوتا ہے۔ البتہ جو بچے آنے والے بن بلائے مہمان کے استقبال کی زحمت سے محفوظ ہوتے ہیں ان کے اندر یہ جذبہ نمایاں طور پر کم ہوتا ہے۔

غیرت اور حسد پیدا ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ ماں باپ اور سرپرست اپنی پوری توجہ بیمار بچے کی طرف منعطف کرتے ہیں اور چھوٹے یا بڑے تندرست بچے کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اس غفلت اور بے توجہی سے بچے کے دل میں یہ احساس تیز ہوتا ہے کہ اس کی حیثیت گرے پڑے مال کی سی ہے اور بیمار بچہ ہی اس وقت ناز اور اعزاز کے لائق ہے۔ اس وقت بچہ یہ سمجھنے لگتا ہے کہ بیمار ہونا بھی کوئی امتیاز ہے جس کی وجہ سے بچہ ماں باپ کی نظروں میں محبوب ہوتا ہے اور پھر وہ بیمار ہونے کی تمنا کرتا ہے۔ اس لیے مثالی طریقہ یہی ہے کہ ماں بیمار بچہ کی عیادت کرتے ہوئے اپنے تندرست بچہ کو فراموش نہ کرے اس کے ساتھ ساتھ اس پر بھی توجہ کرے۔ حسد کا ایک سبب یہ بھی ہوتا ہے کہ مہمان اور آنے والے کسی بچہ کے سامنے دوسرے بچہ کی آنکھوں بالوں یا اس کی ہوشیاری کی تعریف کی جاتی ہے یا یہی کہتے ہیں کہ فلاں کے خون کم ہے۔ اس قسم کے وقوعہ سے بھی دوسرے بچہ کے اندر غیرت جاگ اٹھتی ہے۔ غور کرنا چاہیے کہ اس قسم کے واقعات اگر روزمرہ پیش آتے رہیں تو بچہ کس قدر غیرت اور حسد کا شکار ہوگا اور یہ مصیبت کس طرح دن بدن بڑھتی جائے گی؟ (رسالہ ''جدید تربیت'' باختصار)

[1] صحیح بخاری، کتاب الشہادات، باب لایشہد علی شہادۃ جور......: ۲۶۵۰؛ صحیح مسلم، کتاب الهبات، باب کراهة تفضیل بعض اولاد......: ۱۶۲۳۔

بچوں پر مہربانی کرنا واجب ہے

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

''رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم کرتا ہے۔ اس لیے زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔'' [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اپنے اہل وعیال [2] کے ساتھ مہربانی کرنے والا نہیں دیکھا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے ایک غلام کو کوڑا مارا، میں نے اپنے پیچھے سے ایک آواز سنی دیکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک تھی آپ کہہ رہے تھے: ''ابو مسعود! خوب سمجھ لو کہ جس قدر دسترس تمہیں اس غلام پر حاصل ہے اس سے کہیں زیادہ اللہ کو تم پر دسترس حاصل ہے۔'' [3]

---

[1] اسنادہ حسن، کتاب الأدب، باب فی الرحمۃ: ٤٩٤١؛ سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی رحمۃ الناس: ١٩٢٤۔

[2] صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب رحمتہ صلی اللہ علیہ وسلم الصبیان والعیال......: ٢٣١٦۔
اس میں شک نہیں کہ اس عظیم المرتبت تربیت کا اثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں نہایت گہرا تھا جس نے سخت سے سخت دلوں کو نرم کر دیا چنانچہ منقول ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بنو اسد کے کسی شخص کو اپنے ایک کام کے لیے مامور فرمایا جب وہ اپنی ڈیوٹی پر حاضر ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے آپ کا کوئی بچہ لایا گیا آپ نے اس کا بوسہ لیا۔ اسدی نے کہا: امیر المومنین رضی اللہ عنہ! آپ اس کا بوسہ لیتے ہیں؟ اللہ کی قسم! میں نے کبھی کسی بچے کا بوسہ تک نہیں لیا! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم لوگوں کی بہ نسبت کم رحم دل معلوم ہوتے ہو۔ لاؤ ہمارا کام دے دو، ہمارا کوئی کام تم مت کرو! (الادب المفرد للبخاری)

[3] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب صحبۃ الممالیک......: ١٦٥٩۔
گزشتہ مجموعہ احادیث سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رافت ورحمت اور بچوں کے ساتھ آپ کی شفقت ومہربانی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے، لہٰذا سرپرست اور باپ کو ان سے سبق سیکھنا چاہیے اس لیے افسوس ہوتا ہے کہ بہتیرے ماں باپ بچوں کو بلاوجہ یا معمولی وجہ سے بے دردی سے پیٹتے ہیں۔ بعض انہیں کھیل کود سے محروم رکھتے ہیں اور انہیں معمولی آزادی بھی نہیں دیتے۔ اکثر انہیں ذلیل وخوار کرتے ہیں جس سے ان کا مستقبل تاریک ہوجاتا ہے۔ شروع سے ان کی اٹھان کمزور ہوتی ہے۔ ان کی شخصیت کا کوئی وزن دوسروں پر نہیں پڑتا۔ ان کی ذہنیت پراگندہ اور الجھی الجھی سی ہوتی ہے اور اس طرح ان کی زندگی مایوسی اور ناکامی کا شکار ہو کر رہ جاتی ہے۔

حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حضور ﷺ مجھے اٹھا کر اپنے زانو پر بٹھا لیتے کبھی دوسرے زانو پر بٹھا کر انہیں ملا لیتے اور فرماتے: ''اے اللہ! ان دونوں (اسامہ، حسن) پر مہربانی فرما اس لیے کہ میں ان پر مہربانی کرتا ہوں۔'' [1]

حضور ﷺ انصار کی زیارت کے لیے تشریف لے جاتے۔ جب انصار کے مکانات قریب آتے تو انصار کے بچے لپک کر آپ کو چاروں طرف سے گھیر لیتے۔ آپ ان کے حق میں دعا فرماتے ان کے سروں پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے اور انہیں سلام کرتے تھے...... الخ۔ [2]

حضور ﷺ اپنے سپہ سالاروں کو جو نصیحت فرماتے اس میں سے ایک یہ ہوتی: ''اللہ کا نام لے کر اس کی راہ میں جہاد کرنا اور کسی بچہ کو قتل نہ کرنا۔'' [3]

کبھی حضور ﷺ خادم سے فرماتے: ''کیا تمہیں کوئی ضرورت لاحق ہے؟'' [4]

اولاد کے مرنے پر ماں باپ کو صبر کا بدلہ

احادیث نبوی ﷺ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے عورتوں سے فرمایا: ''تم میں سے جس عورت کے تین بچے مر گئے وہ اس کے لیے دوزخ سے آڑ بنیں گے!'' ایک عورت نے عرض کیا اور جس کے دو بچے مریں؟ فرمایا: ''دو بچے بھی آڑ بنیں گے!'' [5]

[1] صحيح بخاري، كتاب الادب، باب وضع الصبي على الفخذ: ٦٠٠٣۔

[2] حسن، كشف الاستار: ٢٠٠٧۔

گزشتہ روایتوں سے حضور ﷺ کی انتہائی درجے کی شفقت اور نرم دلی کا پتہ چلتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کس طرح بچوں کے ساتھ مہربانی سے پیش آتے تھے اور ان کے ساتھ بہتر سے بہتر سلوک فرماتے تھے۔ غور کرنا چاہیے کہ آیا ان روایتوں میں ان ظالم، جفا کار ماں باپ کے لیے عبرت و نصیحت کا سبق مضمر نہیں جو اپنے بچوں کے ساتھ اس طرح پیش آتے ہیں جیسے سنگ دل اور ظالم آقا اپنے غلاموں اور چوپایوں کے ساتھ پیش آتا ہے اور اس طرح در حقیقت وہ اپنے بچوں کو کمزور و ناتواں کرتے ہیں۔ اپنے قہر و غضب کا بخار ان کے نازک دلوں پر اتارتے ہیں انہیں ذلیل و خوار کرتے ہیں اور بالآخر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آگے چل کر وہ سرکش ہو جاتے ہیں اور اس کا بدلہ اپنے ماں باپ سے لیتے ہیں۔

[3] صحيح مسلم، كتاب الجهاد والسير، باب تأمير الامام الأمراء على البعوث...... : ١٧٣١۔

[4] صحيح مسلم، كتاب الصلاة باب فضل السجود والحث عليه: ٤٨٩؛ مسند احمد، ٣/ ٥٠٠: ١٦٠٧٦۔ [5] صحيح بخاري، كتاب العلم، باب هل يجعل للنساء يوم على حدة في العلم: ١٠١؛ صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب فضل من يموت له ولد...... : ٢٦٣٣۔

''جس مسلمان کے تین بچے بالغ ہونے سے پہلے مرجائیں وہ جنت کے آٹھ دروازوں میں سے جس دروازے سے داخل ہوگا وہ بچے اسی دروازے سے اس سے ملیں گے۔'' [1]

''جس مسلمان کے تین بچے بالغ ہونے سے پہلے مرجائیں ان بچوں پر شفقت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کرے گا۔'' [2]

ماں باپ کے لیے اولاد کی سفارش

احادیث نبوی ﷺ

حضرت ابو حسان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میرے دو بچوں کا انتقال ہوا میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: آپ رسول اللہ ﷺ کی کوئی ایسی حدیث بیان نہیں کرتے جس کو سن کر مردوں کی طرف سے ہماری طبیعت خوش ہو جائے۔ فرمایا اچھا! (بیان کرتا ہوں) ''چھوٹے بچے جنت کے پرندے ہوں گے۔ اگر ان میں سے کسی کی ملاقات اپنے باپ سے ہوگی یا فرمایا: ماں باپ سے ہوگی تو وہ ان کا کپڑا پکڑ لے گا جس طرح میں تمہارے کپڑے کا دامن پکڑتا ہوں اور جب تک اللہ تعالیٰ اسے اور اس کے ماں باپ کو جنت میں نہ پہنچا دے گا نہ مانے گا۔'' [3]

اہلیہ کا تسلی دینا اور شوہر کی مصیبت کو کم کرنا

حدیث نبوی ﷺ

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ابوطلحہ کا ایک بچہ (ابوعمیر) بیمار ہوا پھر انتقال کر گیا۔ انتقال کی ان کو خبر نہ تھی۔ ان کی اہلیہ (ام سلیم) نے دیکھا کہ بچہ مر گیا ہے تو (نہلا دھلا کر) گھر کے ایک طرف لٹا دیا۔ پھر کچھ کھانا پکایا۔ حضرت ابوطلحہ آئے تو پوچھا بچہ کیسا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: اب تو سکون معلوم ہوتا ہے میں سمجھتی ہوں اب بالکل اچھا ہو گیا ہے۔ پھر کھانا حاضر کیا اور بستر لگا دیا (رات کو خاوند نے صحبت بھی کی) صبح جب اٹھے تو غسل کیا۔ باہر جانے لگے تب بچہ کے انتقال کی خبر دی۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے صبح حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی اور خدمت

---

[1] اسنادہ صحیح، سنن ابن ماجه، کتاب الجنائز، باب ماجاء في ثواب أصيب بولده: ١٦٠٤۔
[2] صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب فضل من مات له ولد......: ١٢٤٨۔
[3] صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب فضل من يموت له ولد......: ٢٦٣٥۔

اقدس میں سارا قصہ عرض کیا۔ حضور ﷺ نے دعا دی اور فرمایا: ''شاید اللہ تعالیٰ اس رات میں برکت عطا فرمادیں۔'' چنانچہ ان کے نو بچے پیدا ہوئے سب نے قرآن شریف پڑھا۔ [1]

ان کے بستر الگ کر دو

''جب تمہارے بچے سات سال کے ہوں تو انہیں نماز کا حکم دو اور جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو (نماز نہ پڑھنے پر) انہیں سزا دو اور ان کے بستروں کو علیحدہ کر دو۔'' [2]

[1] صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب من لم یظهر حزنة عند المصیبة: ۱۳۰۱۔

[2] صحیح سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب متی یؤمر الغلام بالصلاۃ: ۴۹۵۔

دسویں سال میں بچوں کے بستر علیحدہ کر دینا اہم اسلامی آداب میں سے ہے۔ لیکن افسوس بہتیرے اس سے غفلت برتتے ہیں۔ ایسے ہی ایک شخص نے میرے سامنے یہ اعتراف کیا کہ اسی قسم کی غفلت اور لاپرواہی کی وجہ سے وہ اپنی خالہ اور اس کی بیٹی سے پھنس گیا۔

امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''طوق الحمامہ'' میں ہے۔ ایک عرب عورت کو اپنے کسی قریبی عزیز کا حمل تھا۔ کسی نے اس سے سوال کیا، تیرے پیٹ میں کیا ہے؟ اس نے کہا قریب سونے اور دیر تک سرگوشی کرنے کا یہ نتیجہ ہے۔ گویا وہ کہنا چاہتی تھی کہ یہ المیہ ایک ساتھ بستر پر سونے، قریب قریب رہنے اور عزیزوں کے ساتھ کثرت اختلاط کا نتیجہ ہے۔ اسلام کی عظمت اور اس کے زریں اصولوں کی قدامت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے بچوں کو علیحدہ بستروں پر سلانے کا جو حکم آج سے چودہ سو سال پہلے دیا آج کی ترقی یافتہ میڈیکل سائنس اور جنسیات کے ماہرین نہ صرف اس کو تسلیم کرتے ہیں بلکہ اس پر زور دیتے ہیں، اس کے فوائد گنواتے ہیں اور اس سے لاپروائی برتنے پر برے انجام سے ڈراتے ہیں۔

کتاب ''اپنے بچوں کو جنسیات سے آگاہ رکھو'' جس کو ''انجمن معائنہ اطفال، امریکہ'' نے تیار کیا ہے ضروری ہے کہ بچوں کو ایک بستر پر نہ سونے دیا جائے اور بہتر تو یہ ہے کہ انہیں ایک کمرے میں بھی نہ سلایا جائے کیونکہ جو بچے متواتر ایک بستر پر سوتے ہیں ان کے اندر رگڑ (مشت زنی) اور جسمانی ملاپ کا مرض رونما ہوتا ہے اور رفتہ رفتہ یہ بچے جنسی کھیل کھیلنے لگتے ہیں۔ سونے کے کمرے میں ماں باپ کے ساتھ ساتھ بچوں کا سونا بھی کسی صورت حکمت اور دانائی سے خالی نہیں ہے۔ کیونکہ بچے بظاہر سوئے ہوئے نظر آتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ جاگتے ہوتے ہیں۔ دو تین سال کے بچوں کا بھی عام طور پر یہی حال ہے۔ ایسے بچے اپنے ماں باپ کو جنسی ملاپ کی حالت میں بیدار ہوتے ہی دیکھ کر ڈر جاتے ہیں اور اکثر ان کا برا حال ہوتا ہے۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ رات کی گہری سیاہی بھی ان کی آنکھوں پر پردہ نہیں ڈال سکتی ہے۔ اس لیے کہ حرکات و سکنات سے بھی چھوٹے بچوں کی نیند اچاٹ ہو جاتی ہے اور یہ جو نوخیز بچوں میں جنسی بے راہ روی کے جراثیم سرایت کر جاتے ہیں اور ابتدا سے ان کی عادتیں بگڑنے لگتی ہیں۔ ان عوارض کی کڑیوں کو ہم نہایت آسانی کے ساتھ بستر علیحدہ نہ کرنے کی اسی غفلت کے ساتھ جوڑ سکتے ہیں جس میں بچے ماں باپ کے ساتھ ایک کمرے میں سوتے ہیں اور ان کی حرکتوں سے متاثر ہوتے ہیں۔ جب کہ شریعت اور عقل کی رو سے اس کی سخت ممانعت وارد ہے اس لیے ماں باپ کو اس سلسلے میں بڑی احتیاط اور سخت پرہیز کی ضرورت ہے۔

والدین کے حقوق

آیات قرآنی

﴿ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰـهُمَا فَلَا تَـقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۝ ﴾ (۱۷/ الاسراء: ۲۳، ۲۴)

''اور (لوگو!) تمہارے پروردگار نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو [1] اور ان میں سے ایک یا دونوں تمہاری زندگی میں بڑھاپے کی عمر کو پہنچیں تو (کسی بات پر) ان کو اف تک نہ کہو اور نہ ان کو جھڑکو اور ان سے ادب سے بات کرو اور ان کے سامنے شفقت سے انکساری کے ساتھ جھکے رہو اور ان کے حق میں یہ دعا کرتے رہو کہ پروردگار! جس طرح انہوں نے مجھے بچپن میں پالا ہے اسی طرح تو بھی ان پر رحم فرما۔'' [2]

---

[1] اس آیت شریف سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے نیکی، نرمی، رعایت اور مہربانی کو ماں باپ کا حق قرار دیا ہے اور اس حق کی تائید اس طرح فرمادی کہ اسے اپنے حق کے ساتھ جوڑ دیا۔ اس سے ماں باپ کے حقوق کی عظمت اور انہیں پورا پورا انجام دینے کی ضرورت کا پتہ چلتا ہے۔

[2] ماں باپ سے متعلق یہ احساسات سراسر فطری ہیں۔ جن کے احسانات ہر قسم کی غرض سے پاک صاف ہیں۔ جنہوں نے اپنی جانکاہی اور دلسوزی کا کبھی بدلہ طلب نہیں کیا۔ بلکہ بچوں کی مسلسل دیکھ بھال کی، سائے کی طرح ان کے پیچھے لگے رہے اور شفقت اور محبت کے موتی نچھاور کرتے رہے کیونکہ قرابت اور فطرت کا یہی تقاضا تھا۔ اس لیے انسانیت، وفاداری اور لائقی کا تقاضا ہے کہ ان احسانات کی قدر کی جائے، انہیں سمجھا جائے اور کسی صورت ان کا انکار یا ان سے نافرمانی نہ کی جائے نیز اس وقت جب کہ ہم (مبارک اسلامی ازدواج) نامی کتاب قلم بند کر رہے ہیں ہمارا فرض ہے کہ ہم ماں باپ کے حقوق پر بقدر استطاعت روشنی ڈالیں اور ان کی اہمیت پر زور دیں۔ ورنہ یہ ہوتا ہے کہ بیوی آ جانے پر بیٹا انہیں فراموش کر جاتا ہے، ان کے ساتھ بدسلوکی کرتا ہے، انہیں ایک طرف ڈال دیتا ہے۔ ستم بالائے ستم یہ کہ یہ سب اپنی فتنہ پرداز بیوی کی شہ پر کرتا ہے اور یہ بھول جاتا ہے کہ آج وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ جس قسم کی بدسلوکی کر رہا ہے درحقیقت آپ اپنی راہ میں کانٹے بوتا ہے۔ اپنی جیتی جاگتی اور ہنستی کھیلتی دنیا کو ویران کرتا ہے۔ کیونکہ آج وہ ان کے حقوق سے غافل ہوا لیکن اللہ تعالیٰ ماں باپ کے حقوق سے غافل نہیں ہے۔ ایک وقت ضرور آئے =

= گا جب وہ بوڑھی ہڈیوں کی قربانی، جدوجہد، مشقت اور اپنے بچے کی بھلائی کے لیے طول طویل راتوں کے جاگنے کے صلہ میں ان کی مدد کرے گا ورنہ اسی بچہ نے آج بڑے ہو کر اور پرورش پا کر ان کی بساط الٹ دی اور جس شاخ کے نیچے پرورش پائی اسی کو کاٹ کر رکھ دیا۔ چونکہ ہم دل کی گہرائی سے مسلم خاندانوں کی سعادت اور بھلائی کے خواہاں ہیں اس لیے نوبیاہتا جوڑوں کے سامنے ہم ان نصیحتوں اور ہدایات کو صاف صاف بیان کر دینا ضروری سمجھتے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ وہ انہیں فراموش نہ کریں گے۔ اس میں شک نہیں کہ ان پر عمل کرنے سے ان کی انا کو ٹھیس نہیں لگے گی بلکہ انہیں یہ احساس ہو گا کہ بڑھاپے کا اندوہناک وقت ان پر بھی آنے والا ہے۔ پھر قادر مطلق کبھی مرنے والا نہیں اور آدمی جیسا دوسروں کے ساتھ کرتا ہے اس کے ساتھ بھی ویسا ہی برتاؤ کیا جاتا ہے۔

سعادت مند اور مبارکباد کے لائق وہ شخص ہے جو اپنے ماں باپ کو خوش رکھنے ان کے دل کو چین اور سکون سے سرشار کرنے کے لیے سخت دوڑ دھوپ کرے اور اس سب کے لیے اپنی گرہ سے اسے کچھ زیادہ نہیں خرچ کرنا پڑتا۔ کچھ تھوڑی سی قربانی دینی ہوتی ہے۔ اسلام کے ضابطۂ حیات اور اس نقشہ کے مطابق خود کو ڈھالنا پڑتا ہے جو اس نے ماں باپ کے حقوق سے متعلق بنا رکھا ہے۔ ذیل میں ہم ایک دوشیزہ کی تحریر پیش کرتے ہیں جو اس نے اپنے پہلے بچہ کی پیدائش کے بعد اپنی والدہ کے نام ارسال کی ہے وہ لکھتی ہے:

میری امی، میری اچھی امی! میں تم سے محبت کرتی ہوں، مجھے تم سے محبت ہے۔ میں تمہیں چاہتی ہوں اور اتنا چاہتی ہوں کہ شاید آج سے پہلے تمہیں کبھی اتنا نہیں چاہا تھا۔ میرے اردگرد موجود ایک ایک چیز مجھے مجبور کرتی ہے کہ پہلے سے کہیں زیادہ ٹوٹ کر میں تم سے محبت کروں کیونکہ اس محبت کی حقیقت زندگی میں آج پہلی بار مجھ پر منکشف ہوئی ہے۔ آج میری اندرونی ایک ایک چیز مجھے جھنجھوڑ رہی ہے۔ میری ماں! یوں تو میں نے ہمیشہ تم سے محبت کی ہے لیکن اس قدر عظیم محبت کی تہہ تک میری رسائی ایسی کبھی نہیں ہو سکی جتنی آج ہوئی ہے۔ کیا یہ تعجب خیز امر نہیں کہ یہ شعور آج میرے اندر پیدا ہوا ہے اور اتنے دن جب تک میں تمہاری آغوش میں رہی جیسے ایک بچی رہتی ہے مجھے اس کا احساس تک نہ ہوا۔ میں یہ تو دیکھتی تھی کہ تم مجھ سے کتنی محبت کرتی ہو، مجھ پر کتنی توجہ کرتی ہو۔ اس وقت جب میں نوزائیدہ تھی پھر ننھی منی بچی تھی پھر ایک نوخیز لڑکی ہوئی ان تمام دنوں بالخصوص بچپن اور جوانی میں میں نے تمہاری شفقت، محبت اور توجہ کو بخوبی محسوس کیا۔ پھر بالآخر وہ وقت آیا جب میں ایک نئی دنیا بسانے کے لائق ہوئی ایسی دنیا جو اس کے ماں باپ اور اس کے اپنے خاندان سے نرالی دنیا تھی۔ میں جب اپنے اور اپنے بھائیوں پر تمہاری نوازش اور عنایتیں دیکھا کرتی تو دم بخود رہ جاتی تھی۔ میں حیران تھی کہ آخر یہ ایسی کون سی ذات ہے، اس کے اندر کون سا انسان چھپا ہوا ہے جو اپنی زندگی ہم پر اس طرح نچھاور کر رہی ہے! ہمارے سکھ چین اور راحت کے لیے اپنے چین کو قربان کیے ہے۔ یہ کون ہے جسے میں ماں کے شیریں نام سے پکارتی ہوں۔ یہ کس خاک کی پتلی ہے کونسی کان سے نکلی ہے؟ یہ کیسا دل ہے جو صرف محبت اور پریم کی بولی جانتا ہے اور اپنے بچوں کی اس چھوٹی موٹی دنیا کو اسی محبت کے بول سے آباد کیے ہے؟

لیکن میری اچھی امی! میری نومولود بچی کی پہلی چیخ نے مجھ پر اس راز کو آشکار کر دیا، اس کی معصوم قلقاریوں نے مجھے سب کچھ سکھا دیا اور جس وقت وہ میری آغوش میں آئی اس کی مہکتی ہوئی گرم گرم سانسوں سے میں نے سب کچھ پالیا۔ مجھے ایک ایک ہر ایسے سوال کا جواب مل گیا جس نے ایک مدت سے مجھے حیران کر رکھا تھا۔ آج میں چشم تصور سے تمہارے وجیہ چہرے کو تک رہی ہوں تمہاری آنکھوں میں جھانک رہی ہوں تمہاری نوازش آج بھی اسی طرح =

﴿ وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۫ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ﴾ (۲/ البقرة:۸۳)

''اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب کہ ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔''

﴿ وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰی وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِیْ عَامَیْنِ اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْكَ ؕ اِلَیَّ الْمَصِیْرُ ﴾ (۳۱/ لقمان: ۱٤)

''اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید کی کہ اس کی ماں نے تکلیف پر تکلیف اٹھا کر اس کو اپنے پیٹ میں رکھا اور دو برس میں اس کا

= جاری ہے، تم آج بھی مجھ پر ویسی ہی نثار ہو اور اس کی ذرہ برابر تمہیں پروا نہیں کہ اپنے کسی احسان کا کوئی بدلہ تم مجھ سے طلب کرو، اپنے بچوں کے لیے تم نے جو کچھ کیا اس کا صلہ چاہو۔

میری امی! آج میں نے جانا کہ ماں ہونے کا مطلب کیا ہے؟ کیونکہ آج میں بھی ایک ننھی منی بچی کی ماں ہوں، اس کے اندر اپنے ساتھ ساتھ میں تمہاری جھلک بھی دیکھتی ہوں۔ میری اپنی زندگی کا پورا نقشہ جب سے میں اس دنیا میں آئی پھر پلی بڑھی، جوان ہوئی، میری شادی ہوئی پھر اللہ نے مجھے صاحب اولاد بنایا اور ایک چھوٹی سی جان کو میری آغوش میں ڈالا یہ پورا نقشہ میں اس کے اندر دیکھ رہی ہوں۔

امی زچگی کی گھڑیاں انتہائی اذیت ناک تھیں۔ میں نے بے حد اور تادیر اذیت اٹھائی۔ اس گھڑی جو ہر ماں پر آتی ہے میں چاہتی تھی کہ تم میرے نزدیک ہوتیں۔ لیکن مجھے تمہارے حالات کا علم ہے۔ میرے والد کے ساتھ میرے چھوٹے چھوٹے بھائیوں کے ساتھ تمہاری اپنی مصروفیات کو میں جانتی ہوں۔

پھر میں نے زچگی کی تکلیف کو بھلا دیا، اس کی اذیت کو فراموش کر دیا اور اب مجھے کچھ یاد نہیں۔ ہاں ایک ننھا سا دھڑکنے والا دل مجھے یاد ہے جو میری نئی دنیا کو آباد کیے ہے۔ جب میں دواخانہ میں تھی میں اپنے نوزائیدہ بچے کو تک رہی تھی جسے نرس اپنے ہاتھوں پر اٹھائے میرے پلنگ پر میرے پہلو میں سلانے کے لیے آ رہی تھی۔ میں نے اس بچی کو دیر تک دیکھا ہے اس چھوٹی سی مخلوق کو مدتوں تکتی رہی۔ جسے کامل نو ماہ تک میں اپنے پیٹ میں لیے پھرتی رہی۔ اپنے خون دل سے اس کی پرورش کی۔ میں اس کے لیے اس کے ساتھ ساتھ جی رہی تھی۔ کھانا حساب سے کھاتی تھی۔ مقررہ مدت تک سوتی تھی۔ بڑے حساب سے حرکت وعمل کرتی تھی۔ جیسے دنیا کا سب سے قیمتی خزانہ میں اٹھائے ہوئے ہوں۔

میری امی اب وہی میری کل کائنات ہے۔ وہی میری زندگی ہے، میری جان اور میرا اکل سرمایہ، میری ننھی سی کلی، میری بچی، زندگی بھی کتنی حسین ہے! ایسی زندگی جو لوٹ کر پھر آ رہی ہے امی! میں تمہارا اگر مجوش تادیر بوسہ لیتی ہوں اور تمہاری چھوٹی سی نواسی کا بوسہ لیتے ہوئے اپنے ساتھ تمہیں بھی شریک پاتی ہوں۔

تمہاری بیٹی (العربی سے ماخوذ۔ مضمون نگار، منیر نصیف۔ عدد۔۱۹۶۔ مارچ ۱۹۷۵ء)

دودھ چھوٹتا ہے (تو اس کو حکم دیا) کہ میرا بھی شکر ادا کرو اور اپنے ماں باپ کا بھی۔ (تم سب کو) میری ہی طرف لوٹ ❶ کر آنا ہے۔''

﴿ وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا ۖ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۖ وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا ۚ ﴾ (٤٦/ الاحقاف:١٥)

''اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا کہ اس کی ماں نے اس کو بڑی مشقت کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور بڑی مشقت کے ساتھ اس کو جنا۔ اس کا پیٹ میں رہنا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس ❷ مہینے میں ہوتا ہے۔''

احادیث نبوی ﷺ

ایک شخص نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حق دار لوگوں میں کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ''تمہاری ماں۔'' انہوں نے عرض کیا پھر کون؟ فرمایا: ''تمہاری ماں۔'' عرض کیا پھر کون؟ فرمایا: ''تمہاری ماں۔''

---

❶ اسلام نے ماں کے حقوق کی اس لیے تاکید کی تا کہ اس کے حقوق کو حقارت سے نہ دیکھا جائے اس کی فضیلت اور اس کے احسانات کو ملحوظ رکھا جائے۔ اس لیے کہ اس کی مشقت اور تکلیف کا نہ شکریہ ادا کیا جا سکتا ہے۔ نہ اس کا کوئی بدلہ دیا جا سکتا ہے۔

❷ بچہ، ماں کا جگر گوشہ اور اس کے بدن کا ٹکڑا ہے۔ ایک مدت تک اس نے پیٹ میں اسے اٹھایا۔ اپنی غذا سے اسے پروان چڑھایا پھر جب اس چھوٹی سی جان نے دنیا میں قدم رکھا تو اسی نے اس کی پرورش کی۔ راتوں کو اس کے لیے جاگتی رہی اپنی زندگی کی ڈور کو اس کے ساتھ باندھے رکھا۔ طرح طرح کی کٹھنائیاں اٹھائیں۔ ہر طرح کا بوجھ برداشت کیا اور خوشی خوشی سب کچھ سہتی رہی۔ اس لیے کیا کسی ایسے انسان کے لیے ان قربانیوں کو فراموش کرنا ممکن ہے۔ جس کے لیے یہ تمام تکلیفیں اس غریب نے اٹھائیں۔ جس کی راحت کے لیے اس نے اپنے آرام کو تج دیا۔ کیا آدمی اپنی ماں کی جدوجہد، اس کی جفاکشی اور اس کے گھلنے اور پگھلنے کو بھول سکتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک وقت کی اس گھڑی کو برابر یاد دلاتا ہے جس کو انسان بھول چکا ہے۔ جو اس کی زندگی کی نازک ترین اور اہم ترین گھڑی تھی۔ قرآن پاک یاد دلاتا ہے کہ اس مقدس ذات نے اپنا تن، من، دھن سب کچھ اس پر نچھاور کر دیا۔ اس لیے انسان کو چاہیے کہ اس گھڑی کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھے اور اسی آنکھ سے اپنی ماں کو دیکھتا رہے۔ (اسلام میں خاندان کا مقام)

عرض کیا پھر کون؟ فرمایا: "تمہارے والد۔" ❶

"کیا میں تمہیں سب سے بڑا کبیرہ گناہ نہ بتا دوں؟ (وہ یہ ہے) اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا اور ماں باپ سے بے تعلقی برتنا۔" ❷

"اس شخص کی ناک خاک آلود ہو! جس نے اپنے ماں باپ کو بڑھاپے میں پایا یا دونوں میں سے کسی ایک کو پایا اور (ان کی خدمت کر کے) جنت میں نہیں داخل ہوا۔" ❸

"تم اور تمہارا مال تمہارے والدین کا ہے۔ تمہاری اولاد تمہاری بہترین کمائی ہے اس اپنی اولاد کی کمائی (شوق سے) کھاؤ۔" ❹

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب من احق الناس بحسن الصحبة: ۵۹۷۱؛ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب بر الوالدین......: ۲۵۴۸۔

یہ اس لیے کہ آدمی غور کر سکتا ہے کہ باپ اس کی راہ میں تکلیفیں اٹھاتا ہے، اس کی رعایت کرتا ہے اور اس کے اخراجات کا ذمہ دار ہے۔ لیکن وہ یہ نہیں دیکھتا ہے کہ ماں کی طرح باپ بھی اس کا بوجھ اٹھائے اٹھائے پھرتا ہے گہوارے میں سائے کی طرح اس کے ساتھ ساتھ رہتا ہے اس لیے لامحالہ ماں کے لیے تاکید زیادہ کی گئی، اس کے حقوق کو زیادہ نمایاں طور پر بیان کیا گیا۔ لیکن جیسا کہ بعض نے سمجھ رکھا ہے۔ اس روایت کا یہ مطلب نہیں کہ ماں کو باپ پر فوقیت حاصل ہے۔

❷ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب عقوق الوالدین من الکبائر: ۵۹۷۶؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الکبائر......: ۸۸۔

ماں باپ کی نافرمانی، ان سے بے تعلقی اور ان کے احسان کو بھلا دینا کبیرہ گناہوں میں سے ایک ہے کسی مسلمان سے کبیرہ گناہ سرزد ہونا کسی طرح اس کے لیے زیبا نہیں۔

❸ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب رغم انفا من ادرک أبویه......: ۲۵۵۱۔

ماں باپ کی رضا اور خوشنودی حاصل نہ کرنا بڑی تباہی اور خسارے کی علامت ہے۔ کیونکہ باپ کی خوشنودی میں اللہ کی خوشنودی مضمر ہے۔ ان کی ناراضگی اللہ کی ناراضگی ہے۔ ان کی کمال پاکیزگی، ان کا تقدس اور ان کی عظمت کا بخوبی اندازہ کرنے کے لیے یہی کافی ہے کہ ان کی خوشنودی جنت کا راستہ ہے جو اولاد ان کی خوشنودی حاصل کرتی ہے وہ جنتی ہوتی ہے۔

❹ اسنادہ حسن، سنن ابی داود، کتاب الاجارة، باب الرجل یأکل من مال ولدہ: ۳۵۳۰؛ سنن ابن ماجه، کتاب التجارات، باب ما للرجل من مال ولدہ: ۲۲۹۲۔

اس حدیث کے ساتھ ایک قصہ ہے جو صحیح نہیں لیکن اس کا مفہوم درست ہے:

ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے باپ نے میرا مال لے لیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "جاؤ اپنے والد کو میرے پاس لے آؤ۔" اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کیا اللہ رب العزت آپ کو سلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جب وہ بوڑھا (لڑکے کا باپ) آ جائے تو اس سے وہ بات دریافت کیجیے جو اس نے اپنے آپ سے اس طرح کہی ہے جس کو اس کے کانوں نے بھی =

"اللہ نے تم پر ماؤں سے بے تعلقی کو حرام قرار دیا ہے۔" [1]

= نہیں سنا ہے۔ جب بوڑھا حاضر خدمت ہوا تو حضور ﷺ نے ان سے کہا: "کیا بات ہے؟ تمہارا بیٹا تمہارے متعلق شکایت کرتا ہے کہ تم نے اس کا مال لے لیا ہے۔" انہوں نے کہا: اللہ کے رسول ﷺ! اس سے دریافت فرمائیں کیا میں نے وہ روپیہ اس کی پھوپھی یا اس کی خالہ پر یا اپنے ہی اوپر خرچ نہیں کیا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: "اچھا اسے رہنے دو مجھے بتاؤ تم نے اپنے دل میں کون سی بات کہی ہے جسے تمہارے کانوں نے نہیں سنا ہے؟" بوڑھے نے عرض کیا اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ تعالیٰ آپ سے متعلق ہمارا یقین بڑھاتا ہی جاتا ہے میں نے اپنے دل میں ایسی بات ضرور سوچی ہے۔ جسے میرے کانوں نے نہیں سنا ہے۔ آپ نے فرمایا: "تم کہو میں سن رہا ہوں۔" بوڑھے نے کہا میں نے اپنے کو خطاب کرتے ہوئے کہا تھا:

غذوتك مولودا او منتك يافعا تعل بما اجني عليه وتنهل

"جب تو شیر خوار تھا میں نے تجھے کھلایا اور جب تک تو جوان ہوا میں نے تیری کفالت کی۔ میری اپنی کمائی تو کھاتا پیتا اور بار بار کھاتا پیتا رہا۔"

اذا ليلة ضاقتك بالسقم لم ابت لسقمك الا ساهرا اتململ

"جب بیماری کی وجہ سے کوئی رات تجھ پر دشوار گزرتی تو تیری بیماری کے سبب میں سوتا نہیں تھا اور رات بھر جاگ جاگ کر کروٹیں بدلتا تھا۔"

كاني انا المطروق دونك بالذى طرقت به دوني فعيني تهمل

"جیسے میں ہی ان تمام افتاد کا نشانہ تھا جس کا بجائے تیرے میں شکار ہوتا رہا۔ اسی لیے میری آنکھیں رو رہی ہیں۔"

تخاف الردى نفسي عليك وانها لتعلم ان الموت وقت موجل

"آج بھی میرا دل تیری ہلاکت سے ڈرتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ موت کا ایک دن معین ہے۔"

فلما بلغت السن الغاية التى اليها مدى ماكنت فيك أومل

"جب تو اس عمر اور اس سن کو پہنچا جس انتہا تک پہنچنے کی مدت سے میں آس لگائے تھا۔"

جعلت جزائى غلظة وفظاظة كانك انت المنعم المتفضل

"میری ساری کرنی کا صلہ تو نے سختی اور سنگ دلی سے دیا جیسے تو ہی بڑا محسن اور مجھ سے بڑھا ہوا تھا۔"

فليتك اذ لم ترع حق ابوتى فعلت كماالجار المجاور يفعل

"کاش! جب تو نے میرے پدری حقوق ادا نہ کیے تو کم از کم ایسا کرتا جیسا کہ بازو کا پڑوس والا کیا کرتا ہے۔"

فاوليتني حق الجوار، فلم تكن على بمال دون مالك تبخل

"تو نے میرا درجہ پڑوسی سے بھی نیچے گھٹا دیا اس لیے اور مال سے نہیں لیکن اپنے مال سے ضرور میرے ساتھ بخل کرتا ہے۔"

حضور ﷺ نے یہ سنا تو اس کے بیٹے کا گریبان تھام کر فرمایا: "تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔"

[1] صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب عقوق الوالدين من الكبائر: ٥٩٧٥۔
یہ قیامت سے قریب کا زمانہ ہوگا جب ماؤں سے بے تعلقی عام ہوگی ان پر سنگ دلی بڑھتی جائے گی ان کے =

حدیث نبوی ﷺ

''کسی مخلوق کے ایسے کسی حکم کی تعمیل نہیں کی جاسکتی جس سے خالق کی نافرمانی لازم آئے۔'' [1]

عورت کے بارے میں چھان بین

احادیث نبوی ﷺ

''میں نے اپنے بعد مردوں کے حق میں عورتوں سے زیادہ ضرر رساں فتنہ کوئی اور نہیں

= حقوق سے غفلت عام ہوگی۔ ان دنوں خیر اٹھتا جائے گا اور ایمان گھٹتا جائے گا۔ حضور ﷺ نے قیامت کی جو نشانیاں بیان فرمائی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ''ماں اپنی مالکن کو جنے گی۔'' یعنی ایسے بچے پیدا ہوں گے جو آقا کی طرح ماؤں پر حکمرانی کریں گے۔ (ماں بیٹی کو جنے گی اور یہی بیٹی اس کی مالکن ہوگی)۔ اس پیشین گوئی میں حدود سے تجاوز سے ڈرایا گیا ہے۔ سرکشی اور ظلم و زیادتی سے باز رکھنے کی تاکید کی گئی اور یہ بتایا گیا کہ لوگوں کے اندر اس وقت تک خیر ہوگا جب تک وہ ماؤں کے حقوق پہچانیں گے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ بھی اس کو پسند نہیں کرتا کہ ان کی نگاہیں بے نور ہو جائیں، ان کے دل انکاری ہوں۔ کیونکہ ایمان کے ساتھ یہ درست نہیں نہ ایمان کے ہوتے ہوئے ان کا میل ہوسکتا ہے۔ ہم نے اس حاشیہ کو ''اسلام میں خاندان کا مقام'' زیر بحث ''والدین کے حقوق'' سے اخذ کیا ہے۔

[1] صحیح، مسند احمد، ۱/ ۱۳۱: ۱۰۹۵، واصلہ فی صحیح بخاری، کتاب اخبار الاحاد، باب ماجاء فی اجازۃ خبر الواحد......: ۷۲۵۷۔

والدین کی اس اطاعت کی شرطیں قرآن پاک میں مذکور حضرت لقمان علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو کی گئی وصیت میں موجود ہیں۔ حضرت لقمان کی اپنے بیٹے سے کی گئی اس وصیت کی روشنی میں سب سے پہلے یہ چیز پیش کی گئی کہ منعم حقیقی یعنی باری تعالیٰ کا سب سے پہلے شکر ادا کیا جائے جس نے اولین احسان کیا۔ پھر دوسرے درجہ کے محسن یعنی والدین کا شکر گزار ہونا چاہیے اور اپنی ڈیوٹی اس ترتیب سے انجام دینی چاہیے کہ پہلے اللہ کا شکر یہ ادا کرے اس کے بعد ماں باپ کا شکر گزار ہو ﴿ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ﴾ (۳۱/لقمان:۱۴) ''میرا بھی شکر ادا کرو اور اپنے ماں باپ کا بھی۔'' لیکن جاننا چاہیے کہ اس تمام تر افضلیت اور شفقت کے باوجود بچہ اور ماں باپ کے درمیان استوار یہ رشتہ اسی ترتیب کے مطابق ہوگا جو عقائد میں درج ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وصیت کے باقی ماندہ حصہ میں انسان کے اپنے ماں باپ سے تعلق کو اس رخ سے پیش کیا گیا:

﴿ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا ﴾ (۳۱/ لقمان:۱۵)

''اور اگر تیرے ماں باپ تجھے اس بات پر مجبور کریں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک ٹھہرا جس کا تجھے علم نہیں تو تو ان کا کہنا نہ ماننا۔''

یہاں ماں باپ کی اطاعت فرض نہیں رہ جاتی اور عقیدہ کا رشتہ ہر رشتہ پر غالب آ جاتا ہے۔ چنانچہ اگر ماں باپ اللہ کی الوہیت پر پردہ ڈال کر اس کے ساتھ شریک ٹھہرانے کے لیے کتنی ہی مشقت اور کوشش کیوں نہ کریں، قائل =

دیکھا۔'' [1]

''دنیا میٹھی اور ہری بھری ہے۔ اور اللہ نے اس پر تمہیں اس لیے تسلط بخشا تا کہ یہ دیکھے

= کرنے کے لیے کتنے ہی مبالغہ سے کیوں نہ کام لیں، الوہیت ہی نہیں علم ویقین کی رو سے جس چیز کا تعلق بھی اطاعت الٰہی اور اس کے احکام سے ہو اس سے روگردانی کرنے پر ابھاریں، حکم یہی ہے کہ آدمی اللہ کے مقابلہ میں کسی کی بھی اطاعت نہ کرے۔ (فی ظلال القرآن)

[1] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب ما یتقی من شؤم المرأۃ: ٥٠٩٦؛ صحیح مسلم، کتاب الرقاق، باب اکثر اھل الجنۃ الفقراء...... ٢٧٤٠۔

بعض کا قول ہے: شیطان عورت سے کہتا ہے تو میری نصف فوج ہے، تو میرا وہ تیر ہے جسے میں جب چلاتا ہوں کبھی خطا نہیں ہوتا۔ معلوم ہوا کہ شیطان کی نصف فوج خواہشات اور شہوت ہے، اور دوسری نصف فوج غیظ وغضب اور غصہ ہے۔

اسی عنوان کے تحت بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ عورت جتنے قدم زمین پر رکھتی ہے ہر قدم کے پیچھے زندگی پوشیدہ ہے۔ وہی اپنے پیچھے ہلاکت بھی لیے ہوتی ہے، وہی عورت سعادت کا سبب بھی بنتی ہے، وہی سربلندی کے لیے آگے بھی بڑھاتی ہے اور کبھی دونوں ہاتھوں سمیت منہ کے بل پستی میں بھی گراتی ہے۔ یہی عورت بے حد پیچیدہ اور مشکل بھی ہے، یہی سادہ اور بالکل بے غبار بھی ہے۔ وہی صنف نازک، نشہ، گناہ اور ذلت کی پوٹ بھی ہے اور اسی نازک بدن کے اندر فضیلت، پاکیزگی اور خوبصورتی کے زود اثر عوامل بھی موجود ہیں۔ اس کے چھوٹے سے سر کے اندر انقلاب اور آگ بھی بھری ہوتی ہے، اسی کے اندر چین اور سکون بھی ہوتا ہے۔ اس طرح عورت سرتاپا جنون اور دیوانگی ہے، یہی عورت ہوش وخرد اور عقل وشعور بھی ہے۔

عورت کی اس اہمیت کے پیش نظر جیسا کہ پہلے گزرا حضور ﷺ نے اس کی تاکید فرمائی کہ بے دین کے مقابلہ میں دین دار عورت کو ترجیح دی جائے اور دین دار کی شدید خواہش صرف اس لیے کی گئی تا کہ خاندان میں اسلام اچھی طرح راسخ ہو جائے اور زندگی بہتر اور آسودہ گزر سکے۔

کیونکہ بے دین بیوی، شوہر اور آنے والی نسلوں کے لیے وبال جان ہے۔ ایسی عورت ناگہانی افتاد میں کسی صورت بے نیاز نہیں کر سکتی۔ کسی پریشانی میں ثابت قدم نہیں رہ سکتی، نہ ہی اس کے ساتھ زندگی میں کوئی بہار آ سکتی ہے۔ اس کی نسوانیت، اس کا قیامت خیز حسن، اس کی دولت اور اس کا حسب ونسب کوئی بھی اسے زندگی کا چین نہیں دے سکتا۔ کوئی اس کے خاندان کو بامراد نہیں کر سکتا۔ کسی بہتر نتیجہ، ابدی رحمت، کارگر توشہ اور فائدہ مند پونجی تک اسے نہیں پہنچا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''دنیا ایک پونجی ہے اور دنیا کی سب سے بہترین پونجی نیک خاتون ہے۔'' (مسلم: ١٤٦٩)

نواب صدیق حسن خاں اپنی کتاب ''نیک اسوہ'' میں رقم طراز ہیں:

عورتیں فتنہ اس لیے ہیں کہ ان کی طبیعتیں فوری راغب ہوتی ہیں اور ان کے سبب حرام کاری کا شکار ہوتی ہیں۔ ان کے سبب جنگ وجدال اور عداوت بڑھتی ہے۔ ان کی وجہ سے سب سے ہلکی مصیبت یہ اٹھ کھڑی ہوتی ہے کہ وہ مردوں کو دنیا کے پیچھے ڈال دیتی ہیں اور دنیا کی مضرت سب سے بڑی مضرت ہے۔

کہ تم کیا کرتے ہو؟ اس لیے دنیا سے اور عورتوں [1] سے بچو! کیونکہ بنی اسرائیل کا اولین فتنہ بھی عورتیں تھیں۔" [2]

"اگر حوا نہ ہوتیں تو موجودہ زمانے تک کوئی عورت اپنے خاوند کے ساتھ خیانت نہ کرتی۔" [3]

---

[1] نکتہ اور لطیفہ کے طور پر ہم حکیم سقراط کے چند افکار ذیل میں پیش کرتے ہیں۔ وہ کہتا ہے:
① عورتیں بچھا ہوا جال ہیں ان میں وہی پھنستا ہے جو اس جال سے دھوکا کھا جاتا ہے۔
② عورتیں کھڑا زینہ ہیں شیطان کو اس زینہ پر چڑھے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔
③ عورتوں کا اسیر کبھی چھوٹ نہیں سکتا۔ جس پر عورتوں کا تسلط ہو وہ زندوں کے ہاتھوں مارا ہوا ہے۔
④ جو شخص طاقت کے ساتھ حکمت کی باتیں سیکھنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے اوپر عورت کا تسلط نہ ہونے دے۔

[2] صحیح مسلم، کتاب الرقاق، باب اکثر اهل الجنة الفقراء......: ٢٧٤٢۔

[3] صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول الله تعالیٰ: ﴿وو عدنا موسیٰ ثلثین لیلة......﴾ ٣٣٩٩؛ صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب لولا حواء لم تخن......: ١٤٧٠۔

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے مناوی نے فیض القدیر میں جو کچھ کہا اس کا خلاصہ یہ ہے۔ یعنی اگر حضرت حوا حضرت آدم علیہ السلام کو پھسلا کر ان کے ساتھ خیانت نہ کرتیں اور امر الٰہی کی خلاف ورزی کے لیے انہیں یوں مجبور نہ کرتیں تو کوئی عورت اپنے خاوند کے ساتھ یہ حرکت نہ کرتی پھر حوا تمام عورتوں کی ماں ہیں اور بیٹی ماں پر جاتی ہے۔ اگر حوا نے یہ طریقہ اختیار نہ کیا ہوتا تو ان کی کوئی بیٹی اپنے خاوند کے ساتھ ایسا سلوک نہ کرتی، چونکہ ان سے یہ حرکت صادر ہوئی اس لیے تمام ہی بیٹیاں اس کے اندر ملوث ہوئیں۔ یہی وجہ ہے کہ بہت کم عورتیں اپنے خاوندوں کے ساتھ قول یا فعل میں خیانت کی مرتکب نہیں ہوتیں، نیز یہ امر ملحوظ رہے کہ اس جگہ (خیانت) کے لفظ سے ہماری مراد ہرگز ہرگز زنا نہیں (اللہ کی پناہ!) چونکہ خواہش نفس کے تحت انہوں نے پھل کھانے کا ارتکاب کیا اور آدم علیہ السلام کی نظر میں اس کو خوب تر بنا کر پیش کیا اور یہ سبب ابلیس شیطان کے ورغلانے کا نتیجہ تھا۔ اس لیے یہ حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ ابلیس کی عداوت کے سبب ہوا۔ رہیں بعد کی عورتیں تو ان میں سے ہر ایک کی خیانت ان کی اپنی کرتوت کے مطابق ہوتی ہے۔

اس حدیث سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ عورتیں مردوں کو بہلاتی ہیں اور مردوں کے ساتھ یہ ہوتا ہے، اس لیے کہ ان کی اولین ماں نے بھی اولین باپ کے ساتھ یہی کیا۔ یہ عورتوں کی فطرت ہے اور فطرت موروثی ہوتی ہے اس لیے بلا ارادہ یا اچانک اگر کسی سے ایسی کوئی حرکت سرزد ہو تو اس پر گرفت نہیں کی جا سکتی۔

عورتوں کو چاہیے کہ غلط حرکت کو سدا گلے سے نہ لگائے رہیں۔ بلکہ اپنی خواہشات کو قابو میں رکھیں نفس کا مقابلہ کریں تاکہ اللہ کے نزدیک انہیں اجر عظیم حاصل ہو اور خاوند کی نظر میں بھی ان کا مرتبہ بلند ہو۔

مرد سے متعلق چھان بین

فرانسو بارتو یہ ایک فرانسیسی نو جوان اہل قلم دوشیزہ ہے۔ اس نے ابھی ابھی ایک ایسی کتاب سپرد قلم کی ہے جس نے موجودہ سوسائٹیوں میں ہل چل مچا دی ہے۔ کتاب کا نام ہے "مردوں کے نام کچھ نئے خطوط" اس کتاب کے اندر مصنفہ نے اپنا یا اپنی ہم جنس لڑکیوں کا ہی دلیرانہ دفاع نہیں کیا ہے بلکہ سماجیات کی ماہر اس بے باک اسکالر نے جملہ =

= حقائق کو بلا کم وکاست صاف صاف بیان کر دیا ہے۔ مشہور رسالہ "تمہارے معالج کی زبانی" (عدد ۱۸۲) کی روداد ذیل میں درج ہے۔ اپنے مرد ناقدین کو جواب دیتے ہوئے خاتون مذکور کہتی ہے:

مردوں کی موجودہ فکر یہ ہے کہ جب کوئی کام بگڑتا ہے تو اس کی ساری ذمہ داری اور نتائج کی خرابی عورت کے سر ڈال دیتے ہیں جب کہ مرد موجودہ کل سماجی امور کا تنہا ذمہ دار ہے۔ ہر قسم کی پیچیدگی، بگاڑ، اخلاقی اور جنسی انارکی اور اضطراب کا جواب دہ مرد اور صرف مرد ہے۔

جب آزادی کی ہوائیں چلنے لگیں تو مرد نے جنسی انقلاب کا پروپیگنڈہ زور شور سے کیا جس پر آج کہیں کوئی پردہ نہیں۔ اس بازار میں عورت کو اولین جنس کی حیثیت حاصل رہی۔ پھر یہ جو انقلاب آیا اور اس کے اندر اخلاقی ضابطوں کو جس طرح پامال کیا گیا۔ ہر قسم کی جنسی ہوس رانی کو مکمل چھوٹ دی گئی۔ اس کو آج کا انسان عاشقانہ جانبازی یا زیادہ درست الفاظ میں کہا جائے تو سیاسی اور معاشی ایڈونچر کے نام سے یاد کرتا ہے۔

پھر یہ بھی واقعہ ہے کہ آج پوری دنیا جس جنسی بخار کی لپیٹ میں ہے عورت تنہا اس کے اندر ملوث نہیں بلکہ مرد اس بھنور میں اس کو دھکیل رہا ہے، اس کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور ایسی بدترین چیز کا اس کو عادی بنا تا جا رہا ہے جو اس کی نسوانی فطرت سے کسی صورت میل نہیں کھاتی۔ آخر کیوں؟

اس کی وجہ معمولی اور صاف ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جنسی انارکی اور شہوانی آزادی کا بڑھنا اور پچھلی حدود اور پابندیوں کا اس قدر ڈھیلا ہونا، عورتوں کے مستقبل، ان کے مفاد اور ان کی مصالح کے لیے جتنا نقصان دہ ہے کوئی اور چیز اتنی نقصان دہ ثابت نہیں ہوسکتی اور یہ تمام تر مردوں کی حرکت ہے۔ جو آئے دن فحش تصویریں منظر عام پر لاتے ہیں۔ گندی فلمیں پیش کرتے ہیں۔ اپنے کاروبار اور تجارت کے لیے نسوانی جسم کا استحصال کرتے ہیں۔ معمولی منافع کی چیزیں جیسے پھلوں کا اشتہار، جسم اور جنسی قوت کے لیے مضر زہریلے سگریٹوں کی فروخت یا محض لوگوں کے جذبات کو برانگیختہ کرنے کے لیے عورتوں کے ایک ایک انگ کو استعمال کیا جاتا ہے۔

میں سمجھتی ہوں کہ آج پوشاک کی دوکانوں یا مختلف آرٹ گیلریوں میں جن لڑکیوں کا استحصال کیا جاتا ہے اور جن لڑکیوں کو سیلز گرل کے طور پر مختلف اسٹالوں میں جھونک کر ان سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے ان کی اس حرکت میں مردان کے برابر کے شریک ہیں۔ لیکن عورتیں تنہا اس کی جواب دہ نہیں بن سکتیں، کیونکہ اپنی ذاتی اور خانگی ضرورتوں کے تحت وہ مجبور ہیں یا پھر انہیں مہرہ بنا کر گمراہ کیا جارہا ہے۔ اسی طرح اس جنسی بیوپار کے پیچھے "آزادئ نسواں" کی تحریک بھی ہرگز کارفرما نہیں بلکہ یہاں معاملہ برعکس ہے اور یہ بالکل حقیقت ہے۔ اس لیے کہ غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ عورتوں کی دنیا آج بھی مرد کے چشم ابرو کی غلام اور اس کے احکام کی پابند ہے۔ حریت اور آزادی سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں۔ پھر آخر سوچنا چاہیے کہ کسی عورت کی غیرت کو للکارنے اور اسے ذلیل وخوار کرنے کے لیے اس سے زیادہ بری چیز اور کیا ہوگی کہ اسے بازار کا مال اور شوکیس کی چیزیں بنا کر پیش کیا جائے۔ اس کے جسم، اس کی روح، اس کی انسانیت اس کے پورے وجود اور اس کی نسوانیت کو تجارت کے فروغ اور بازار کو چمکانے کے لیے استعمال کیا جائے۔ کیا یہ بھی غلامی کی منظم شکل اور قحبہ گیری کی نئی صورت نہیں ہے؟ اس میں شک نہیں کہ ہر عورت یکساں طور پر ان دونوں رنگوں سے نفرت کرتی ہے۔ اس لیے کہ وہ جانتی ہے کہ اس کی جنس کو پیشہ بنانے نے ابدی اور لازوال محبت سے اس کو جتنا محروم کیا کسی اور چیز نے محروم نہیں کیا۔ اس کے باوجود اگر کوئی آدمی اس زمانے کی اس دکھتی رگ کو پکڑنے اور موجودہ =

مسائل کو سمجھنے کے لیے یہ کہے کہ عورتوں کے بارے میں چھان بین کر لی جائے تو میں کہوں گی کہ اس المناک داستان کی تہہ تک فوری رسائی کے لیے تم پہلے مردوں کے بارے چھان بین کر لو۔

ہم عرض کریں گے کہ ہم نے کتاب کے بالائی حصے میں ''عورتوں سے متعلق چھان بین'' پر قلم اٹھایا۔ حالیہ ان سطروں میں حاشیہ کے اندر ''مردوں سے متعلق چھان بین'' کے موضوع پر کچھ مواد سپرد قلم کیا۔ اب ہم اس کتاب کے ناظرین خواتین وحضرات کو پاکیزگی، صفائی، رواداری اور غیر جانبداری کے ساتھ کھل کر بحث مباحثہ اور بات چیت کا موقع دیتے ہیں کیونکہ یہ موضوع فخر ومباہات یا قوانین سے کھیلنے کے لائق ہرگز نہیں۔ ہم اسے ہرگز پسند نہیں کریں گے۔ ملکی کورٹوں میں جس طرح ایک وکیل دوسرے وکیل کو چیلنج کرتا ہے فرد واحد یا افراد کے حقوق کے لیے کسی موقف کو حلال، کسی کو حرام، کسی کو جائز اور کسی کو ناجائز بتاتا ہے۔ ہمارے ناظرین بھی اس موضوع پر ایک دوسرے سے اسی طرح الجھ کر آپس میں گتھم گتھا ہوں۔ ہرگز نہیں، یہ ایک دینی موضوع ہے اس کا تعلق پوری امت، انسان کی پوری زندگی اور اس کی موت سے ہے۔ کیونکہ:

حقیقت ہے یہ کہ کوئی فسانہ نہیں

رہی مذکورہ خاتون اہل قلم! تو اس میں شک نہیں کہ ہم اس کے ہر ہر خیال کی تائید نہیں کریں گے۔ خصوصاً اس نے جو یہ ثابت کرنا چاہا کہ ''عورت ہر قسم کے سماجی بگاڑ کی تنہا ذمہ دار نہیں'' یا بالفاظ دیگر اس نے جو یہ بتانا چاہا کہ عورتوں کی حیثیت گڑیا یا شطرنج کے مہرے کی سی ہے جسے کھلاڑی جیسے چاہتا ہے حرکت دیتا ہے۔ ہم اس کے قائل نہیں ہیں۔ کیونکہ مشہور عربی کہاوت ہے:

''تَجُوعُ الْمَرْأَةُ وَلَا تَاكُلُ بِثَدْ يَيْهَا۔

''شریف عورت بھوکی رہ لیتی ہے مگر اپنے پستان (سے دایہ گیری یا قحبہ گری) کی کمائی نہیں کھاتی۔''

اس لیے ہم یہ ضرور عرض کریں گے کہ یہ اہل قلم یورپ میں وہاں کے حالات کے لحاظ سے قدرے معذور ہو سکتی ہے۔ اس لیے کہ یورپین قوانین نے عورتوں کی کبھی حفاظت نہیں کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہم وہاں اس درجہ کی انتہا پسندی اور اتنا شدید ہیجان دیکھتے ہیں جس کی وجہ سے وہاں کی تہذیب روز بروز ابتر ہوتی جا رہی ہے۔ گراوٹ عام ہے اور خود یورپین مفکرین کو بھی اس کا اعتراف ہے۔

کاش قارئین کو اس کا یقین آ جائے کہ اسلام کتنا عظیم المرتبت اور کیسا بلند و بالا ہے! اسلام نے عورت کی اس انداز سے پرورش کی کہ اسے جواب دہی اور ذمہ داری کا احساس ہو پھر اس کے واجبات کی نشاندہی کر دینے کے بعد اس کے اپنے حقوق بھی بیان کیے جن کی بنا پر اس کی حیثیت شمع خانہ اور گھر کی بے تاج ملکہ کی سی ہے۔ شادی شدہ ہونے کی صورت میں شوہر کی طرف سے اس کو یہ حیثیت حاصل ہے اور غیر شادی شدہ ہونے کی صورت میں خویش و اقارب اس کے ساتھ اسی قسم کا برتاؤ کرتے ہیں اور اگر شوہر نادار ہو تب بھی وہ گھر کا چراغ ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہاں اسلام کے یہ زریں اصول اور کہاں یورپ کے وہ آئین جن کے تحت ابھی زیادہ دن نہیں گزرے کہ ماضی قریب میں عورت بازار کا مال سمجھی جاتی تھی اور مرد اس کو بیچ بھی دیتا تھا۔ آج بھی یورپ کا دستور ہے کہ شوہر عورتوں کا باہم تبادلہ کرتے ہیں۔ جیسے یہ خواتین نہیں بازار کی کسبیاں اور رنڈیاں ہیں۔ یہی نہیں بلکہ شوہر بسرعت انہیں پیر کی جوتی کی طرح اتار کر سڑکوں پر ڈال دیتے ہیں جن سے جتنا ہو سکے زمین میں بگاڑ اور فساد برپا کرے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جو لوگ پہلے گزرے عورتوں کے سوا کسی اور کے سبب کافر نہیں ہوئے اور جو آگے چل کر کافر ہوں گے وہ بھی عورتوں کی وجہ سے ہی کافر ہوں گے۔

جنسی مسئلہ کی اہمیت [1]

آیات قرآنی

﴿ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ﴾

(۳/ آل عمران: ۱٤)

''لوگوں کو اپنی خواہش [2] کی چیزیں (خوبصورت) عورتیں اور بیٹے اور چاندی

---

[1] اس میں شک نہیں کہ اسلام نے جنسی مسئلہ کو بے حد اہم گردانا ہے اور اس پر بڑی توجہ مبذول کی ہے۔ چنانچہ اس کتاب کے اندر اسلام کے بیان کردہ متعدد معروضات اور وضاحتیں اس کی خصوصیت اور اہمیت کا بہتر ثبوت ہیں۔ اس عنوان کے تحت اشارتاً یہ عرض کرنا مناسب ہے کہ خلا کی اس رقاصہ اور ہماری اس جیتی جاگتی سرزمین پر اولین جرم اسی جنسی نوعیت کا حامل تھا۔ چنانچہ تفسیر امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ میں ہے:
حضرت آدم علیہ السلام کے یہاں ایک بچہ کے ساتھ ساتھ ایک بچی بھی ضرور پیدا ہوتی تھی اور آپ ہمیشہ ایک پیٹ کے لڑکے سے دوسرے پیٹ کی لڑکی اور پہلے پیٹ کی لڑکی سے دوسرے پیٹ کے لڑکے کا رشتہ کر دیا کرتے تھے۔ آپ کے من جملہ صاحبزادگان میں دو بیٹے تھے جنہیں ہابیل اور قابیل کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔
قابیل بڑا کاشتکار اور ہابیل مویشی پالتا تھا۔ قابیل ان میں بڑا تھا اس کی ایک بہن تھی جو ہابیل کی بہن سے زیادہ خوبصورت تھی۔ ہابیل کا مطالبہ تھا کہ دستور کے مطابق قابیل کی بہن سے اس کی شادی ہو۔ قابیل نے انکار کیا اور کہا۔ وہ میری اپنی بہن ہے میرے ساتھ ایک پیٹ سے پیدا ہوئی ہے اور تیری بہن سے زیادہ حسین ہے۔ اس لیے اس سے شادی کا میں زیادہ حق رکھتا ہوں۔ باپ نے قابیل کو حکم دیا کہ ایسا نہ کرے اور اس کی شادی ہابیل سے کرا دے۔ اس کے باوجود قابیل نہیں مانا۔ آخر کار اس غرض کے لیے دونوں بھائیوں نے اللہ کے حضور قربانی پیش کی کہ لڑکی سے شادی کا کون زیادہ حق رکھتا ہے۔ ان دنوں حضرت آدم علیہ السلام وہاں موجود نہیں تھے۔ تب آسمان سے آگ اتری اور اس نے ہابیل کی قربانی کو کھا لیا۔ قابیل کی قربانی یونہی پڑی رہی، قابیل کو بڑا غصہ آیا اس نے کہا میں تجھے مار ڈالوں گا تاکہ تو میری بہن سے شادی نہ کر سکے۔ (باختصار، بروایت جریر، طبری: ۱۸ تا ۱۱۱)

[2] اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے عورت کو جملہ خواہشات کی جڑ بتایا، اس لیے کہ کل خواہشات کی بہ نسبت عورت ہی مردوں کے دلوں میں زیادہ راسخ اور اس کی سب سے بڑی کمزوری ہوتی ہے۔ کسی صالح خاتون نے کہا ہے:
ہم عورتوں کی سب سے بڑی بدنصیبی یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے خواہشات اور شہوتوں کا جہاں ذکر کیا ہمیں سرفہرست رکھا اس کے بعد وہ یہی آیت پڑھا کرتی تھی۔ ایک اور خاتون مردوں کو خطاب کر کے کہتی ہے: تم میں بہادر، جانباز وہی ہے جسے ہم پھسلا نہ سکیں۔

سونے کے ڈھیر اور (بڑے خوبصورت) پلے ہوئے گھوڑے اور چوپائے اور لہلہاتی کھیتیاں بھلی معلوم ہوتی ہیں۔"

احادیث نبوی ﷺ

"جسے اللہ نے اس کے دونوں جبڑوں اور پیروں کے درمیان کی چیزوں سے محفوظ رکھا وہ شخص جنت میں داخل ہوگا۔" [1]

[1] حسن، سنن الترمذی، کتاب الزهد، باب ما جاء فی حفظ اللسان: ۲٤۰۹؛ صحیح ابن حبان ۵۷۰۳ والحاکم، ٤/ ۳۹۸۔

دھرتی پر سب سے پہلے بہنے والا خون آدم کے اس ایک بیٹے کا ہے اور جیسا کہ ہم نے عرض کیا یہ خون محض عورتوں سے متعلق تکرار اور رسہ کشی کے نتیجہ میں بہا۔ اس لیے پیغمبر اسلام ﷺ اگر یہ فرمائیں کہ جو شخص اپنی زبان اور شرم گاہ کو محفوظ رکھے گا یہ اس کے لیے جنت میں داخلے کا ضامن ہوگا۔ آپ کا یہ ارشاد کوئی حیرت انگیز نہ ہوگا بلکہ ایسے افراد اولین جنت میں جانے والے ہوں گے۔

یہی وجہ ہے کہ جنسی توانائی کو پابند بنانا، اسے سنوارنا اور اس کو شرعی رخ پر ڈالنا بے حد اہم اور سب سے بڑا کام ہے۔

جنسی مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر ہم اس تحریک کا ذکر کرنا مناسب سمجھتے ہیں جو یورپ میں مارٹن لوتھر کنگ کی تحریک کے نام سے موسوم ہے اس تحریک کا اہم مقصد ہی مسئلہ کا صاف ستھرا حل تھا۔ جیسا کہ تحریک کے بانی اور قائد مارٹن لوتھر نے اس کا برملا اظہار کیا ہے۔ مارٹن کا یہ جملہ منقول ہے:

جو یہ چاہتا ہے کہ میں جنسی توانائی اور حرارت غریزی کو بجھانے کی تحریک چلاؤں ایسے شخص کو میں نادان اور کم فہم تصور کروں گا۔ کیونکہ وہ ہم سے یہ منوانا چاہتا ہے کہ ہم یہ مان کر چلیں کہ فطرت اور طبائع میں تبدیلی آتی ہے اور جیسا کچھ ہم پہلے جانتے تھے اب ویسا نہیں رہا۔ چنانچہ ہم یہ کہیں کہ اب آگ نے جلانا چھوڑ دیا ہے، پانی کسی کو گیلا نہیں کر سکتا نہ کسی آدمی کو کچھ کھانے پینے کی ضرورت لاحق ہے۔

لوتھر نے اس بیان میں کلیسا اور کلیسائی نظام پر بھرپور چوٹ کی ہے۔ کیونکہ یہ ایک ایسا فرسودہ نظام ہے جس کو زبردستی لوگوں پر مسلط کیا گیا ہے۔ رہبانیت کا یہی وہ طریقہ تھا جس کو انہوں نے از خود نکالا۔ اللہ نے اس کا حکم نہیں دیا تھا۔ اس پروپیگنڈے میں منہ بھر کر یہ کہا جاتا تھا کہ جنس بذات خود گندگی ہے۔ عورت گندی اور تمام تر شیطانی مخلوق ہے، اس سے دور رہنا بہتر ہے۔ شادی کرنا ہر کس و ناکس کا حیوانی جنسی فعل ہے۔ پرہیزگار اور مبارک وہ لوگ ہیں جو شادی سے اپنے آپ کو برتر رکھتے ہیں اور اس کے قریب نہیں جاتے۔

ایک زمانے تک ان افکار اور خیالات کی ہانڈی پکتی رہی اور اس زہریلے اور گندے مادے کا لاوا طویل وعریض رومن ایمپائر میں ایک مدت تک ابلتا رہا۔ صحرا کی محدود وسعتوں اور بستیوں میں ترک دنیا اور نام نہاد رہبانیت کا یہ لاوا مدتوں اسی طرح سلگتا رہا۔ چنانچہ "تاریخ اخلاقیات یورپ" کا مصنف لیکی کہتا ہے: ان دنوں ساری دنیا بائیں بازو کی رہبانیت اور انتہا درجہ کے فسق و فجور کے درمیان لرزاں اور معلق تھی اور جن ملکوں میں جتنے بڑے زاہد اور

= تارک الدنیا فقیروں کا جمگھٹا تھا اس زمانے میں فسق وفجور اور وہم وگمان کا ہر چہار سو غلبہ تھا جب کہ یہ چیز انسانیت اور اس کے اعلیٰ مقام سے اتنی ہی زیادہ متصادم رہی ہے۔

رہبانیت کے نام سے ان دنوں جنسیات اور اس کے لوازم سے جتنی دشمنی برتی جاتی تھی اس کا نقشہ پیش کرتے ہوئے مضمون نگار لکھتا ہے: لوگوں کو عورتوں کے سائے سے نفرت تھی۔ کسی عورت کا قرب گناہ کا باعث سمجھا جاتا تھا۔ کسی چھت کے نیچے ان سے نزدیکی پاپ شمار ہوتی تھی۔ اگر راستے میں کسی عورت سے مڈبھیڑ ہو جائے خواہ وہ اس کی ماں ہو یا بہن ہو تو یہ سمجھا جاتا تھا کہ اس حرکت سے اعمال اکارت جاتے ہیں اور ساری روحانی محنت پر پانی پھر جاتا ہے۔

ابوالاعلیٰ مودودی اپنی کتاب ''پردہ'' میں ان لوگوں کے بعض اقوال درج کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

اس سلسلہ میں ان کا اولین بنیادی نظریہ یہ تھا کہ عورت معاصی اور نافرمانی کا سرچشمہ اور تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ مرد کے لیے عورت گویا جہنم کا دروازہ ہے۔ کیونکہ یہی جہنمی، ہر تحریک کا منبع اور ہر گناہ پر آمادہ کرنے کا حربہ اور ذریعہ ہے۔ عورت کی وجہ سے مرد بڑی بڑی مشکلات اور پریشانیوں سے دوچار ہوا ہے۔ کسی عورت کے لیے شرم اور ندامت کی اس سے بڑی کوئی اور وجہ نہیں ہو سکتی کہ وہ شروع سے آخر تک عورت ہے۔ عورت کو اپنے حسن وجمال پر ناز کرنے کے بجائے شرمانا چاہیے۔ اس لیے کہ وہ شیطان کا ایسا بڑا حربہ ہے کہ شیطان کے پورے اسلحہ خانہ میں اتنا مہلک اور جان لیوا کیا کوئی ہتھیار رہو گا؟ عورت کو چاہیے کہ اپنی طرف سے ہمیشہ کفارہ اور تاوان ادا کرے اور کبھی اس سے غافل نہ ہو۔ کیونکہ آج دنیا میں جس قدر پاپ اور برائی قدم قدم پر نظر آ رہی ہے وہ سب اسی کے دم قدم کا نتیجہ ہے۔

مسیحیت کا اولین ستون اور پیشوا ٹرگولین کی ان باتوں کو بھی سنتے چلیں جس سے عورت کی بابت مسیحی نظریہ کھل کر سامنے آ جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے انسان کے اندر شیطان کے گھس آنے کا دروازہ یہی عورت ہے۔ اسی نے مرد کو شجر ممنوعہ کا راستہ بتایا۔ قانون الٰہی کو توڑنے پر مجبور کیا اور یہی وہ عورت ذات ہے جس نے مرد کی اس شکل کو بگاڑا جس پر اللہ نے اس کو بنایا تھا۔

''کرائی سوسٹم''، جس کا شمار نصرانیت کے علمبرداروں میں ہوتا ہے۔ عورتوں کے تعلق سے گل افشانی کرتے ہوئے کہتا ہے: عورت سب سے بڑا شر ہے جو ناگزیر ہے۔ وسوسہ ڈالنا اس کی فطرت ہے۔ ایک ایسی آفت ہے جس سے طبیعت بیزار نہیں ہوتی۔ خاندان اور پورے گھرانے کے لیے خطرے کا باعث ہے۔ محبوبہ ہے لیکن زہر کی پڑیا بھی ہے۔ ملمع کی ہوئی ایسی مصیبت ہے جس پر سونے کا پانی پھرا ہوا ہے۔

عورتوں کے تعلق سے ان کے نظریے کا دوسرا رخ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مرد وعورت کے درمیان جنسی تعلق بذات خود ناپاک ہے۔ اس سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔ خواہ یہ تعلق نکاح کی شکل میں ہو یا شرعی عقد کی صورت میں ہو۔ جہالت پر مبنی ان انتہا پسند نظریوں کی وجہ سے جن کا دین حنیف نے کبھی حکم نہیں دیا نہ کسی نبی برحق کی یہ تعلیم ہے۔ ان کے خلاف چاروں طرف سے جہالت پر مبنی انتہائی زبردست اور شدید ردعمل ظاہر ہوا۔

(بیسویں صدی کی جہالت ص ۲۰۵،۲۰۶)

اس جنسی انارکی اور شہوانی انتہاپسندی نے یورپ کو بندر اور سؤر سے بدتر بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا اور =

"سب سے زیادہ جو چیز جنت میں داخل کرے گی وہ تقویٰ الٰہی اور حسن اخلاق ہے اور سب سے زیادہ جہنم میں ڈالنے والی چیز منہ اور شرمگاہ ہے۔" [1]

"دو آدمی جنت میں داخل ہوں گے (ایک وہ) جس نے اپنے دونوں جبڑوں کے درمیان کی (اور دوسرا وہ جس نے) اپنے دونوں پیروں کے درمیان کی چیزوں کی حفاظت کی۔" [2]

"اے اللہ میں اپنے کان کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں، اپنی آنکھوں کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں، اپنی زبان کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں، اپنے دل کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور اپنی (شرمگاہ کی) منی کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔" [3]

ازدواج اور خاندان

عورت کے ساتھ تخلیہ کی اہمیت

احادیث نبوی ﷺ

"سنو! کوئی بیاہی ہوئی خاتون کے پاس تنہائی میں رات نہ گزارے سوائے اس کے کہ وہ اس کا شوہر یا ذی رحم محرم (ایسا رشتہ دار جس سے اس کا نکاح حرام ہو جیسے بھائی، وغیرہ) ہو۔" [4]

= نوبت یہاں تک پہنچی کہ یورپین مفکرین نتائج کی سنگینی اور ہولناکی سے ڈر کر اور آنے والی تباہی اور بربادی کے پیش نظر مسلسل چیخ رہے ہیں۔ چلا رہے ہیں۔ کیا یہ تمام تر جہالت اور خلاف فطرت افعال سے مسلسل جنگ کا نتیجہ نہیں؟ کیا یہ کلیسا کی تمام تر شورش اور ان بغاوتوں کا ردعمل نہیں جو اس نے ایک مدت سے جہالت اور خلاف فطرت اصولوں سے جنگ کے نتیجہ میں خود اپنے ہاتھوں پیدا کر رکھی ہے؟

یہ مشکلات اور نت نئے جنسی مسائل جن کے اندر یورپ ایک مدت سے ٹھوکریں کھا رہا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ تمام تر لغزشیں کنیسہ کی بدعنوانی، حدود سے تجاوز اور مغربی زندگی کی انتہا پسندی کا نتیجہ ہیں۔ اسلام کا دامن اس قسم کی ایک ایک چیز سے پاک ہے۔ کیونکہ اسلام فطرت کا نگہبان اور اس کو سنوارنے والا ہے۔ اس لیے باسعادت تعمیری پہلو اور بامقصد نتیجہ خیز زندگی وہ ہے جس کو ہم نے اس کتاب کے سابقہ صفحات پر تفصیل سے بیان کیا ہے۔

[1] اسناده صحيح، سنن الترمذى، كتاب البر والصلة، باب ماجاء فى حسن الخلق: ٢٠٠٤؛ سنن ابن ماجه، كتاب الزهد، باب ذكر الذنوب: ٤٢٤٦۔

[2] حسن، مسند احمد، ٥/ ٣٦٢: ٢٣٠٦٥۔

[3] اسناده حسن، سنن ابى داود، كتاب الوتر، باب الاستعاذة: ١٥٥١؛ سنن الترمذى، كتاب الدعوات، باب دعاء "اللهم انى اعوذ بك من شر سمعى......: ٣٤٩٢۔

[4] صحيح مسلم، كتاب السلام، باب تحريم الخلوة بالاجنبية......: ٢١٧١۔

''عورت شیطان کی صورت میں سامنے آتی ہے اور شیطان کی صورت میں پیچھے جاتی ہے۔'' [1]

''جو بھی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں ہوگا ان کا تیسرا ضرور شیطان ہوگا۔'' [2]

[1] صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب ندب من رأی امرأۃ......: ۱۴۰۳۔

[2] صحیح، سنن الترمذی، کتاب الرضاع، باب ماجاء فی کراھیۃ الدخول......: ۱۱۷۱۔

استاذ محمد طلعت حرب اپنی کتاب ''عورت اور پردہ'' میں لکھتے ہیں:

پردہ کو اٹھا دینا اور اختلاط کو رواج دینا وہ آرزو ہے جو یورپ کے اندر ایک مدت سے کروٹیں لے رہی تھی اور اس کا مقصد ہر ایسا شخص بخوبی جان سکتا ہے جو یورپ کی عالم اسلام سے وابستہ توقعات کو اچھی طرح سمجھتا ہے۔ مصنف مذکور اسی کتاب میں لکھتے ہیں: تنہا مصر میں نہیں بلکہ بلاد مشرق کے ہر ہر سماج اور مسلم معاشرے کی راہ میں تباہ کن اس سے بڑی کوئی اور چیز نہیں ہو سکتی کہ مسلمان عورت کا رخ بدل جائے اور وہ بھی بگاڑ کے اسی راستے پر چل پڑے جس کا یورپ شکار ہے اور جس کی وجہ سے سخت خطرات سے دوچار ہے۔

بعض نوجوان لڑکے اور لڑکیاں ان امور کو حیرت کی نظر سے دیکھتی ہیں اور بعض انہیں اپنی آزادی کی راہ میں رکاوٹ کا سبب جانتی ہیں، کیونکہ اس طرح ان کی خواہشات پر پہرے بٹھا دیئے جاتے ہیں اور شہوت کے پیچھے چلنے سے انہیں روک دیا جاتا ہے۔ مشہور مصری اخبار (الجمھوریہ) نے اپنی ۹ جون ۱۹۶۲ء کی اشاعت میں زیر عنوان ''امریکی اہل قلم کہتی ہے: اختلاط سے بچو اور عورتوں کو گھر کی چار دیواری تک محدود رکھو!'' جو کچھ لکھا ہے ذیل میں ہم اس مقالہ کا خلاصہ درج کرتے ہیں۔ اس اہل قلم کا نام ''ہیلسن اسٹانسبری'' ہے جو امریکہ کی خاتون صحافی ہے۔

جن دنوں اس صحافی خاتون نے متحدہ عرب جمہوریہ مصر کی متعدد یونیورسٹیوں میں نوجوانوں کے کیمپوں اور مختلف سماجی اداروں کا دورہ کیا اور جو بیانات دیئے ان کے اندر اس نے اس پر زور دیا:

سچ تو یہ ہے کہ عرب سماج مکمل اور صحیح سالم سماج ہے اور ایسے سماج کے لیے نہایت ضروری ہے کہ وہ ہر ایسی حدوں اور پابندیوں کے دائرے میں اپنے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو محصور رکھے جو عقل و قیاس کے عین مطابق ہیں۔ خوب سمجھ لو! تمہارے پاس ایسے اصول اور ضابطے پہلے سے موجود ہیں جو یورپ کی پیدا کردہ لاقانونیت اور انارکی کو کسی صورت قبول کرنے کی اجازت نہیں دیتے کیونکہ یہ وہی لاقانونیت ہے جس نے یورپ اور امریکہ میں جگہ جگہ سماج اور معاشرے کی چولیں ہلا دیں۔ اس لیے میں تمہیں ہدایت کرتی ہوں کہ اپنی روایات اور اپنے اخلاقی ضابطوں پر سختی سے جمے رہو۔ اختلاط اور مرد و عورت کے باہم میل جول سے دور رہو۔ نوجوان لڑکیوں کی آزادی پر بندش لگاؤ اور لوٹ کر پردے کے زمانے میں پھر سے چلے جاؤ جہاں سے تم نے اسے خیر باد کہا ہے۔

آج امریکی معاشرہ بے حد بندھا، ٹکا اور الجھا ہوا معاشرہ بن چکا ہے۔ مکر و فریب اور کھلم کھلا چھوٹ کی تباہ کاریاں سب پر عیاں ہیں اور بیس سال سے بھی کم عمر کے ایسے لڑکے اور لڑکیاں آج جیل خانوں، پلیٹ فارموں، مختلف اسٹالوں اور تہ خانوں میں بھرے پڑے ہیں جو بجا طور پر اختلاط، جنسی آزادی اور آزادانہ میل جول کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھ چکے ہیں۔

ہم نے اپنے نوخیز بچوں اور چھوٹی چھوٹی بچیوں کو جس قسم کی چھوٹ اور آزادی دے رکھی ہے یہ اسی کا نتیجہ =

= ہے کہ آج ان کی ٹولیاں اور جمس ڈین کے گینگ بن چکے ہیں۔ ہیروئن، سفید پاؤڈر اور نشہ کی دوسری چیزوں کے ان کے اپنے اڈے جگہ جگہ کھلے ہوئے ہیں۔

مرد و زن کا یہ بے باکانہ اختلاط، اباحیت پسندی، نام نہاد آزادی اور ہر قسم کی چھوٹ نے یورپین اور امریکن سماج کی بنیادوں کو لرزہ براندام کر دیا ہے۔ اخلاقی قدریں پامال ہو چکی ہیں۔ انسانیت کے پاس و لحاظ کا کب سے جنازہ نکل چکا ہے پھر مخلوط تعلیم کے متعلق بے حد اہم اور بر خود غلط تاثر ہمارے اندر یہ چل پڑا ہے کہ دو مخالف جنسوں کا باہم میل جول طبیعتوں کو سنوارتا ہے۔ ان کے اندر ایک عادت سی ڈال دیتا ہے اور جنسی مسائل کی طرف سے ان کے رجحان کو کم سے کم کر دیتا ہے میں کہتی ہوں اس قسم کا تاثر علم کے نام پر ایک دھبہ ہے اور واقعات سے اس فریب کا پردہ خود بخود چاک ہوتا ہے۔ ابھی انہی دنوں کی بات ہے کہ میری ملاقات ایک مصری ماہر نفسیات سے ہوئی۔ یہ صاحب بھی اس ذہنیت کا شکار اور اسی نظریے سے متاثر تھے۔ میں نے ان سے عرض کیا، چاہیے تو یہ تھا کہ اگر یہ نظریہ درست ہوتا تو میاں بیوی کا کامل اختلاط اور ان کا شدید باہم میل جول جنسی مسائل سے ان کی طبیعتوں کو اچاٹ کر دیتا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ پھر یہ نظریہ کیوں کر درست ہو سکتا ہے؟

اس پر مستزاد مغرب میں اختلاط عروج پر ہے۔ اس کے باوجود وہاں کے مردوں عورتوں کی مثال بندروں اور سؤروں کی سی ہے۔ ان کے اندر شہوت رانی اور ہوس کی آنچ تیز سے تیز تر ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہاں خاندان اور اس کے روابط کا یا تو نام و نشان نہیں ہے یا ہے تو مٹتا جا رہا ہے۔ اختلاط کی مضرتیں ظاہر کرتے ہوئے ایک اور اہم چیز کی طرف ہم اشارہ کرنا مناسب خیال کرتے ہیں۔ ان سطروں کے ذریعہ درحقیقت ہم ان دعویداروں کا منہ توڑ جواب دینا چاہتے ہیں جو اس قسم کا پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ اختلاط سے شعور تیز ہوتا ہے، جذبات میں سدھار آتا ہے، خوابیدہ توانائی نکھرتی ہے اور صنف نازک کو دیکھ کر جذبات میں ہیجان یا شعور میں اضطراب پیدا نہیں ہوتا۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اختلاط نکھار، نرمی، پاکیزگی اور درستی کا سبب ہے۔ حالانکہ یہ پروپیگنڈہ محض جھوٹ کا پلندہ ہے۔ مشاہدہ اور تجربہ اس کا پردہ خود بخود فاش کرتا ہے۔ اس لیے کہ آخر یہ وہی یورپ ہے جہاں جنسی اختلاط اپنے عروج پر ہے اور اس اختلاط کی وجہ سے اخلاقی بگاڑ اور پستی بھی پورے شباب پر ہے۔ چنانچہ قدیم اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ امپیریل ہائی اسکول کی 47% طالبات کنواری مائیں بن چکی ہیں۔ پھر یہ گزشتہ دنوں کے اعداد و شمار ہیں۔ اگر آج کے بگاڑ کا جائزہ لیا گیا تو اس میں شک نہیں کہ ان اعداد و شمار میں کافی اضافہ نظر آئے گا۔ پھر تعلیم گاہوں اور ہائی اسکولوں کے علاوہ رہائشی مکانات کا سروے کرنا بھی ضروری ہے جو کڑی شہوتوں کی ٹھیک زد پر ہیں۔ جہاں خواہشات کی حکمرانی ہے۔ قلق اور اضطراب جہاں اپنے شباب پر ہے۔ جو مخلوط سماج میں جذبات اور احساسات کو اور بھی برانگیختہ کرنے کے لیے پابہ رکاب ہے۔ جہاں نئے نئے مرد و زن کے روپ میں شوہروں اور بیویوں کو ہر روز نئی پوشاک دستیاب ہے۔ آئے دن ہر کوئی نت نئے شکار کی تاک میں ہوتا ہے۔ ہوا کے جھونکوں اور طوفان کے تیز تھپیڑوں میں جہاں بھی کسی بیوی کو کوئی چھچھاتا خاوند یا کسی خاوند کو کوئی شوخ حسینہ نظر آتی ہے اس کی رال ٹپک جاتی ہے، ان کی نیتوں میں فتور آجاتا ہے اور گھر کی بنیادیں ہل جاتی ہیں۔ جیسے بیوی یا خاوند بیوی یا خاوند نہیں۔ گھر کا کاٹھ کباڑ، گلے کا ٹوٹا ہار یا محبت کی گٹھری کا کوئی فیشن ایبل لباس ہے۔ =

''تم میں سے کوئی کسی عورت کے ذی رحم محرم (قریبی رشتہ دار) کے بغیر ہرگز تنہائی میں اس کے قریب نہ جائے۔'' ❶

بیوی چوکنی رہے

حدیث نبوی ﷺ

''ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ عورت عورت کے ساتھ مباشرت کرے (بے پردہ بدن سے بدن ملائے) تاکہ اس عورت کا بیان ❷ اپنے شوہر سے اس طرح کرے کہ اس کے سامنے اس

= استاذ فتحی یکن کہتے ہیں: یہ اعتراف کرنا چاہیے کہ طبائع اور ساری ہی طبیعتیں ابھارنے اور دبانے کے حسب نتیجہ مدوجزر اور پھیلنے سکڑنے کا نشانہ بنتی ہیں۔ چنانچہ جو شخص قسم قسم کے مصالحہ جات سے آراستہ پکوان کے دستر خوان پر بیٹھے گا۔ محروم کی بہ نسبت اس کی اشتہا کہیں تیز ہوگی اور پھر اس کی سرشت یہ ہوگی کہ وہ روز بروز اپنی غذائی ضرورت اور تقاضے کے مطابق اپنی آنتوں کا تناسب کم یا زیادہ کرے گا۔

❶ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب لا یخلون رجل بامرأۃ......: ۵۲۳۳؛ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب سفر المرأۃ مع محرم......: ۱۳۴۱۔

کہاں اسلام کا یہ اعلیٰ اور بلند و بالا طریقہ اور کہاں غیروں کی وہ فسق و فجور والی وہ روش جہاں تنہائی میں میل جول روزمرہ کا دستور اور ایک عام سی عادت ہے۔ لیکن اس عادت کی پاداش میں مغربی ملکوں کو جو سزا بھگتنی پڑی۔ اس کی ایک جھلک ذیل کے اس واقعہ سے عیاں ہوتی ہے۔ چنانچہ (ٹوڈے نیوز) اپنی ۳ جون ۱۹۵۶ء شمارہ نمبر ۷۰۸ ص ۲ کی اشاعت میں لکھتا ہے:

ایک شخص نے اپنی بیوی کو اپنے ہی گھر میں رنگے ہاتھوں گرفتار کیا۔ اس کی بیوی اور ایک اجنبی آدمی دونوں مادر زاد ننگے تھے۔ شوہر نے مقامی عدالت میں طلاق کا دعویٰ دائر کیا اور یہ مطالبہ کیا کہ ایسی بدکار فاحشہ بیوی سے وہ علیحدگی چاہتا ہے جس نے اس کی عزت خاک میں ملا دی اور اس کے معزز گھرانے کی عزت بھی باقی نہیں رہنے دی۔

لندن کی عدالت میں جب یہ کیس دائر ہوا تو انگریزی دستور کی رو سے شوہر کو طلاق حاصل کرنے کا مجاز نہیں تسلیم کیا گیا۔ الٹے اسے رجعت پسند کہہ کر اس پر الزام لگایا گیا کہ وہ یورپ کی روشن خیالی اور سماجی ترقیات کا ساتھ نہیں دے رہا ہے۔ ساتھ ہی عدالت سے یہ فیصلہ کیا گیا کہ اس کی بیوی کو باعزت بری اور شوہر کے دعوے کو خارج کیا جاتا ہے اور اسے تاکید کی جاتی ہے کہ وہ نئے تقاضوں اور بدلتے ہوئے حالات کا ساتھ دے۔

❷ حضور ﷺ کے اس ارشاد کی اہمیت صاف ظاہر ہے۔ انسانی نفسیات سے ادنیٰ واقفیت رکھنے والا بھی اس کے اندر کوئی حیرت محسوس نہیں کرے گا۔ اس لیے کہ محض اوصاف سن کر بھی اکثر طبائع عشق اور ہوس کا شکار ہو جاتی ہیں۔ پھر حضور ﷺ کا یہ حال ہے: =

عورت کی تصویر آ جائے۔ گویا اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔" [1]

عورت کی حفاظت اور نگہداشت

حدیث نبوی ﷺ

"اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لانے والی کسی عورت کے لیے حلال [2] نہیں کہ تین

= ﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝﴾ (٥٣/ النجم: ٣، ٤)
"وہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتے ہیں۔ ان کا کہنا تو وحی ہے جو ان کی طرف بھیجی جاتی ہے۔"

اسی سلسلہ میں شاعر کہتا ہے:

ایا من لامنی فی حب — من لم یره طرفی
"اے وہ جس نے محبت پر مجھے ملامت کی جس نے میری نگاہوں سے اسے نہیں دیکھا۔"

لقد افرطت وصفك — لی فی الحب بالضعف
"مجھ سے اپنے اپنے اوصاف بیان کرنے میں تم نے افراط سے کام لیا اور محبت میں کمزور دکھایا۔"

فقل هل تعرف الحاسة — یوما سوی الوصف
"تم کہہ دو! اوصاف بیان کرنے کے علاوہ معلوم کرنے والی کسی اور چیز سے بھی تم واقف ہوئے ہو؟"

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عاشق کے اندر محبت کا داعیہ چار چیزوں سے پیدا ہوتا ہے۔ ① نظر بازی سے ② چشم وابرو سے ③ اوصاف سن کر ④ اور دل سے۔ اکثر آدمی دوسروں سے اس طرح محبت کرتے ہیں کہ محض اوصاف سن کر محبت میں مٹے جاتے ہیں۔ محبوب پر ان کی نظر بھی نہیں پڑتی۔

یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے عورتوں کو اپنے خاوند کے سامنے کسی اور عورت کے اوصاف اس طرح بیان کرنے سے منع فرمایا ہے کہ گویا خاوند کے سامنے اس کی تصویر آ جائے۔ (روضته المحبين ص ٨٨)

کتاب تحفۃ العروس کے مصنف کہتے ہیں: عورت اگر پاک دامن ہے اور اس سے کوئی خطرہ نہیں اور اس کی زبانی بیان کردہ اوصاف کو سننے والا بھی اسی کی طرح معتمد ہے تب بھی اوصاف سن لینے کے بعد ممکن ہے یہ شوہر اس عورت کے خاوند کے بارے میں ناگہانی حادثے کا منتظر رہے اور دل سے یہ چاہے کہ اچانک موت یا کوئی ایسا حادثہ پیش آئے کہ اس کا خاوند مر جائے یا اسے طلاق دے دے اور یہ شرعی طور پر اسے حاصل کر کے اس سے نکاح کر لے۔ اس لیے عورت کو بہر کیف محتاط رہنا چاہیے۔

[1] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب لا تباشر المرأة...... ٥٢٤٠، ٥٢٤١۔

[2] ایک شوہر نے یہ اعتراف کیا کہ میں ایک شہر میں تھا۔ میں نے اپنی بیوی کے پاس پیغام بھیجا کہ میں تمہاری آمد کا منتظر ہوں۔ مقررہ وقت پر میں نے اہلیہ کا انتظار کیا لیکن ہوائی جہاز نہیں آیا۔ میں نے کمپنی سے ٹیلی فون پر انکوائری کی۔ وہاں سے جواب ملا کہ ہوائی جہاز میں کوئی خرابی آ گئی ہے اس لیے کسی اسٹیشن پر جہاز درستی کے لیے اتر گیا ہے۔ ایک گھنٹہ بعد جہاز ائیر پورٹ پر آ جائے گا۔ بعد میں جہاز ائیر پورٹ پر اترا۔ بیوی جہاز سے اتر کر قریب ہی کھڑی ہوئی۔ ایر ہوسٹس =

یا اس سے زائد دنوں کی مسافت کا سفر کرے اور اس کے ساتھ اس کا باپ یا اس کا بھائی یا اس کا شوہر یا اس کا بیٹا یا اس کا کوئی قریبی محرم نہ ہو۔" [1]

نظر، ابلیس کا ایک تیر [2]

آیات قرآنی

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۭ ذٰلِكَ اَزْكٰى

=اس سے کہنے لگی کیوں پائلٹ سے تم نے چلتے چلتے ملاقات نہیں کی؟ ائیر ہوسٹس کو کیا معلوم تھا اس کا شوہر یہی ہے۔ شوہر نے جو یہ سنا اس کے کان کھڑے ہو گئے اس نے فوراً بھانپ لیا۔ اور بالآخر بیوی نے بھی مجبوراً اقبال جرم کیا کہ کسی طریقہ سے جہاز کے پائلٹ اور اس کی بیوی کا تعارف ہو گیا۔ پائلٹ نے مسافروں کو یہ جھانسہ دیا کہ ہوائی جہاز میں کچھ خرابی آ گئی ہے جس کی درستی کے لیے اگلی پرواز گھنٹہ بھر لیٹ ہو گی۔ اس کے بعد ہوائی جہاز پٹی پر اترا۔ مسافر جہاز سے اتر کر باہر لاؤنج میں چلے گئے۔ اور گھنٹہ بھر کے بعد کہیں انہیں اندر آنے دیا گیا۔ اس اثنا میں پائلٹ اور اس کے معاون عملہ نے اس عورت کے ساتھ اپنی جنسی ہوس کی تکمیل کر لی۔

دیکھے اسے جو دیدہ عبرت نگاہ ہو

[1] صحیح بخاری، کتاب تقصیر الصلاة، باب فی کم یقصر الصلاة: ١٠٨٨؛ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب سفر المرأة مع محرم......: ١٣٤٠۔

ایک عورت مکہ آئی۔ یہ نہایت حسین و جمیل تھی، عمر بن ابی ربیعہ کی اس پر نظر پڑی تو وہ عورت اس کے دل میں سما گئی۔ اس نے اس سے بات کرنی چاہی، عورت نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ دوسری رات بھی یہی واقعہ پیش آیا۔ عمر نے چھیڑنا چاہا، عورت نے کہا: یہاں سے دفع ہو جاؤ۔ عمر نے بات چیت کے لیے اصرار کیا۔ عورت نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تیسری رات اس خاتون نے اپنے بھائی سے کہا: تم میرے ساتھ چل کر مجھے حج کے مسائل سمجھاؤ۔ اس مرتبہ بھی عمر بن ربیعہ نے چھیڑنے کی نیت کی لیکن جونہی اس کی نظر اس عورت کے بھائی پر پڑی فوراً پیچھے ہٹ گیا۔ گویا اس عورت کی مثال ایسی ہوئی جیسا کہ شاعر نے کہا:

تعدو الذئاب علی من لا کلاب له   وتتقی صولة المستنفر الحامی!

"بھیڑیا وہاں حملہ کرتا ہے جہاں کتے نہ ہوں اور جہاں لڑنے والا حفاظتی دستہ ہو وہاں حملہ کرنے سے دریغ کرتا ہے۔"

علاوہ ازیں عورت کے ساتھ شوہر یا کسی محرم کا ہونا عورت کی حفاظت اور اس کے ساتھ زبردست تعاون کا باعث بنتا ہے۔ خصوصاً جب کہ بیماری یا کوئی ناگوار چیز متوقع ہو۔ مذکورہ بالا اسی روایت کو جب ایک آزاد خیال عورت نے سنا تو اسے کچھ جچا نہیں۔ اتفاق سے میرا اپنی اہلیہ کے ساتھ سفر کا اتفاق ہوا۔ یہی عورت اسے رخصت کرنے آئی۔ اس نے جو دیکھا کہ میں سامان اٹھانے اور اسباب باندھنے میں اپنی بیوی کے ساتھ کس طرح تعاون کرتا ہوں۔ تب اسے اس حدیث مبارکہ کی حکمت کا اندازہ ہوا۔

[2] اسلام کیسے بیدار مغز شعور کی تلقین کرتا ہے۔ اسلام نے کہیں اس کا موقع نہیں دیا کہ مسلمان اپنے لیے، اپنی خواہشات کے لیے یا کسی جنسی اقدام کے لیے خود سے کوئی منصوبہ بنائے۔ ورنہ یہ ہوگا کہ زنا کاری اور بے حیائی کا جرم=

لَهُمْ ؕ ﴿١﴾ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴿٣٠﴾ (٢٤/ النور: ٣٠)

= کر کے اپنے آپ کو اور دوسروں کو ہلاکت میں ڈالے گا اور دنیا اور آخرت کے عذاب کا مستحق بنے گا۔ اس کے بجائے اسلام نے ایک ایک کر کے ان کھڑکیوں کے پٹ بند کرا دیئے جن کے ذریعے سے شر کو اندر آنے کی راہ ملتی ہے۔ جیسے نظر بازی، بن ٹھن کر سج دھج کر نکلنا، مرد و زن کا آزادانہ اختلاط، غیر مسلم عورتوں کی اندھا دھند پیروی وغیرہ سائے کی طرح ان کے پیچھے پڑنا، شرعی پردے سے آزاد ہو جانا وغیرہ۔ اس میں شک نہیں کہ یہ وہ چور دروازے ہیں جو برے انجام تک پہنچاتے ہیں۔

﴿١﴾ روضۃ المحبین مولفہ علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ میں زیر عنوان ''نظریں نیچی رکھنا'' ایک دلچسپ اور بے حد مفید بحث مذکور ہے۔ ذیل میں اس کا کچھ خلاصہ پیش کیا جاتا ہے شاعر کہتا ہے:

نظرة فابتسام فسلام فكلام فموعد فلقاء

''ایک نگاہ، ایک تبسم، اس کے بعد بات چیت، پھر وعدہ پھر ملاقات۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: شیطان آدمی کی تین چیزوں کے اندر ہوتا ہے اس کی نگاہ میں اس کے دل میں، اس کی شرمگاہ میں اور عورت کی تین چیزوں کے اندر اس کا مسکن ہوتا ہے۔ اس کی نگاہ میں، اس کے دل میں اور اس کی سرین میں۔

علامہ موصوف فرماتے ہیں: نظریں نیچی رکھنے میں ان گنت فائدے ہیں۔ ان میں سے چند ایک یہ ہیں: پچھتاوے اور حسرت کے داغ سے دل محفوظ ہوتا ہے کیونکہ جتنا نگاہوں سے کسی کا تعاقب کرے گا ناکامی پر سرد آہیں بھرے گا اور بار بار دیکھنے پر دل کو ٹھیس لگے گی۔ کیونکہ نظر بازی سے طلب کی آگ بھڑکتی ہے اور کسی صورت صبر اور قرار نہیں آتا۔ نہ ہی مقصود کسی طرح حاصل ہوتا ہے اور یہ بھی غایت درجہ رنج و اذیت کا سبب ہے۔

نظریں نیچی رکھنے کا یہ بھی فائدہ ہے کہ اس سے دل کو فرحت، مسرت اور اس سے زیادہ انشراح نصیب ہوتا ہے جتنا نظر کو دیکھ لینے سے مسرت اور خوشی حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ اس طرح جانی دشمن مغلوب ہوتا اور نفس اور خواہشات کی مخالفت لازم آتی ہے۔ نیز اس لیے کہ جب آدمی اس طرح اپنی لذت پر پہرے بٹھاتا ہے اور اللہ کے لیے شہوت پر روک لگاتا ہے۔ جب کہ لطف اندوز ہونے سے نفس امارہ کو خوشی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے عوض کہیں زیادہ کامل لذت اور پوری مسرت سے نوازتا ہے۔ کسی صاحب دل کا قول ہے: اللہ کی قسم! پاکدامنی کی لذت گناہ کی لذت سے زیادہ ہوتی ہے۔ اس میں ذرہ برابر شبہ نہیں کہ جب نفس کی خواہش کے خلاف اقدام کیا جاتا ہے تو اس کے نتیجہ میں جو فرحت و مسرت نصیب ہوتی ہے موافقت اور تابعداری کرنے میں وہ لذت نہیں ملتی اور یہیں خواہشات اور عقل میں امتیاز ہو جاتا ہے۔

ساتھ ہی ہمیں اس سے بھی غافل نہ ہونا چاہیے کہ جن چیزوں سے نگاہیں نیچی رکھنا ضروری ہے ان کے اندر وہ حرام چیزیں بھی داخل ہیں جنہیں اللہ نے حرام فرمادیا ہے۔ جیسے سینما کے پردے پر دکھائی جانے والی فلمیں، ٹیلی ویژن کی شہوانی اور جنونی تصویریں۔ اسی طرح من گھڑت رومانی، جنسی، مخرب اخلاق قصے، افسانے، ناول اور ایسا تمام مواد جس سے طبیعت میں ہیجان آتا ہے اور شر، فساد اور بگاڑ کی طرف رجحان تیز تر ہوتا ہے۔ (اگرچہ یہ سارا مواد نام نہاد ادب یا ثقافت پر مشتمل ہو۔) اسی طرح خوب سمجھ لینا چاہیے کہ جو حکم نگاہوں کا ہے وہی کان کا بھی حکم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ کی حرام کردہ آوازوں خصوصاً فحش گیت، عشقیہ میوزک اور ہیجان انگیز موسیقی کا سننا بھی حرام ہے۔

"(اے پیغمبر!) ایمان والوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لیے بڑی پاکیزگی کی بات ہے۔ بلاشبہ جو کام یہ کرتے ہیں اللہ اس سے باخبر ہے۔"

﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ﴾

(٢٤/ النور: ٣١)

"اور ایمان والی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت (کے مقامات) کو ظاہر نہ کریں مگر جو اس میں سے کھلا رہتا ہو اور اپنی اوڑھنیاں اپنے سینوں پر ڈالے رہیں۔"

احادیث نبوی ﷺ

"اللہ تعالیٰ ابن آدم کے حصہ کے مطابق اس کے زنا کا گناہ ضرور لکھتا ہے چنانچہ آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے، زبان کا زنا بولنا ہے، نفس کا زنا آرزو کرنا اور چاہنا ہے۔ رہی شرمگاہ تو وہ وقوعہ کو سچ کر دکھاتی ہے یا جھوٹ ٹھہرا دیتی ہے۔" [1]

حضرت جریر بن عبداللہ فرماتے ہیں: میں نے اچانک نظر پڑ جانے کی بابت حضور ﷺ سے دریافت کیا۔ آپ نے مجھے حکم دیا ہے: "(جب ایسا ہو تو) فوراً نگاہیں پھیر لے۔" [2]

[1] صحیح بخاری، کتاب القدر، باب ﴿وحرام علی قریة أهلكنها......﴾: ٦٦١٢؛ صحیح مسلم، کتاب القدر، باب قدر علی ابن آدم......: ٢٦٥٧۔

[2] صحیح مسلم، کتاب الآداب، باب نظر الفجاءة: ٢١٥٩۔

پیہم نظربازی کی بدولت دل پر پڑنے والے برے اثرات کو طب نے ثابت کیا ہے۔ چنانچہ طبی طور پر تجزیہ کیا گیا کہ مسلسل نظربازی سے جنسی توانائی یوں ضائع ہو جاتی ہے جیسے موٹر گاڑی کی بیٹری سے گاڑی کی بجلی فیل ہو جاتی ہے۔
امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ نظربازی سے بدن کو نفع ہوتا ہے۔ یہ غلط ہے۔ اس لیے کہ مسلسل فکر اور توہم سے جو نقصان پہنچتا ہے فائدے سے کہیں زیادہ الٹے اس سے نقصان ہوتا ہے۔ پھر حرام عشق میں پڑنے والے کا بھلا کیا علاج ہو سکتا ہے؟ علامہ موصوف یہ بھی فرماتے ہیں ذکر الٰہی اور نماز سے جو لذت فوراً یا قدرے تاخیر سے حاصل ہوتی ہے یہ لذت پائیدار اور تادیر ہوتی ہے بلکہ اس سے رنج و غم اور حزن و ملال بھی کافور ہو جاتے ہیں۔ نیز اس لذت سے جلد یا بدیر کرب اور اندوہ کا ازالہ ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ کا ذکر کرنے، اس سے لو لگانے، دل و جان اور جسمانی لگاؤ کے ساتھ نماز پڑھنے سے عظیم تر اعلیٰ مفاد حاصل ہوتا ہے، مفاسد کا دفعیہ ہوتا ہے، مضرت سے بے نیازی حاصل ہوتی ہے اور انسان کے لیے بحیثیت انسان ہونے کے یہ لذت اس لذت کا عوض بنتی ہے جو خود =

صریح وضاحت

حدیث نبوی ﷺ

حضور ﷺ نے فرمایا: ''اگر کسی شخص کو کوئی عورت پسند آئے اور دل نشین ہو جائے تو

= ناقص ہوتی ہے اور اپنے سے کامل لذت کی راہ میں رکاوٹ اور غم واندوہ کا باعث ہوا کرتی ہے۔ (روضۃ المحبین، ص:۱۵۸)

اور جو شخص سابقہ آیات پر غور کرے گا اور صاحب ایمان مسلمانوں کے لیے اللہ نے جو کچھ تیار کر رکھا ہے ان پر نظر رکھے گا تو دنیا کا عشق اس کی نظر میں ہیچ ہوگا۔ معشوق کو وہ کبھی کا فراموش کر دے گا۔ اس کے اندر اللہ تعالیٰ کی تابع داری اور اس کی جنت کی طرف بڑھنے کا شوق تیز ہوگا۔ اس جنت میں وہ سب کچھ ہے جس کو اس کا دل چاہے گا اور جس سے اس کی آنکھیں لطف اندوز ہوں گی۔

نیز ان آیات سے سب سے انوکھی عبرت اور سبق ہمیں یہ سیکھنا چاہیے کہ قرآن پاک کے نزول کے زمانے میں جب اللہ رب العزت نے مسلمان خواتین کو ان کا گلا، سینہ اور سر ڈھانکنے کا حکم فرمایا تو اللہ کی ان بندیوں نے فوری طور پر اپنی چادروں (اندرونی پوشاک) کو پھاڑ کر ان کی اوڑھنیاں بنالیں۔ یہ ان کے ایمان کی تصدیق تھی اور پیغمبر پر اللہ کے اتارے ہوئے احکام کی پوری پوری تابعداری کا عکس تھا۔ جو ان کے اندر موجزن تھا اور اسی جذبے کے تحت وہ حضور ﷺ کے پیچھے نماز میں اپنی چادریں لپیٹ کر اس طرح کھڑی ہوتی تھیں جیسے ان کے سروں پر چادروں کا کوا بنا ہوتا تھا۔ غور کرنا چاہیے کہ کہاں وہ صحابی خواتین جو محض ایک آیت سن کے اس کی تعمیل کے لیے یوں اٹھ کھڑی ہوتی تھیں اور کہاں آج کی مسلم خواتین جن کے سامنے وعظ ونصیحت کا دفتر کا دفتر کھل جائے لیکن ان پر کوئی اثر نہ ہو۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں نگاہیں نیچی رکھنے کے متعدد فوائد ہیں:

اول: یہ کہ دل حسرت اور رنج وافسوس سے نجات پا جاتا ہے۔

دوم: یہ کہ اس عادت کے نتیجہ میں دل کے اندر روشنی اور نور سرایت کر جاتا ہے جس کا عکس آنکھوں چہرے اور اعضاء وجوارح میں نظر آتا ہے۔ اس لیے حقیقت حال کا علم تو بس باری تعالیٰ کو ہے۔ لیکن غالباً اسی نورانیت کا اظہار کرنے کے لیے باری تعالیٰ نے پہلی آیت:

﴿ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ (۲۴/ النور:۳۵)

''اللہ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے۔''

کے بعد اس آیت کو ذکر فرمایا:

﴿ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ ﴾ (۲۴/ النور:۳۰)

''(اے پیغمبر!) ایمان والوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں۔''

سوم: یہ کہ نگاہیں نیچی رکھنے سے دل قوی اور دلیری کا جذبہ بیش از بیش ہوتا ہے۔ چہارم: یہ کہ نظر بازی سے جس قدر لذت اور مسرت حاصل ہوتی ہے۔ نظر بچانے سے اس سے کہیں زیادہ سچی خوشی اور راحت نصیب ہوتی =

اس کو چاہیے کہ اپنی بیوی کے پاس آ کر اس سے قربت کر لے اس فعل سے اس کی دلی خواہش جاتی رہے گی۔'' [1]

شوہر اپنی ضروریات کے لیے بیوی کو بلائے تو اس کا فوراً آنا ضروری ہے

احادیث نبوی ﷺ

''تین افراد کی نمازیں قبول نہیں ہوتیں، آسمان تک نہیں جاتیں۔ نہ ہی ان کے سروں

= ہے اور دل کے بند دریچے بھی کھل جاتے ہیں۔ کیونکہ اس طرح بندہ درحقیقت اپنے ازلی دشمن شیطان کو زیر کر لیتا ہے اور اس کی ساری کوششوں پر پانی پھیر دیتا ہے۔

پنجم: یہ کہ دل شہوت اور ہوس رانی کے بندھنوں سے آزاد ہو جاتا ہے۔

ششم: یہ کہ اس طرح بندہ اپنے اوپر جہنم کا دروازہ بند کر لیتا ہے۔

ہفتم: یہ کہ نگاہیں نیچی رکھنے سے عقل کے اندر پختگی، توانائی اور زیادتی آتی ہے۔ کیونکہ ندیدوں اور چھچھوروں کی طرح ادھر ادھر دیکھنا بہر حال کم عقلی، طیش اور ناعاقبت اندیشی کی دلیل ہے۔ (خلاصہ از روضۃ المحبین ص ۹۵،۱۰۲)

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

لیس الشجاع الذی یحمی فریسته — یوم القتال ونار الحرب تشتعل

''بہادر وہ نہیں جو میدان کارزار میں اپنی سواری کو اس وقت بچالے جب زور کا رن ہو، جنگ کی آگ بھڑک اٹھے۔''

لکن من غض طرفا اوثنی قدما — عن الحرام فذاك الفارس البطل

''بہادر تو وہ ہے جس نے نگاہیں نیچی رکھیں اور حرام کاری سے اپنے قدموں کو موڑے رکھا دلیر شہسوار اور جانباز بس یہی ہے۔''

[1] صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب ندب من رأی امراۃ...... : ۱۴۰۳۔

علامہ امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب (ذم الہوی) میں ص ۳۱۳ پر لکھتے ہیں:

جاننا چاہیے کہ خواہشات پوری کرنے کے لیے نفس کو قابو نہ دے کر عشاق جانوروں سے بھی گئے گزرے بن جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ پسند نہیں کرتے کہ جماع کی خواہش انہیں حاصل ہو اور کسی ایک ذات سے ان کی اس خواہش کی تکمیل ہو۔ اس لیے کہ نفس انسانی کے نزدیک یہ خواہش بدترین خواہش سمجھی جاتی ہے خواہ اس کو کہیں سے پورا کیا جائے۔

یہی وجہ ہے کہ ان کے اندر خواہشات کا چکر چلتا ہے اور ہر خواہش کے پیچھے ذلت اور دیوانگی کا وہ شکار ہوتے ہیں۔ ان کے بالمقابل جانوروں کا یہ حال ہے کہ وہ اپنی ذات سے مضرت کے دفعیہ کو ہی ترجیح دیتے ہیں۔ =

سے اوپر اٹھتی ہیں۔ ایک وہ عورت جس کو اس رات میں اس کا شوہر بلائے اور یہ کوئی نیا عذر تراش کر انکار کر بیٹھے۔'' [1]

''جب شوہر بیوی کو بستر پر بلائے اور وہ نہ آئے، جس سے شوہر ناراض ہو کر سو جائے تو صبح تک فرشتے اس عورت پر لعنت بھیجتے ہیں۔'' [2]

''جب آدمی اپنی اہلیہ کو اپنے بستر پر بلائے تو عورت کو چاہیے کہ فوراً چلی آئے خواہ وہ

= جب کہ ان لوگوں نے اپنی خواہش کے حصول کے لیے اپنی عقلوں کو غلام بنا ڈالا ہے۔
ڈاکٹر نوبل کیز نے کیلیفورنیا یونیورسٹی امریکہ کے طلبا کے سامنے جنسیات کے اسرار و رموز بیان کرتے ہوئے یہ کہا تھا: یہاں ایسا نہیں ہے کہ آدمی کو اپنی بیوی کے علاوہ سے راحت اور تسکین ملتی ہے بلکہ راحت اور تسکین تو اس کو اپنی بیوی سے حاصل ہوتی ہے اور اس میں شک نہیں کہ یہ راحت کامل اور بڑی زبردست ہوتی ہے۔
(رسالہ المختار ص ۳۶، اپریل ۱۹۴۶ء)
یہ ایک بڑے نکتہ کی بات ہے جس کو بکثرت مردوں و عورتوں نے جنہیں بڑا ذوق والا کہا جاتا ہے بھلا رکھا ہے۔ جن کا مقصد لذتیت، لطف اندوزی اور جدیدیت پسندی کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں ہے۔ انہیں یہ وہم ہو چلا ہے کہ نئی نئی عورتوں کی قربت میں جو لذت پنہاں ہے پہلی بیویوں میں وہ بات نہیں ہوتی۔ حالانکہ یہ فاش غلطی ہے۔ اس سے انہیں زبردست مشکلات اور بڑی پریشانیاں لاحق ہوتی ہیں۔ دوسرے بڑھاپا انہیں بہت جلد آ لیتا ہے اور اس ذہنیت کا شکار آدمی بہت جلد زناکاری کا رسیا بن جاتا ہے۔ (اللہ کی پناہ)
علاوہ ازیں یہ شیطانی وسوسہ ہے، چنانچہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کتنا صحیح فرمایا: میری پوشاک سے میرا جی اس وقت تک نہیں بھرتا جب تک کہ وہ میری تن آسانی کرے۔ میری سواری سے میں اس وقت تک نہیں اکتاتا جب تک کہ وہ میرا بوجھ اٹھائے، اپنی بیوی سے اس وقت تک نہیں گھبراتا جب تک کہ وہ میرے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے۔
امام ابن الجوزی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''صید الخاطر'' میں فرماتے ہیں: اگر کسی سعادت مند، نیک بخت آدمی کی بیوی موجود ہو اور دونوں کا ایک دوسرے کی طرف کلی میلان ہو، بیوی کی پردہ داری اور دین داری کا شوہر کو کامل یقین ہو تو شوہر کو چاہیے کہ ایسی بیوی کی ہم نشینی پر کامل بھروسہ کر لے۔ تادیر محبت کی ایک صورت یہ ہے کہ آپ اپنی نگاہیں آزاد نہ رکھے۔ اس لیے کہ نگاہیں آزاد اور بے مہار رکھنے اور دوسری نئی نویلی بیویوں کی جستجو کرنے سے اخلاق میں زبردست فتور آتا ہے۔ ایک دوسرے سے میل ملاپ میں فرق پڑتا ہے۔ باہر کا عیب ڈھک جاتا ہے۔ نئے نئے چہروں کو دیکھنے کے لیے نفس بے چین رہتا ہے اور اپنے پاس موجودات سے روابط بگڑ جاتے ہیں۔

[1] مرسل، صحیح ابن خزیمہ: ۱۵۱۸؛ الصحیحہ للالبانی: ۶۵۰ ارسال کی وجہ سے ضعیف ہے۔
[2] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب اذا باتت المراۃ مهاجرۃ......: ۵۱۹۳؛ صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب تحریم امتناعها......: ۱۴۳۶۔
عورتوں کو اس قدر وعید اور سخت تنبیہ کیے جانے پر بعضوں کو حیرت ہوتی ہے، حالانکہ حق یہی ہے کہ عورت اس وعید کی مستحق ہے۔ اس لیے کہ اس کے انکار کے سبب شوہر زناکاری یا سخت مایوسی کا شکار ہو سکتا ہے اور اس کا نقصان واضح ہے۔

کجاوے ❶ پر کیوں نہ بیٹھی رہی ہو۔''

''جب شوہر اپنی ضرورت کی خاطر بیوی کو طلب کرے تو اسے آ جانا چاہیے خواہ وہ تنور پر کیوں نہ بیٹھی ہو۔'' ❷

''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! جو شخص بھی اپنی اہلیہ کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ انکار کرے تو آسمان والا اس سے اس وقت تک ناراض رہتا ہے جب تک وہ اپنے شوہر کو راضی نہ کر لے۔'' ❸

خاندان کو درپیش خطرات

شوہر کے قرابت داروں اور خاندان کے دوستوں کی طرف سے درپیش خطرات

حدیث نبوی ﷺ

''عورتوں کے پاس تنہائی میں جانے سے بچو!'' ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ دیور ❹ کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''دیور تو موت ہے۔'' ❺ (اس سے تو اور بھی زیادہ بچنا چاہیے۔) ❻

---

❶ اسنادہ حسن، سنن ابن ماجه، كتاب النكاح، باب حق الزوج على المرأة: ١٨٥٣؛ السنن الكبرىٰ للبيهقي، ٧/ ٢٩٢؛ مسند احمد، ٤/ ٢٨١: ١٩٤٠-
کجاوہ لکڑی کی بنی ہوئی نشست جو اونٹ کی پیٹھ پر رکھ دی جاتی ہے۔

❷ صحيح، سنن الترمذي، كتاب الرضاع، باب ماجاء في حق الزوج على المرأة: ١١٦٠-

❸ صحيح مسلم، كتاب النكاح، باب تحريم امتناعها من فراش زوجها: ١٤٣٦-

❹ دیور شوہر کا بھائی یا اس کے قریبی مرد اعزہ وغیرہ۔

❺ یعنی دیور کی آمد و رفت موت کی طرح مہلک اور تباہ کن ہے اور یہ زبردست فتنہ ہے جب کہ بہتیرے لوگ بڑی حد تک اس کو نظر انداز کیے ہوئے ہیں، حالانکہ اس حدیث مبارکہ کو یوں نظر انداز کر دینے کے نتیجہ میں خاندان کے خاندان تباہ ہوئے اور اس کی بنیادیں اجڑ گئیں۔

❻ صحيح بخاري، كتاب النكاح، باب لا يخلون رجل بامرأة......: ٥٢٣٢؛ صحيح مسلم، كتاب السلام، باب تحريم الخلوة بالاجنبية......: ٢١٧٢-

بے پردہ گھومنے پھرنے پر تنبیہ [1]

آیات قرآنی

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَٰجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ ٱلْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَٰبِيبِهِنَّ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰٓ أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۗ ﴾ (۳۳/ الاحزاب: ۵۹)

''اے پیغمبر! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور ایمان والی عورتوں سے کہہ دو کہ (باہر نکلیں تو) اپنی چادریں اپنے (سروں) پر (سے) نیچے لٹکا لیا کریں۔ [2] یہ امر ان کے لیے موجب شناخت (وامتیاز) ہوگا تو ان کو ایذا نہ دی جائے گی۔''

﴿ يَٰبَنِىٓ ءَادَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ ٱلشَّيْطَٰنُ كَمَآ أَخْرَجَ أَبَوَيْكُم مِّنَ ٱلْجَنَّةِ يَنزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْءَٰتِهِمَآ ۗ ﴾ (۷/ الاعراف: ۲۷)

''اے بنی آدم! (دیکھنا کہیں) شیطان تمہیں بہکا نہ دے جس طرح تمہارے ماں باپ کو (بہکا کر) بہشت سے نکلوا دیا اور ان سے ان کے کپڑے اتروا دیے تاکہ ان کے ستر ان کو کھول کر دکھا دے۔'' [3]

﴿ وَقُل لِّلْمُؤْمِنَٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَٰرِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ۖ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ ۖ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ ءَابَآئِهِنَّ أَوْ ءَابَآءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَآئِهِنَّ أَوْ أَبْنَآءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَٰنِهِنَّ أَوْ بَنِىٓ إِخْوَٰنِهِنَّ أَوْ بَنِىٓ أَخَوَٰتِهِنَّ أَوْ نِسَآئِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَٰنُهُنَّ أَوِ ٱلتَّٰبِعِينَ غَيْرِ أُو۟لِى ٱلْإِرْبَةِ مِنَ ٱلرِّجَالِ أَوِ ٱلطِّفْلِ ٱلَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا۟ عَلَىٰ عَوْرَٰتِ ٱلنِّسَآءِ ۖ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ ۚ وَتُوبُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ جَمِيعًا

---

[1] بے پردگی کا سب سے مضر پہلو یہ ہے کہ اس کی بدولت نوجوانوں کے سفلی جذبات میں ہیجان آتا ہے، اور بے پردہ عورتیں عام طور پر ان کی دست درازی کا شکار ہوتی ہیں۔

[2] کتاب ''اسلام اور جنسی زندگی'' میں لکھا ہے: یہ قرآنی علاج جس پردے، گوشے اور حجاب کی دعوت دیتا ہے، اس کا فائدہ قدیم نفسیاتی رخ یا کسی انفرادی ذات تک محدود نہیں بلکہ اس کا فائدہ تمام تر سماجی اور ہمہ گیر ہے۔

[3] اس تباہ کن منی اسکرٹ کے بھیانک پہلو کو کسی قدر وضاحت کے ساتھ یہاں بیان کیا گیا ہے۔

اَیُّہَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ (۲۴/ نور:۳۱)

''اور ایمان والی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت (کے مقامات) کو ظاہر نہ کریں مگر جو اس میں کھلا رہتا ہو، اور اپنی اوڑھنیاں اپنے سینوں پر ڈالے رہیں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپوں پر یا اپنے شوہروں کے باپوں پر یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے شوہروں کے بیٹوں پر یا اپنے بھائیوں پر یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں پر یا اپنی بہنوں کے بیٹوں پر یا اپنی (میل جول کی) عورتوں پر یا اپنے ہاتھ کے مال (یعنی لونڈی غلاموں) پر یا گھر کے لگے ہوئے ایسے خدمت کرنے والوں پر جو (عورتوں سے) کچھ غرض نہیں رکھتے یا ایسے لڑکوں پر جو عورتوں کے پردے کی باتوں سے واقف نہ ہوں اور وہ اپنے پیروں کو (زور سے زمین پر) نہ ماریں کہ (لوگوں کو) ان کا پوشیدہ [1] زیور معلوم ہو جائے اور اے ایمان والو! تم سب اپنے اللہ کی طرف رجوع کرو تا کہ تم کامیاب ہو۔''

﴿یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِہٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاہِلِیَّۃِ الْاُوْلٰی وَاَقِمْنَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتِیْنَ الزَّکٰوۃَ وَاَطِعْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ﴾ (۳۳/ احزاب: ۳۲، ۳۳)

''اے نبی کی بیویو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم پرہیز گار رہو تو (نامحرم مرد

---

[1] ابوالاعلیٰ مودودی نے اپنی کتاب ''پردہ'' میں لکھا ہے:

''بسا اوقات زبان خاموش ہوتی ہے اور اس کی جگہ ایسی حرکات وسکنات اپنا کام انجام دیتی ہیں جو بجائے آواز کے سننے والے کو زیادہ متوجہ کرتی ہیں۔ اس کا تعلق بھی فسادنیت کے قبیل سے ہے اور اسلام ان الفاظ سے اس کی پرزور ممانعت کرتا ہے۔

﴿وَلَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِہِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِہِنَّ﴾ (۲۴/ النور: ۳۱)

''اور اپنے پیروں کو زور سے زمین پر نہ ماریں کہ (لوگوں کو) ان کا پوشیدہ زیور معلوم ہو جائے۔''

سے) بات کرنے میں نرمی نہ کرو (1) کہ جس کے دل میں بیماری ہے وہ (کچھ اور) آرزو (نہ) کرنے لگے اور دستور کے موافق بات کرو اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور (اس طرح) زینت دکھاتی نہ پھرو (جس طرح) پہلے جاہلیت (2) (کے زمانے) میں دکھاتی تھیں اور نماز پڑھتی رہو اور زکوٰۃ دیتی رہو اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتی رہو۔"

---

(1) سید ابو الاعلیٰ مودودی نے "زبان کا فتنہ" کے عنوان کے تحت لکھا ہے: (غالباً زبان کے فتنہ سے صاحب موصوف کی مراد آواز کا فتنہ ہے ص ۳۱۷ باختصار) نفس کے شیطان کا دوسرا ایجنٹ نگاہ کے فتنہ کے بعد زبان ہے۔ زبان سے حد درجہ بڑے فتنوں کا ظہور ہوتا ہے۔ پھر اس فتنہ کو ایک مرد عورت بول کر اور بھی ہوا دیتے ہیں جب کہ بظاہر ان کی بات چیت میں کوئی شک وشبہ اور وہم نہیں ہوتا۔ لیکن دل کا چور آواز کو نرم اور لہجہ کو ابھار کر پیش کرتا ہے۔ اس سے آواز اور بھی شیریں اور لوچدار ہو جاتی ہے۔ اسی حقیقت کو قرآن پاک ان الفاظ میں نقل کرتا ہے: ﴿ان اتقيتن فلا تخضعن بالقول......﴾

(2) تبرج یہ ہے کہ عورت اپنی زینت اور اپنے ان محاسن کو نمایاں کرے جنہیں ڈھانکے رہنے کا حکم ہے، کیونکہ اس طرح مرد کی شہوت برانگیختہ ہوتی ہے۔ فتح البیان میں یہی تفسیر مذکور ہے۔

جن دنوں شاہ جرمنی (گلیوم) نے ترکیا کا دورہ کیا تو انجمن اتحاد و ترقی کے ممبران نے بادشاہ کے سامنے اپنی بعض تہذیبی جھلکیاں پیش کرنی چاہیں۔ چنانچہ انہوں نے اسکول کی بے پردہ لڑکیوں کو بادشاہ کے استقبال کے لیے اس طرح پیش کیا کہ لڑکیاں پھولوں کے گلدستے بادشاہ کو پیش کر رہی تھیں۔ بادشاہ نے جو یہ منظر دیکھا تو اسے بڑا اچنبھا ہوا۔ اس نے انجمن کے ذمہ داران سے کہا: میری آرزو یہ تھی کہ میں ترکیا میں جاہ وحشت اور پردہ داری کے مناظر دیکھوں کیونکہ تمہارے مذہب اسلام کا یہی حکم ہے لیکن افسوس! میں یہاں اسی بے پردگی کو اپنے چاروں طرف دیکھ رہا ہوں جس سے یورپ میں ہمیں بڑی شکایتیں ہیں اور جس کی بدولت وہاں ہمارے خاندان اجڑ رہے ہیں، وطن کی مٹی پلید ہو رہی ہے اور بچے در بدر مارے مارے پھر رہے ہیں۔

بے پردگی کی خرابی کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ مشرق کے ملکوں میں سامراجی طاقتوں نے پیہم یہ کوشش کی ہے کہ بے پردگی کا عام رواج ہو تا کہ اخلاقی جرائم میں روز افزوں ترقی ہو۔ مستقبل کے قائد اور وطن کے سپاہی بننے والی نئی نسل تباہ و برباد ہو اور خاندان تخت و تاراج ہو۔ استاذ حسین یوسف نے ایک رسالہ تحریر کیا ہے جس کا نام "مشرق میں نسوانی تحریک اور سامراج سے ان کے روابط" ہے۔ اس کتاب میں روشن دلائل اور دوٹوک تحقیقات سے صاحب موصوف نے یہ ثابت کیا ہے کہ سامراجی طاقتوں نے بے شمار نسوانی انجمنوں کو خرید رکھا ہے اور ان کی زبردست مالی امداد کرتی ہیں۔ چونکہ ان طاقتوں کو سیاسی اور فوجی رسوخ حاصل ہوتا ہے لہٰذا اس کے بل بوتے پر انجمنوں کے ذریعہ آزاد نسوانی تحریکوں سے ہمیشہ ان کا ٹکراؤ ہوتا ہے، آئے دن ان کے درمیان تصادم ہوا کرتا ہے اور اس تمام تر ریشہ دوانی کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ زمین میں فتنہ وفساد عام ہو۔ ترقی اور روشن خیالی کے پروپیگنڈہ کے زیر سایہ بے حیائی، اباحیت پسندی اور جنسی انارکی کا زہریلا مواد معاشرے میں سرایت کرے اور معاشرہ سخت انتشار اور تباہی کا شکار ہو کر رہ جائے۔

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

''جس نے تکبر سے اپنا دامن گھسیٹا (یعنی لمبا رکھا) اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظر (رحمت) نہ کرے گا۔'' یہ سن کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا تو عورتیں اپنے دامنوں کا کیا کریں؟ آپ نے فرمایا: ''وہ ایک بالشت لٹکا لیں۔'' انہوں نے عرض کیا کہ اس طرح تو ان کے قدم کھل جائیں گے! آپ نے فرمایا: ''تو ایک ہاتھ لٹکا لیں اس سے زیادہ لمبا نہ کریں۔'' [1]

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اسماء بنت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں۔ حضرت اسماء کا لباس باریک [2] تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف التفات نہیں کیا اور فرمایا: ''اسماء جب لڑکی بالغ ہو جائے تو ان اعضا کے سوا کسی اور عضو کا دکھائی دینا کسی صورت مناسب نہیں ہے۔'' آپ نے چہرے اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ فرمایا۔ [3]

''تین قسم کے افراد وہ ہوں گے جن سے بات تک نہ کی جائے گی: ایک وہ شخص جس

---

[1] صحیح، سنن الترمذی، کتاب اللباس، باب ماجاء فی جر ذیول النساء: ۱۷۳۱؛ سنن النسائی، کتاب الزینة، باب ذیول النساء: ۵۳۳۸۔

[2] علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ ان عورتوں کی طرف ہے جو باریک لباس زیب تن کرتی ہیں جن سے انگ انگ نمایاں ہوتا ہے اور پردہ نہیں ہوتا۔ یہ عورتیں برائے نام کپڑے پہنے ہوتی ہیں لیکن حقیقت میں ننگی ہوتی ہیں۔

رسالہ ''بے پردگی'' مصنفہ اہلیہ ڈاکٹر محمد رضا میں لکھا ہے:

''جو عورتیں اپنی کمین گاہوں سے دلہن بن کر سج دھج کر نکلتی ہیں گویا زبان حال سے وہ دعوت نظارہ دیتی ہیں اور کہتی پھرتی ہیں کہ کیا تم اس حسن و جمال کو نہیں دیکھ رہے ہو یہ سب دیکھ کر بھی کیا تم قربت اور وصل کی خواہش نہیں رکھتے ہو؟

اس طرح یہ عورتیں بازاروں اور شاہراہوں میں اپنی خوبصورتی کی اس طرح نمائش کرتی ہیں جیسے پھیری والا چل کر اپنا مال جگہ جگہ دکھاتا پھرتا ہے، مٹھائی والا اپنا مال مختلف رنگوں سے سجا کر چاندی کا ورق لگا کر شوکیس میں قرینہ سے رکھتا ہے تاکہ آنے جانے والوں کی نظریں ان پر پڑیں، دل ان کے لیے للچائے اور خریدنے کی خواہش تیز سے تیز تر ہو اس طرح اس کے مال کا رواج ہو، گاہک زیادہ آئیں، بھوک پیاس کا شکار ہونے والے مٹھائی کے رسیا اور اس کے چاہنے والوں کی بھیڑ لگ جائے۔ اللہ کی پناہ! (ص ۲۶ رسالہ ''اسلامی تمدن'' دمشق)

[3] اسنادہ ضعیف، سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب فیما تبدی المراۃ من زینتها: ۴۱۰۴، سعید بن بشیر ضعیف اور قتادہ مدلس ہیں، اس روایت کے تمام طرق ضعیف ہیں لہٰذا یہ روایت ضعیف ہی ہے۔

نے جماعت سے منہ موڑا، امام کی نافرمانی کی اور نافرمان ہو کر مرا، دوسرے وہ باندی یا غلام جو بھاگ کھڑے ہوں اور اسی حالت میں ان کی موت آ جائے، تیسری وہ عورت جس کا شوہر لاپتہ ہو جائے لیکن دنیوی اخراجات کی کفالت اور ان کا بندوبست کر جائے اس کے باوجود یہ عورت بے پردہ گھومتی پھرے۔ ان لوگوں سے بات تک نہ کی جائے گی۔" [1]

"دوزخیوں کی ان دو قسموں کو میں نے نہیں دیکھا ہے۔ ایک وہ قوم جن کے پاس گاؤدم کی طرح کوڑے ہوں گے جس سے وہ لوگوں کو مارتے ہوں گے اور دوسری وہ عورتیں جو کپڑے پہنے ہوں گی پھر بھی ننگی ہوں گی۔ ناز سے شانوں کو گھما کر لچکدار چال سے چلیں گی۔ ان کے سر بختی اونٹوں کے لچکدار کوہان کی طرح بڑے بڑے ہوں گے۔ ایسی عورتیں جنت میں داخل نہ ہوں گی اور نہ جنت کی خوشبو پائیں گی، باوجودیکہ جنت کی خوشبو اتنی اتنی راہ کے فاصلے سے آئے گی۔" [2]

"آگے بڑھ جانے اور جھگڑا کرنے والی ایسی عورتیں منافق ہوتی ہیں۔" [3]

عورتوں کو مردوں اور مردوں کو عورتوں کی مشابہت سے ممانعت

آیت قرآنی

﴿ وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَاسْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا۝ ﴾ (٤/ النساء: ٣٢)

"اور جس چیز میں اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اس کی ہوس مت کرو۔ مردوں کو ان کاموں کا ثواب [1] ہے جو انہوں نے کیے اور

---

[1] صحیح، مسند احمد، ٦/ ١٩: ٢٣٩٤٣؛ صحیح ابن حبان: ٤٥٥٩ والحاکم، ١/ ١١٩۔

[2] صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب النساء الکاسیات العاریات......: ٢١٢٨۔

[3] اسنادہ ضعیف، المعجم الکبیر للطبرانی، ١٧/ ٣٣٩ اشعث بن سوار ضعیف راوی ہے۔

[1] اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مرد تو جہاد کرتے ہیں ہم نہیں کرتیں۔ دوسرے ہمیں نصف میراث ملتی ہے۔ تب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ (سنن الترمذی: ٣٠٢٢ وسندہ ضعیف) مجاہد نے یہی کہا ہے حاکم نے اس کی تصحیح کی اور ذہبی نے اس کی تائید کی ہے۔

عورتوں کو ان کاموں کا ثواب ہے جو انہوں نے کیے اور اللہ سے اس کا فضل (وکرم) مانگتے رہو بے شک اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔"

احادیث نبوی ﷺ

اللہ کے رسول ﷺ نے عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں اور مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔ [1]

"وہ عورتیں ہم میں سے نہیں جو مردوں کی مشابہت اختیار کریں۔ نہ وہ مرد ہم میں سے ہیں جو عورتوں کی مشابہت اختیار کریں۔" [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے: ہیں حضور ﷺ نے ایسے مرد پر لعنت فرمائی ہے جو عورت کی پوشاک پہنے اور ایسی عورت پر لعنت فرمائی ہے جو مرد کا لباس پہنے۔ [3]

"تین آدمی جنت میں نہیں جائیں گے نہ ہی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کی طرف نظر رحمت کرے گا۔ ① اپنے والدین کی نافرمانی کرنے والا ② ایسی عورت [4] جو مردوں کی

=(المستدرك للحاكم، ۲/ ۳۰۵) بعض نے اس کا شان نزول یہ بتایا کہ عورتوں نے عرض کیا ہم چاہتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لیے بھی جہاد کا حکم فرمائے تا کہ مردوں کو جو کچھ ملا کرتا ہے ہمیں بھی ملا کرے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی، یہ حضرت عکرمہ کا قول ہے، اس آیت: ﴿للرجال نصيب .... مما اكتسبن﴾ کا مفہوم یہ ہے کہ عورتوں کو بھی مردوں کی طرح اجر ملتا ہے اور انہی کی طرح گناہ بھی انہیں ملے گا اور دونوں کی مخصوص ذاتی خصوصیات کے علاوہ ان میں کوئی اور امتیاز نہیں کیا جا سکتا، اس لیے عورتیں ہرگز یہ نہ چاہیں کہ وہ مرد بن جائیں یا مردوں کی طرح رہیں نہیں، کیونکہ جس کا جو عمل ہے اس کے مطابق اجر ہر کسی کو مل کر رہے گا۔ اس لیے عورتوں کو گھریلو ذمہ داریوں سے ہٹانے یا ورغلانے کا کوئی پروپیگنڈہ ہرگز مناسب نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ ۖ بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ ۖ﴾ (۳/ آل عمران: ۱۹۵)

"تو ان کے پروردگار نے ان کی دعا قبول کر لی (اور فرمایا) میں تم میں سے کسی نیک عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کرتا۔ خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ تم سب ایک دوسرے کی جنس ہو۔"

[1] صحيح بخاري، كتاب اللباس، باب المتشبهون بالنساء......: ٥٨٨٥۔

[2] اسناده ضعيف، مسند احمد، ۲/ ۲۰۰: ٦٨٧٥، رجل من ہذیل مجہول ہے۔

[3] اسناده صحيح، سنن ابي داود، كتاب اللباس، باب في لباس النساء: ٤٠٩٨۔

[4] اس ممانعت کا اہم سبب یہ ہے کہ لباس اور چال ڈھال کا اثر نفسیاتی طور پر عادات واطوار پر بہت جلد پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کوئی عورت مرد کی مشابہت اختیار کرتی ہے تو مردانہ کاموں کی طرف اس کا رجحان بڑھتا ہے اس=

مشابہت اختیار کرتی ہو ③ دیوث (بے حیا جو اپنی بیوی سے پیشہ کرائے اور اس کے برے کاموں سے چشم پوشی کرے۔)" [1]

= کی طبیعت مردوں کی سی ہوتی جاتی ہے اور نسوانیت اس سے رخصت ہو جاتی ہے۔ یہی حال مرد کا ہوتا ہے۔ ظاہر ہے مردوں عورتوں کا یوں ایک دوسرے کی شباہت اختیار کرنا فطرت سے جنگ کرنے کے مترادف ہے جو سراسر تباہی کی نشانی ہے۔ اس کے علاوہ ایک دوسرے کی مشابہت کس قدر خطرناک ہے اس کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ انسان کے جسم میں کچھ غدود ہوتے ہیں جن سے نر ہارمون خارج ہوتے ہیں اور کچھ غدود سے مادہ ہارمون خارج ہوتے ہیں اور پھر جسم کے اندر جس قسم کا ردعمل، برتاؤ اور مشابہت پائی جاتی ہے نر ہارمون کے مقابلہ میں مادہ اور مادہ کے مقابلہ میں نر ہارمون کی تعداد بڑھتی رہتی ہے۔

اب اگر کوئی عورت پوشاک، حرکات وسکنات، چال ڈھال اور طبعی میلان میں مرد کی مشابہت اختیار کرتی ہے تو اس کے جسم کے اندر نر ہارمون کی افزائش بڑھ جاتی ہے اور اس کے اوصاف اور عادات واطوار میں مردانہ پن نمایاں ہونے لگتا ہے۔ یہی حال مردوں کا عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے کی صورت میں ہوتا ہے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ عورت کی خصلت میں تبدیلی آنے پر نر ہارمون کی پیدائش میں بھی فرق آ جاتا ہے۔ چنانچہ جب عورت مرد کی خوبو اختیار کرتی ہے اور لباس، حرکت اور کارکردگی میں مرد کی مشابہت اختیار کرتی ہے تو نسوانی ہارمون کے مقابلہ میں نر ہارمون کی تعداد اس کے اندر بڑھتی جاتی ہے اور یہ عورت مرد کی طرح نظر آتی ہے۔ جس کے ساتھ ظاہر ہے کہ مفہوم ہی بدل جاتا ہے۔ فطرت مسخ ہو جاتی ہے، اہم نسوانی جوہر ضائع ہو جاتا ہے، عورت مرد بن جاتی ہے اور پھر نہ وہ خوش رہتی ہے نہ اس کا خاوند اس سے راضی ہوتا ہے۔

اسی طرح اس کے برعکس جب مرد نسوانیت کو اپناتا ہے، ان کی چال چلن اور لباس میں ان کے نقش قدم پر چلتا ہے، ڈاڑھی منڈا کر چہرہ ان کی طرح صفاچٹ رکھتا ہے تو مردانہ خصوصیت اور قوت مردمی سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ یہ دوطرفہ حرکتیں یورپ میں عام طور پر پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ آج وہاں ہر مرد عورت اور ہر عورت مرد بنتا جا رہا ہے۔ جس کی بنا پر مرد عورت سے اور عورت مرد سے منہ موڑ کر پوری بے باکی سے جنسی بحران کا شکار ہوتا جا رہا ہے۔

اس اہم موضوع پر مزید زور دینے کے لیے رسالہ "تمہارے معالج" کا خلاصہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے (عدد ۷۷ شمارہ ۱۵ ربیع الاول ۱۳۹۱ھ مئی ۱۹۷۱ء بقلم ڈاکٹر فرانسولا قار)

اب تک اس نظریہ کے دفاع میں دلیل دینا خاصا دشوار کام ہے کہ جنسی شہوت میں کچھ اور انحراف جسے عام طور پر جنسی علیحدگی پسندی کا نام دیا جاتا ہے۔ اس کی بنیاد جسمانی ساخت کے اندر پیدا کوئی خرابی ہے یا نفسیاتی اور ذاتی خود اختیاری اس کی علت ہوتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس سوال کو مختصر طور پر یوں پیش کیا جاسکتا ہے کہ جنسی علیحدگی پیدائشی ردعمل کا نتیجہ ہوتی ہے۔ یا اس کی وجہ اخلاقی بگاڑ ہوتا ہے؟

پروفیسر الفریڈ جوزف پروفیسر فزیالوجی آرٹ کالج پیرس کہتا ہے: جنسی روش پیدائش کے وقت ایک سی ہوتی ہے پھر زندگی کے مختلف میدانوں میں متعدد عوامل کے ذریعہ اس روش پر مختلف اثرات رونما ہوتے ہیں۔ یہ عوامل خاندانی، سماجی، تربیتی اور اخلاقی معیار غرض مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔

[1] صحیح، کشف الاستار: ۱۸۷۵؛ البحر الزخار: ۶۰۵۔

"زنخوں (ہیجڑوں) کو اپنے گھروں سے نکال باہر کرو۔" ❶

نمائش پسندی کے لیے طبیعت اندر سے بغاوت کرتی ہے ❷

آیت قرآنی

﴿ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ ۚ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ

❶ صحيح بخاري، كتاب اللباس، باب إخراج المتشبهين بالنساء: ٥٨٨٧۔

❷ اس قسم کی طبیعت آدمی کو آگے بڑھنے اور پیش قدمی کے لیے مجبور کرتی ہے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ پیش قدمی اور آگے بڑھنا اگر شرافت اور اعلیٰ اخلاق کے مظاہرے کے لیے ہے تب تو یہ جائز ہے۔ قرآن پاک نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبانی ارشاد فرمایا:

﴿ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا ﴾ (٢٥/ الفرقان: ٧٤)

"اے ہمارے پروردگار! ہم کو ہماری بیویوں کی طرف سے (دل کا چین) اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہم کو پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔"

لیکن یہ عجیب بات ہے کہ صوفیا کی ایک جماعت نے پیش قدمی اور ابھرنے کی اس سرشت کے خلاف جنگ چھیڑ رکھی ہے اور ذلت اور پستی کے کیچڑ میں اپنے آپ کو غرق کرنے کے لیے زبردست پروپیگنڈہ شروع کر رکھا ہے۔ چنانچہ ابن عطاء اللہ سکندری نے اپنے نام سے موسوم "حکمت عطائی" میں اس حکمت کو بھی درج کیا ہے کہ "ذلت اور خاکساری کی زمین میں اپنے وجود کو دفن کر دو، کیونکہ جو زمین میں دفن نہیں ہوتا اس سے اگنے والی چیز پائیدار بھی نہیں ہوتی۔"

اس گمراہی اور غلط بیانی کی بابت ہماری کیا رائے ہے۔ کیا اس فریب اور علیحدگی پسندی کی ذہنیت نے مسلمانوں کے دلوں میں ان کے دین کو مردہ بنا کر نہیں پیش کیا۔ کیا یہی لوگ ان کی پسماندگی، تنزل اور انحطاط کا باعث نہیں ہوئے؟ غور کرنا چاہیے کہ کہاں یہ پروپیگنڈہ اور کہاں باری تعالیٰ کا یہ ارشاد جس میں اس نے صاحب ایمان مسلمانوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ ﴾ (٦٣/ المنافقون: ٨)

"حالانکہ عزت اللہ کی اور اس کے رسول کی اور ایمان والوں کی ہے۔"

﴿ وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴾ (٣/ آل عمران: ١٣٩)

"اور تم ہی غالب رہو گے بشرطیکہ تم سچے مسلمان رہو۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"میں جملہ اولاد آدم کا سردار ہوں لیکن کوئی فخر نہیں۔" (حسن، سنن الترمذی: ٣٦١٥)

مزید افسوس اور دل میں رنج و غم اس بات سے ہوتا ہے کہ عورتوں کی طبیعت خاص طور پر علیحدگی پسند اور بگاڑ کا شکار ہوتی ہے۔ چنانچہ طرح طرح سے ان کی کوشش ہوتی ہے کہ ہر کسی کی نظر اس پر پڑے۔ پھر اس کے لیے وہ طرح طرح کا حربہ اختیار کرتی ہیں بن سنور کر نکلتی ہیں، عطر اور خوشبویات کا استعمال کرتی ہیں، جسم کے ان اعضا کی =

جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ (۲۴/ النور:۳۱)

"اور اپنے پاؤں (اس انداز سے زمین پر) نہ ماریں کہ (جھنکار کانوں میں پہنچے اور) ان کا پوشیدہ [1] زیور معلوم ہو جائے اور مومنو! سب اللہ کے آگے توبہ کرو تا کہ فلاح پاؤ۔" [2]

= بے باکانہ نمائش کرتی ہیں جس سے مردوں کی شہوت بھڑک اٹھتی ہے۔

ان جیسی عورتوں کو اللہ سے ڈرنا چاہیے اور اپنا وقار اور اپنی عزت کا پاس ولحاظ رکھنا چاہیے شہوانی حرکتوں اور ہیجان انگیز کاموں سے خود کو بچانا چاہیے تا کہ ان کی عزت وشرف اور ان کے خاندان کے لوگوں کی عزت خاک میں نہ ملے۔ ہاں اپنے شوہر کے سامنے ایسے ہر کام کی اس کو اجازت ہے۔ نمائش اور زیبائش میں پیش پیش رہنے کے بجائے عورتوں کو اس کی کوشش کرنی چاہیے کہ آنے والی نسلوں پر سخت محنت کریں تا کہ صالح اولاد پروان چڑھائیں۔ اس کی کوشش سے نام آور شخصیتیں اور عظیم المرتبت خواتین ظہور پذیر ہوں جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا خاص مدعا ہے۔

[1] امام ابن کثیر فرماتے ہیں: جاہلیت میں عورت جب راستہ پر چلتی اور اس کے پیروں میں خاموش پازیب ہوتے جس کی آواز سنائی نہ دیتی تو وہ زور سے اپنے قدم کو زمین پر مارتی جس سے مرد اس کی آواز سن لیتے۔ اس حرکت سے اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کو منع فرمادیا۔ یہی حکم اس صورت میں بھی لاحق ہوتا ہے جب عورت کی کوئی زینت کی چیز مخفی ہو اور عورت اسے حرکت دے تا کہ اس کا مظاہرہ ہو سکے۔ یہ ممانعت اس کو بھی شامل ہے اس لیے ارشاد ہے: ﴿وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ .... الخ﴾ اسی وجہ سے گھروں سے نکلنے کے وقت عورتوں کو عطر اور خوشبو استعمال کرنے سے منع کیا گیا ہے تا کہ مرد ان کی خوشبو نہ سونگھ سکیں۔

علامہ موصوف نے آیت کے اختتام ﴿وَتُوبُوا إِلَى اللّٰهِ ...... تُفْلِحُونَ﴾ کی بابت فرمایا کہ ان اوصاف جمیلہ اور اخلاق حسنہ کا جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم فرمایا اس کی ہو بہو تعمیل کرو اور زمانۂ جاہلیت کی نکمی عادات واطوار کو چھوڑ دو۔ اس لیے کہ ہر قسم کی کامیابی صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم (کے احکام) کی تعمیل اور تابع داری میں ہے۔ جس سے انہوں نے منع فرمایا اس سے باز آجانے میں ہے اور ہر قسم کی توفیق بس اللہ کی طرف سے ہے۔

[2] عورت کے لیے زیب وزینت حلال ہے، نیز یہ نسوانی فطرت کے عین مطابق ہے، کیونکہ ہر عورت طبعاً حسین و جمیل ہونا پسند کرتی ہے۔ ہر عورت چاہتی ہے کہ وہ خوبصورت نظر آئے۔ پھر ہر زمانے میں حسن و جمال کا معیار بدلتا رہتا ہے۔ لیکن اس کا فطری معیار ایک ہوتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ حسن کو سمیٹا جائے۔ کمی اور کوتاہی کی تلافی کی جائے اور مرد کے سامنے خوب نمایاں کر کے اس کا مظاہرہ کیا جائے۔

اسلام اس فطری خواہش کا مخالف نہیں۔ البتہ وہ یہ ضرور چاہتا ہے کہ اس کو منظم اور منضبط کیا جائے اور اس کا مظاہرہ ہر طرف سے سمیٹ کر صرف ایک رخ پر ایک مرد کے سامنے ہی پیش کیا جائے، وہی مرد جو اس کا شریک حیات اور زندگی کا ہم سفر ہے۔ وہی اس کے حسن و جمال اور ناز وادا سے واقف ہو کسی اور کو کانوں کان اس کی خبر نہ ہو۔ ہاں آیت میں مذکور قریبی رشتہ داروں کو اس کی خبر ہو جائے تو مضائقہ نہیں بشرطیکہ اس خبر اور اطلاع سے کسی قسم کا ہیجان نہ پیدا ہو۔ =

حدیث نبوی ﷺ

''جو عورت عطر 1 لگا کر باہر نکلے اور اس کا گزر ایسے لوگوں پر ہو جو اس کی خوشبو محسوس کریں تو وہ عورت زنا کار ہوگی اور اسے دیکھنے والی ہر آنکھ بھی زنا کار ہوگی۔'' 2

= ایک افسوس ناک امر یہ بھی ہے کہ (الظلال) کے مصنف اس آیت اور اس کے بعد کی آیت کی وضاحت کرتے ہوئے راہ صواب سے ہٹ گئے ہیں۔ چنانچہ ہم نے اوپر جو آیت نقل کی اس کے ذیل صاحب موصوف لکھتے ہیں:

ان لوگوں یعنی عورت اس کے قرابت داروں اور بچوں کے لیے اس کے دیکھنے میں مضائقہ نہیں ہے۔ البتہ ناف کے نیچے سے گھٹنے کے نیچے کا حصہ دیکھنا منع ہے۔ مصنف کی مراد اس سے گھٹنے کے اوپر کا حصہ ہے۔

بہرکیف یہ عبارت حق وصداقت کے خلاف ہے۔ کیونکہ ان قرابت داروں کو جن اعضا کے دیکھنے کی اجازت ہے وہ گردن، بازو اور پنڈلی کا کچھ حصہ ہے جن کو کھولے رکھنا خانگی کاموں کے لیے ضروری ہے۔ نیز بعض ان لوگوں کا قول بھی راہ صواب کے خلاف ہے کہ ان قرابت داروں کو صرف چہرہ اور دونوں ہتھیلیوں کے دیکھنے کی اجازت ہے۔ مختلف حوالوں کے ساتھ اس اہم بحث کا مطالعہ کرنے کے لیے علامہ البانی کی کتاب ''مسلمان عورت کا پردہ کتاب وسنت کی روشنی میں'' کو دیکھنا چاہیے۔

1 ابوالاعلیٰ مودودی نے اپنی کتاب پردہ میں زیر عنوان ''خوشبو ایک آزمائش'' لکھا ہے: دوسرکش اور شریر نفسوں کے درمیان خوشبو قاصد اور ایلچی کا کردار انجام دیتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عورت اگر سر راہ خوشبو لگا کر چلے جو کہ مراسلت اور نامہ و پیام کا نہایت لطیف ذریعہ ہے اور اس سے عام اخلاقی ضوابط (مراد غیر اسلامی) متاثر ہوتے ہیں تو ان کے بالمقابل اسلام میں شرم وحیا کا معیار اس سے کہیں زیادہ حساس اور نازک ہے۔ وہ کیونکر ان برانگیختہ کرنے والے عوامل کو رائیگاں اور بے کار جانے دے سکتا ہے۔ اس لیے اسلام کسی مسلمان عورت کو اس کی اجازت ہرگز نہیں دیتا کہ راستوں اور مردوں کی محفلوں میں خوشبو میں اچھی طرح بس کر اس کا گزر ہو۔ کیونکہ حسن وجمال چھپ سکتا ہے لیکن عطر اور خوشبو کو کون روک سکتا ہے؟ خوشبو فضا میں تحلیل ہو کر آگے بڑھے گی اور اس سے جذبات لامحالہ متاثر ہوں گے۔ (ص ۳۱۹)

2 حسن، سنن الترمذی، کتاب الأدب، باب ماجاء فی کراھیة خروج المرأة متعطرة: ۲۷۸۶؛ سنن النسائی، کتاب الزینة، باب ما یکرہ للنساء من الطیب: ۵۱۲۹۔

مناوی نے فیض القدیر میں لکھا ہے یعنی گناہ گار ہونے کی بنا پر وہ بھی زنا کار سمجھی جائے گی خواہ کیفیت جداگانہ ہو۔ کیونکہ سبب بننے والا مسبب کی طرح مانا جاتا ہے۔ طیبی نے کہا۔ جیسے وہ عورت جو گھر سے خوشبو لگا کر مردوں کی شہوت برانگیختہ کرتی ہوئی نکلے۔ سختی درشتی اور مبالغہ پیدا کرنے کے لیے اس عورت کو بھی زنا کاری کا پیش خیمہ سمجھا گیا۔ ہر آنکھ بھی زنا کار ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس آنکھ نے کسی حرام عورت یا مرد کو نظر بھر کر دیکھا۔ وہ زنا کی شریک کار متصور ہوگی۔ کیونکہ برابر کی حصہ دار وہ بھی ہے۔ اس حدیث کی وجہ سے مالکیہ نے اجنبی عورت کی خوشبو سے لطف اندوز ہونے کو حرام قرار دیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام ٹھہرایا ہے۔ شریعت مطہرہ قریبی یکسانیت پر ضرور تنبیہ کرتی ہے۔ بعض اسلاف صالحین سے اس معاملہ میں غایت درجہ شدت منقول ہے۔ =

کافروں سے مشابہت کی ممانعت

آیات قرآنی

﴿ فَاسْتَقِيمَا وَلَا تَتَّبِعَانِّ سَبِيلَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴾ (١٠/ یونس:٨٩)

''تو تم دونوں ثابت قدم رہو اور ناواقف لوگوں کے راستہ پر نہ چلو۔''

﴿ وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ﴾ (٤/ النساء: ١١٥)

''اور جو شخص سیدھا راستہ معلوم ہونے کے بعد پیغمبر کی مخالفت کرے اور مومنوں کے راستے کے سوا اور راستے پر چلے تو جدھر وہ چلتا ہے ہم اسے ادھر ہی چلنے دیں گے اور (قیامت کے دن) جہنم میں داخل کریں گے۔''

﴿ وَلَنْ تَرْضَىٰ عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۗ قُلْ إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ ۗ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴾ (٢/ البقرۃ:١٢٠)

''اور تم سے نہ تو یہودی کبھی خوش ہوں گے اور نہ عیسائی یہاں تک کہ ان کے مذہب کی پیروی اختیار کرلو (ان سے) کہہ دو کہ اللہ کی ہدایت (یعنی دین اسلام) ہی ہدایت ہے اور (اے پیغمبر) اگر تم اپنے پاس علم (یعنی وحی اللہ) کے آجانے پر بھی ان کی خواہشوں پر چلو گے تو تم کو (عذاب) اللہ سے (بچانے والا) نہ کوئی دوست ہوگا نہ کوئی مددگار۔''

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوا ۗ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾ (٢/ البقرہ:١٠٤)

= چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ آپ کسی ایسی جگہ بیٹھنے سے منع فرماتے تھے، جہاں کوئی عورت بیٹھ کر اٹھی ہو، تاوقتیکہ وہ جگہ حسب سابق ٹھنڈی نہ ہو جائے۔

بعض روایتوں میں رات میں نکلنے کی قید کے ساتھ ممانعت وارد ہے۔ کیونکہ تاریکی کی وجہ سے رات میں فتنہ کا اندیشہ زیادہ ہوتا ہے، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ رات کے علاوہ دیگر اوقات میں خوشبو لگا کر نکلنے کی اجازت ہے۔

’’اے اہل ایمان! (گفتگو کے وقت پیغمبر اللہ سے) ’’رَاعِنَا‘‘ [1] نہ کہا کرو۔ ’’اُنْظُرْنَا‘‘ کہا کرو اور خوب سن رکھو اور کافروں کے لیے دکھ دینے والا عذاب ہے۔‘‘

[1] حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ اور ان کے علاوہ دیگر اہل علم فرماتے ہیں: یہود ازروئے مذاق راعنا کہتے تھے۔ اللہ نے مسلمانوں کے لیے اس قسم کے روئے خطاب کو نامناسب قرار دیا۔

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

اس سب سے پتہ چلتا ہے کہ اس لفظ کا ادا کرنا مسلمانوں کے لیے ممنوع ہے۔ کیونکہ یہود اس کو ادا کرتے تھے۔ یہود کہتے تھے تو یہ برا تھا۔ مسلمان کہیں گے تو برا تو نہ ہوگا لیکن اس سے کفار اور ان کے غرض مندانہ طریقہ کی مشابہت لازم آئے گی۔ (اقتضاء الصراط المستقیم)

﴿ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ ﴾ (۵/ المائدۃ: ۵۱)

’’اور تم میں سے جو شخص ان کو دوست بنائے گا وہ انہی میں سے ہوگا۔‘‘

نیز یہ ابن عمرو کے قول کے عین مطابق ہے۔ انہوں نے کہا ہے: جس نے مشرکین کی زمین کو آباد کیا، ان کی طرح نوروز اور مہرجان منایا اور مرنے تک انہی کی مشابہت اختیار کیے رہا تو قیامت کے دن اس کا حشر بھی ان کے ساتھ ہوگا۔

اس عبارت کو مطلق مشابہت پر محمول کیا گیا ہے، لیکن اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ مفید صنعت وحرفت اور علوم وفنون میں غیروں کی پیروی نہ کی جائے۔ اس لیے کہ حکمت اور ہر اچھی چیز مومن کا گمشدہ سرمایہ ہے۔

پھر بھی کیا آج کی بیشتر مسلم خواتین اس حدیث پر عمل کرتی ہیں؟ ہرگز نہیں بلکہ افسوس تو یہ ہے کہ عادات واطوار، پوشاک، زیب وزینت اور انگلش فیشن کے مطابق وحشیوں کی طرح اپنے ناخن بڑھائے رکھنے، غرض ایک ایک چیز میں ہماری عورتیں دوسروں کے نقش قدم پر چل رہی ہیں اور یہ درحقیقت عالمی مالی بحران پیدا کرنے کے لیے ایک زبردست سازش ہے۔

علاوہ ازیں اس اندھی تقلید سے عوامی دولت کی بربادی لازم آتی ہے۔ ساتھ ہی خواتین کو بھیانک فیشن کی نذر کرنا ہے۔ اس لیے باہوش مردوں عورتوں کو بخوبی آگاہ ہو جانا چاہیے۔

تمام بیویوں کے لیے بطور خاص میری یہ نصیحت ہے کہ وہ اپنی شخصیت کو پختہ بنائیں بندروں کی طرح دوسروں کی نقالی نہ کریں۔ اولوالعزم اور باحوصلہ رہیں تاکہ زمانہ کی لہروں اور یورپین فیشن سے یوں متاثر نہ ہوں۔ لباس، گھریلو اسباب اور عادات واطوار کسی میں آنکھ بند کر کے دوسروں کے پیچھے نہ چلیں۔ کیونکہ ازدواجی برکتیں، میاں بیوی کی آپس کی محبت، نرمی اور مفاہمت کے ساتھ زندگی گزارنے میں ہے۔ ازدواجی کامیابی اس کا نام نہیں کہ کپڑے، گھر کا اثاثہ اور ڈھیروں سامان مہمانوں اور پڑوسیوں کے سامنے رکھ رکھ کر ان پر فخر کیا جائے۔

اس میں شک نہیں کہ ان نصیحتوں سے غفلت نے صدہا لڑائی جھگڑے اور میاں بیوی کے درمیان تفرقہ اور علیحدگی پیدا کر رکھی ہے۔ اس لیے جس قدر ممکن ہو سکے اس سے غفلت نہیں برتنی چاہیے۔ مشہور خبر رساں ایجنسی رائٹر نے =

= ۱۰/۱۰/۱۹۶۰ء کو روم سے فیشن کی دنیا کے نام ایک ٹیلی گرام کیا تھا:

① فیشن کو اپنے اوپر اتنا مسلط نہ کرو کہ اپنا نام ونشان فراموش کر دو۔

② فیشن کا استعمال کسی آلے اور ذریعہ کی طرح اتنی شدت سے نہ کرو کہ دل کو خوش رکھنے کے لیے جیسے اس کے علاوہ کوئی اور ذریعہ ہی نہیں ہے۔

③ اپنے استعمال کے ملبوسات کو ہمیشہ پاک صاف رکھنے کی کوشش کرو۔

④ اپنے جسم اور اپنی روح کے اندر ایسی کسی چیز کو ضرور لائق اعزاز رہنے دو تا کہ ایک کی عظمت دوسرے کی عظمت کے لیے آئینہ ہو۔

⑤ اپنے سے بہتر ملبوسات استعمال کرنے والوں سے حسد نہ کرو۔

⑥ ایسے کپڑے نہ پہنو جس سے تمہارے پڑوسیوں کو حیرانی ہو۔

⑦ اپنی ایسی پوشاک ضائع نہ کرو جس کی دوسروں کو حاجت ہو۔

⑧ فیشن کی لپیٹ میں آ کر اپنے بجٹ کا استعمال اپنی ضرورت سے زیادہ نہ کرو، ورنہ خود کو اور دوسروں کو دھوکا دو گے۔

⑨ عمدہ ملبوسات پر دیوانہ وار نہ گرو، دوسروں کی پوشاک سے حیرت زدہ ہو کر ان کا سوال نہ کر بیٹھو۔

⑩ جدید ترین فیشن اور نئے سے نئے اسٹائل کی ٹوہ میں ایسے وقت نہ پڑو جب کہ لوگ سوکھی روٹی کو ترس رہے ہوں۔

اس میں شک نہیں کہ اسلام جن چیزوں کی دعوت دیتا ہے یہ اس میں سے معدودے چند ہیں اور یہ نصیحت چونکہ یورپ سے چل کر آئی ہے جنہیں رجعت پسند نہیں کہا جاتا اس لیے کیا ہماری خواتین اس کا احساس کریں گی؟ نیز اس بنیاد پر کہ حضرت شارع علیہ السلام نے کافروں کی مشابہت سے منع فرمایا ہے۔ اس مناسبت سے اپنی مسلم بہنوں کی توجہ اس طرف مبذول کرانا مناسب سمجھتا ہوں، کہ بالوں کی سیٹنگ اور کٹنگ کرنا، یورپ کے فیشن کی طرح مختلف رنگوں سے انہیں رنگنا جہاں حرام ہے، وہیں اس طریقہ سے بالوں کے گرنے کا قوی اندیشہ ہے۔

چنانچہ ڈاکٹر عبدالمنعم مفتی، استاذ وصدر شعبہ جلدی امراض طبیہ کالج قاہرہ یونیورسٹی رسالہ ''تمہارا خصوصی معالج'' (جلد ۲ شمارہ ۴ مورخہ ۴ اپریل ۱۹۷۰ء ص ۹۴) سے نقل کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

بالوں کو جھاڑنے اور ان کے اندر خم دینے کے لیے آج جو طریقے رائج ہیں ان سے بالوں کے گرنے کا سخت خطرہ لاحق ہے۔ سیٹنگ مشین کے استعمال کرنے یا کیمیاوی دواؤں سے بالوں کے اندر سدھار یا پیچ وخم پیدا کرنے سے اکثر وبیشتر بال گر جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کیمیاوی دواؤں میں ایسے مادے شامل ہوتے ہیں، جو بالوں کے لیے سخت مضر ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ دوائیں بالوں کی فطری ساخت کو کمزور بنا کر انہیں مطلوبہ شکل میں ڈھالتی ہیں۔

بہت سارے لوگوں کو یہ بھی نہیں معلوم کہ بالوں کو کھینچ تان کر رکھنے میں کتنا نقصان ہے خواہ بالوں کی یہ کھنچائی پیچ دار بیلن کے ذریعہ ہو، یا کسی اور طریقہ سے، کیونکہ چند ساعتوں تک بالوں کو کھینچ کر رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی جڑوں پر زور ڈالا جائے اور خون کی مخصوص مقدار کو بالوں کی جڑوں میں پہنچنے نہ دیا جائے نیز اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ کھنچے ہوئے ان بالوں کی جڑوں کو مہین اور کمزور کر دیا جائے۔ ان کی افزائش کو روک دیا جائے۔ تا کہ ایک وقت آئے کہ ان کی ترقی تھم جائے اور ان کے اندر پژمردگی آ جائے اور پھر وہ جھڑ جائیں۔ زیادہ پیچ وخم اور رنگ دینے کے =

=بعد یہ بھی ہوتا ہے کہ خطرہ بدستور برقرار رہتا ہے۔ کیونکہ عام طور پر اس سے بال کمزور ہو جاتے ہیں یا ان پر سخت مضر اثرات پڑتے ہیں۔

اسلامی پردے پر گفتگو کی مناسبت سے افسوس کے ساتھ یہ بھی عرض کرنا پڑتا ہے کہ بہت ساری پرہیزگار مسلم خواتین بھی پردے کی شرائط سے ناواقف ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض خواتین سر کو سختی سے ڈھانکے ہوتی ہیں، جس سے ان کا بال بھی نظر نہیں آتا، لیکن دوسری طرف ان کی پنڈلیاں کھلی ہوتی ہیں، کیونکہ وہ سمجھتی ہیں کہ ان کی جرابیں اور ان کے موزے ستر پوشی کے لیے کافی ہیں۔ حالانکہ جرابوں سے اگر اعضا کا ابھار نمایاں ہو تو ان سے ستر پوشی کیونکر ہو سکتی ہے؟ بعض خواتین ساتر لباس پہنتی ہیں، لیکن وہ اتنا تنگ ہوتا ہے جس سے جسم کا اکثر حصہ صاف جھلکتا ہے۔ بعض عورتیں ڈھیلا ڈھالا لباس پہنتی ہیں لیکن اس پر زری، کشیدہ کاری اور رنگ برنگ کا ایسا کام ہوتا ہے جو درست نہیں۔ بعض عورتیں پردہ کرنے میں مبالغہ سے کام لیتی ہیں۔ چنانچہ برقع پر دستانے بھی اڑسے ہوتی ہیں۔ یہ منقول نہیں ہے۔ آیندہ بحث میں تفصیل سے ہم اس سلسلے میں کچھ عرض کریں گے۔

مسلمان عورت کے پردے کی شرطیں

جملۂ شار میں آٹھ شرطیں ہیں:

1 پورے بدن کو ڈھانکنا البتہ وہ حصے مستثنیٰ ہیں جن کا ذکر حضرت اسماء کی روایت میں ہے: ''حضرت اسماء جب لڑکی بالغ ہو جائے تو اس کا کل بدن دکھائی دینا مناسب نہیں، سوائے اس کے اور اس کے۔'' آپ نے چہرے اور دونوں ہتھیلیوں کی طرف اشارہ فرمایا۔ (اسنادہ ضعیف، سنن ابی داود: ۴۱۰۴، سعید بن بشیر ضعیف اور قتادہ مدلس ہیں۔ کما تقدم)

2 پردہ خود آرائش کا سامان نہ بن جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ......الخ﴾ آیت اپنے عموم کے ساتھ ظاہری پوشاک کو شامل کرتی ہے بالخصوص ایسی پوشاک جو آراستہ پیراستہ ہو اور مردوں کی نگاہوں کو اپنی طرف مرکوز کرتی ہو اس کا ثبوت اس آیت سے بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ﴾ (۳۳/ الاحزاب: ۳۳)

''اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور ایسے اظہار تجمل نہ کرو جس طرح (پہلے) جاہلیت (کے دنوں) میں اظہار تجمل کرتی تھیں۔'' نیز حدیث مبارکہ میں ہے: تین قسم کے افراد کو پوچھا تک نہ جائے گا:

① وہ آدمی جس نے جماعت سے علیحدگی اختیار کی اور اپنے امام کی نافرمانی کی اور اسی نافرمانی (کی حالت) میں اس کی موت آئی۔

② وہ لونڈی یا غلام جو آقا کے پاس سے بھاگ نکلا۔

③ وہ بیوی جس کا شوہر لاپتہ ہو گیا لیکن دنیاوی ضرورت کی ہر چیز اس کے لیے چھوڑ گیا جس سے اس کی کفالت ہو جاتی ہے اس کے باوجود وہ عورت بے پردہ پھرتی رہی ان لوگوں کو پوچھا تک نہ جائے گا۔ (صحیح، مسند احمد، ۶/ ۱۹)

3 پوشاک اتنی دبیز ہو کہ اس میں سے جسم نہ جھلکتا ہو اس لیے کہ حضور کا ارشاد ہے: ''عنقریب اس امت میں آگے چل کر ایسی عورتیں ہوں گی جو کپڑے پہنے ہوں گی پھر بھی ننگی ہوں گی ان کے سر بختی اونٹوں کے لچک دار کوہان کی طرح ہوں گے...... الخ'' (صحیح مسلم: ۲۱۲۸)=

﴿ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَنْ يَفْتِنُوكَ عَنْ بَعْضِ مَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ إِلَيْكَ ﴾ (۵/ المائدة: ٤٩)

''اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو اور ان سے بچتے رہو کہیں ایسا نہ ہو کہ جو کچھ اللہ نے تم پر نازل کیا ہے اس کے سوا کسی حکم سے وہ تم کو بہکا دیں۔''

---

4 لباس ڈھیلا ڈھالا ہو، اتنا تنگ نہ ہو جس سے نسوانی اعضا کی بناوٹ نمایاں ہوں۔ حضرت اسامہ بن زید فرماتے ہیں: حضرت دحیہ کلبی نے حضور ﷺ کو جو کپڑے تحفہ کے طور پر دیے تھے ان میں گاڑھی کتان کا ایک کپڑا تھا جو حضور ﷺ نے مجھے پہنا دیا تھا میں نے وہی کپڑا اپنی بیوی کو پہنا دیا حضور ﷺ نے مجھ سے دریافت کیا: ''تم نے کتان کا وہ کپڑا کیوں نہیں پہنا؟'' میں نے عرض کیا: اسے میں نے اپنی بیوی کو پہنا دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اس سے کہہ دو کہ اس کے نیچے شلوکہ (بنیان، شمیز) پہن لیا کرے کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ کپڑا بدن کی ہڈیوں کو نمایاں کرے گا۔''
(حسن، سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب فی لبس القباطی: ٤١١٦)

5 مہک اور خوشبو میں بسا ہوا نہ ہو کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: ''جس عورت نے عطر لگایا اور لوگوں پر اس لیے گزری تا کہ وہ اس کی خوشبو سونگھیں تو وہ عورت زنا کار ہوگی۔'' (حسن، سنن الترمذی: ٢٧٨٦؛ سنن النسائی: ٥١٢٩، کما تقدم)

6 مردوں کے لباس کی شباہت اختیار نہ کرے اس حدیث کی وجہ بیان یہ ہے کہ حضور ﷺ نے ایسے مرد پر لعنت فرمائی جو عورت کی پوشاک پہنے اور ایسی عورت پر لعنت فرمائی جو مرد کی پوشاک پہنے۔ (اسنادہ صحیح، سنن ابی داود: ٤٠٩٨، کما تقدم)

7 کافر عورتوں کی پوشاک نہ پہنو۔ اس کا ثبوت یہ روایت ہے: ''جس نے کسی قسم کی مشابہت اختیار کی اس کا شمار انہی لوگوں میں ہوگا۔'' مصر کی نیشنل پارٹی کے چیئرمین اور عظیم مصری لیڈر مصطفیٰ کامل نے ''الواء'' اخبار میں قاسم امین کی کتاب ''عورت کی آزادی'' کے جواب میں اس کے مصنف کو خطاب کرتے ہوئے کہا تھا: میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو یہ رائے رکھتے ہوں کہ بچیوں کی تربیت خالص یورپین ضابطوں پر ہو یہ اس لیے کہ اس کے اندر ساری امت کے مستقبل کو زبردست خطرہ درپیش ہوگا پھر ہم مسلمان ہیں اور ہر امت اور قوم کا اپنا مخصوص تمدن، اپنی تہذیب اور اس کی اپنی ثقافت ہے اس لیے کسی صورت یہ ہرگز مناسب نہیں کہ ہم بندروں کی طرح غیروں اور اجنبیوں کی اندھی پیروی کریں لہٰذا خوب سمجھ لینا چاہیے کہ مشرق میں عصمت وحفاظت اور عفت و پاک دامنی کا نشان پردہ ہے اور کیا خوب نشان ہے۔

8 شہرت کے لیے کسی پوشاک کا استعمال ہرگز نہ کرے اس لیے کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: ''جس نے دنیا میں شہرت کا لباس پہنا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے ذلت کا لباس پہنائے گا اور اس میں آگ بھڑکا دے گا۔'' (حسن، سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة: ٤٠٢٩؛ سنن ابن ماجه: ٣٦٠٧)

(خلاصہ از مسلم خاتون کا پردہ)

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

''جو کسی قوم کے مشابہ ہوا اس کا شمار انہی میں سے ہوگا۔'' [1]

ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر کی طرف نکلے۔ ہم ابھی ابھی مسلمان ہوئے تھے۔ مشرکوں نے ایک بیری کو طواف کے واسطے منتخب کر رکھا تھا اور اس پر اپنے ہتھیار لٹکاتے تھے۔ جس کا نام (ذات انواط) رکھا تھا۔ ہم بھی ایک بیری پر گزرے۔ اس وقت ہم نے آپ سے عرض کیا کہ ہمارے واسطے بھی ایک ذات انواط بنایئے جیسا کہ کفار کا ہے آپ نے فرمایا: ''اللہ اکبر! بنی اسرائیل نے بھی تو اسی طرح کہا تھا:

﴿ اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ﴾ (۷/ الاعراف: ۱۳۸)

''ہمارے واسطے بھی کوئی ایک معبود ایسا بنا دو جیسا کہ ان کے معبود ہیں۔''

پھر فرمایا: ''تم ضرور پہلی امتوں کے طریقوں پر چلو گے۔'' [2]

پاک دامن آدمی اللہ کے سائے میں

پاک دامنی کا اجر و ثواب

آیات قرآنی

﴿ وَرَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ۭ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ ﴾

(۱۲/ یوسف: ۲۳)

''تو جس عورت کے گھر میں رہتے اس نے ان کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا اور دروازے بند کر کے کہنے لگی (یوسف) جلد آؤ انہوں نے کہا کہ اللہ اپنی پناہ [3]

---

[1] حسن، سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب فی لبس الشھرۃ: ۴۰۳۱۔

[2] صحیح، سنن الترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء لترکبن سنن من کان قبلکم: ۲۱۸۰؛ مسند احمد، ۵/ ۲۱۸: ۲۱۸۹۷ وصححہ ابن حبان: ۶۷۰۲۔

[3] خوف الٰہی اور یاد الٰہی کے سبب نفسانی خواہشات اور شہوت کے فریب سے بچنے والوں کے واقعات بکثرت کتابوں میں ملتے ہیں۔ ذیل میں ہم ایسا ایک واقعہ پیش کرتے ہیں:

= ایک رات گشت کرتے ہوئے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سنا کہ ایک عورت کسی حسین وجمیل آدمی نصر بن حجاج کے تعلق سے عشق ومحبت کی باتیں اشعار کی زبان میں کہہ رہی ہے اور دل سے یہ تمنا کرتی ہے کہ کاش وہ اس کی اہلیہ ہوتی:

هل من سبيل الى خمر فاشربها ... اومن سبيل الى نصر بن حجاج

"کیا کوئی صورت ہے کہ میں شراب کے گھونٹ پی لوں یا ایسا کوئی راستہ ہے کہ نصر بن حجاج سے میری ملاقات ہو۔"

الى فتى ماجد الا عراق مقتبل ... سهل المحيا كريم غير ملجاج

"اس نوجوان سے جو اصیل خاندان کا جوانمرد ہے، کھلے ہوئے چہرے والا ہے، اشراف میں سے ہے اور جھگڑالو نہیں ہے۔"

نمته اعراق صدق حين تنسبه ... اخى حفاظ عن المكروب فراج

"اس کا نسب نامہ دیکھو تو شریف خاندان نے اس کو پروان چڑھایا، ایسا بھائی جو تکالیف پر حفاظت کرنے والا بڑا کشادہ دل ہے۔"

خلیفہ کو بڑا غصہ آیا، انہوں نے فرمایا، اللہ کی قسم! میں اپنے درمیان ایسے کسی آدمی کو رہنے نہیں دوں گا جس کے نام کی گھروں میں عورتیں چیخ وپکار کرتی ہوں۔ صبح آپ نے شخص مذکور کو حاضر ہونے کا حکم فرمایا۔ وہ شخص آیا۔ آپ نے اس کے حسن وجمال کو دیکھا تو فرمایا: اللہ کی قسم! تم ایسے کسی شہر میں مت رہو جس میں عورتیں تم سے آرزوئیں وابستہ کیے ہوں۔ لہٰذا بیت المال سے اپنی گزر بسر کے لیے مناسب رقم لے لو اور بصرہ چلے جاؤ۔

نصر نے عرض کیا: آپ نے تو مجھے مار ڈالا، کیونکہ وطن سے بے وطن کرنا بھی جان سے مار ڈالنے کے برابر ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ کیسے؟ نصر نے کہا: دیکھیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَوْ أَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ أَنِ اقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ أَوِ اخْرُجُوا مِن دِيَارِكُم ﴾ (٤/ النساء:٦٦)

"اور اگر ہم انہیں حکم دیتے کہ اپنے آپ کو قتل کر ڈالو یا اپنے گھر چھوڑ کر نکل جاؤ۔"

خلیفہ دوم نے فرمایا: لیکن میں تم سے وہی کہتا ہوں جو حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا تھا:

﴿ إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ۚ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ ۚ ﴾ (١١/ هود:٨٨)

"میں تو اس کے سوا کچھ نہیں چاہتا کہ جہاں تک میرا بس چلے تمہاری حالت درست کر دوں اور مجھے توفیق کا ملنا اللہ ہی کے فضل سے ہے۔"

اس عمدہ حل کے ذریعے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ چاہا تھا کہ نصر اپنی جنسی توانائی کے مقابلہ میں شوق وطن اور خاندان سے محبت کو ترجیح دیں۔ پھر ایک رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس لڑکی کی زبانی مزید کچھ اشعار سنے۔ اس کو بھی معلوم ہو گیا تھا کہ نصر کو انجام کار اسی کی بدولت بصرہ جلا وطن ہونا پڑا۔ ان اشعار میں لڑکی نے اپنی پاک دامنی کا یقین دلاتے ہوئے اس پر زور دیا تھا کہ سابقہ اشعار میں اس نے جو کچھ کہا تھا وہ محض رو میں آ کر شیطان کے وسوسے کے تحت کہہ دیا تھا ورنہ وہ خود پاک دامن پاکباز خاتون ہے:

قل للامام الذى تخشى بوادره ... مالى وللخمر او نصر بن حجاج

"جس امام وقت کے غصہ کی تیزی کا تمہیں ڈر ہے، ان سے کہہ دو، کہاں میں، کہاں شراب یا کہاں نصر بن حجاج۔"

لا تجعل الظن حقا او تبينه ... ان السبيل سبيل الخائف الراجى =

= ''گمان کو حقیقت کا روپ نہ دو، یا پھر اس کی تحقیق کر لو۔ امید و بیم رکھنے والے کا راستہ ہی اصل راستہ ہے۔''

مامنية قلتها عرضا بضائرة والناس من هالك قد ما ومن ناج

''میں نے جو بات پہلے عرض کی اس سے کسی کا نقصان مقصود نہ تھا۔ لوگ بھی قدیم زمانے سے یا ہلاک ہوئے یا نجات پا گئے۔''

ان الهوى ذمم بالتقوى فقيده حتى اقربا لجام و اسراج

''خواہشات تقویٰ کی تابع اور اس کی پابند ہیں، اس لیے انہیں پابند ہی رکھو اور لگام اور زین کے ساتھ اسے اچھی طرح کس دو۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اب جو پتہ چلا کہ عورت کے بارے میں آپ کو بدگمانی ہوئی، تو آپ رو پڑے۔ آپ نے دل میں فرمایا: الحمدللہ! اللہ کا شکر ہے جس نے خواہشات کو پاک دامنی اور پرہیز گاری کی لگام سے پابند بنایا۔

انہی دنوں نصر بن حجاج نے بصرہ سے خلیفہ دوم کی خدمت میں ایک پیغام بھیجا اور آپ کو خطاب کر کے کہا:

لعمري لئن سيرتني و حرمتني ولم ات ذنبا ان ذالحرام

''بخدا! اگر آپ نے مجھے جلاوطن کیا اور محروم کر دیا۔ حالانکہ میں نے کوئی قصور بھی نہیں کیا تو یہ فعل حرام ہوگا۔''

فاصبحت منفيا على غير ريبة وقد كان لي بالمكتين مقام

''کسی شک کے بغیر بس یونہی آج میں وطن سے بے وطن ہوں۔ جبکہ حرمین شریفین میں میرا بھی مقام تھا۔''

وما لي ذنب غير ظن ظننته و بعض تصاديق الظنون اثام

''میرا قصور کچھ نہیں، سوائے بدگمانی کے اور بعض بدگمانی کو درست سمجھنا بھی گناہ ہے۔''

وان غنت الزلفاء يوما بمنية فبعض اماني النساء غرام

''ایک باتونی عورت نے اگر کسی دن اپنی آرزوؤں کو اشعار کے قالب میں ڈھال کر کہہ دیا، تو کیا ہوا، بعض عورتوں کی آرزوئیں بھی آخر عشق ہیں۔''

ظننت بي الظن الذي لو اتيته لما كان لي في الصالحين مقام

''آپ نے میری بابت جو گمان کیا، اگر میں نے اسے کر لیا ہوتا، تو نیک لوگوں میں میرا مقام نہ ہوتا۔''

ويمنعني مما تمنت حفيظتي و آباء صدق سالفون كرام

''اس باحمیت خاتون نے جو تمنائیں کیں میرے لیے اس راہ میں بڑی رکاوٹیں ہیں۔ نیز سچے برگزیدہ اسلاف صالحین آباواجداد بھی میرے لیے سدراہ ہیں۔''

ويمنعها مما تمنت صلاتها و بيت لهافي قومها وصيام

''نیز اس خاتون نے جو آرزوئیں کیں اس سے اسے روکنے والی اس کی نمازیں ہیں، قوم میں اس کا مقام اور اس کے روزے سب روکتے ہیں۔''

فهذان حالان فهل انت مرجعي فقد جف مني غارب و سنام

''ہم دونوں کے یہ احوال ہیں، کیا اب آپ مجھے لوٹا سکتے ہیں؟ کیونکہ اب ہمارے (اونٹنیوں کے) کاندھے اور کوہان بھی خشک ہو چکے ہیں۔'' =

میں رکھے وہ (یعنی تمہارے میاں) تو میرے آقا ہیں انہوں نے مجھے اچھی طرح سے رکھا ہے (میں ایسا ظلم نہیں کرسکتا) بیشک ظالم لوگ فلاح نہیں پائیں گے۔"

﴿ وَلَقَدْ رَاوَدتُّهُ عَن نَّفْسِهِ فَاسْتَعْصَمَ ﴾ (۱۲/ یوسف:۳۲)

"بے شک میں نے اس کو پھسلایا تھا، مگر وہ بچا رہا۔"

احادیث نبوی ﷺ

"سات آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے سائے میں جگہ دے گا، جس روز اس کے سایہ کے سوا کوئی اور سایہ نہ ہوگا: ① امام عادل۔ ② ایسا نوجوان جو اطاعت خداوندی میں پل کر جوان ہوا۔ ③ وہ آدمی جس کا دل مسجد میں اٹکا ہوا ہو۔ ④ وہ دو آدمی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کی، اسی کے لیے آپس میں ملے اور اسی کے لیے الگ الگ ہوئے۔ ⑤ وہ شخص جسے منصب اور حسن و جمال والی عورت نے بلایا لیکن اس نے کہا میں تمام جہانوں کے پروردگار سے ڈرتا ہوں۔ ⑥ وہ شخص جس نے خیرات کی اور اس طرح اسے چھپایا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہیں ہوئی کہ داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔ ⑦ وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور اس کی آنکھیں بہہ پڑیں۔" [1]

حضرت ابن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرما رہے تھے: "بنی اسرائیل کا ایک شخص "کفل" اپنے کسی گناہ کے کام سے پرہیز نہ کرتا تھا (یعنی بڑا گناہ گار، بدکار تھا) اور کسی قصور کے ارتکاب میں اللہ سے نہیں ڈرتا تھا۔ ایک دن کی بات ہے کہ اس کے پاس ایک عورت آئی، کفل نے اسے ساٹھ اشرفیاں اس شرط پر دیں کہ وہ اس سے ہم بستر ہو۔ جب اس نے اس کے ساتھ ہم بستر ہونا چاہا، تو وہ عورت کانپنے اور رونے لگی۔ اس نے پوچھا، تو

= امام الهدى لا تبتل الطرد مسلما لــه حـرمة مـعـروفة و ذمـام

"اے امام الہدیٰ! ایک مسلمان کو جلاوطنی میں مبتلا نہ کیجیے، کیونکہ اس کی عزت مشہور اور اس کی ذمہ داری جانی پہچانی ہے۔" (اسناده ضعيف، حديث لابن ديزيل (ص ٤٦) الطبقات لابن سعد، ٣/ ٢٨٥؛ تاريخ دمشق لابن عساكر، ١٧/ ٥٣٨ یہ روایت اپنے تمام طرق کے ساتھ ضعیف ہے کیونکہ ہر سند منقطع ہے۔)

[1] صحيح بخارى، كتاب الأذان، باب من جلس فى المسجد......: ٦٦٠؛ صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب فضل اخفاء الصدقة: ١٠٣١۔

روتی کیوں ہے؟ اس نے کہا: بات یہ ہے کہ یہ ایسا کام ہے جس کو میں نے کبھی نہیں کیا (مگر) آہ! مجھے چونکہ (ان اشرفیوں کی) ضرورت تھی، اس ضرورت سے مجبور ہو کر میں ایسا کرنے پر راضی ہو گئی ہوں۔ کفل نے کہا: تو اللہ کے خوف کی وجہ سے اگر ایسا کرتی ہے تو میں ایسا کرنے کے زیادہ لائق ہوں۔ جا یہ اشرفیاں میں نے تجھے ہی دیں (اور میں اپنے ارادہ سے باز آیا) اور اللہ کی قسم! اس کے بعد میں کبھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ کفل اسی رات مر گیا صبح کے وقت اس کے دروازے پر لکھا ہوا تھا کہ ''اللہ تعالیٰ نے کفل کو بخش دیا۔'' لوگوں کو اس سے بڑی حیرت ہوئی۔'' [1]

''تم سے پہلے لوگوں میں تین آدمی سفر پر نکلے یہاں تک کہ ایک غار میں پہنچے۔ یہ سب غار کے اندر چلے گئے۔ اتنے میں ایک چٹان پہاڑ پر سے لڑھک کر ان پر آئی اور یہ غار کے اندر بند ہو گئے۔ انہوں نے آپس میں کہا: اس چٹان سے تمہیں کوئی نجات نہیں دلا سکتا سوائے اس کے کہ تم اپنے نیک اعمال کے وسیلہ سے دعا کرو۔ چنانچہ ایک شخص بولا: الٰہی! میری ایک چچا کی بیٹی تھی، مجھے اس سے انتہائی عشق تھا۔ میں نے اسے پھسلایا، مگر اس نے انکار کیا یہاں تک کہ ایک سال قحط پڑا، وہ میرے پاس آئی۔ میں نے اس کو ایک سو بیس دینار دیئے اور یہ شرط لگائی کہ وہ مجھے اپنے ساتھ خلوت کا موقع دے! اس نے ایسا ہی کیا۔ جب میں نے اس پر قابو پالیا تو کہنے لگی: اللہ کے بندے! اللہ سے ڈر اور ناجائز طور پر مہر کو نہ کھول! یہ سنتے ہی میں فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور وہاں سے ہٹ گیا حالانکہ وہ مجھے سب سے زیادہ پسند تھی۔ جو دینار میں نے اسے دیئے تھے، وہ بھی اس کے پاس چھوڑ دیئے۔ الٰہی! اگر میرا یہ فعل تیرے علم میں تیری رضا جوئی کے لیے تھا، تو ہمارے لیے کشائش پیدا فرما۔ چنانچہ چٹان ہٹ گئی [1] ۔۔۔۔۔الخ''

---

[1] اسنادہ ضعیف، سنن الترمذی، کتاب صفة القیامة، باب (٤٨): ٢٤٩٦، اعمش مدلس ہیں اور سماع کی صراحت نہیں ہے۔

[1] صحیح بخاری، کتاب الاجارة، باب من استأجر اجیرا......: ٢٢٧٢؛ صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب قصة اصحاب الغار الثلاثة......: ٢٧٤٣۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے نیک اعمال کا وسیلہ لینے کی جائز صورت یہی ہے، لیکن انبیا یا غیر اللہ کی ذات یا ان کی شخصیتوں کا وسیلہ لینا ہرگز جائز نہیں۔ اس لیے بھی کہ صحیح حدیث مبارکہ میں ہے: ''اے فاطمہ! اللہ کے مقابلہ میں میں ذرا برابر تیرے کام نہ آؤں گا۔'' (صحیح مسلم: ٢٠٥) اس لیے مومن کو اپنے اعمال کا سہارا لینا چاہیے۔ کیونکہ اس قسم =

”تین آدمی ایسے ہوں گے جن کی آنکھیں دوزخ کی آگ کو کبھی نہیں دیکھیں گی ایک وہ آنکھ، جس نے اللہ کی راہ میں نگہبانی کی، ایک وہ آنکھ جس نے خشیت الٰہی کے سبب آنسو بہایا، ایک وہ آنکھ جو اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے باز رہی۔“ [1]

”جو کچھ میں جانتا ہوں، اگر تم جانتے ہوتے تو بہت کم ہنستے اور بہت زیادہ آنسو بہاتے اور عورتوں سے بستر پر لذت نہ پاتے اور جنگلوں کو نکل جاتے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے زار وقطار روتے گڑگڑاتے۔ میرا تو جی چاہتا ہے کہ میں ایک درخت ہوتا جو ایک نہ ایک دن کاٹ دیا جاتا۔“ [2]

زنا کے قریب نہ جاؤ

آیات قرآنی

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا﴾ (۱۷/ اسراء:۳۲)

”اور زنا کے پاس بھی نہ جانا کہ وہ بے حیائی اور بُری راہ [3] ہے۔“

= کی توجیہ محنت اور کوشش کے لیے آمادہ نہیں کرسکتی اور جس قوم کے اندر واسطہ اور وسیلہ کی وبا عام ہوجائے ایسی قوم نہ تو کامیاب ہوسکتی ہے اور نہ ہی ترقی کرسکتی ہے۔

[1] ضعیف، المعجم الکبیر للطبرانی، ۱۹/ ٤١٦ ابوحبیب مجہول راوی ہے۔

[2] حسن، سنن الترمذی، کتاب الزهد، باب ماجاء فی قول النبی ﷺ ((لو تعلمون ما أعلم......)): ۲۳۱۲؛ سنن ابن ماجه، کتاب الزهد، باب الحزن والبکاء: ٤١٩٠۔

تنبیہ: ”میں درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا“ یہ مدرج ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان نہیں ہے۔

[3] اس آیت کی توضیح کرتے ہوئے امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے زنا کو بدترین طریقہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا﴾ (۱۷/ اسراء:۳۲)

”اور زنا کے قریب بھی نہ جاؤ، بلاشبہ وہ بڑی بے حیائی کی بات ہے اور بری راہ ہے۔“ زنا کار آدمی جہنم میں بدترین طریقہ سے رہے گا۔ عالم برزخ میں زانیوں کی روحیں آگ کے تنور میں ہوں گی، یہ آگ نیچے سے سلگ رہی ہوگی، جب آگ کا شعلہ اٹھے گا تو ان کی چیخیں نکل جائیں گی۔ شعلہ کے ساتھ وہ اوپر کو اٹھ جائیں گے۔ پھر لوٹ کر حسب سابق اپنے ٹھکانے پر چلے جائیں گے۔ قیامت قائم ہونے تک ان کا یہی انجام ہوگا۔ چنانچہ حضور ﷺ نے ان کو خواب میں اسی حال میں دیکھا تھا اور پیغمبروں کا خواب کسی شک کے بغیر وحی الٰہی ہوتا ہے۔ (روضۃ المحبین باختصار)

امام ابن حزم فرماتے ہیں: زنا کرنے سے حرام کو حلال ٹھہرانا نسل کو خراب کرنا اور میاں بیوی کے درمیان علیحدگی پیدا کرنا لازم آتا ہے جب کہ اللہ نے اس کو بے حد اہم قرار دیا ہے۔ نیز اس کی اہمیت کسی ذی عقل اور با اخلاق آدمی کی نظر سے پوشیدہ نہیں ہے۔

﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا ...... وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۙ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ۖ﴾ (۲۵/ الفرقان: ٦٩)

''اور (خدائے) رحمان کے (خاص بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں......اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو (حاجت روائی کے لیے) نہیں پکارتے اور جس شخص کے قتل کو اللہ نے حرام فرمایا ہے اس کو قتل نہیں کرتے مگر حق پر اور جو بدکاری نہیں کرتے اور جو ایسا کام کرے گا تو سخت سزا پائے گا کہ قیامت کے دن اس کو دوگنا عذاب ہوگا اور اس عذاب میں ہمیشہ ذلیل وخوار رہے گا۔''

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کون سا گناہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''یہ کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراؤ جب کہ اس نے تمہیں پیدا کیا۔'' کہنے لگے: میں نے عرض کیا: پھر کون سا؟ فرمایا: ''یہ کہ تم اپنی اولاد کو اس ڈر سے مار ڈالو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گی۔'' کہنے لگے کہ میں نے عرض کیا: پھر کون سا؟ فرمایا: ''یہ کہ اپنے پڑوسیوں کی بیوی سے زنا کرو!......الخ۔'' [1]

''حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک دن صبح کو (نماز کے بعد) پیغمبر علیہ السلام نے ہم سے فرمایا: ''آج کی رات میرے پاس دو آنے والے آئے اور انہوں نے مجھے جگا کر کہا، چلیے! میں اٹھ کر ان کے ساتھ ہولیا۔ پھر ہم ایک تنور پر آئے اس تنور میں ایک شور برپا تھا اور آوازیں بلند ہو رہی تھیں ہم نے اس میں جھانک کر دیکھا، تو بہت سے مرد اور عورتیں ننگے دکھائی دیئے جن کو نیچے سے آگ کی لپٹ لگتی تھی تو یہ لوگ چیخنے لگتے تھے [2] اس حدیث کے

[1] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله تعالى: ﴿فلا تجعلوا لله أندادا......﴾: ٤٤٧٧؛ صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب بيان كون الشرك أقبح الذنوب......: ٨٦۔

[2] یعنی عذاب کی شدت سے چیختے چلاتے ہوں گے۔

آخر میں ہے کہ اور وہ مرد اور عورتیں جو ننگی تھیں اور تنور جیسی ایک چیز کے اندر تھیں، وہ زنا کار مرد اور عورتیں تھیں...... الخ۔'' [1]

ایک نوخیز نوجوان آدمی حضور ﷺ کے پاس آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے زنا کی اجازت دیجیے لوگ اسے ڈانٹنے لگے اور کہنے لگے، ٹھہرو ٹھہرو! (کیا کہتے ہو؟) آپ نے فرمایا: ''قریب آؤ۔'' وہ شخص کچھ قریب آیا۔ آپ نے فرمایا: ''بیٹھ جاؤ!'' نوجوان بیٹھ گیا، آپ نے اس سے فرمایا: ''کیا تم ماں کی بابت اس حرکت (زنا) کو پسند کرو گے؟'' اس نے کہا: اللہ مجھے آپ پر قربان کرے، واللہ ہرگز نہیں! آپ نے فرمایا: ''پھر اور لوگ بھی تو اپنی ماؤں کے ساتھ زنا کیے جانے کو پسند نہیں کریں گے۔'' پھر آپ نے فرمایا: ''اچھا کیا تم بیٹی کے ساتھ اس فعل کو کیے جانے کو پسند کرو گے؟'' اس نے کہا: اللہ مجھے آپ پر قربان ہونے کی توفیق بخشے واللہ ہرگز نہیں! آپ نے فرمایا: ''لوگ بھی ہرگز یہ نہیں پسند کرتے کہ ان کی بیٹیوں کے ساتھ کوئی زنا کرے۔'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اچھا کیا تم یہ پسند کرو گے کہ تمہاری بہن کے ساتھ زنا کیا جائے؟''

اس نے کہا: اللہ مجھے آپ پر قربان ہونے کی توفیق بخشے ہرگز نہیں! آپ نے فرمایا: ''لوگ بھی اپنی بہنوں کے ساتھ اس حرکت کو ہرگز پسند نہیں کرتے۔'' پھر آپ نے فرمایا: ''کیا تم اپنی خالہ کے ساتھ اس حرکت کو پسند کرو گے؟'' اس نے کہا: ہرگز نہیں! اللہ مجھے آپ پر قربان کرے۔ آپ نے فرمایا: ''لوگ بھی اپنی خالاؤں کے ساتھ اس حرکت کو پسند نہیں کرتے۔'' پھر آپ نے فرمایا: ''کیا تم اپنی پھوپھی کے ساتھ اس حرکت کو پسند کرو گے؟'' اس نے کہا: اللہ مجھے آپ پر قربان کرے، بخدا ہرگز نہیں! آپ نے فرمایا: ''لوگ بھی اپنی پھوپھیوں کے ساتھ اس حرکت کو پسند نہیں کریں گے۔'' پھر آپ نے اپنا دست مبارک اس کے اوپر رکھ کر فرمایا: ''الٰہی! اس کے گناہوں کو معاف فرما! اس کے دل کو پاک کر، اس کی شرمگاہ کی حفاظت فرما!'' اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نوجوان نے پھر پلٹ کر کبھی کسی چیز کی طرف نہیں دیکھا۔ [2]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب التعبیر، باب تعبیر الرؤیا: ۷۰۴۷، یہ طویل حدیث ہے لیکن یہاں مختصر بیان کی گئی ہے۔ [2] اسنادہ صحیح، مسند احمد، ۵/ ۲۵۶، ۲۵۷: ۲۲۲۱۱۔

''کسی مسلمان آدمی کا خون حلال نہیں جو یہ گواہی دیتا ہو اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں، البتہ تین آدمیوں کا خون حلال ہے: شادی شدہ ہو کر زنا کاری [1] کرنے والا وہ جس نے کسی کو جان سے مار ڈالا اور وہ جس نے اپنے دین کو ترک کیا اور جماعت

---

[1] خاندانی فطرت اور اس کے وجود کی حفاظت کے لیے شادی شدہ زنا کرنے والے کے خلاف اسلام نے سزا کا بے حد سخت رویہ اپنا رکھا ہے اور اس شخص کے بارے میں جو سزا اسلامی شریعت میں وارد ہے بعینہ یہی سزا تورات میں بھی مذکور ہے۔ اس لیے دشمنان اسلام کے پیٹ میں کیوں درد اٹھتا ہے جس کی وجہ سے وہ اسلام پر سنگدلی اور بے رحمی کا الزام لگاتے ہیں اور دوسروں کو کچھ نہیں کہتے؟ پھر اسلام نے اس سزا کے لیے متعدد نازک شرائط اور پابندیاں عائد کر رکھی ہیں، جس سے اس سزا کا دفعیہ ہوتا ہے۔ افسوس ان کے ذکر کا یہ موقع نہیں۔ نامور ادیب مصطفیٰ صادق رافعی سے شادی شدہ ہو کر زنا کرنے والے مردوں، عورتوں کی سزا اور اس کی حکمت کی بابت پوچھا گیا۔ آپ نے اپنی کتاب ''وحی القلم'' میں اس کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے:

یہ سزا اس لیے موزوں اور مناسب ہے کہ اس جرم نے پورے گھرانے اور اس کی در و دیوار کو منہدم کیا، لہٰذا در و دیوار کے انہیں پتھروں سے اس کی اتنی پٹائی کرنی ضروری ہے، جس سے اس کی موت واقع ہو جائے پھر آخر شادی کے بعد انہیں اس زنا کی کیا پڑی تھی؟ کیا ان کے لیے کوئی عذر یا وجۂ جواز ہے؟ مرد و عورت دونوں نے پوری آزادی اور خود مختاری سے ایک دوسرے کو پسند کیا تھا، یہ آزادی اور خود مختاری اسلام کا وہ عطیہ ہے جو سچ پوچھیے تو انگلینڈ کے بادشاہ کو بھی حاصل نہیں ہے۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ شاہ انگلینڈ نے جب یہ دیکھا کہ اسے یہ آزادی بھی حاصل نہیں، تو اس نے تخت و تاج کو لات ماری اور اس سے دست بردار ہو کر کنارہ کش ہو گیا۔ علاوہ ازیں شادی کے بعد آپس کی بے التفاتی یا ناچاقی پر یا زندگی کا بہتر طریقہ سے نبھاؤ نہ ہونے پر انہیں یہ اختیار بھی حاصل ہے کہ شوہر براہ راست کسی کو درمیان میں ڈالے بغیر علیحدگی اختیار کرے، یا عورت چاہے تو قاضی یا پنچ کو درمیان میں ڈال کر شوہر سے الگ ہو سکتی ہے۔

ظاہر ہے، یہ کیفیت جو اسلام کے اندر پائی جاتی ہے یا اس کے مماثل صورت اسلام کے علاوہ دوسرے کسی دین یا مذہب میں کہیں نہیں پائی جاتی، ان مذاہب میں طلاق دینا حرام کیا گیا ہے۔ جیسے یہ حرام ہے کہ آدمی کسی کی طلاق دی ہوئی عورت سے نکاح کرے یا اپنی مطلقہ بیوی سے نکاح کرے، آج جن اوراق کے مجموعہ کو انجیل متی ۳۲/۵ کہا جاتا ہے اس میں لکھا ہوا ہے:

''جس نے طلاق پائی ہوئی عورت سے نکاح کیا وہ زنا کرے گا۔'' نام نہاد انجیل مرقس ۱۰/۱۱،۱۲ میں ہے: ''جو عورت اپنے شوہر سے طلاق پائے اور کسی اور سے نکاح کرے وہ بھی زنا کی مرتکب ہو گی۔''

ان حالات میں میاں یا بیوی شادی کے بعد زنا نہ کریں یا اپنے رفیق سفر کے ساتھ خیانت کے مرتکب نہ ہوں، اس کی معقول ترین وجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ زمین میں فساد بر پا نہ ہو نہ ہی بگاڑ کی صورتیں پیدا ہوں۔ یہ وہ وجوہات تھیں جن کی بنا پر اسلام نے سنگسار کرنے کی سزا کو نافذ فرمایا۔ پھر اس سزا کا نفاذ اس وقت ہوتا ہے جب عام طور پر زانی اس کا از خود اقرار کرتا ہے ورنہ اس کا نفاذ نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس کی شرائط پیچیدہ ہیں۔

سے علیحدہ ہو گیا۔'' (1)

''تین آدمی وہ ہوں گے جن سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بات بھی نہیں کرے گا۔ نہ انہیں پاک کرے گا، نہ ان کی طرف دیکھے گا اور انہیں دردناک عذاب ہوگا۔ بوڑھا زناکار، جھوٹا بادشاہ، تنگ دست گھمنڈی۔'' (2)

''کسی مسلمان آدمی کا خون حلال نہیں، جو یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے پیغمبر ہیں۔ البتہ تین صورتوں میں اس کا خون حلال ہے، وہ جو شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کرے۔ دوسرے وہ شخص جس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف بغاوت کردی، اسے قتل کیا جائے گا یا پھانسی پر چڑھا دیا جائے گا یا جلاوطن کر دیا جائے گا، تیسرے وہ جس نے کسی کو جان سے مار ڈالا۔ اس کے بدلہ میں اسے بھی قتل کیا جائے گا۔'' (3)

''زانی جس وقت زنا کرتا ہے وہ ایمان والا نہیں (4) ہوتا۔ چور جب چوری کرتا ہے وہ

(1) صحیح بخاری، کتاب الدیات، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿أن النفس بالنفس......﴾: ٦٨٧٨؛ صحیح مسلم، کتاب القسامة، باب ما یباح به دم المسلم: ١٦٧٦۔

(2) صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان غلظ تحریم إسبال الازار......: ١٠٧۔

(3) اسنادہ صحیح، سنن ابی داود، کتاب الحدود، باب الحکم فیمن ارتد: ٤٣٥٣؛ سنن النسائی، کتاب تحریم الدم، باب الصلب: ٤٠٥٣۔

(4) حضرت جعفر بن محمد سے اس حدیث کی بابت پوچھا گیا۔ آپ نے زمین پر ایک دائرہ کھینچا اور فرمایا: یہ ایمان کا دائرہ ہے۔ پھر ایک دوسرا دائرہ پہلے کے باہر بنایا اور فرمایا: یہ اسلام کا دائرہ ہے۔ بندہ جب زنا کرتا ہے تو اس دائرے سے نکل جاتا ہے، لیکن اس دائرے سے نہیں نکلتا۔ (باختصار)

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: شر اور بدی کی جملہ خصلتیں زنا کے اندر یک جا طور پر پائی جاتی ہیں یعنی دین دار کی کمی، پرہیز گاری کا نکل جانا، حمیت اور شرافت میں بگاڑ رونما ہونا، غیرت کا گھٹ جانا۔ القصہ غداری کرنا، جھوٹ بولنا، خیانت کرنا، بے حیائی برتنا، نگرانی نہ رکھنا، جرائم سے نفرت نہ کرنا اور دل سے غیرت کا نکل جانا۔ یہ سب اس قبیل سے اور اسی کے بدترین نتائج میں سے ہیں۔ زنا کا ایک اور بدترین نتیجہ وہ وحشت ہے جو زانی کے دل میں اللہ تعالیٰ مسلط کر دیتا ہے اسی طرح سینہ تنگ رہنا اور اندر اندر کڑھن کا پیدا ہونا اسی کا اثر ہے۔

اگر فاسق و فاجر آدمی کو یہ معلوم ہو جائے کہ عفت اور پاک دامنی میں کتنی لذت، مسرت، شرح صدر اور زندگی کی خوشیاں مضمر ہیں تو اسے محسوس ہوگا کہ اگر اسے ایک لذت ملی تو اس سے کئی گنا لذتیں اس کے اندر سے چھن بھی گئیں اور اس لذت کا ابھی پوچھنا کیا جو اللہ کی طرف سے ثواب اور اس کی نوازش کے طور پر عافیت اور آرام کی لذت کی شکل میں اسے مل کر رہے گی نیز زنا کا اس سے بڑا نقصان اور کیا ہوگا کہ آدمی ہمیشگی کے باغات میں حوروں کی معیت اور ان سے فائدہ اٹھانے سے محروم ہوگا۔ (مختصر از روضۃ المحبین ٣٥٨، ٣٦١)

= پھراس بے حیائی اور بدکاری کا آخرت میں نہایت المناک حشر ہوگا، جب کہ دنیا میں اس کے سبب زنا کار فتنہ وفساد میں مبتلا ہوگا، نسلی امراض اور خبیث بیماریوں میں گھرا ہوا ہوگا۔ ان امراض سے نسلیں منقطع ہو جاتی ہیں۔ جنون اور دماغی عوارض لاحق ہوتے ہیں اور سب سے بڑی نعمت یعنی جنسی لذت اور شہوانی لطف وانبساط ہمیشہ کے لیے سرد پڑ کر رہ جاتا ہے۔

ڈاکٹر ایڈمس نے اپنی کتاب ''جنسی معلومات'' میں لکھا ہے:

اپنے پیشہ کی بدولت میں ایسے بوڑھوں کو جانتا ہوں جن کی عمریں لگ بھگ پچھتر سال کی ہو چکی ہیں۔ اس کے باوجود ان کی جنسی قوت کسی ضعف کا شکار نہیں ہوئی۔ جب میں نے ان کی زندگی کے اس حیرت انگیز بھید کے بارے میں معلومات چاہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ مندرجہ ذیل خرابیوں سے انہوں نے ہمیشہ اپنی قوت اور توانائی کی حفاظت کی ہے:

① جوانی میں انہوں نے بدعادت، یا پوشیدہ خصلت (مشت زنی وغیرہ) سے ہمیشہ اپنی حفاظت کی ہے۔

② جوانی کی حدود سے آگے بڑھ کر جب وہ مردوں کی عمر کو پہنچے تب بھی انہوں نے اپنے آپ کی سخت نگرانی کی۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی کمینہ پن اور نکمی خصلتوں کے کیچڑ میں لت پت نہیں ہوئے۔

③ شادی کے بعد انہوں نے حد اعتدال کو برقرار رکھا۔ چنانچہ توانائی کے زعم میں حد سے آگے نہیں بڑھے، نہ ہی طویل عرصہ تک اس طاقت کو ذخیرہ کیے رکھا۔

④ نشہ، الکوحل اور تمباکو نوشی (سگریٹ، حقہ، بیڑی وغیرہ) کا استعمال کبھی نہیں کیا۔

⑤ مصنوعی طلاؤں کے استعمال کی حاجت انہیں کبھی نہیں ہوئی اور اپنی بیوی سے انہوں نے ایسے وقت میں صحبت کی جب نفسیاتی طور پر وہ اس کے لیے آمادہ تھے۔ اس کے بالمقابل وہ لوگ جو جلد بڑھاپے کا شکار ہوئے جنہوں نے اپنی جنسی توانائی اور جنسی خواہش کو دبائے رکھا اور ایک طویل مدت کی ہم بستری سے پرہیز کیا۔

میں ایک ایسے شخص کو جانتا ہوں، جس نے پینتالیس سال کی عمر میں شادی کی اور چار سال کے عرصہ میں یہ شخص نامرد ہو گیا۔ میرے پاس مشورہ کے لیے آیا تو میں نے سمجھ لیا کہ چار سال کے ازدواجی عرصہ میں اس نے صرف دس بار صحبت کی ہے اور ہر مرتبہ وظیفہ زوجیت ادا کرنے میں اسے سخت تھکن اور بڑی اذیت لاحق ہوئی ہے۔

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: پچاس باتیں ایسی ہو چکی ہیں جن کی بدولت خواہشات سے بچا جا سکتا ہے ہم ان میں صرف چند کا ذکر کرتے ہیں۔

① پختہ ارادہ، جس کی وجہ سے اپنے آپ کو برانگیختہ کرے، یا اپنے نفس کے خلاف جنگ کرے۔

② صبر کا ایک گھونٹ جس کے پینے کی گھڑی میں اس پر صبر کرے۔

③ دلی طاقت جو اس تلخ گھونٹ کو حلق سے اتارنے کا دل میں حوصلہ پیدا کرے، اس گھڑی جمے رہنا اور صبر کرنا سب سے بڑی مردانگی ہے۔ اسی صبر کے ذریعہ آدمی بہتر عیش اور اچھی زندگی سے ہمکنار ہوتا ہے۔

④ اس گھونٹ کی بدولت سختی اور نیک انجام اپنی نظروں سے دیکھنا۔

⑤ نفس کی تابع داری کی لذت پر اس سے زیادہ اذیت اور درد کا احساس کرنا۔

⑥ اللہ کے نزدیک اور بندوں کے دلوں میں موجود مرتبے اور مدارج پر اپنے آپ کو باقی رکھنا اور یہ مقام نفس کی تابع داری سے ملنے والی لذت کے مقابلہ میں کہیں زیادہ مفید اور نفع بخش ہے۔

⑦ گناہ اور معصیت کی لذت کے مقابلہ میں عصمت وعفت کی لذت اور اس کی حلاوت کو ترجیح دینا۔ =

⑧ اپنے دشمن کو مغلوب کرنے، اس کو دبائے رکھنے اور اسے ذلیل و خوار بنا کر شکست دے دینے پر خوشی اور مسرت کا اظہار کرنا۔

⑨ ہمیشہ یہ غور و فکر کرنا کہ وہ خواہشات کی تابع داری کے لیے پیدا نہیں کیا گیا۔ اس کی تخلیق ایسے عظیم کام کے لیے عمل میں آئی ہے جس کا حصول اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ خواہشات اور نفس کی مخالفت نہ کر لی جائے چنانچہ کسی نے کہا ہے:

قد رشحوك لامر لو فطنت له فاربا بنفسك ان ترعى مع الهمل

''تمہیں ایک کام کے لیے چنا گیا، جسے اگر تم نے سمجھ لیا، تو اپنے آپ کو اس سے بلند رکھو، کہ تم بھی بے مہار اونٹوں کی طرح کہیں بھی منہ مارتے رہو۔''

⑩ اپنے لیے اس صورت کو ہرگز پسند نہ کرے کہ جانور اس سے کہیں بہتر ہو۔ کیونکہ جانور بھی اپنی فطری صلاحیت کے تحت نفع و ضرر کے مواقع کی تمیز کرتا ہے اور مضرت کے مقابلہ میں مفید چیزوں کو ترجیح دیتا ہے۔

⑪ خواہشات کے انجام اور اس کے بھیانک نتائج پر مسلسل نظر رکھے اور یہ سوچتا رہے کہ اس کی نافرمانی نے فضیلت اور خوبی کے کیسے کیسے مواقع کو ضائع کیا اور کس قدر کمینی حرکتوں اور نکمی خصلتوں میں پھنسا دیا۔ ایک غلط لقمہ نے کتنے لقموں سے محروم کیا، ایک لذت نے کیسی کیسی لذتوں سے دور رکھا، ذرا سی شہوت نے اس کے کیسے بلند مرتبے اور جاہ و حشمت کو خاک میں ملا دیا اور اسے شرمسار رکھا۔

⑫ اس بدانجام کے ساتھ پہلے دوسرے کے بارے میں اچھی طرح تصور کرے، پھر اس کی جگہ اپنے آپ کا تصور کرے، یہ اس لیے کرے کہ دو یکساں چیزوں کا حکم بھی یکساں ہوتا ہے۔

⑬ ان مطالبات کے بارے میں غور کرے جس کا اس کے نفس سے مطالبہ کیا جاتا ہے۔ اپنی عقل سے بھی اس کی بابت سوال کرے، اپنے دین سے فتویٰ طلب کرے۔ عقل اور دین کی روشنی میں اسے معلوم ہوگا کہ نفسانی خواہشات اور نفس کے مطالبہ کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب کسی شخص کو کوئی عورت بے حد پسند آ جائے تو فوراً اس کے جسم کی بدبودار چیزوں کا تصور کرے۔ صاحب موصوف کا یہ مقولہ احمد بن حسن کے اس شعر سے زیادہ بہتر ہے جس میں اس نے کہا:

لو فكر العاشق في منتهى حسن الذي يسبيه لم يسبه

''عاشق اگر حسن کی انتہا پر غور کرے جس کا خود اسیر ہوا، تو پھر اس کا اسیر نہ ہوگا۔'' یہ اس لیے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے موجودہ حالت ذکر فرمائی ہے جب کہ شاعر نے آنے والی حالت ذکر کی ہے۔

⑭ مطلوبہ حاصل شدہ نفسانی لذت پر غور کرے اور ساتھ ساتھ دین، عزت و آبرو، دولت، اور زندگی کی سلامتی کا اس کے ساتھ موازنہ بھی کرتا جائے۔ وہ یقین کے ساتھ یہ محسوس کرے گا کہ درحقیقت ان کے درمیان کوئی نسبت نہیں ہے۔ پھر بہت جلد اسے پتہ چل جائے گا کہ پہلی چیز کا دوسری چیزوں کے ساتھ سودا کرنے میں سوائے نقصان کے اسے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ (روضۃ المحبین ص ۴۶۵، ۴۶۷)

نیز یہ حقیقت ہے جس میں ذرہ برابر شبہ نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زناکاروں کے لیے جہنم کے عذاب کی جس طرح وعید سنائی، اس کے نتیجہ میں قرون اولیٰ کے مسلمانوں کو اتنا خوف دامن گیر ہوتا تھا کہ اگر سوئے اتفاق سے کسی

ایمان والا نہیں ہوتا۔ شرابی جب شراب پیتا ہوتا ہے، وہ ایمان والا نہیں ہوتا۔'' ❶

جنت میں جنسی زندگی کی کیفیت

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

''جنت کے اندر مومن کے لیے ایک کھوکھلے موتی کا خیمہ ہوگا جس کی لمبائی تیس میل ہوگی مومن کے متعلقین اس کے اندر رہیں گے، مومن اس کا چکر لگائے گا اور کوئی کسی کو نہ دیکھ سکے گا۔'' ❷

''مومن کو جنت میں صحبت کے لیے اتنے اتنے (مردوں) کے برابر طاقت دی جائے گی۔'' حضرت انس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا اسے اتنی طاقت ہوگی؟ آپ نے فرمایا: ''اسے ایک سو آدمیوں کی طاقت دی جائے گی۔'' ❸

= پر خواہش نفس کا غلبہ ہوتا اور شہوت کے ہاتھوں کوئی مغلوب ہو کر فعل بد کر بیٹھتا، تو حاکم وقت یا قاضی کے سامنے اس کا اقرار کرنے میں اسے ذرہ برابر پس و پیش نہیں ہوتا تھا کیونکہ انہیں یقین تھا کہ اسی صورت قیامت کے دن جہنم کے عذاب سے نجات ممکن ہے اور خالص سچی توبہ کی اس کے علاوہ کوئی صورت نہیں ہے۔

قبل اس کے کہ اس بحث کو ختم کروں، ایک نوجوان کا ایک جملہ مجھے یاد آتا ہے، جس نے مجھ سے کہا تھا صحت اور تندرستی کی رو سے انجام اس وقت نہایت بھیانک تھا، جب طب نے ابھی ترقی نہیں کی تھی۔ لیکن آج جب کہ اس علم نے بڑی ترقی کر لی ہے نت نئی دواؤں اور جدید آپریشن کے ذریعہ سے آج زنا کاری کا زخم فوری مندمل ہو سکتا ہے۔ میں کہوں گا کہ یہ فقرہ حقائق کے برعکس ہے کیونکہ اس نوجوان اور اس جیسے بہتیرے نوجوانوں کے دعووں کے باوجود آج بھی زنا کاری بدترین بیماری ہے اور یہ بیماری دنیا میں جس طرح پھیلی ہوئی ہے اس سے اس دعوے کی تکذیب لازم آتی ہے۔ نیز ساری دنیا کے اطباء نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ دشوار گزار مرض ہے۔ جس سے شفایابی محال نہیں، تو مشکل ضرور ہے۔ کیونکہ جسم اور عقل و شعور پر اس مرض کے بدترین نتائج نہایت گہرے اور انتہائی ہولناک واقع ہوتے ہیں، جن کا انجام بھی بھیانک اور بے حد خطرناک ہے۔

❶ صحیح بخاری، کتاب المظالم، باب النھبی بغیر إذن صاحبه: ٢٤٧٥؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان نقصان الایمان بالمعاصی......: ٥٧۔

❷ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب: ﴿حُور مقصورات......﴾: ٤٨٧٩؛ صحیح مسلم، کتاب الجنة وصفة......، باب فی صفة خیام الجنة......: ٢٨٣٨۔

❸ حسن، سنن الترمذی، کتاب صفة الجنة، باب ماجاء فی صفه جماع اهل الجنة: ٢٥٣٦ وصححه ابن حبان: ٧٤٠٠۔

حافظ ابوعبداللہ مقدسی نے کہا: اس حدیث کے رجال میرے نزدیک مسلم کی شرط کے مطابق ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا جنت میں اپنی بیویوں تک ہماری رسائی ہوگی؟ فرمایا: ''آدمی ایک دن میں سو کنواریوں سے ملاقات کرے گا۔'' [1]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنتی جب اپنی عورتوں سے صحبت کریں گے تو وہ دوبارہ پہلی سی کنواری ہو جائیں گی۔'' [2]

اسی کتاب میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ سے دریافت کیا گیا کیا جنت والوں میں باہم نکاح ہوگا، (یعنی ہم بستری ہوگی؟) فرمایا: ''ہاں! اس طرح کہ عضو میں سستی نہ آئے گی نہ ہی شہوت منقطع ہوگی اور پوری شدت سے ہوگی۔''

اسی کتاب میں راوی موصوف سے منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کیا جنتی (مرد جنتی عورت سے) ہم بستری کرے گا؟ فرمایا: ''ہاں، پوری شدت [3] سے لیکن نہ منی نکلے گی نہ حیض آئے گا۔'' [4]

---

[1] ضعیف، المعجم الصغیر للطبرانی، ۲/ ۱۲-۱۳ والاوسط: ۵۲۶۳؛ صفة الجنة للمقدسی، ۸۲/ ۲؛ صفة الجنة لأبی نعیم: ۳۷۳ ہشام بن حسان مدلس ہیں اور سماع کی صراحت نہیں ہے۔

[2] حسن، صحیح ابن حبان: ۷۴۰۲؛ صفة الجنة للمقدسی، ۸۳/ ۳؛ صفة الجنة لأبی نعیم: ۳۹۳۔

[3] حدیث میں دحـمًا کا لفظ وارد ہے، یعنی پوری شدت سے صحبت کرنا۔ یہ لفظ حالت نصب میں اس لیے ہے کہ اس سے پہلے فعل مضارع مقدر ہے یعنی یدحمون دحما جہاں یہ لفظ مکرر ہے۔ وہاں اس کا مفہوم ہے دحما بعد دحم۔ یعنی ایک بار پوری شدت سے پھر دوبارہ بھی اسی شدت سے۔

[4] اسنادہ ضعیف، المعجم الکبیر للطبرانی، ۸/ ۹۶ خالد بن یزید بن ابی مالک ضعیف راوی ہے۔
امام ابن القیم رحمہ اللہ اپنی کتاب ''روضۃ المحبین'' میں طبرانی کی اس روایت پر حاشیہ دے کر لکھتے ہیں، جس کو ہم نے اوپر ذکر کیا:

لقد اتانا انه یغشی بیوم　　واحد مئة من النسوان
''ہم تک یہ روایت پہنچی، کہ جنتی ایک دن میں سو عورتوں سے صحبت کرے گا۔''

ورجاله شرط الصحیح رووالهم　　فیه فی معجم الطبرانی
اس روایت کے رجال صحیح کی شرط پر ہیں، صحاح کے لیے اس کو انہوں نے روایت کیا، یہی معجم طبرانی میں ہے۔

بذالك فسر شغلهم فی سورة　　من بعد فاطر یا اخا العرفان=

حضرت لقیط عقیلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا جنت میں ہمارے لیے موزوں اور صالح بیویاں ہوں گی؟ آپ نے فرمایا: ''صالح مرد صالح عورتوں کے لیے ہوں گے۔ تم ان سے اسی طرح لذت پاؤ گے جیسے دنیا میں لذت پاتے تھے۔ وہ بھی تم سے اسی طرح لذت پائیں گی البتہ ہاں! انہیں اولاد نہ ہوگی۔'' ❶

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم جنت میں صحبت بھی کر سکیں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! پوری شدت سے، اور جونہی مرد عورت کے پاس سے ہٹے گا وہ دوبارہ پاک صاف پہلی سی کنواری ہو جائے گی۔'' ❷

نوجوان مرد اور عورت توبہ کر لو ❸

آیت قرآنی

﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ

= ''اور جنتیوں کے اس مشغلہ کی طرف اس سورہ میں بھی وضاحت کی گئی ہے جو سورۂ فاطر کے بعد ہے، اے معرفت والے بھائی! اشارہ سورۂ یٰسین میں باری تعالیٰ کے اس ارشاد کی طرف ہے:

﴿اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ﴾ (۳۶/ یٰس: ۵۵)

''بے شک جنت والے آج اپنے مشغلوں میں خوش ہوں گے۔''

کثیر علمائے سلف نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے۔ اس سے مراد بکارت کی مہر توڑنا ہے (روضۃ المحبین: ص ۵) اس لیے نیک اور توبہ کرنے والے نوجوانوں کے لیے خوشخبری ہو۔

❶ ضعیف، مسند احمد، ۴/ ۱۴: ۱۶۲۰۶ عبدالرحمٰن بن عیاش کی جہالت کے علاوہ بھی کئی علتیں ہیں۔

❷ حسن، صحیح ابن حبان: ۷۴۰۲؛ صفة الجنة للمقدسی، ۸۳/ ۳؛ صفة الجنة لابی نعیم: ۳۹۳۔

❸ اس میں شک نہیں کہ سابقہ بحث یعنی عفت اور پاک دامنی کا بدلہ اور اس کا اجر جب بندہ مومن کو یہ معلوم ہوگا کہ اللہ نے جنت میں پاک دامن مردوں، عورتوں کے لیے کیسا بڑا اجر، بہتر بدلہ اور بے شمار انعامات تیار کر رکھے ہیں۔ تو ممکن ہے مومن کی رال ٹپک جائے، کیونکہ یہ وہ بہتر سے بہتر اور اعلیٰ ترین چیزیں ہوں گی، جن کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ یہ وہ چیزیں ہوں گی، جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا، نہ کسی کان نے سنا ہوگا، نہ کسی فرد بشر کے دل پر اس کا گزر ہوا ہوگا، نیز ان کا تفصیلی ذکر کرنا بھی ممکن نہیں لہٰذا اس کے بعد بھی زنا کاری میں ایسا ہی آدمی ملوث ہوگا، جس پر نفس نے اپنا پورا تسلط جما لیا ہو، شیطان اس پر حاوی ہو، وہ بھی رحمت الٰہی کو فراموش کر چکا ہو۔ اگر ایسا کوئی آدمی =

= جرائم میں گہرائی تک ڈوبا ہوا ہو اور گناہ کے خوف نے اس کے دل میں مضبوط گرہیں بنا رکھی ہوں تو ایسے لوگوں کی خدمت میں ذیل کی بحث پیش کروں گا اور واضح طور پر انہیں بتاؤں گا کہ عظیم المرتبت دین اسلام نے توبہ کرنے والے شرمسار مومن بندوں کے لیے توبہ کے دروازے کے دونوں پٹ کھول رکھے ہیں۔

استاذ فتحی کے بقول: توبہ ایک سنہرا موقع ہے جس کے اندر آدمی اپنی باطنی روح کو نئی اور تر و تازہ کر سکتا ہے۔ گناہوں اور خطاؤں کے پریشان خواب سے اپنے دل کو راحت دے سکتا ہے جس کے بعد وہ بہت جلد ایک ایسے آدمی کا روپ دھار سکتا ہے جو مغفرت اور بارگاہ الٰہی میں قبولیت رکھے۔ حاضر ہو سکتا ہے اور جس دن عالم انسانیت نے ان نفسیاتی سرسبز نخلستان کو کھو دیا۔ ان کی زندگی اجیرن ہو گی اور زندگی کے دن عذاب، اذیت، خوف اور قلق سے دوچار ہوں گے۔ ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے فی ظلال القرآن میں ہے پھر جو شخص خالص توبہ، صحیح ایمان اور نیک عمل کے ذریعے سے اس برے انجام سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر توبہ کا دروازہ کھول دے گا۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا ﴾ (۲۵/ فرقان: ۷۰)

''مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک کام کرے۔''

اور توبہ کرنے والے مومنوں کا شمار ان لوگوں میں ہو گا، کہ توبہ سے پہلے انہوں نے جو برے اعمال کیے توبہ کے بعد اللہ تعالیٰ انہیں نیکیوں سے بدل دے گا اور پچھلی نیکیوں کو اگلی نیکیوں کے ساتھ شامل کر دیا جائے گا۔

﴿ فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ﴾ (۲۵/ فرقان: ۷۰)

''تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا۔''

یہ عطیۂ خداوندی کا فیضان ہو گا، جس کے مقابلہ میں بندۂ مومن کا کوئی عمل نہیں آ سکتا ہے کیونکہ یہ وہ شخص ہو گا، جس نے راہ پائی، گمراہی سے منہ موڑا، اللہ کی مقررہ کردہ حفاظت گاہوں کی طرف لوٹ آیا اور ان میں پناہ لی۔ جب کہ اس سے پہلے اس کی زندگی سرکشی، نافرمانی، آوارگی اور گمراہی میں گزرتی رہی تھی۔

﴿ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ (الفرقان: ۷۰)

''اور اللہ بخشنے والا (اور) مہربان ہے۔''

توبہ کا دروازہ ہمیشہ کھلا ہوتا ہے۔ جس کا ضمیر بیدار ہو وہ اس دروازے سے داخل ہو سکتا ہے، اللہ کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔ اس پر کوئی روک ٹوک نہیں۔ کوئی ہو اور کتنا بڑا گناہ کیوں نہ کیا ہو اور توبہ کرنے والے پر دروازہ بند نہیں ہوا ہے۔

مناجات

قم في الدجى يا ايها المتعبد — حتى متى فوق الا سرة ترقد

''رات کے اندھیرے میں اٹھ کھڑا ہو، اے بندگی کرنے والے! تخت کے اور کب تلک محو خواب رہے گا؟''

قم وادع مولاك الذي خلق الدجى — والصبح و امض فقد دعاك المسجد

''اٹھ اور اپنے مالک مولیٰ کو پکار! جس نے رات کے اندھیرے اور صبح کے اجالے کو بنایا اور بڑھتا چلا جا، مسجد تجھے آواز دے رہی ہے۔'' =

اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۙ يُّضٰعَفْ لَهُ

واستغفر الله العظيم بذلة واطلب رضاه فانه لا يحقد

”اللہ بزرگ وبرتر سے انکساری کے ساتھ مغفرت طلب کر، اس کی خوشنودی کی جستجو کر! وہ کسی پر نہیں کڑھتا۔“

واندم على مافات واندب مامضى بالامس واذكر ما يجيء به الغد

”جو ہوا اس پر شرمندہ ہو، کل جو گزرا اس پر حسرت اور افسوس کر، البتہ جو کل آرہا ہے اسے یاد رکھ۔“

واضرع و قل يارب عفوك انني من دون عفو ليس لي ما يعضد

آہ وزاری کر اور کہہ: اے پروردگار مجھے معاف کر! تیرے عفو ودرگزر کے علاوہ میرے لیے کوئی سہارا نہیں ہے۔“

اسفا على عمري الذي ضيعته تحت الذنوب و انت فوقي ترصد

”افسوس اس عمر پر جو ضائع ہوئی، یہ زندگی گناہوں میں بسر ہوئی، جب کہ بچپن سے میری نگرانی کر رہا تھا۔“

يا رب! قد ثقلت على كبائر بازاء عيني لم تزل تتردد

”اے میرے پروردگار! کبیرہ گناہوں کا بوجھ مجھ پر بے حد بڑھ گیا ہے میری نگاہوں کے سامنے گناہوں کی گٹھڑی گھوم رہی ہے۔“

يارب! ان ابعدت عنك فان لي طمعا برحمتك التي لا تبعد

”اے میرے رب! اگر تو نے اپنے آپ سے مجھے دور کر دیا تب بھی تیری رحمت سے میں امید کرتا ہوں کہ وہ دور نہ ہوگی۔“

يارب! مالي غير لطفك ملجا لعلني عن بابه لا اطرد

”اے پروردگار! تیرے لطف وکرم کے سوا میرا کوئی سہارا نہیں، کیونکہ امید ہے کہ اسی دروازے سے میں کبھی دھتکارا نہ جاؤں گا۔“

يارب! هب لي توبة اقضي بها دينا على، به جلالك يشهد

”اے پروردگار! مجھے توبہ کی ایسی توفیق عطا فرما کہ میں اپنے کل قرضوں کو اس کی بدولت ادا کر سکوں۔ تیری عظمت اور جلال ان قرضوں پر گواہ ہے۔“

انت الخبير بحال عبدك انه بسلاسل الوزر الثقيل مقيد

”تو اپنے بندے کے حال سے آگاہ ہے، یہ بندہ بھاری گناہوں کی بیڑیوں میں جکڑا ہوا ہے۔“

انت المجيب لكل داع يلتجي انت المجير لكل من يستنجد

”ہر پکارنے والے کی پکار کو تو ہی سننے والا ہے جو تیری پناہ لیتا ہے جو تجھ سے مدد طلب کرتا ہے اسے مدد دینے والا تو ہی ہے۔“

من اي بحر غير بحرك نستقي ولا ي باب غير بابك نقصد

”تیرے دریائے رحمت کے بغیر کس کے دریا سے ہم سیراب ہو سکتے ہیں؟ تیرے دروازے کو چھوڑ کر بھلا کس کے دروازے پر ہم جا سکتے ہیں؟“

الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ۝ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝﴾ (۲۵/ الفرقان: ۶۸، ۷۰)

"اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود (حاجت روائی کے لیے) نہیں پکارتے اور جس شخص کے قتل کو اللہ نے حرام فرمایا ہے اس کو قتل نہیں کرتے مگر حق پر اور جو بدکاری نہیں کرتے اور جو ایسے کام کرے گا تو سخت سزا پائے گا، کہ قیامت کے دن اس کو دوگنا عذاب ہوگا اور اس عذاب میں ہمیشہ رہے گا۔ ذلیل (وخوار) رہے گا، مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک کام کرے تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا (اور) مہربان ہے۔"

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

"اللہ کی قسم! اللہ کو اپنے بندے کی توبہ سے اس سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے، جتنی خوشی اس شخص کو ہوتی ہے جو کسی سنسان بیابان میں اپنی اونٹنی پر سوار ہو۔ اسی اونٹنی پر اس کا کھانا اور پانی لدا ہوا اور وہ چھوٹ کر کہیں چل دی ہو وہ شخص سواری سے ناامید ہو کر ایک درخت کے پاس آئے اور اس کے سائے میں لیٹ جائے اسی حالت میں اچانک اس کو اونٹنی اپنے پاس کھڑی ہوئی مل جائے اور وہ فوراً اس کے نکیل کی رسی پکڑ لے اور انتہائی خوشی سے کہنے لگے، پروردگار! تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں؟ خوشی کی انتہا سے اس کی زبان سے یہ غلطی ہو جائے۔" [1]

لذت خود اپنے لیے سم قاتل

اس کتاب کے آغاز میں میں نے کچھ نکتے اور لطیفے ایسے بیان کیے جن کا تعلق لذت سے تھا مجھے اندیشہ ہے کہ کچھ لوگ اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ لذت سدا اچھی ہوتی ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ لذت اگر خیر ہے تو اس کے ساتھ شر بھی لگا ہوا ہے اور یہ شر ہر جگہ ہر آن موجود ہے اس لیے اگر یوں کہا جائے تو مناسب ہوگا کہ "لذت خود اپنے لیے سم قاتل ہے۔"

[1] صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب فی الحض علی التوبة...... : ۲۷۴۷۔

کیونکہ آخر یہی وہ چیز ہے جس نے بہتیرے انسانوں کو رنج ومحن اور دردناک حوادث سے دوچار کیا۔ یادش بخیر! میں نے اپنی ایک کتاب ''عاشقوں کے پوشیدہ اسرار'' میں ان لوگوں کے احوال قلم بند کیے ہیں جنہیں لذت نے اس قدر ورغلایا کہ اس کے نتیجہ میں انہوں نے یا تو دوسروں کو قتل کیا یا خودکشی کی یا خود لوگوں نے ایسوں کو مروا ڈالا۔

نیز یہ بھی اسی لذت کا اثر ہے جس کی وجہ سے خون خرابہ ہوتا ہے آدمی درد والم اور رنج اور بدبختی میں مبتلا ہو جاتا ہے، جیسا کہ زنا کی بحث میں ہم نے تفصیل سے عرض کیا۔

یہ بھی اسی لذت کا نتیجہ ہے کہ اس کے ذریعے سے خونریزی سے حفاظت ہوتی ہے صحت اور سعادت مندی محفوظ رہتی ہے دنیا میں بھی یہی ہوتا ہے اور آخرت میں بھی یہی ہوگا۔ ہم نے ابتدا کی بحث میں اس زاویے سے بھی روشنی ڈالی ہے۔

ان دونوں گوشوں کو مدنظر رکھتے ہوئے سوچنا چاہیے کہ زنا کار اور ایک شادی شدہ نوجوان کی زندگی میں آخر کتنا فرق ہے؟ معمولی سا غور کرنے کے بعد معلوم ہوگا کہ زنا کار کی زندگی چوروں اور ان کی آمدنی کی سی ہوتی ہے۔ ظاہر ہے ان کی زندگی خوف، دہشت، کشمکش، اضطراب، اذیت اور تکلیف سے پر ہوتی ہے۔

اس کے بالمقابل شادی شدہ نوجوانوں کی زندگی شریف تاجروں کی سی ہوتی ہے، جن کے چہرے مطمئن اور جن کے اوپر راحت اور مسرت کا سایہ ہوتا ہے۔

اس لیے میرے عزیز نوجوان بچو اور بچیو! ہمیشہ یاد رکھو کہ اگر اللہ رب العزت نے کسی چیز کو حرام قرار دیا ہے، تو اس سے زیادہ بہتر چیز کو حلال بھی کر رکھا ہے۔ اگر اس نے اندھا دھند عشق ومحبت کو حرام کیا تو اس لیے کہ عاشق مزاج اور محبت کرنے والا اپنے عشق کے ہاتھوں تباہ و برباد ہو کر رہ جاتا ہے اور اگر گھر بسانے اور بستیاں آباد کرنے والی محبت کو حال قرار دیا تو اس لیے کہ اس محبت کے طلب گار شادی شدہ جوڑے یہ چاہتے ہیں کہ شادی کی ڈور سدا بندھی رہے، زندگی پائیداری کے ساتھ گزرتی رہے، سعادت اور خوش قسمتی کا دور دورہ ہو، خاندان کی تعمیر عمل میں آئے، نیک اولاد پیدا ہو، تاکہ ان کی تعلیم اور تربیت ایسی کی جائے جس کی وجہ سے آنے والی یہ نسلیں اپنی ماں اور پوری امت کی آنکھوں کا تارا بن سکیں۔

غیرت کی آگ ازدواجی سعادت اور برکتوں کو خاکستر کر دیتی ہے

اچھی اور بری غیرت [1]

﴿ وَلَهُمْ فِيهَآ أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ﴾ (۲/ البقرۃ:۲۵)

''اور وہاں ان کے لیے نیک بیویاں [2] ہوں گی۔''

احادیث نبوی ﷺ

''اللہ رب العزت سے زیادہ کوئی غیرت والا نہیں ہے اس لیے اس نے جملہ بے حیائی کی باتوں کو حرام کر رکھا ہے چاہے ظاہری ہوں یا پوشیدہ۔ اللہ تعالیٰ سے زیادہ کسی کو تعریف پسند نہیں ہے۔'' [3]

''بندۂ مومن غیرت کھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ غیرت کھانے والا ہے۔'' [4]

---

[1] غیرت کی شکار عورت کس قدر بدبخت اور اس کی زندگی کتنی تباہ ہوتی ہے۔ ایک عورت نے مجھے بتایا: میری ایک سہیلی بڑی شکی مزاج تھی۔ غیرت اس کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ جب کبھی اس کا شوہر کہیں جانے کے لیے نکلتا، کسی سے کوئی وعدہ کرتا، ٹیلی فون پر بات چیت کرتا، کوئی خط لکھتا، غور و فکر میں ڈوبا ہوتا، خوشی اور مسرت سے پھولا نہ سماتا یا مسکراتا ہوتا، تو اس کی بیوی کو یہ یقین ہو جاتا کہ اس کے دماغ پر ضرور کوئی عورت سوار ہے۔

بالآخر یہ احمق عورت حکمت اور دانائی کے ساتھ اپنے اوپر قابو پانے اور اپنی گئی گزری بیماری کو جڑ سے نکالنے میں ناکام رہی، تا آنکہ بے عیب شوہر سے بھی ہاتھ دھو بیٹھی۔

کبھی یہ غیرت مرد و عورت دونوں کے سروں پر سوار ہوتی ہے، جس کا ازالہ ضروری ہے اور عقل و ہوش والا یہ کر سکتا ہے، نیز یہ بھی ضروری ہے کہ کسی بگاڑ کے رونما ہونے سے پہلے اس مرض کا علاج کر لیا جائے، ورنہ یہ بیماری جڑ پکڑے گی، دن گزرنے پر اس میں ترقی ہوگی اور پھر شفایابی محال ہوگی۔

[2] امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یعنی حیض، پیشاب، پاخانے اور آلودگی سے پاک ہوں گی، اسی طرح ہر ایسی گندگی سے پاک صاف ہوں گی جس سے دنیا کی عورتیں آلودہ ہوتی ہیں، نیز ان کا باطن غیرت سے مبرا ہوگا۔ مردوں کو اذیت پہنچانے کے جذبے سے خالی ہوں گی، ان پر زیادتی نہ کریں گی، نہ ان کے علاوہ کسی کا دل میں رجحان رکھیں گی۔ (روضۃ المحبین ص ۲۴۱، ۲۴۲)

[3] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله تعالى: ﴿ولا تقربوا الفواحش......﴾: ٤٦٣٤؛ صحيح مسلم، كتاب التوبة، باب غير الله تعالى: ٢٧٦٠۔

[4] صحيح مسلم، كتاب التوبة، باب غير الله تعالى......: ٢٧٦١[٦٩٩٩]۔

''اللہ تعالیٰ غیرت کرتا ہے بندہ مومن کو بھی غیرت آتی ہے۔ اللہ کو غیرت [1] اس سے آتی ہے کہ کوئی مومن ایسا کام کرے، جسے اللہ نے حرام کر رکھا ہے۔'' [2]

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو دیکھ لوں تو اسے تلوار سے دھار کی جانب سے مار ڈالوں گا۔ [3] حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگو! کیا تمہیں

---

[1] مناوی نے ''فیض القدیر'' میں لکھا ہے۔ لوگوں میں اعلیٰ واشرف اور بلند ہمت وہ ہیں جو سب سے زیادہ باغیرت ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جو صاحب ایمان بندہ غیرت کے موقع پر غیرت کھاتا ہے، اپنے پروردگار کی منجملہ صفات میں سے ایک صفت کے اندر اس کی موافقت کرتا ہے اور جو بندہ اوصاف الٰہی میں اس کی موافقت کرتا ہے وہ صفت اس کے زمام اختیار میں ہوتی ہے، بندہ اس پر حاوی ہوتا ہے اور یہی صفت اسے رحمت الٰہی سے قریب کرتی ہے۔

کہاں غیرت کی بابت یہ وضاحت اور کہاں ان لوگوں کا حال جو غیرت سے محروم ہوگئے اور اس محرومی کا نتیجہ آج ہم یہ دیکھتے ہیں کہ بہتیرے لوگ بے غیرت ہو چکے ہیں، ان کی آنکھوں کا پانی مر چکا ہے، جس کی وجہ سے وہ اپنی بیویوں، بیٹیوں اور بہنوں کو سجا کر بے پردہ سڑکوں، چوراہوں اور پارکوں میں پھراتے ہیں، تاکہ عزت وعصمت کے لٹیرے ان کی ٹوہ میں لگے رہیں۔ عفت اور پاک دامنی کے دشمن ان پر تاخت وتاراج کریں۔

[2] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الغیرۃ: ۵۲۲۳؛ صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، باب غیرۃ اللہ تعالیٰ......: ۲۷۶۱۔

[3] دھار کی طرف سے مار ڈالوں گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تلوار کی پشت یا اس کے داہنے بائیں رخ سے نہیں، بلکہ براہ راست دھار سے مار کر اسے موت کے گھاٹ اتار دوں گا۔

ابوالفرج نے ''کتاب نسواں'' میں لکھا ہے: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تین عادتیں اشراف لوگوں کے اندر ہوتی ہیں۔ معاف کرنا، پیٹ کو مضبوطی سے گڑائے (روکے) رکھنا اور غیرت کرنے میں غلو سے پرہیز کرنا۔

قیس بن زہیر کسی عرب کے یہاں ٹھہرا۔ گفتگو کے دوران اس نے ان سے کہا۔ میں غیرت مند، فخر کرنے والا اور پہل کرنے والا ہوں، لیکن جب تک وہ کچھ دیکھ نہیں لیتا، مجھے غیرت نہیں آتی۔ جب تک کوئی کام نہ کروں اس پر فخر نہیں کرتا جب تک مجبور نہ کیا جاؤں اپنی طرف سے پہل نہیں کرتا۔ ابوالفرج کہتے ہیں: اس کے بعد لوگوں نے معاویہ پر اس بارے میں نکتہ چینی کی، کہ انہوں نے اشراف کی ایک عادت یہ بتائی تھی کہ غیرت کرنے میں وہ غلو نہیں کرتے۔ حالانکہ جسے لوگ عیب سمجھتے ہیں میں اسے کوئی عیب شمار نہیں کرتا۔ کیونکہ افراط اور غلو حدود سے تجاوز اور عورت پر حد سے زیادہ ظلم وستم کو کہتے ہیں۔ نیز قیس بن زہیر کے اس قول پر بھی نکتہ چینی کی گئی کہ ''جب تک دیکھ نہیں لیتا مجھے غیرت نہیں آتی۔'' حالانکہ میں سمجھتا ہوں کہ دیکھ لینے سے زہیر کی مراد سبب کا دیکھ لینا ہے، وقوعہ کا دیکھ لینا نہیں (کیونکہ اول الذکر پر غیرت آنی چاہیے، آخر الذکر پر تو غیرت آیا ہی کرتی ہے۔ عورت کی شدید غیرت کی یہ کہانی بھی مشہور ہے کہ ایک شخص اپنی اہلیہ کے پہلو میں لیٹا ہوا تھا۔ پھر وہ اٹھ کر دوسرے کمرے میں گیا اور اپنی ایک کنیز سے ہم بستر ہوا۔ اہلیہ جاگ اٹھی۔ دیکھا تو اس کا شوہر آس پاس کہیں نہیں تھا۔ باہر نکل کر دیکھا، تو شوہر کنیز کے اوپر سوار تھا۔ عورت الٹے پاؤں واپس آئی اور ایک چھری لے کر نکلی شوہر فوراً وہاں سے ہٹ گیا۔ بیوی کے پاس آیا تو اس کے ہاتھ میں چھری دیکھی۔

= پوچھا کیوں کیا ہوا؟ اس نے کہا ہوا کیا؟ میں نے تمہیں کنیز کے اوپر دیکھ لیا ہے۔ اب میں چھری لائی ہوں، تا کہ دونوں سے بدلہ لوں۔ شوہر نے کہا کیا کہتی ہو؟ یہ میں نہیں تھا شاید تم غنودگی اور تیز نیند میں تھیں! اس نے کہا اچھا! اسلام نے جنابت کی حالت میں قرآن پاک کی تلاوت سے منع کیا ہے اگر تم جنبی نہیں ہو تو کہیں سے ذرا قرآن پاک پڑھ کر سناؤ! یہ عورت بے چاری ان پڑھ تھی، قرآن پاک اور دوسری عبارت میں امتیاز نہیں کر پاتی تھی۔ اس کی اس کمزوری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے شوہر نے ذیل کے اشعار کو قرآن پاک کی طرح پڑھنا شروع کیا:

اتـانـا رسـول الله يتـلـو كتـابـه　　　كـمـالاح منشور من الصبح ساطع

''اللہ کے رسول ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور اللہ کی کتاب ہمیں پڑھ کر اس طرح سنائی جیسے صبح کی کرنیں پھوٹ کر روشنی پھیلاتی ہیں۔''

ارانـا الـهـدى بـعـد الـعـمـى فقلوبنا　　　بـه مـوقـنـات ان مـا قـال واقـع

''اندھیاری کے بعد آپ نے ہمیں راہ ہدایت دکھائی چنانچہ ہمارے دلوں نے اس پر یقین کیا اور یہ سمجھ لیا کہ آپ نے جو کچھ کہا ہے وہ ہو کر رہے گا۔''

يبيت يـجـافـى جـنـبـه عن فراشـه　　　واذا استـثـقـلـت بالكافرين المضاجع

''آپ کی راتیں اس طرح گزرتی ہیں کہ پہلوئے مبارک بستر سے دور ہوتا ہے جب کہ کافروں کی خواب گاہیں ان کے بوجھ سے دبی ہوتی ہیں۔''

اس عورت نے یہ سنا تو کہنے لگی میرا اللہ پر ایمان ہے، سچ ہے میری آنکھوں نے دھوکا کھایا۔ اس طرح یہ بے چاری فریب میں آ گئی۔

بستر سے دور رہنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ بستر سے دور رہتے ہیں۔ تہائی رات رہ جاتی ہے تو تہجد کے لیے اٹھتے ہیں اور یہی صاحب ایمان بندوں کی شان ہے۔ ان کے اوصاف بیان کرتے ہوئے باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ﴾ (٣٢/ السجدة: ١٦)

''ان کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں (اور) وہ اپنے پروردگار کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں۔''

قرآن پاک کو چھونے کی بحث چھڑی تو اس مناسبت سے ہم عرض کریں گے کہ جنبی اور حائضہ عورت کے لیے قرآن پاک کا چھونا حرام نہیں ہے، البتہ افضل یہی ہے کہ پاکی کے ساتھ یہ قرآن پاک کو ہاتھ لگائیں اور یہ جو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌۙ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍۙ لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَؕ ﴾ (٥٦/ الواقعة: ٧٧، ٧٩)

''کہ یہ باعزت قرآن ہے (جو) محفوظ کتاب میں (لکھا ہوا) ہے اس کو وہی ہاتھ لگاتے ہیں جو پاک ہیں۔'' اس آیت میں ہے کہ ضمیر لوح محفوظ کی طرف لوٹتی ہے قرآن کریم کی طرف نہیں۔ اور مطھرون سے مراد ملائکہ ہیں رہی یہ حدیث:

((لا يمس القرآن الا طاهر))

''قرآن پاک کو طہارت والا ہی چھو سکتا ہے۔'' =

= اس میں طہارت والے سے مراد صاحب قرآن ہے اور ایک دوسری صحیح حدیث میں ہے:

((المومن لا ینجس))

"مومن ناپاک نہیں ہوتا۔" (صحیح بخاری: ۲۸۵)

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جس شخص کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہوگی، وہ اس کی محبت اور عظمت کے مطابق اللہ اور اس کے رسول کے لیے غیرت کرے گا اور اگر اس کے دل میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے غیرت نہیں، تو محبت سے بھی اس کا دل کہیں زیادہ خالی ہوگا۔ اگر وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کا شمار محبت کرنے والوں میں ہے، تو وہ جھوٹا ہوگا کیونکہ انسانوں کی دنیا میں جو شخص کسی انسان سے محبت کا دم بھرتا ہے اور غیروں پر نگاہیں ڈالتا ہے ایسا آدمی اپنے محبوب کی عزت سے کھیلتا ہے، اس کی توہین کرتا ہے، اس کے نام پر بٹہ لگاتا ہے۔ جب کہ اسے غیرت آنی چاہیے لیکن غیرت اس لیے نہیں آتی کہ اس کا دل سرد پڑ چکا ہے۔ اس لیے جو بندہ اللہ سے محبت کا دم بھرتا ہے، اس کے سامنے اس کی حرام چیزوں کے حلال کیے جانے پر اسے غیرت نہ آئے، اس کے حقوق پامال کیے جائیں اور اسے کوئی احساس نہ ہو، تو کیا ایسے شخص کی غیرت درست ہوگی؟ غیرت کی کم ترین قسم یہ ہے کہ اپنے نفس اور شیطان کے خلاف اسے غیرت آئے، اگر یہ غیرت اس کے دل میں پیدا ہوئی تو حقوق میں حد سے تجاوز پر اسے اپنے محبوب پر بھی غیرت آئے گی وہ معصیت یا نافرمانی کرے گا تو اس پر بھی اسے غیرت آئے گی اور اگر دل کے اندر سے یہ غیرت نکل گئی تو اس کے ساتھ ساتھ محبت بھی رخصت ہو جائے گی، اس کا دین بھی اس سے چلا جائے گا، خواہ اس کے آثار اس کے اندر باقی رہیں۔

یہی غیرت اللہ کی راہ میں جہاد اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی جڑ اور بنیاد ہے۔ غیرت ہو تو آدمی جہاد، برائی سے روکنے اور بھلائی کا حکم دینے کے لیے آمادہ ہوگا اور اگر دل اس دولت سے خالی رہا تو آدمی نہ جہاد کرے گا، نہ بھلائی کا حکم دے گا، نہ ہی برائی سے منع کرے گا کیونکہ وہ یہ سب اپنے رب سے غیرت کھانے کی وجہ سے کرے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب لوگوں کی علامت ہی جہاد کو بتایا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴾ (۵/ المائدۃ: ۵٤)

"اے ایمان والو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے گا تو اللہ ایسے لوگ پیدا کر دے گا جنہیں اللہ دوست رکھتا ہوگا اور وہ اس کو دوست رکھتے ہوں گے۔ وہ مسلمانوں کے حق میں نرم دل ہوں گے لیکن کافروں کے مقابلہ میں سخت ہوں گے۔ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔ اور اللہ بڑی وسعت رکھنے والا (اور) جاننے والا ہے۔"

لائق تعریف غیرت اور پسندیدہ محبت یہ ہے کہ اگر عاشق و معشوق یا محب اور محبوب کے درمیان کوئی تیسرا حائل ہونے لگے تو اسے سخت ناگوار سمجھا جاتا ہے اور کسی صورت برداشت نہیں کیا جاتا۔ حقیقت حال کی خبر صرف باری تعالیٰ کو ہے۔ لیکن غالباً اسی نکتہ کے تحت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازی کے سامنے سے گزرنے والوں کو دفع کرنے کا حکم فرمایا۔ یہاں تک کہ ان سے لڑنے اور انہیں جان سے مار ڈالنے کی بھی تاکید کی ہے۔ نیز یہ بھی فرمایا: "اس گزرنے والے =

سعد کی غیرت سے تعجب ہوتا ہے؟ میں اس سے زیادہ غیرت والا ہوں اور اللہ مجھ سے زیادہ غیرت والا ہے۔'' [1]

''ایک غیرت وہ ہے جو اللہ کو محبوب ہے اور ایک غیرت وہ ہے جو اللہ کو سخت ناپسندیدہ ہے۔ جو غیرت اللہ کو پسند ہے وہ یہ ہے کہ شک وشبہات کے مواقع پر اللہ سے غیرت کی جائے۔ اور اللہ کو ناپسندیدہ غیرت یہ ہے کہ غیر مشکوک چیزوں میں بھی اللہ سے غیرت کی جائے۔'' [2]

= کو اگر اس کے گناہ کا علم ہو جائے تو چالیس سال تک رک کر انتظار کرنے کو وہ اس سے زیادہ بہتر سمجھے گا کہ نمازی کے آگے سے گزرتا چلا جائے۔'' (بخاری: ۵۱۰، مسلم: ۵۰۷)

سامنے سے گزرنے کی شدید اذیت اور تکلیف کو کچھ وہی محسوس کرسکتا ہے جس کا دل حاضر باش ہو اور خود کو محبوب کے سامنے موجود پاتا ہو۔ اس کے اور محبوب کے درمیان سے مغایرت اور دوری کے پردے سمٹ گئے ہوں۔ اس صورت میں اس کے اور اس کے پروردگار کے درمیان کسی کا گزرنا اس کی نظر میں ایسا ہوگا جیسے عاشق ومعشوق کے درمیان کوئی بغض وحسد اور چغلی کھا کر ان کے درمیان دشمنی پیدا کرنے کے لیے کوشاں ہو۔ پھر جس پر گزرتی ہے اور جسے ذائقہ ملا ہے وہی فیصلہ کرسکتا ہے اور پھر وہ انکاری بھی نہ ہوگا۔ (روضۃ المحبین ص ۲۷۴، ۲۷۵ ص ۲۸۰، ۲۸۱)

[1] صحيح بخاری، كتاب التوحيد، باب قول النبی ﷺ: ((لا شخص أغير من الله))؛ صحيح مسلم، كتاب اللعان: ۱۴۹۹ [۳۷۶۴]۔

[2] حسن، سنن ابی داود، كتاب الجهاد، باب فی الخيلاء فی الحرب: ۲۶۵۹؛ سنن النسائی، كتاب الزكوٰة، باب الاختيال فی الصدقة: ۲۵۵۹۔

یہ حدیث کس قدر زبردست راہنمائی اپنے اندر رکھتی ہے۔ اس لیے غیرت کی یہ وضاحت اگر مدنظر رہی اور ناپسندیدہ غیرت کو بھی اگر بخوبی سمجھ لیا گیا جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا تو معلوم ہو جائے گا کہ زمانۂ جاہلیت میں غیرت کا جو مفہوم لوگوں کے عقل وشعور پر سوار تھا اور وہ جس قسم کی غیرت کرتے تھے آخر یہی تو وہ اسباب تھے جن کی بدولت خاندان تباہ اور نسلیں برباد ہوتی تھیں۔

دور کیوں جائیے! خود مجھے اس کا اعتراف ہے کہ میں بھی اس دور سے گزرا ہوں۔ چنانچہ میرے عنفوان شباب کا زمانہ تھا میرا مکان ایک دیہات میں تھا جو دور پہاڑی سے سامنے کی طرف نظر آتا تھا۔ ان دنوں میں اپنی بیوی پر دباؤ ڈالا کرتا تھا کہ وہ پردہ سے رہے تاکہ کوئی چرواہا یا دوسرا کوئی راہ گیر گزرتے ہوئے دیکھ نہ لے، حالانکہ اس کا تصور بھی ممکن نہ تھا نہ ہی حقیقت میں اس کا ظہور ہوسکتا تھا۔ کیونکہ گھر اور کمرہ کی دیواروں سے کافی پردہ ہو جاتا تھا یونہی جب میں تفریح کے لیے اسے لے کر چلتا تو وہ اپنا منہ کھولے ہوتی تھی۔ اس اثنا میں اگر یک بیک کسی راہ گیر سے مڈبھیڑ ہو جاتی تو میں ایک دنیا ہلا کر رکھ دیتا تھا اور اس کے اور اپنے لیے تفریح کا سارا لطف غارت کر دیتا تھا۔ حالانکہ چہرہ آرائش سے خالی ہو تو وہ لائق ستر نہیں ہوتا لیکن درحقیقت یہ اسلام سے ناواقفیت کا نتیجہ تھا۔

دونوں میاں بیوی کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ باہوش اور بیدار مغز رہوں۔ اپنی نگاہوں اور اپنے دل میں شک وشبہ کا گزر نہ ہونے دیں۔ ورنہ وہم وگمان، شیطانی وسوسے اور آقائی کے زعم کا یہی وہ خلل ہے جس سے زندگی تباہ، =

= خاندان برباد اور گھر کا گھر ویران ہو کر رہ جاتا ہے۔ غیرت کا سب سے حیرت انگیز اور عجیب و غریب رد عمل یہ ہے کہ قرون وسطی کے فرنگی گھڑ سوار دستے جب میدان جنگ کا رخ کرتے تو قفل والی لوہے کی سلاخیں استعمال کرتے تھے۔ یہ غریب اپنی بیویوں کو تالے لگی ہوئی ان سلاخوں کے پیچھے ڈال کر جاتے تھے تا کہ اس طرح ان کی عصمت وعفت یقینی طور پر محفوظ رہ سکے۔ میاں بیوی بالخصوص دین دار میاں بیوی کو بطور نصیحت تاکید کے ساتھ میں کہوں گا کہ وہ ایک دوسرے کے لیے میدان خالی چھوڑ دیں اور یہ اطمینان رکھیں کہ ان کا پروردگار اور ان کا اپنا ضمیر خود ان کا نگراں کار ہے۔ اس طرح اس میں شک نہیں کہ غیرت کے ہاتھوں خاندان کا چین اور سکون غارت نہ ہوگا۔ خصوصاً اگر دونوں نے شریعت کی پابندی کی، اس کی حدود کا خیال رکھا، ہیجان انگیز شہوانی مناظر سے اپنے آپ کو بچائے رکھا، اختلاط اور پرائے مردوں و عورتوں سے آزادانہ میل ملاپ سے دور رہے۔ بیوی بے پردہ گھومنے سے بچتی رہی جس سے کسی بیدار مغز شوہر کا دل میلا ہوسکتا ہے تو ان کے لیے کسی قسم کی کوئی دشواری پیدا نہیں ہوسکتی۔ اسی مناسبت سے یہ تنبیہ کرنا بھی میں مناسب سمجھوں گا کہ بلا وجہ کسی شک وشبہ کے بغیر بار بار غیرت میں آنا اور مرد کا اپنی بیوی کو یا بیوی کا اپنے خاوند کو تنگ کرنا بسا اوقات ایک دوسرے کو غلط راہ پر ڈال سکتا ہے اور انہیں حرام کاری کے ارتکاب پر مجبور کرسکتا ہے۔ بالخصوص جب کہ دونوں کمزور دل ہوں اور دونوں کا ایمان بھی مضمحل ہو اس لیے سخت پرہیز اور بڑی احتیاط کی ضرورت ہے بعض اہل علم نے لکھا ہے:

ضرورت اس بات کی ہے کہ بیوی اپنے خاوند کی وکیل دفاع اور اس کی حمایتی ہو۔ سراغرسانی کے محکمہ کی انچارج نہ ہو جو گھر میں آتے ہی غریب خاوند پر سوالات کی بوچھاڑ کر دے۔ مثلاً کہاں تھے؟ کیا کر رہے تھے؟ دیر سے کیوں آئے؟ کس کس سے گفتگو کی؟ کیا کہہ رہے تھے؟ صاف کہو بات کیا تھی؟ وغیرہ وغیرہ۔ اس لیے کہ بیویوں کی یہی وہ سرشت اور خصلت ہے جو اچھے خاصے گھر کو جہنم کا گڑھا بنا دیتی ہے۔ بعض نے اسی غیرت کا عنوان دے کر کہا ہے:

ما احسن الغيرة في حينها — واقبح الغيرة في غير حين

''غیرت اپنے موقع پر ہو تو کتنی بہتر ہے لیکن یہ غیرت بے موقع پر ہو تو کیسی بدترین چیز ہے۔''

من لم يزل متهما عرسه — متبعا فيها لقول الظنون

''جس کسی نے اپنی دلہن پر تہمت نہیں لگائی گمان کرنے والی باتوں کے پیچھے آنکھیں بند کر کے نہ پڑا۔''

يوشك ان يغريها بالذي — يخاف ان تبرزها للعيون

''عنقریب وہ اس پر کوئی ایسی تہمت رکھے گا جس کے بارے میں اندیشہ ہے کہ آنکھیں اسے ظاہر کر دیں گی۔''

حسبك من تحصينها وضعها — منك الى عرض صحيح ودين

''اس کی حالت کی پاکی کے لیے تمہیں اتنا جاننا کافی ہے کہ تمہارے بہ نسبت اس کی عزت درست اور اس کا دین ٹھیک ہے۔''

لا يطعن منك على ريبة — فيتبع المقرون خبل القرين

''جب شک کے باوجود تمہیں طعن و تشنیع نہیں کی جاتی تب ساتھی بھی اور زیادہ مضبوطی سے ساتھ ہو جاتا ہے۔''

غیرت کے عجوبے

انی اغار عليك من عينيك — من بائعات الورد في خديك =

= ''مجھے تمہاری آنکھوں پر غیرت آتی ہے۔ تمہارے گلاب فروش دونوں رخساروں پر غیرت آتی ہے۔''

من فاحم الشعر الكثيف محوري   كالليل مسدود لاحتى كتفيك

''مجھے محروم رکھنے والے سیاہ گھنے بالوں پر غیرت آتی ہے جو سیاہ رات تک تمہارے مونڈھوں تک لٹکے ہوئے ہیں۔''

عند انفراج السحر من شفتيك

''تمہارے ہونٹوں کے کھلنے پر صبح کی کرن جو پھوٹتی ہے اس پر مجھے غیرت آتی ہے۔''

نیز حضور ﷺ نے اس سے منع فرمایا کہ آدمی رات میں اپنے گھر اس طرح آئے کہ ان کی آسودگی کو تختی سے بدل دے اور ان کی لغزشوں کی ٹوہ میں لگ جائے۔ (صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب السفر قطعة من العذاب...... : ۷۱۵ قبل حديث: ۱۹۲۹)

اس بحث کے خاتمہ پر چند باتیں ہم عرض کریں گے اور یہ بتائیں گے کہ کون سی غیرت تعریف کے لائق ہے اور کونسی تعریف کے لائق نہیں ہے۔

ڈاکٹر امیر بقطر نے رسالہ ''جدید تربیت'' (جلد ۱۲ شمارہ ۳۴) میں لکھا ہے۔ جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

دیگر نفسیاتی امراض کی طرح غیرت بھی مریض کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ اس کے توازن کو بگاڑ دیتی ہے اس کی شخصیت کا وقار مجروح ہو جاتا ہے اس کی شعور وادراک والی زندگی کشمکش کا شکار ہو کر رہ جاتی ہے اس کا جسم ہڈیوں کا ڈھانچہ بن جاتا ہے اس کے عقلی قوی گراوٹ کا شکار ہو جاتے ہیں اور اس کی تخلیقی صلاحیت اور کارکردگی کی توانائی گھٹتی چلی جاتی ہے۔

غیرت درحقیقت کمی اور کوتاہی کا ایک احساس ہے اور اس حد تک تو مضائقہ نہیں بشرطیکہ عام کیفیت یہی ہو۔ کیونکہ اس قسم کا احساس پیدا ہونا بھی اپنی طرف سے ایک قسم کی مدافعت ہے اور یہ جذبہ کبھی منافست اور آگے بڑھنے کے صحیح فطری حوصلہ کی راہ میں رکاوٹ کا سبب بنتا ہے۔ بلند پروازی اور اونچا جانے کے لیے درپیش خطرات کے مقابلہ میں مزاحم ہوتا ہے۔ حقیقی صورت حال کم وبیش یہی ہے۔

لیکن اس میں شک نہیں کہ جملہ اوصاف طبائع اور صالح جذبات کی طرح غیرت اپنے میں مبتلا آدمی کے لیے بسا اوقات وبال جان اور مصیبت کا سبب بن جایا کرتی ہے۔ خصوصاً جب آدمی غیرت کرنے میں حد سے بڑھ جاتا ہے تو یہ جذبہ اسے لے ڈوبتا ہے اور سدا اسے دل گرفتہ اور آزردہ بنائے رکھتا ہے۔

علم نفسیات کی رو سے غیرت کی جو تعریف کی جاتی ہے انگلش ڈکشنری بھی اس کی مکمل تائید کرتی ہے۔ چنانچہ غیرت کی تعریف وہ یوں کرتی ہے ''غیرت آدمی کا اندرونی ڈر اور خوف ہے جو اس لیے رونما ہوتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ اس کے بالمقابل ایک مزاحم پیدا ہوا ہے۔''

جب کہ عربی زبان کی لغات غیرت کی تعریف ان الفاظ سے کرتی ہیں: ''حمیت کے ساتھ خودداری اور بڑائی کا وہ جذبہ جو غیر کی شرکت کو لمحہ بھر کے لیے برداشت نہیں کرسکتا۔''

نیز سب سے زیادہ افسوسناک پہلو یہ ہے کہ عورتیں عام طور پر جس غیرت کا شکار ہوتی ہیں اور جس کی وجہ سے ان کی بڑی تعداد ہلاکت اور بربادی کا شکار ہوتی ہے۔ خودکشی قتل وخونریزی یا پھانسی کا سبب بنتی ہے۔ یہ غیرت بذات خود نہ صحیح ہوتی ہے نہ ہی اس کی کوئی حقیقت یا جڑ بنیاد ہوتی ہے۔

جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کر لینے کے بعد باغی اندر گھسے تو آپ کی اہلیہ حضرت نائلہ نے سر کھول کر بالوں کو بکھیر لیا۔ غالباً اس طرح انہوں نے باغیوں کی غیرت کو للکارنا چاہا اور یہ دکھانا چاہا کہ اگر ان کے اندر مردانگی، شرافت اور خودداری کا جوہر ہے تو ان کا یہی جذبہ اس عفیفہ کے لیے معاون ہوگا۔ اتفاق سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نظر ان پر پڑی تو آپ نے جوشِ ایمان کے ساتھ چلا کر انہیں ڈانٹا اور فرمایا: تم اپنی چادر اوڑھ رکھو تمہارے بالوں کے یوں کھلے رہنے سے کہیں زیادہ ان کا اس طرح مجھ پر حملہ آور ہونا میرے لیے آسان ہے۔ [1]

عورتوں کی غیرت کتنی شدید ہوتی ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی غیرت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صبر وضبط کے کچھ نمونے

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑی رقت طاری ہوئی۔ آپ بقیع [2] تشریف لے گئے تاکہ وہاں خاک میں آسودہ ہونے والوں کو سلام عرض کریں۔ جب صبح ہوئی تو سویرے ہی آپ کا گزر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر ہوا، آپ نے دیکھا کہ انہیں سر میں شدید درد ہے اور درد کی شدت سے وہ کہہ رہی ہیں: ''ہائے میرا سر'' یہی وہ وقت تھا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مرض کی تکلیف کو پہلی مرتبہ محسوس کیا، آپ نے فرمایا: ''عائشہ اللہ کی قسم! میں بھی سر کی اسی شدید تکلیف میں مبتلا ہوں۔'' اس کے بعد جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دوبارہ دردِ سر کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ازروئے مزاح فرمایا: ''(دیکھو) اگر تم مجھ سے پہلے مر بھی گئیں تو تم ہرگز خسارے میں نہ رہو گی۔ اس لیے کہ میں خود تمہاری تجہیز و تکفین کروں گا، تمہاری نماز جنازہ پڑھ کر تمہیں دفن کروں گا۔''

اب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا غیرت کے جذبہ سے مغلوب تھیں۔ آپ نے چیخ کر فرمایا: (ہاں کیوں نہیں!) تاکہ میری جگہ دوسری آ جائے۔ اللہ کی قسم! اگر آپ نے میری (تجہیز و تکفین کی خاطر) یہ سب کر بھی لیا تو (مجھے اندیشہ ہے کہ) آپ لوٹ کر میرے اس حجرے میں تشریف

[1] یہ واقعہ غیر ثابت ہے۔ واللہ اعلم [2] مدینہ منورہ کا قبرستان۔

لائیں گے اور اپنی کسی اہلیہ سے تخلیہ فرمائیں گے۔ حضور ﷺ نے یہ سنا تو چہرہ انور پر ایک لطیف تبسم پھیل گیا اور رفتہ رفتہ آپ کا درد ہلکا ہو گیا۔ [1]

ایک دن حضور ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا: ''کیا تمہیں بھی غیرت آتی ہے؟'' انہوں نے عرض کیا کیوں نہیں! آخر مجھ جیسی کو آپ جیسے پر غیرت کیوں نہ آئے گی؟ [2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے پاس امہات المومنین میں سے کسی نے کھانا بھیجا، یہ ایک رکابی تھی جس میں ثرید تھا۔ اس وقت آپ اپنی کسی اہلیہ کے گھر رونق افروز تھے۔ اس بیوی (یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) نے غلام کے ہاتھ پر مارا اور رکابی گر گئی۔ آنحضرت ﷺ نے رکابی کے ٹکڑے جمع کیے پھر اس میں جو کھانا تھا اسے سمیٹنے لگے اور آپ فرماتے جاتے تھے: ''کھالو تمہاری ماں (حضرت سارہ) نے بھی (ایسی ہی) غیرت کی تھی۔'' (حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے اپنی سوکن حضرت ہاجرہ سے غیرت کھا کر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا تھا کہ انہیں کسی جنگل میں چھوڑ آؤ یا اس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی مراد ہو سکتی ہیں۔) پھر آپ نے خادم کو ٹھہرا لیا اور جس بیوی کے مکان میں تھے اس کے یہاں سے رکابی منگوا کر اس بیوی کو دلوا دی، جس کی رکابی ٹوٹ گئی تھی۔ [3]

جب حضور ﷺ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو لے کر مدینہ منورہ تشریف لائے انہیں اپنے حرم میں شریک فرمایا اور راستہ میں ان سے زفاف کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں میں نے لباس بدلا اور دیکھنے کے لیے نکلی، آپ نے مجھے پہچان لیا۔ آپ نے میری طرف رخ کیا، میں پلٹ گئی۔ آپ نے تیز چل کر مجھے آلیا اور سینہ سے لگا کر فرمایا: ''تم نے اسے کیسی پایا؟'' میں نے

---

[1] اسنادہ ضعیف، ابن حبان: ٦٥٨٦؛ سنن ابن ماجه، كتاب الجنائز، باب ماجاء فی غسل الرجل امرأته......: ١٤٦٥؛ مسند احمد، ٦/ ٢٢٨ محمد بن اسحاق اور زہری مدلس ہیں اور سماع کی صراحت نہیں ہے۔

[2] صحيح مسلم، كتاب صفات المنافقين......: باب تحريش الشيطان......: ٢٨١٥۔

[3] صحيح بخاری، كتاب النكاح، باب الغيرة: ٥٢٢٥۔

حضور اکرم ﷺ کیسے حکیم و دانا اور مدبر تھے آپ نے شدید غیرت کے عالم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رکابی کا معاوضہ طلب نہیں فرمایا بلکہ جب یہ جذبہ سرد پڑا اور انہیں کچھ سکون حاصل ہوا تب آپ نے عوض معاوضہ کیا اسی حکمت و تدبیر سے مردوں کو آراستہ ہونا چاہیے۔

عرض کیا یہودی کی بیٹی یہودن ہی تو ہے، یعنی قیدی ہے۔ [1]

(حافظ دمشقی نے مرافعات میں اس کو ذکر کیا۔طبری نے مناقب امہات المومنین میں یہی کہا ہے۔)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایک مرتبہ جب میری باری کی رات آئی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف فرما ہوئے تو آپ نے خیال فرمایا کہ میں سو چکی ہوں، اس کے بعد آپ آہستہ سے نکلے، میں بھی فوراً آپ کے پیچھے آہستہ سے چل پڑی۔ (میں نے خیال کیا کہ شاید آپ اپنی کسی بیوی کے پاس تشریف لے گئے ہیں اس لیے میں پیچھے پیچھے چلی۔) حضور قبرستان بقیع میں تشریف لے گئے۔اس کے بعد آپ واپس لوٹے میں بھی لوٹ آئی۔ حضور جلد جلد آنے لگے میں بھی تیز تیز آنے لگی۔حضور لپکنے لگے میں بھی لپک کر چلنے لگی۔ بالآخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے میں اندر آ گئی۔ میں ابھی لیٹی ہی تھی کہ حضور تشریف لے آئے اور فرمایا: ''عائشہ بات کیا ہے تمہارا سانس چڑھ رہا ہے اور سینہ پھولا ہوا ہے؟'' میں نے عرض کر دیا (کہ ایسا ایسا واقعہ ہوا) فرمایا: ''کیا تمہارا خیال یہ ہے کہ اللہ اور اللہ کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہاری حق تلفی کریں گے؟'' [2]

مجھے ان عورتوں سے غیرت آتی تھی جو اپنے نفسوں کے اختیارات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سپرد کر دیتی تھیں اور میں کہتی تھی: کیا عورت بھی اپنے آپ کو ہبہ کرتی ہے؟ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْيِ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ؕ ﴾ (۳۳/ الاحزاب: ۵۱)

''جس بیوی کو چاہو دور رکھو اور جسے چاہو اپنے پاس رکھو اور جس کو تم نے دور کر دیا ہے اگر اس کو پھر اپنے پاس طلب کر لو تو تمہارے لیے کچھ مضائقہ نہیں۔''

---

[1] اسنادہ ضعیف، سنن ابن ماجه، کتاب النکاح، باب حسن معاشرة النساء: ۱۹۸۰، علی بن زید بن جدعان ضعیف راوی ہے۔

[2] صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب ما یقال عند دخول القبور......: ۹۷٤۔

تو میں نے عرض کیا اللہ کی قسم! آپ کا رب تو آپ کی خواہش پوری کرنے میں آپ سے سبقت فرماتا ہے۔ [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفر کے لیے نکلتے تو ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی فرماتے، ایک بار عائشہ اور حفصہ (رضی اللہ عنہما) کا قرعہ نکلا۔ چنانچہ دونوں ساتھ نکلیں۔ جب رات ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ساتھ چلتے اور ان سے باتیں کرتے تھے۔ ایک بار حفصہ رضی اللہ عنہا نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: آج رات تم میرے اونٹ پر سوار نہ ہوگی جب کہ میں تمہارے اونٹ پر بیٹھ جاؤں گی تاکہ تم (میرے اونٹ کو) دیکھ لو اور میں بھی (تمہارے اونٹ) کو دیکھ لوں۔ میں نے کہا اچھا! پھر عائشہ رضی اللہ عنہا حفصہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ پر اور حفصہ رضی اللہ عنہا عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ پر بیٹھ گئیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کے پاس تشریف لائے تو اس پر حفصہ رضی اللہ عنہا سوار تھیں۔ آپ نے انہیں سلام کیا اور ان کے ساتھ چلتے رہے۔ یہاں تک کہ لوگ پڑاؤ پر اترے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو نہ پایا تو انہیں غیرت آ گئی۔ جب لوگ اتر گئے تو وہ اپنا پاؤں اذخر گھاس میں ڈال کر کہتی تھیں پروردگار! مجھ پر کوئی بچھو یا سانپ مسلط کر جو مجھے ڈس لے۔ (کیا کروں) تیرے رسول ہیں۔ میں انہیں کچھ نہیں کہہ سکتی۔ (کیونکہ قصور میرا ہے۔) [2]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله: ﴿ترجي من تشآء منهن......﴾: ٤٧٨٨؛ صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب جواز هبتها نوبتها......: ١٤٦٤۔

[2] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب القرعة بين النساء......: ٥٢١١؛ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب في فضل عائشه رضي الله عنها: ٢٤٤٥۔

حادثہ پیش آنے سے پہلے جلد بازی کے بجائے صبر انتظار اور احتیاط کی ضرورت

آیات قرآنی

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۝ لَوْلَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَاۤ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ۝ لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ۝ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۝ ﴾ (٢٤/ النور ١١ تا ١٣، ٢١)

''جن لوگوں نے بہتان باندھا (یعنی جھوٹی تہمت لگائی) وہ تم ہی میں سے ایک (چھوٹا سا) گروہ ہے۔ تم اس بہتان کو اپنے حق میں برا نہ سمجھو بلکہ یہ تمہارے حق میں (انجام کے اعتبار سے) بہتر ہے۔ بہتان باندھنے والوں میں سے جس شخص نے جتنا گناہ کمایا اس کو اتنی ہی سزا ہوگی اور جس شخص نے ان میں سے اس بہتان کا بڑا بوجھ اٹھایا اس کو بڑا عذاب ہوگا۔ (مسلمانو!) جب تم نے ایسی بات سنی تھی تو مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے کیوں اپنے دلوں میں نیک گمان نہ کیا اور (کیوں نہ) کہا کہ یہ صریح بہتان ہے۔ یہ (تہمت لگانے والے) اپنے بیان کے ثبوت میں چار گواہ کیوں نہ لائے؟ پھر جب یہ گواہ نہ لا سکے تو اللہ کے نزدیک یہی جھوٹے ہیں۔ اور اللہ سننے والا (اور) جاننے والا ہے۔'' [1]

---

[1] مذکورہ بالا جملہ دس آیات ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں نازل ہوئیں۔ ان کا نزول اس وقت ہوا جب تہمت اور بہتان دھرنے والوں نے آپ پر الزام لگایا اور ایک صحابی رسول حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ کو متہم کیا۔ پورا واقعہ تفسیر اور سیرت کی کتابوں میں درج ہے جو چاہے ان کا مطالعہ کر سکتا ہے۔ (صحیح بخاری: ٤٧٤٩، ٤٧٥٠) سورۂ نور میں بھی اس کی وضاحت درج ہے اس واقعہ میں بڑی عبرت پوشیدہ ہے۔ خصوصاً شوہر

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ يَوْمَىِٕذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ۝ ﴾ (۲۴/ النور: ۲۲، ۲۵)

= سرپرستوں اور خاندان کے افراد کے لیے اس میں زبردست ہدایتیں موجود ہیں۔ خاندان کو جاہلی عصبیت اور جھوٹی غیرت سے بچانے کی تدابیر اس قصہ کے اندر ملتی ہیں۔ جب کہ اگر ان تدابیر کو بروئے کار نہ لایا گیا تو خاندان کی گرہیں کھل جائیں گی اور تباہی و بربادی یقینی ہوگی اور یہ تہمت جس طرح حضور ﷺ کی لائق احترام زوجہ پر لگائی گئی غالباً اس سے مقصود باری تعالیٰ کا یہ بتانا ہے کہ عام مسلمان اگر اس قسم کے حادثے یا المیہ سے دوچار ہوں، ایسی کسی آزمائش میں مبتلا ہوں تو انہیں بھی چاہیے کہ صبر، ثابت قدمی اور پاکیزہ اور صاف ستھری تحقیق سے کام لیں۔ ایک عوامی کہاوت ہے کہ لوگوں نے تو حضور ﷺ کی اہلیہ پر بھی تہمت دھری ہے۔ اس کا مطلب یہ کہ اگر کسی اور پر تہمت دھری گئی تو یہ کوئی حیرت کی بات نہیں نیز ہمیں یہ بھی جان لینا چاہیے کہ جس پر تہمت دھری جاتی ہے اس کا دامن بے داغ ہوتا ہے۔

سب سے زیادہ اہم ہمیں اس موقع پر حضور ﷺ کا کردار نظر آتا ہے۔ جب آپ کو اس تہمت کا علم ہوا تو آپ کی خودداری، سنجیدگی اور وقار یونہی برقرار رہا۔ آپ کو رنج اور صدمہ ضرور ہوا لیکن آپ نے صبر و شکیب سے کام لیا۔ مسلمانوں میں خبر عام ہونے کے باوجود آپ نے جلد بازی اور عجلت سے کام نہیں لیا۔ یہاں تک کہ وحی آئی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بری اور پاک صاف بتایا گیا۔

دوسرے شوہروں کو بھی یہی کرنا چاہیے۔ دوسرے نمبر پر ہمیں جلیل القدر صحابی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا کردار بھی نہایت نمایاں اور ممتاز نظر آتا ہے۔ کیونکہ عزت و آبرو کی حفاظت کے لیے عرب سب سے زیادہ بے جگری سے کام لیتا ہے اور اپنی اس متاع عزیز کی حفاظت کے لیے جان کی بازی لگا دیتا ہے۔ لیکن صدیق اکبر نے اس موقع پر بھی حکیم، دانا، مثالی باپ کا کردار ادا کیا۔ آپ نے بھی کسی عجلت اور جھوٹی غیرت کا مظاہرہ نہیں کیا جب کہ عام عرب اس میں شدت سے مبتلا ہیں اور اس کی وجہ سے ہولناک معرکے، خونریز تصادم اور ایسے سنگین حالات واقع ہوتے ہیں جن سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ایک غیرت مند باپ کو ایسا ہی ہونا چاہیے۔

نیز ہمیں یہ بھی بغور دیکھنا چاہیے کہ پہلی قسم کی آیتیں خاص صاحب ایمان بندے کو پاکی، پاک دامنی اور دل کی پاکیزگی کا درس دیتی ہیں۔ افواہیں پھیلانے اور افواہوں کو قبول کرنے سے سختی سے منع کرتی ہیں۔ پاک باطن، پاک صاف مردوں عورتوں سے حسن ظن کی تلقین کرتے ہیں۔ جب کہ دوسری قسم کی آیتیں ان لوگوں کو پورے گھن گرج کے ساتھ ڈراتی ہیں جو پاک دامن بھولی بھالی خواتین پر الزام لگاتے ہیں اور انہیں لعنت اور بدترین عذاب سے ڈراتی ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ تہمت کا یہ واقعہ عہد نبوی کا المناک حادثہ اور زبردست المیہ تھا۔ لیکن دوسری طرف اس واقعہ کے اندر بڑی عبرت، نصیحت اور سب سے بڑا درس بھی مضمر ہے۔ خواتین اور بیویوں کو اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ جہاں تک ان سے ہو سکے تہمت اور بہتان کے مواقع سے پرہیز کرتی رہیں۔

"بے شک جو لوگ پاک دامن (اور برے کاموں سے) بے خبر ایمان دار عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت ہے اور ان کو بڑا عذاب ہوگا۔ جس روز ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان سب کاموں کی گواہی دیں گے جو وہ کرتے تھے۔ اس دن اللہ ان کو (ان کے اعمال کا) واجبی بدلہ پورا پورا دے گا اور وہ جان لیں گے کہ بے شک اللہ برحق ہے اور (حق کو) ظاہر کرنے والا ہے۔"

حدیث نبوی ﷺ

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے مکان پر تشریف لائے، دیکھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر میں موجود نہیں تھے۔ آپ نے پوچھا: "تمہارے چچا کا بیٹا کہاں ہے؟" انہوں نے عرض کیا میرے اور ان کے درمیان جھگڑا ہوا، انہیں مجھ پر غصہ آیا وہ چلے گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "دیکھو وہ کہاں ہے؟" عرض کیا وہ مسجد میں سوئے ہوئے ہیں۔ آپ مسجد تشریف لائے تو دیکھا کہ وہ لیٹے ہوئے ہیں اور ان کی چادر مونڈھے سے نیچے گری پڑی ہے جس سے مونڈھے پر مٹی لگ چکی ہے۔ حضور ﷺ کہنے لگے: "ابو تراب [1] اٹھو!" حضرت سہل فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے

[1] حضور ﷺ کا اس طرح داماد کے لیے پہل کرنا لڑکی والوں کے لیے عبرت اور نصیحت کا باعث ہے۔ جب کہ آج بہتیرے لڑکی والے اپنی بیٹی کے بارے میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا سا قصہ سنتے ہیں تو فوراً آپے سے باہر ہو جاتے ہیں بیٹی کو گھر لے جا کر بٹھا لیتے ہیں تا کہ شوہر خود چل کر آئے خوشامد درآمد کرے اور ان سے اپنی بیوی کی بھیک مانگے۔ کبھی اس کے برعکس بھی ہوتا ہے کہ شوہر بھی طیش میں آ کر بیوی کو طلاق دے دیتا ہے اور اس طرح خاندان تباہ اور بیوی بچے دربدر مارے مارے پھرتے ہیں۔

میاں بیوی کا جھگڑا کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ اس لیے اس سے گھبرانے یا خوف کھانے کی ضرورت نہیں بلکہ جہاں میاں بیوی میں کبھی کوئی اختلاف نہ ہوا ایسے جوڑوں کی زندگی ہم سے بغور جائزہ لینے کا تقاضا کرتی ہے۔ اس پر غور و فکر کرنا چاہیے کیونکہ ازدواجی زندگی پر جب ہم اس رخ سے غور کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ میاں یا بیوی کوئی بھی اس معاملہ میں سچے اور امانت دار نہیں کیونکہ خانگی اور ازدواجی جھگڑے ایک فطری چیز ہیں اور ان کا ہونا ناگزیر ہے۔

اور جب یہ امر ناگزیر ہے تو اب میاں بیوی کے قرابت داروں اور اعزہ کا یہ فرض ہو جاتا ہے کہ اگر میاں بیوی =

= اپنا جھگڑا نمٹا نہ سکیں تو وہ حکمت اور بہتر نصیحت کے ساتھ اس کا حل ڈھونڈھیں۔ اس سلسلہ میں آنحضرت ﷺ کا اسوہ اور نمونہ ہمارے لیے مشعل راہ کا کام دیتا ہے۔ کیونکہ ہم نے دیکھا کہ آپ نے مصالحت اور خصومت کے ازالہ کے لیے عجلت سے کام لیا اور مصالحت کے لیے اپنے عزیز داماد کو شوخی اور مزاح سے ابوتراب (گردآلود) کہہ کر خطاب فرمایا۔

لیکن قرابت اور سرپرست بھی اسی وقت مداخلت کریں جب کہ میاں بیوی از خود اپنے جھگڑے کا حل نہ نکال سکیں۔ چنانچہ یہاں اس واقعہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اگر عجلت سے کام نہ لیتے اور گھر سے باہر تشریف نہ لے جاتے تو بہت ممکن تھا کہ جگر گوشۂ رسول حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بتول انہیں راضی اور خوش کرنے کے لیے آگے بڑھتیں اور ان کے غصہ کو سرد کرنے میں کامیاب ہو جاتیں۔ گھر سے نکلنا ایک حل ضرور ہے لیکن اس حل کا استعمال ابتدا میں نہیں بلکہ آخر میں ہونا چاہیے اور اس کے لیے بھی طرفین سے بڑی حکمت اور دانائی کی ضرورت ہے۔ چنانچہ ایک عربی کہاوت ہے:

اذا عز اخوك فهن

"جب تمہارا دوست غضبناک ہو جائے تو تم (صبر کرو اور) بردباری سے کام لو۔" اور حضور اکرم ﷺ نے اپنے داماد کو گھر واپس لا کر جس طرح مصالحت کے لیے عجلت فرمائی اس کی وجہ یہ تھی کہ اس قسم کی علیحدگی دوری ہو جانے کے بعد یہ بھی اندیشہ ہو سکتا تھا کہ اختلاف کی خلیج کہیں اور وسیع نہ ہو جائے۔ اس نکتہ کی طرف چودہ سو سال گزر جانے کے بعد نفسیات کی ایک بڑی ماہر خاتون نے اشارہ کیا ہے۔ یہ ماہر نفسیات ایفلین ملیس ہے جس نے دوفا وغیرہ کے ساتھ ایک کتاب بنام "اپنی ازدواجی زندگی کی تعمیر کس طرح کرو گے؟" ترتیب دی ہے۔ اس کتاب میں زیر عنوان "گھر چھوڑ کر اپنی ماں کے یہاں جانے میں عجلت سے کام نہ لو" اس نے کہا ہے:

خانگی جھگڑوں کے ازالہ اور اس کے علاج کے ضمن میں سب سے پہلی چیز یہ یاد رکھنی چاہیے کہ گھر سے فرار اور گریز سے کام نہ لیا جائے، کیونکہ بیوی کا اپنے میکے چلی جانا یا میاں کا ناراض ہو کر کلب، ہوٹل یا کہیں اور چلے جانے سے مسئلہ حل نہیں ہوتا بلکہ بسا اوقات اس کے ذریعے سے جو چیز کل آنے والی ہوتی ہے اس کا ظہور آج اور اسی وقت ہو جاتا ہے، کیونکہ میاں بیوی اگر ایک چھت کے نیچے رہیں گے اور کہیں ملیں گے نہیں تو اتنا ضرور ہوگا کہ جلد یا بدیر ایک دوسرے کے سامنے آئیں گے اور اپنے جھگڑوں کا مل جل کر کوئی حل نکال لیں گے۔

علاوہ ازیں عورت کے میکے چلی جانے سے بے شمار مشکلات سر اٹھاتی ہیں اور نئے مسائل اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ منجملہ ان تمام میں سے ایک یہ ہے کہ اس طرح بٹھا لینے سے اس نئی نویلی شادی شدہ لڑکی کی حوصلہ افزائی ہوگی اور آگے چل کر پھر کبھی یہ لڑکی کہنہ اور تجربہ کار خاتون نہیں بن سکے گی۔ اگر سسرال میں رہنے پر لڑکی کی ماں خود وحشت محسوس کرتی ہو اور بہتری اس میں خیال کرتی ہو کہ اس کی بیٹی لوٹ کر اس کے گھر چلی آئے۔ تو اس ذہنیت کا ردعمل اتنا شدید اور بھیانک ہوگا جس سے بیٹی کا گھر اجڑ کر رہ جائے گا۔ اور اس کی ازدواجی زندگی کبھی بھی سدھر نہ سکے گی۔ ادھر اپنی ماں سے مایوس، زخمی اور آزردہ شوہر بھی ازدواجی زندگی کے لیے کم خطرناک نہیں ہے۔ اس لیے جھگڑا اٹھ کھڑے ہونے کے بعد میاں بیوی کو چاہیے کہ سب سے پہلے جھگڑے کی اصل علت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی کوشش کریں اور ماں باپ یا اپنے جگری دوستوں کو بھی درمیان لانے کی ہرگز کوشش نہ کریں۔ نہ یہ توقع رکھیں کہ کوئی آ کر ان کی حمایت یا طرفداری کرے گا یا یہ ثابت کرے گا کہ ہاں تمہارا موقف حق اور درست ہے۔ مشاہدہ شاہد ہے کہ اس قسم کی بے جا =

= مداخلت سے جھگڑا بڑھتا ہے یا معاملہ اور بھی پیچیدہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

اس مناسبت سے افادۂ عام اور معلومات کے لیے میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ تفصیل کے ساتھ ان بنیادی اسباب اور وجوہات کو بیان کروں جو میاں بیوی کے درمیان براہ راست یا بالواسطہ جھگڑے اور لڑائی کا سبب بنتے ہیں۔

① جیسا کہ ہم نے اس کتاب کے آغاز میں عرض کیا مرد و عورت کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ اپنی آنے والی ازدواجی زندگی کے لیے پوری نرم روی اور باریک بینی کے ساتھ اپنے جیون ساتھی کا انتخاب کریں اور جذباتی محبت یا وقتی پریم سے ہرگز متاثر نہ ہوں۔ اس لیے کہ یہ محبت اندھی اور بہری ہوتی ہے اور اکثر اس کی بنیاد ہوا و ہوس اور طیش پر مبنی ہوتی ہے۔ نیز یہ کبھی پائیدار نہیں ہوتی اور اس کے فوراً بعد طبیعت اور رہن سہن میں فرق، جھگڑا اور انتشار رونما ہوتا ہے۔

اس کے بعد جب بات پکی ہو جاتی ہے اور شادی عمل میں آ جاتی ہے تو اب لڑائی، ایک دوسرے سے دوری، اختلاف اور ہنگامہ شروع ہوتا ہے اور جب یہ ناشدنی ہو جائے تب سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ آدمی مایوس نہ ہو اور نہ علیحدگی کا دل میں خیال کرے بلکہ حکمت سے کام لے۔ رہن سہن میں تربیت دینے کے لیے تدریج سے کام لے، اصلاح کرتا رہے، اچھی اور نرم بات زبان سے نکالے اور اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لے کہ انسان احسان کا اسیر ہوتا ہے۔ عوامی کہاوت بھی یہی ہے کہ تمہارا بیٹا ویسا ہو گا جیسی تم نے اسے تربیت دی اور تمہاری بیوی بھی ویسی ہی ہو گی جیسی تم نے اسے عادت ڈالی۔

یہاں ایسی مثالیں بکثرت پیش کی جا سکتی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ اگر نیت درست رہی، سلوک ٹھیک رکھا گیا اور اللہ پر توکل اور اسی کی ذات کا سہارا تلاش کیا گیا تو کامیابی اور اصلاح عمل میں آتی ہے کیونکہ آخر باری تعالیٰ کی ذات ہی ہے جو دلوں کو پھیرنے اور اخلاق کو سدھارنے والی ہے۔

مجھے یاد ہے، میرا ایک سادہ لوح دوست تھا۔ بے چارہ درس گاہ سے کچھ سیکھے بغیر یونہی نکل پڑا تھا۔ مزید افسوس یہ کہ اہلیہ اور بیوی کے ساتھ کس قسم کے آداب، سلوک اور برتاؤ رکھنا چاہیے اس کی اسے کچھ خبر نہ تھی۔ پھر جلد ہی یہ شخص شادی کی ڈور میں بندھ گیا اور نتیجہ یہی ہوا کہ بیوی کے ساتھ ٹھیک سے نباہ نہ رکھ سکا یا اس منزل کے نشیب و فراز اور اس کوچہ کے آداب کو وہ ٹھیک سے برت نہ سکا۔ چنانچہ آئے دن وہ بیوی پر سختی کرتا اس کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آتا۔ بالآخر بیوی نے اپنی ماں (لڑکے کی ساس) سے اس کی شکایت کی۔ ساس نے جو نصیحتیں کیں ان میں سے ایک نصیحت یہ تھی کہ بیٹی تیرا شوہر ناتجربہ کار نوجوان ہے لیکن اس کے چہرے سے صلاح اور دوستی کے آثار نمودار ہوتے ہیں اس لیے تو صبر سے کام لے، رفتہ رفتہ اسے راستہ پر لا، اسے سمجھانے کی کوشش کر، ایک نہ ایک دن ایسا ضرور آئے گا جب وہ تیرے حق میں بالکل ٹھیک ہو جائے گا۔ لڑکی نے اس نصیحت پر عمل کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی ماں کی پیشین گوئی حرف بحرف درست ثابت ہوئی اور یہ شوہر بہترین اور لائق ترین شوہر ثابت ہوا۔

② میاں بیوی یا کسی ایک کے اندر اللہ کی پناہ! اگر انانیت اور خود غرضی کا جذبہ کارفرما ہے، دوسرے کے منافع اور مفاد کا اسے کوئی احساس نہیں، دوسرے کی شخصیت اور وقار کی اسے کوئی پرواہ نہیں، تب تو یہ بدترین چیز ہو گی۔ اس لیے کہ خود غرضی، خود رائی اپنی ذات سے پوری شدت کے ساتھ محبت اور دوسرے کے حقوق سے لاپروائی بے حد خطرناک اور سب سے بڑی لاعلاج بیماری ہے۔

نیز یہ اسلامی تعلیمات سے مختلف اور ازدواجی اشتراک و محبت سے بالکل علیحدہ ایک چیز ہے۔ جب کہ میاں =

بیوی میں وضع داری اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کا جذبہ یہ ہونا چاہیے کہ دونوں ایک دوسرے پر جان چھڑکیں اور مانگنے سے پہلے دینے کا جذبہ اپنے اندر پیدا کریں۔

انانیت اور خود پسندی جملہ بدعادتوں اور جرائم کی جڑ ہے۔ اگر کسی شخص نے خوش قسمتی سے انانیت کو ایک طرف ڈال کر ایثار اور قربانی کی عادت ڈالی اور دوسروں کے لیے جینے کا تہیہ کر لیا تو اس میں شک نہیں کہ اس کا شمار صالحین میں ہوگا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ خوف الٰہی اور اسلامی تعلیم وتربیت سے بڑھ کر کوئی واعظ نہیں، کوئی اتالیق اور ان سے بڑا کوئی مصلح نہیں۔

لیکن یہ بھی یاد رہے کہ اصلاح تدریج کے ساتھ رفتہ رفتہ ہوتی ہے۔ اس کے لیے گہری مشق اور تحریک کی ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں وارد ہے: ''بردباری، بردباری برتنے سے آتی ہے۔ علم، علم سیکھنے سے آتا ہے اور جو شخص خیر چاہتا ہے اس سے ہمکنار ہوتا ہے اور جو شر سے بچنا چاہتا ہے اسے حفاظت نصیب ہوتی ہے۔'' نیز ایثار وقربانی کے لیے بکثرت آیات اور روایات وارد ہیں جن کے اندر اس عالی قدر جوہر کی تلقین کی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿ وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴾ (۵۹/ الحشر:۹)

''اور ان کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود ان کو فاقہ ہو اور جو شخص اپنے نفس کے بخل سے محفوظ رہا تو ایسے لوگ ہی کامیاب ہونے والے ہیں۔''

نیز حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی اس وقت تک ایمان والا نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے خیر کی وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔'' (بخاری:۱۳، مسلم:۴۵)

اس لیے میاں اور بیوی تمہیں زیادہ سے زیادہ ایثار اور قربانی سے کام لینا چاہیے کیونکہ اسی کے اندر بہتری، برکت اور سعادت ہے اور اس کا بدلہ جنت ہے۔

③ نیز ہم صاف صاف عرض کریں گے کہ میاں بیوی کی نفرت، ناچاقی اور باہمی بغض وحسد کا ایک درپردہ سبب جنسی خواہشات کی تشنگی ہے۔ خصوصاً ان حالات میں جب کہ میاں بیوی ایک دوسرے کی طلب کا فوری جواب نہ دیں۔ میں یہ بھی مناسب سمجھتا ہوں کہ اس موضوع کے تحت ذیل کی بحث میاں بیوی ہر دو فریق کے دل کی تشفی اور انہیں صبر وثبات کی تلقین کے لیے پیش کروں۔ انہیں کچھ نصیحت کروں تاکہ امر واقعہ سے انہیں پوری واقفیت ہو جائے اس لیے کہ صبر کرنے کے بعد جو جم گیا وہی کامیاب ہوگا۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ میاں بیوی کے ابتدائی جنسی روابط بڑی حد تک تخمینہ، گمان اور اندازے کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں۔ بہتیرے نوبیاہتا جوڑوں کا حال ابتدا میں شدید اضطراب اور بے چینی کا ہوتا ہے۔ انہیں گھبراہٹ اس لیے ہوتی ہے کہ پہلے سے انہیں کوئی معلومات حاصل نہیں ہوتیں یا آنے والے مواقع کے بارے میں ان کی معلومات مختلف یا ناقص ہوتی ہیں۔ اکثر دیکھتے ہی ان کے چہرے سے گھبراہٹ عیاں ہو جاتی ہے۔ حالانکہ میاں بیوی ہر ایک کو دوسرے سے اشتیاق اور بے حد محبت ہوتی ہے۔ کبھی آپس کا شعور اور احساس آلودگی، ہر رنج اور مزید شدید اضطراب کا سبب بنتا ہے۔ لیکن یہ کشمکش اور اضطراب اتنا راسخ بھی نہیں ہونے پاتا کہ رفتہ رفتہ ان کا تعلق استوار اور ان کا ایک

== دوسرے سے لطف دوبالا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ شوہر کو جتنی مشق زیادہ ہوتی ہے اس کی مہارت بڑھتی جاتی ہے۔ تکلف دور ہوتا ہے اور الفت ومحبت زیادہ ہوتی ہے اور پھر دونوں ایک دوسرے کی رغبت اور خواہش کا احترام زیادہ سے زیادہ کرنے کے لیے آمادہ ہو جاتے ہیں۔ کامیاب شادی کی ایک علامت بھی یہی ہے کہ جتنے سال گزرتے ہیں جنسی سیری اور آسودگی بڑھتی جاتی ہے۔ لیکن یہ خیال کسی صورت درست نہیں سمجھا جا سکتا کہ یہ سیری اور تسکین پہلی رات کو ہی اپنی انتہائی بلندیوں کو چھو لے یا شادی کے ابتدائی اور معمولی گنے چنے مہینوں میں ہر کوئی پوری تسلی پالے۔

میاں بیوی ہر ایک کی طلب کا فوری جواب دینا ضروری ہے۔ یہ معلوم ہونا چاہیے

جب نو بیاہتا جوڑے شادی کے بندھن میں بندھ جائیں اور انہیں ایک دوسرے سے ربط اور انس ہونے لگے تو انہیں یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ ایک دوسرے کی طلب کا جواب کیسے دینا چاہیے؟

یہ درست ہے کہ مرد و عورت ہر ایک کے اندر سے جنسی طلب کا جواب مختلف صادر ہوتا ہے۔ مردوں کا حال یہ ہے کہ عورتوں کی بہ نسبت جلد اور سہولت کے ساتھ برانگیختہ ہوتے ہیں۔ جب کہ عورتیں تا دیر لطف ومزاح، ہنسی کھیل اور دل لگی کیے جانے کی حاجت رکھتی ہیں۔ تیاری اور تمہید کی انہیں زیادہ ضرورت ہوتی ہے اور جب جواب آتا ہے تو وہ ہمہ گیر اور دیرپا نہیں ہوتا۔ یہ فرق فطری ہے اور ضروری یہ ہے کہ یہی متوقع ہو۔ نئے نئے میاں بیوی کو یہ جاننا بھی بے حد ضروری امر ہے کہ ایک دوسرے کی طلب کا فوری اثبات سے جواب دیں، یا تسلی اور کامل تشفی کی لیے مکمل اشتراک کے ساتھ ایک دوسرے سے رابطہ قائم رکھیں اگر میاں بیوی کے اندر یہ جذبہ ہو کہ انہیں ایک دوسرے کو راضی رکھنا ہے تو اس میں شک نہیں کہ یہ عمل کسی دشواری کے بغیر تمام ہو سکتا ہے۔

نیز یہ امر واقعہ ہے کہ میاں بیوی کا ایک دوسرے کی طلب کی تعمیل کا دل میں جذبہ رکھنا عضویاتی یا صرف مشینی انداز سے کہیں زیادہ بڑھا ہوا عمل ہے۔ یہ عمل پوری شخصیت پر ایسے ہی حاوی ہوتا ہے، جیسے ازدواجی زندگی میاں بیوی کو اپنے دائرے میں لیے ہوتی ہے اور جنسی رجحان اور روابط ازدواجی زندگی کے دیگر مظاہر سے زیادہ مختلف نہیں ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ مثال کے طور پر اگر خاندان مالی مشکلات سے دوچار اور نزاع میں مبتلا ہے تو میاں یا بیوی لامحالہ غصہ میں بھرے ہوتے ہیں دشواری میں گھرے ہوئے، الجھے الجھے یا پریشان حال ہوتے ہیں اور بستر پر بھی ایک دوسرے سے بیزار اور منہ موڑے ہوتے ہیں۔ اس کے بالمقابل اگر انہوں نے صحبت کے حسین اور پر لطف لمحات گزارے تو کسی شک کے بغیر اس کا عکس، ان کی سعادت، مسرت اور جنسی تسلی اور آسودگی ان پر نمایاں اور بہتر طور پر جھلکتا ہے۔ اگر جذبات پر سرد مہری غالب ہو، جس کی وجہ کسی قسم کی مجبوری، بے قراری، بیماری، الجھن یا گھٹن ہو تو اس کے جواب میں بھی سرد مہری کا رونما ہونا ناگزیر ہے۔ یہ بھی امر واقعہ ہے کہ علم حیاتیات کی رو سے جنسی درماندگی اور عاجزی بڑی حد تک نادر اور کم یاب ہے۔ پھر اگر کوئی اس قسم کی کمزوری، سستی اور ناتوانی میں مبتلا ہو تو اس کے لیے ضروری ہے کہ اس مرض کے حقیقی اسباب کی جستجو اور تلاش کی جائے اور فوراً یہ فیصلہ نہ کر لیا جائے کہ یہ کمزوری نامردی اور جنسی عجز و درماندگی کا نتیجہ ہے۔

مشکلات اور ان کا دفعیہ

جنسی مسئلہ کبھی اس وقت اٹھ کھڑا ہوتا ہے جب ازدواجی فرائض اور روابط کی ادائیگی میں تھکن اور دشواری کا احساس ہونے پر اس عمل سے ہی گریز طبیعت میں راسخ ہو جائے۔ اگر صورتحال یہ ہو تو اس پیچیدگی کا ازالہ دواؤں ==

اور جڑی بوٹیوں سے کرنا کم یاب ہوگا۔ یوں ہی ان مشکلات کے دفعیہ کے لیے اس موضوع کی کسی کتاب کے پڑھنے سے بھی یہ مسئلہ حل ہوتا نظر نہیں آتا۔

کبھی میاں بیوی کو ابتدا سے یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ ان کی ازدواجی زندگی کی گاڑی تادیر چل نہیں سکتی۔ اس کی وجوہات بھی مختلف ہوتی ہیں۔ بعض ان میں جسمانی ہوتی ہیں، بعض کا تعلق جذبات اور رجحان سے ہوتا ہے۔ لیکن سبب جو بھی ہو تدارک اور علاج معالجہ کا پہلا زینہ بہر حال یہ ہونا چاہیے کہ مشورہ ہمیشہ ماہر اور ہوشیار حکیم یا ڈاکٹر سے کیا جائے۔ خواتین کے علاج کی صورت میں امراض نسواں کا ماہر معالج (اسپیشلسٹ) ہی تیزی سے اس رگ پر انگلی رکھ سکتا ہے جو عضویاتی طور پر بیماری کی اصل جڑ ہے یا یہ بتا سکتا ہے کہ مرض کی اصل علت کیا ہے؟ اور پھر اس کا علاج کر سکتا ہے اور اگر کمزوری کی عقلی اور نفسیاتی وجوہات تلاش کی گئیں تو کامیابی تک رسائی کے لیے کافی عرصہ لگ جانا ناگزیر ہے لیکن اس صورت میں بھی نگرانی اور سربراہی کسی خصوصی ماہر معالج کی ہونی چاہیے تاکہ عقدہ حل ہو سکے اور بات بن جائے۔

کبھی مرد وظیفۂ زوجیت کی ادائیگی سے خود کو پورے طور پر قاصر اور عاجز پاتا ہے۔ خدانخواستہ اگر اس قسم کی نوبت آ جائے تو یہ اس کی مردانگی کے نام پر دھبہ اور اس کے لیے کلنک کا ٹیکہ ہے۔ کیونکہ فطری طور پر مردوں کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ان کی جنسی توانائی، ان کی مردانگی کی خاص علامت اور نشانی ہے۔ البتہ اس کمزوری کی وجہ کبھی خالص نفسیاتی ہوتی ہے یعنی کمزوری کا وہم ذہن پر غالب ہو جاتا ہے۔ اس روگ کا علاج بھی نفسیات کا کوئی ماہر ہی کر سکتا ہے۔

بسا اوقات جنسی میلان اور خواہش کے ابھرنے پر میاں بیوی کو یہ شکایت ہوتی ہے کہ ان میں سے ایک دوسرے کے ساتھ کامل یکسوئی کے ساتھ تعاون نہیں کرتا۔ چنانچہ بعض حالات میں عورت یہ شکایت کرتی ہے کہ جنسی ہیجان کے وقت اس کا شوہر بے صبری اور غایت درجہ ہوس پسندی کا ثبوت دیتا ہے۔

کبھی اسے یہ شکایت بھی ہوتی ہے کہ جنسی سرگرمی اور نشاط و انبساط کا لمحہ اسے کوئی خوشی یا تشفی نہیں پہنچاتا اور انتہا درجہ کی جو صورت حال بھی درپیش ہو بہر کیف ہر دو مسئلہ اس نوعیت کا ہے۔ جس کے حل کرنے کے لیے بنیادی وجوہات کی تحقیق اور بیماری کی اصل جڑ پر مہارت اور چابک دستی کے ساتھ انگلی رکھنا بہر حال ضروری ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بظاہر نظر آنے والی بیماری کے علاوہ اصل جڑ کوئی اور چیز یا کیفیت ہوتی ہے، جس کا دونوں کی زندگی سے گہرا تعلق ہوتا ہے اور جس کے تدارک کے لیے صرف میاں بیوی کی باہمی مفاہمت اور مخلصانہ تعاون کافی ہوتا ہے۔ ماہر معالجین کو یہ اندازہ بھی ہو سکتا ہے میاں بیوی اگر خود بھی چاہیں تو ان مشکلات کا ازالہ اور ان کا حل از خود بھی ڈھونڈ نکال سکتے ہیں۔ خصوصاً جب کہ دونوں نرمی، باہمی تعاون اور یگانگت کے ساتھ سر جوڑ کر بیٹھیں اور ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش کریں تو یہ ڈوراتنی الجھی ہوئی نہیں رہے گی اور یہ حقیقت ہے کہ اکثر شادی شدہ جوڑے تسلی بخش جنسی روابط کو استوار کرنے کے لیے از خود قابو پا سکتے ہیں اور اپنی ازدواجی زندگی میں برکت، طاقت اور سعادت کی افزائش کر سکتے ہیں۔

خوش دامن کا مسئلہ

کبھی میاں بیوی میں آپس کا جھگڑا اور منافرت خوش دامن یعنی ساس کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ نفرت تمام تر سختی، درشتی اور بدتدبیری کا نتیجہ ہے۔ حالانکہ میاں بیوی کی زبان سے خوش دلی کے ساتھ نکلا ہوا ایک جملہ اس مسئلہ

= کا علاج بن سکتا ہے اور گھر کو ٹھنڈک اور سلامتی کا گہوارہ بنا سکتا ہے۔ گزشتہ صفحات پر ہم نے شوہر کی طرف سے اپنی خوش دامن کے نام ایک خط بطور نمونہ پیش کیا ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی زندگی کس طرح آسائش اور راحت کا ٹھکانا تھی۔ اس موضوع کے تحت ذیل میں ہم ایک پر لطف بحث پیش کرتے ہیں۔

کیا خوش دامن حقیقت میں کوئی مسئلہ ہے؟

ہمارے سماج میں خوش دامن (ساس) سے متعلق جو غلط فہمی اور برے خیالات لوگوں کے دلوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اس کے پیچھے کچھ اسباب اور عوامل ہیں۔ ساس کے بارے میں چٹکلوں اور لطیفوں کی بھر مار کی بھی کوئی نہ کوئی وجہ ہے نیز میاں یا بیوی اپنی ساس کے ساتھ ساتھ رہنے کے لیے جو آمادہ نہیں ہوتے اس کی بھی کوئی نہ کوئی علت ضرور ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اپنی زندگی کے مخصوص سال گزار کر ایک ماں جب عمر کے متوسط طبقہ میں پہنچ جاتی ہے اور اس کے تین چار جوان بیٹے ہوتے ہیں تو بیٹوں کی شادی کر دینے اور بہو گھر میں لے آنے کے باوجود یہ ماں اپنے آپ کو یکہ و تنہا اور گم سم پاتی ہے اور یہ سمجھتی ہے کہ اسے تنہا چھوڑ دیا گیا ہے۔ حالانکہ اس نے زندگی کے جتنے دن گزارے اس عرصہ میں اس نے اپنی اولاد کی تربیت کے لیے اپنے آپ کو وقف کیے رکھا۔ چھوٹے بچے پل بڑھ کر جوان ہوئے۔ پھر انہوں نے ایک ایک کر کے آبائی مکان کو چھوڑ کر اپنا الگ الگ گھر بسایا۔ ان بچوں کی پیدائش اور پرورش کے بعد زندگی کا اب جو دور اس کے لیے شروع ہوتا ہے اس میں وہ یہ محسوس کرتی ہے کہ اس کی زندگی سطحی اور عبوری ہے۔ اس کا شوہر یعنی بچوں کا باپ بھی اب اس میں دل چسپی کم لیتا ہے اور جس قدر دلچسپی لیتا ہے اس کی نوعیت جداگانہ اور پہلے سے مختلف ہوتی ہے۔ ایسے وقت میں ساس کا کام اس کے سوا کچھ نہیں ہوتا کہ وہ اپنے بچوں اور پوتوں کے گرد گھومتی ہے۔ کبھی بات اس سے آگے بڑھ جاتی ہے تو یہ ماں ان کے معاملات میں دخل دینا شروع کر دیتی ہے۔ حالانکہ کامل اور باسلیقہ میاں بیوی اپنا کام اپنے ہاتھوں انجام دینے کی دل میں خواہش رکھتے ہیں اور نہیں چاہتے کہ ان کی مائیں یوں ان کے معاملات میں دخیل ہوں۔ منجملہ اسباب کے یہ بھی ایک سبب ہے، جس کی وجہ سے روایتی ساس سے متعلق لطیفے اور دل لگی کے قصے عام ہوئے اور عجیب و غریب باتیں سننے میں آتی رہیں۔

حالانکہ یہ امر بدیہی ہے اور معمولی سے غور کے بعد ہمیں معلوم ہو جاتا ہے کہ دیگر عوارض کی طرح اس عمومی رجحان کی بھی کچھ حدود ہیں۔ کچھ اس کے اندر ذہنی جنون اور انتہا پسندی کو خاص دخل ہے، جس کی وجہ سے حالات سے مطابقت ان کی نہیں ہوتی کیونکہ ماؤں کا اپنے سعادت مند بچوں کا اہتمام اور ان کا خیال رکھنا فطری اور مناسب بات ہے۔ چھوٹے خاندانوں کا مفاد اسی میں مضمر ہوتا ہے اور ادھیڑ عمر یعنی چالیس پچاس یا ساٹھ سال کی عمر والی ماؤں کو اتنا تجربہ اور تدبیری مہارت حاصل ہوتی ہے، جس کے تحت اگر انہیں موقع دیا جائے تو وہ نو بیاہتا جوڑوں اور نئے شادی شدہ نوجوانوں کی بڑی مدد کر سکتی ہیں ان کے ساتھ کافی تعاون کر سکتی ہیں۔

نیز بحران کے دنوں میں ماں باپ بچوں کا بہتر سہارا ہوتے ہیں اگر میاں بیوی کو کسی نرس یا آیا کی ضرورت ہوتی ہے اور مناسب عورت دستیاب نہیں ہوتی تو اس وقت یہی ماں اٹھ کھڑی ہوتی ہے اور پوری خندہ پیشانی اور اخلاص سے بہو بیٹے کو اپنا تعاون پیش کرتی ہے۔ مختلف تقریبات اور مواقع پر جب چھوٹے خاندان کے سامنے کوئی قضیہ اٹھ کھڑا ہوتا ہے بیٹا اپنا کام نہیں کر پاتا، گھر میں نومولود مہمان کی آمد آمد ہوتی ہے۔ نئے گھر میں سامان لانے لے =

جانے کا وقت طلب مرحلہ درپیش ہوتا ہے۔ پہلی پہلی مرتبہ کوئی بڑی تقریب منعقد ہونے والی ہوتی ہے تو ایسے وقت میں بھی بوڑھے ماں باپ اور ان کے گراں قدر تجربے کار آمد ہوتے ہیں اور یہ صحیح ہے کہ جہاں دیدہ اور دور اندیش ماں باپ کی معلومات ان کا حکمت و تدبر ان کے تجربات، ان کے وسیع تر تعلقات، ان کی دقت نظر، ان کی سوجھ بوجھ اور بالغ نظری بچوں سے متعلق ان کی آگاہی اور نئے گھرانے سے متعلق ان کا اہتمام اور جان کاری یہی وہ چیزیں ہیں جن کے اثرات نہایت دوررس جن کا فائدہ حد سے زیادہ اور چھوٹے نوخیز خاندانوں کے لیے جن کی برکتیں نہایت درجہ پایاں ہوتی ہیں۔ لیکن اگر بہو بیٹے اور نو بیاہتا جوڑے اپنے ماں باپ کے ساتھ ضرورت سے زیادہ جڑے ہوئے ہوں، انہی سے ہر لحاظ سے متعلق اور وابستہ رہیں تو اس کے اندر بھی زبردست خطرات مضمر ہیں۔ چنانچہ اس غیر معمولی وابستگی اور مسلسل ارتباط کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نیا چھوٹا خاندان سدا اپنے ماں باپ کا محتاج ہو کر لڑکپن اور بچپن کی حدود کی طرف پھر سے لوٹ کر چلا جاتا ہے۔ یہ نئی پود، نورستہ اور نیم پختہ ہونے کی وجہ سے خود اعتمادی سے محروم اپنے ماں باپ پر تکیہ کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے اور اکثر والدین اس نوعیت کے نہیں ہوتے کہ اپنے بچوں کی مناسب حوصلہ افزائی کریں ان کی ہمت بڑھائیں۔ ورنہ اگر ایسا ہوتا تو یہ نئی نسل پختگی، بالغ نظری، خود اعتمادی اور خودداری سے مالا مال ہو کر کہیں ازدواج کی عمر تک پہنچتی۔

اس کے برخلاف جو والدین اور سرپرست بچوں کی تربیت کے دنوں میں حکمت، ذہانت اور مستقل مزاجی سے کام لے کر اپنے فرض منصبی کو انجام دیتے ہیں ان میں خود اعتمادی کے ساتھ اصابت رائے اور پختہ فیصلہ کی صلاحیت ہوتی ہے اور چونکہ یہ سرپرست پہلے سے اپنی خواہشات پا کر آسودہ اور فارغ البال ہوتے ہیں اس لیے انہیں اپنے بیٹوں کا اعتماد اور ان پر تکیہ کرنے کی حاجت نہیں ہوتی۔ وہ اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھے ہوتے ہیں کہ اس وقت ان کی سب سے بڑی ڈیوٹی یہی ہے کہ وہ اپنے بہو بیٹوں کی ازدواجی زندگی میں کسی قسم کی مداخلت نہ کریں اور چونکہ ان کی اپنی تربیت کی وجہ سے ان کی اولاد بھی اپنے آپ کو پختہ اور کہنہ مشق محسوس کرتی ہے اس لیے انہیں بلاوجہ اپنے ماں باپ کا سہارا لینے کی ضرورت لاحق نہیں ہوتی۔ ایسی اولاد اگر اپنے ماں باپ کے قریب بھی رہنے سہنے لگیں تو اس نزدیکی یا دوری سے کوئی ایسا مسئلہ پیدا نہیں ہوتا جتنا ان کی جذباتی آہنگی یا اپنے آپ کو بالغ نظر سمجھ لینے سے پیدا ہوتا ہوگا۔

اختلافات کا تدارک

عمرانیات اور سماجی علوم کے ماہرین جن کا موضوع بحث خاندان اور خاندانی امور ہے، اس حقیقت کو بخوبی جانتے ہیں کہ ازدواجی زندگی میں ناچاقی اور اختلاف غیر متوقع نہیں۔ استنفورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر ٹیرمان اور ان کے معاونین نے حال میں ایک چارٹ تیار کیا ہے جس میں کم وبیش ساٹھ ایسے جھگڑوں کا ذکر ہے جن میں سے ہر ایک جھگڑے کو میاں بیوی کے سر یا بیوی میاں کے سر ڈالتی ہے۔ لیکن اس کی نوعیت ہرگز ایسی نہیں جو پریشانی یا دہشت گری کا باعث ہو۔ کیونکہ صورتحال تو یہی ہے کہ جس ازدواجی زندگی میں جھگڑا لڑائی نہ ہو ہماری نظر میں بڑی اہمیت کا حامل اور لائق تحقیق وجستجو ہے۔ بخوبی جائزہ اور تفتیش وتلاش کے بعد ہمیں محسوس ہوگا کہ میاں یا بیوی تنہا کسی ایک کا قول لائق استناد یا صداقت پر مبنی نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ خانگی جھگڑے یا ازدواجی خرخشے فطری ہیں اور انہیں ہونا ہی چاہیے۔

پھر اختلافات اس لیے بھی ناگریز ہیں کہ ازدواجی مسئلے دو مختلف افراد کے درمیان استوار ہوتے ہیں اور ایسے حالات و واقعات آتے رہتے ہیں جن میں جھگڑے اور لڑائی کی خلیج وسیع سے وسیع تر ہوتی جاتی ہے۔ اب اگر

=میاں بیوی یکساں خاندان سے تعلق رکھتے ہوں تب بھی کچھ چیزیں ایسی رونما ہو جاتی ہیں جن میں کارکردگی اور طریق کار کا اختلاف ہو جاتا ہے۔ پھر مزاج اور قدریں یکساں نہیں بلکہ مختلف ہوتی ہیں۔ کبھی معمولی عادتیں اور شخصی میلان بھی سدا یکساں نہیں ہوتا اور اگر میاں بیوی کا تعلق دو الگ الگ خاندانوں سے ہو، ان کا ماحول جداگانہ اور مختلف ہو تب اختلافات اور بھی وسیع اور حدود سے متجاوز ہوتے ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب بھی ہرگز نہیں کہ ازدواجی جھگڑا رہن سہن کی مختلف صورتوں کے فرق یا حقیقی اندرونی اختلاف کا شاخسانہ ہوتا ہے بلکہ متعدد جھگڑے بیرونی اور ایسے خارجی اسباب کا نتیجہ ہوتے ہیں جن کا روزمرہ کی حقیقی زندگی یا بنیادی ازدواجی اختلافات سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ مثلاً:

محکمہ کے انچارج آفیسر نے (ولید) کو طلب کیا اور اس کے کسی ناکردہ گناہ پر اسے تنبیہ کی، ولید کو اپنی صفائی میں کچھ کہنے یا اپنے موقف کی وضاحت کا کوئی موقع نہیں ملا۔ اس لیے جب وہ آفس سے گھر لوٹا تو اس کا پارہ چڑھا ہوا تھا اور غصہ دبانے کی کوشش میں اس کا سینہ جیسے ابل رہا تھا۔ گھر پہنچتے ہی چونکہ اسے اپنا پرانا موزہ اس کی جگہ پر نظر نہ آیا جہاں وہ چھوڑ کر گیا تھا اس لیے وہ بیوی پر برس پڑا۔ اس کی بیوی ہوشیار اور معاملہ فہم تھی۔ اس نے بھانپ لیا کہ آج اس کا شوہر عام دنوں سے بدلا بدلا نظر آتا ہے۔ اس لیے اس نے سردست چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا اور اتنی دیر انتظار کیا جب تک کہ دونوں کھا پی کر فارغ نہ ہو جائیں۔ جب دونوں فارغ ہوئے اور اطمینان سے بیٹھ گئے تو اب بیوی نے رفتہ رفتہ اس اضطرابی کیفیت اور ناگہانی افتاد کو باتوں باتوں میں جاننا چاہا۔ ابھی بیوی نے اپنے شوہر کی مصروفیات اور اس کی تکان سے متعلق چند ہی باتیں کہی تھیں کہ شوہر کے دل کا بوجھ جیسے اتر گیا اور اس نے بڑی راحت محسوس کی اور جب سونے کا وقت آیا تو حادثہ سے متعلق شوہر کا ذہن صاف اور اس کا موڈ بالکل بدل چکا تھا اور اسے پورا احساس تھا کہ اس کی رفیق سفر اور شریک حیات نے اس کا غم غلط کرنے کے لیے بے اندازہ پیار اور محبت کے پھول نچھاور کیے ہیں۔

روزمرہ کی زندگی میں دل جمعی، استقلال اور طمانیت لانے کا یہ ایک معمولی گر ہے جس کا برے حالات اور ناگوار دنوں میں ہم جب چاہیں تجربہ کر سکتے ہیں اور اس طریقہ کو اپنی زندگی میں مفید پا سکتے ہیں۔ چنانچہ مذکورہ بالا اسی واقعہ میں ہم دیکھ سکتے ہیں کہ ولید کی بیوی اگر اپنے شوہر کی مزاج آشنا نہ ہوتی تو اس کے خاوند کا بدلتا مزاج ہرگز اس کے حسب حال نہ ہوتا یا بحالی اور درستی کے لیے وہ روتی گڑگڑاتی یا اس کے ساتھ حجت اور لڑائی کرتی اس کا کوئی مفید نتیجہ برآمد نہ ہوتا بلکہ ایسا ہوتا کہ ایک چھوٹی سی چنگاری یا معمولی سی لڑائی آگ کا الاؤ یا خونریز تصادم کی صورت اختیار کر جاتی اور بات بگڑ جاتی۔

پھر بڑے بڑے جھگڑے عموماً معمولی چیزوں سے شروع ہوتے ہیں۔ اس کے بعد ہی میاں بیوی کسی کے اعصاب فوری طور پر تن جاتے ہیں۔ چند ساعتوں کے بعد بات آگے بڑھتی ہے اور گھمسان کا رن پڑ جاتا ہے۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ میاں بیوی کوئی ایک نادم یا متاثر ہوتا ہے اور دوسرا بھڑک اٹھتا ہے۔ کیونکہ دونوں ہی یہ محسوس کرتے ہیں کہ ایک کو دوسرے کی صحبت میں کافی انس و محبت اور راحت و آرام نصیب ہوتا ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے روابط سے بڑے بڑے کام لیتے ہیں۔ ایک کے ضبط نفس کے لیے دوسرا حفاظتی ڈاٹ بنتا ہے۔ اعصابی تناؤ سے ایک دوسرے کی وجہ سے محفوظ رہتا ہے۔ رنج و غم سے گلوخلاصی اور نجات کی راہ پاتا ہے۔ مگر زود حس، جذباتی آدمی فوراً اس بات کو قبول نہیں کر سکتا۔ لیکن جہاں تک واقعات اور حقائق کا تعلق ہے ہم سمجھتے ہیں بعض اہم ازدواجی گوشے اس سے ضرور اجاگر ہوتے ہیں جیسے ان حالات میں آدمی کو ایسا ماحول نصیب ہوتا ہے جس میں وہ اپنی عادت اور افتاد طبع=

نزدیک اس سے زیادہ پیارا کوئی اور نام نہیں تھا۔ ❶

خاندان بگولے کی زد میں

بیوی کی نافرمانی ❷

آیت قرآنی

﴿وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ

کے مطابق گزر بسر پر اطمینان پاتا ہے۔ زندگی کے حقیقی رنگ کے ساتھ اپنے آپ کو نمایاں کرتا ہے اور آدمی کا اپنا نفس ہر لمحہ سرکش اور غضبناک نہیں ہوتا۔ کبھی وہ بے حد نازک، حساس اور پیار و محبت سے لبریز ہوتا ہے۔ اس لیے ازدواجی روابط میں ایسی قوت اور توانائی ہونی چاہیے جس سے مختلف حالات میں احساس و شعور مختلف اثرات قبول کر سکے، اس کے اندر خلل، اضطراب یا فخر و مباہات پیدا نہ ہو سکے۔ بسا اوقات تھکن اور کام کا زبردست بوجھ بھی اعصابی تناؤ کا سبب بنتا ہے جس سے نجات پانے کے لیے آدمی خود تنہا رہ جائے تو اس سے بھی اس کو بڑی مدد ملتی ہے۔ کبھی کھلی فضا میں چہل قدمی اس کے لیے مدد و معاون بنتی ہے۔ نیند بھر سو جانے سے بھی مذکورہ بالا فائدے حاصل ہوتے ہیں اور اس طرح میاں بیوی کو اتنا موقع اور وقفہ مل جاتا ہے جس میں وہ اپنے احساس اور شعور کی تکمیل اور مقصد برآری کے لیے آمادہ اور سرگرم ہو جاتے ہیں اور پھر ایسی تدابیر کو روبکار لانے کی جدوجہد کرتے ہیں جن سے ان کی مشکلات حل ہو سکتی ہیں اور ان کے جھگڑے رفع ہو سکتے ہیں۔

❶ صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، باب نوم الرجال فی المسجد: ۴۴۱؛ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضائل علی بن ابی طالب ﷛: ۲۴۰۹۔

❷ (بیوی کی نافرمانی) کے عنوان کی مناسبت سے اس جسمانی اور نفسیاتی ردوبدل اور تغیر کا ذکر کرنا ضروری ہے جس سے حیض کے دنوں میں عورتیں دوچار ہوتی ہیں۔ اس سے ان کے اخلاق، افکار اور خیالات میں زبردست تبدیلی رونما ہوتی ہے اور عورتوں کو انہیں برداشت کرنا ہی پڑتا ہے۔ اس لیے عورتوں کا جو سلوک پاکی کے دنوں میں ہوتا ہے حیض کے دنوں میں وہ سلوک اور رویہ برقرار نہیں رہتا۔ اور کبھی بے قاعدگی ہونے کی صورت میں اسے اور بھی دشواری کا سامنا کرنا ہوتا ہے۔

ذیل میں ایسی بعض تبدیلیوں کا ذکر ابوالاعلیٰ مودودی کی کتاب ''پردہ'' ص ۱۸۵، ۱۸۶ سے نقل کر کے ہم پیش کرتے ہیں اس کی بنیاد فن حیاتیات اور عضویات کے مشاہدے پر ہے:

① جسم میں حرارت کو روکنے کی قوت کم ہو جاتی ہے اس لیے حرارت زیادہ خارج ہوتی ہے اور درجہ حرارت گر جاتا ہے۔
② نبض سست ہو جاتی ہے، خون کا دباؤ کم ہو جاتا ہے، خون کے خلیوں کی تعداد میں فرق پڑ جاتا ہے۔
③ درون افرازی غدود، گلے کی گلٹیوں اور غدود لمفاوی میں تبدیلی آ جاتی ہے۔
④ پروٹین تحول میں کمی آ جاتی ہے۔
⑤ فاسفیٹس اور کلورائڈ کے اخراج میں کمی اور ہوائی تحول میں انحطاط رونما ہوتا ہے۔
⑥ ہضم میں خلل واقع ہوتا ہے اور غذا کے پروٹینی اجزا اور چربی کے جزو بدن بننے میں کمی ہو جاتی ہے۔

وَاضۡرِبُوۡهُنَّ ۚ فَاِنۡ اَطَعۡنَكُمۡ فَلَا تَبۡغُوۡا عَلَيۡهِنَّ سَبِيۡلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيۡرًا ۝ (٤/ النساء: ٣٤)

''اور جن بیویوں سے تمہیں سرکشی [1] کا اندیشہ ہو تو انہیں پہلے بخوبی سمجھا دو۔

---

⑦ تنفس کی قابلیت میں کمی اور گویائی کے اعضا میں خاص تغیرات واقع ہوتے ہیں۔

⑧ عضلات میں سستی اور احساسات میں ٹھنڈک آ جاتی ہے۔

⑨ ذہانت اور خیالات کو مرکوز کرنے کی طاقت کم ہو جاتی ہے۔

یہ تغیرات ایک تندرست عورت کو بیماری کی حالت سے اس قدر قریب کر دیتے ہیں کہ درحقیقت اس وقت صحت اور مرض کے درمیان کوئی واضح خط کھینچنا مشکل ہوتا ہے۔ سو میں سے مشکل ۲۳ عورتیں ایسی ہوتی ہیں جن کو ایام ماہواری بغیر کسی درد اور تکلیف کے آتے ہوں۔ ڈاکٹر امیل نوڈک جو اس شعبہ علم کا بڑا محقق ہے، لکھتا ہے:

''حائضہ عورتوں میں عموماً جو کیفیتیں پائی جاتی ہیں وہ یہ ہیں۔ دردسر، تکان، اعضا شکنی، اعصابی کمزوری، طبیعت کی پستی، مثانہ کی بے چینی، ہضم کی خرابی، بعض حالات میں قبض، کبھی متلی، کبھی قے۔ اچھی خاصی تعداد ایسی عورتوں کی ہے جنہیں اپنے سینے میں ہلکا سا درد محسوس ہوتا ہے اور کبھی کبھی وہ اتنا شدید ہوتا ہے کہ ٹیس سی اٹھتی معلوم ہوتی ہے۔'' (باختصار)

گزشتہ سطروں سے اس حکمت نبوی کا یقین دل میں پیدا ہوتا ہے کہ آپ نے حیض کے دنوں میں عورت کو طلاق دینے سے منع فرمایا۔ اس لیے یہ لائق نکیر بدعت ہے۔ بعض فقہا نے کہا ہے کہ یہ طلاق واقع نہ ہوگا۔ بعض نے اس کو حرام ٹھہرایا ہے۔ جب کہ حضور ﷺ نے حیض کی حالت میں دیئے گئے طلاق کو لوٹانے کا حکم فرمایا ہے اور اسے طلاق گردانا ہے۔ (صحیح بخاری: ۵۲۵۱)

یہ اور اس جیسی وجوہات کی بنا پر خاوندوں سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ حیض کے دنوں میں عورتوں کو نافرمانی یا کسی بے قاعدگی کا مرتکب خیال نہ کریں۔ کیونکہ جیسا کہ گزرا صدفی صد عورتوں کی کیفیت اور مزاج حیض کے دنوں میں نامناسب اور غیر موزوں ہی رہتا ہے۔ لہٰذا ہر حال کی طرح ان دنوں میں بھی اسے اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

[1] شوہر کا فرض ہے کہ وہ عورتوں کی نفسیات اور ان کی عادات واطوار سے بخوبی واقف ہو، ان کی بداطواری پر صبر کرتا ہو، ان کی خواہشات اور فرمائشوں کے پیچھے دیوانہ نہ بنتا ہو، انہیں درگزر کرنے کا خواہاں اور ان کی اصلاح ودرستی کے لیے فکرمند ہو ان کے حقوق کو پورا پورا ادا کرتا ہو، ان کی لغزشوں سے چشم پوشی کرتا ہو، اگر ان سے کوئی قصور سرزد ہو اور شوہر اسے معاف کر دے تو آئندہ پھر کبھی اس قصور کو یاد دلا کر اس پر اپنا احسان نہ جتلائے اور علاج اور تدبیر کے طور پر بھول کر بھی طلاق کا ذکر نہ کرے، نہ دل میں اس کا خیال کرے۔ کیونکہ طلاق کوئی علاج نہیں۔ یہ کوئی کوشش نہیں، کوئی کارآمد لائق عمل تدبیر نہیں، نہ ہی وہ اس کے ذریعہ صبر کا عادی ہوتا ہے۔ بلکہ علم وآگہی نہ ہونے کی صورت میں یہی چیز اس کے لیے تباہ کن ہو سکتی ہے۔ جب کہ اس طریقہ کو وہ اپنے لیے اپنی نجات کا باعث سمجھتا ہے۔ اپنی کمزوریوں کے لیے حیلہ اور بہانہ تلاش کرتا ہے۔ حالانکہ شوہر اگر صبر سے کام لے مناسب تدبیر اور علاج کرے اور علم ودانش کو کام =

(اگر نہ سمجھیں تو) پھر ان کے ساتھ سونا ترک کردو۔ (اگر اس پر بھی باز نہ آئیں تو) انہیں مارو پھر اگر وہ فرمانبردار ہو جائیں تو پھر ان پر بہانہ مت ڈھونڈو، بے شک اللہ تعالیٰ عالی شان والا اور بلند مرتبہ ہے۔'' [1]

= میں لائے تو وہ زندگی کی کٹھنائیوں سے بھاگنے یا لعنت وملامت کا ہدف بننے سے بچ جائے گا اور خیر وخوبی اور کامیابی سے ہمکنار ہوگا۔

کیونکہ جو شخص مضمون نگار کے کہنے کے مطابق بے سوچ سمجھے، محض جلد بازی کے تحت اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے ایسا شخص امت کے سواد میں بگاڑ کی نئی نئی صورتیں پیدا کرتا ہے۔ ان میں سے ادنیٰ درجہ کی خرابی بچوں کے مستقبل کی تباہی اور بربادی ہے اور ظاہر ہے اس خرابی کا پیدا کرنے والا دنیا اور آخرت کے عذاب سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ (ازدواجی زندگی للبوہی)

[1] یہ آیت اس بات کا اشارہ کرتی ہے کہ اگر عورت اپنے شوہر کی نافرمانی کرے تو تدریج کے ساتھ اس کی تربیت اور درستی کی کوشش کی جائے۔ مثلاً: سب سے پہلے شوہر اسے وعظ ونصیحت کرے، احکام الٰہی اسے یاد دلائے، اطاعت پر اجر وثواب اور نافرمانی کرنے والی عورتوں کے لیے آتش دوزخ سے جس طرح ڈرایا دھمکایا گیا اس سے اس کو آگاہ کرے۔ اگر نصیحت کارآمد نہ ہو تو شوہر اسے خواب گاہ میں اس طرح چھوڑ دے کہ اس سے صحبت نہ کرے، لیکن شرط یہ ہے کہ اپنے اور اس کے مشترکہ بستر سے علیحدہ نہ ہو بلکہ دوسری طرف ہو کر آپ بھی آرام کرے، بشرطیکہ مرد مضبوط ارادے کا مالک ہوتا کہ نافرمان عورت پر یہ حقیقت عیاں ہو جائے کہ جب تک بیوی فرمانبردار نہ ہوگی مرد اس کے حسن کے جلووں سے متاثر اور ناز وانداز کے تیروں سے گھائل نہیں ہو سکتا اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا عورت اپنی روش سے باز آئے گی اس کے غرور اور تکبر کا سر نیچا ہوگا اور وہ دوبارہ شائستہ اور نیک اطوار ہوگی، لیکن اگر یہ تدبیر بھی کارگر نہ ہو تو خاندان کی بھلائی اور اس کے آیندہ مفاد کے لیے مرد کو یہ اجازت ہے کہ اپنی بیوی کو مناسب طریقہ سے جسمانی اذیت پہنچائے۔ اسے مارے اور احادیث مقدسہ میں اس مار کا بھی معقول طریقہ بتایا گیا ہے، لیکن کسی شوہر کے لیے یہ مناسب نہیں ہوگا کہ وہ ان تمام سزاؤں کو ایک ساتھ یکجا کرے۔ اس کے بجائے اسے تدریج اور تدبیر سے کام لینا چاہیے۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں باری تعالیٰ کے اس ارشاد:

﴿ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيرًا ۝ ﴾ (٤/ النساء: ٣٤) ''بے شک اللہ تعالیٰ عالی شان اور بلند مرتبہ ہے۔''

میں مردوں کو اس پر تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر انہوں نے عورتوں پر معقول وجوہات کے بغیر جبر وزیادتی کی تو یہ ان کے حق میں برا ہوگا کیونکہ باری تعالیٰ بڑا بلند وبالا، بڑا زبردست ہے۔

مار پیٹ اور زجر وتوبیخ کے اس نظام پر بعض کو بڑا اعتراض ہے، لیکن مشاہدہ اور تجربہ شاہد ہے کہ اصلاح وتربیت کی بعض ناگزیر صورتوں میں اس کی بڑی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ جیسے نافرمانی اور سرکشی کا عام ہو جانا وغیرہ اور دور کیوں جائیے، آج تربیت اور اصلاح کے یورپین ماہرین بھی طلبا کی نافرمانی اور سرکشی کی صورتوں میں لوٹ کر اسی جسمانی اذیت اور مار پیٹ کو سودمند اور مؤثر سمجھنے لگے ہیں جب کہ اس تدبیر اور علاج کو اختیار اور ایجاد کرنے کا عظیم سہرا اسلام کے سر جاتا ہے۔ جس نے جدید تربیتی نظریوں کے مطابق عورتوں کی نفسیات کا خصوصی خیال رکھا اور مختلف =

احادیث نبوی ﷺ

''سنو! عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی نصیحت قبول کرو (اور اس پر عمل کرو) عورتیں تمہاری خادم ہیں۔ تم اس کے سوا عورتوں کی کسی چیز کے مالک نہیں ہو۔ ہاں! اس صورت میں کہ وہ کھلم کھلا بے حیائی کریں [1] اگر وہ ایسا کریں تو ان کو ان کی خواب گاہوں میں ہی چھوڑ دو۔ (یعنی ان کے ساتھ سونا ترک کر دو) اور (اگر پھر بھی نہ مانیں تو) مارو مگر سخت مار [2] نہ مارو۔ اب اگر وہ تمہاری فرمانبردار ہو جائیں تو ان کے مارنے کے لیے بہانہ مت ڈھونڈو۔'' [3]

''تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو اس طرح نہ مارے جیسے غلاموں کو مارتا ہے (کہ ایک وقت مارے) اور دن میں دوسرے وقت اس سے صحبت کرے۔'' [4]

= نفسیاتی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے سزاؤں میں بھی تنوع اور فرق کو ملحوظ رکھا۔ مثال کے طور پر بستر پر چھوڑ دینے کی اس تلقین میں عظمت اور سحر آفرینی کا زبردست راز مضمر ہے۔ کیونکہ ایک بستر پر اپنے پیچھے بیوی کو سلائے رکھنے لیکن اس کی طرف ملتفت نہ ہونے میں اس آدمی کی جادو بھری، زبردست شخصیت کا ثبوت ملتا ہے اور یہ ثابت ہوتا کہ عورت اپنی تمام تر فتنہ سامانی اور عشوہ و ناز کے تیروں سے آراستہ ہونے کے بعد بھی مرد کی قد آور شخصیت کے آگے بے بس ہے، اس کا ضعف اور کمزوری عیاں ہے اور بالآخر جلد ہی مجبور ہو کر اسے مرد کی تابعداری اور اطاعت کے لیے سر تسلیم خم کرنا ہو گا۔ آداب و اخلاق سے مزین ہو کر آئندہ ہر قسم کی نافرمانی سے گریز کرنا ہو گا۔ اس لیے کہ مرد کی سحر آفریں شخصیت کے آگے اس کی ایک بھی نہیں چل سکے گی۔

نیز محض نادر قصے اور عجیب لطیفے کے طور پر ہم یہ عرض کریں گے کہ کتاب ''عجائب تفسیر'' مصنفہ عبداللہ الغماری میں لکھا ہے: ﴿واهجروهن﴾ کا ایک معنی یہ بتایا گیا ہے کہ عورتوں کو ہم بستری کے لیے زبردستی مجبور کیا جائے اور جس طرح اونٹ کو رسی سے باندھا جاتا ہے۔ انہیں بھی رسی سے باندھ دیا جائے۔

علامہ زمخشری نے اس تفسیر پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا ''یہ گراں بار، بدمزاج لوگوں کی ذہنی اپج ہے۔'' علامہ موصوف نے درست ہی کہا ہے۔ اس لیے کہ جب عورت اپنے شوہر کی نافرمانی کرتی ہے تو وہ اسے صحبت کے لیے زبردستی آمادہ کیسے کر پائے گا؟ ظاہر ہے بدمزاج آدمی ہی اس قسم کی حرکت کر سکے گا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ایسا کہنے والا جانور ہے۔ کیونکہ جانور بھی اپنی مادہ سے اسی وقت صحبت کرتا ہے جب اسے اچھی طرح بہلاتا، پھسلاتا اور کھلاتا ہے اور اس کام کے لیے ہر طرح سے اسے آمادہ کر لیتا ہے۔

[1] بے حیائی (فاحشہ) سے مراد بعض قبیح فعل ہیں۔ لیکن اس سے زنا مراد نہیں ہے۔

[2] سخت مار سے مراد ایسی مار جس کا نشان پڑ جائے۔ یعنی ایسی مار نہ مارے جس سے نشان پڑ جائے۔

[3] صحیح، سنن الترمذی، کتاب الرضاع، باب ماجاء فی حق المرأۃ: ١١٦٣۔

[4] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب ما یکرہ من ضرب النساء: ٥٢٠٤۔

ممکن ہے کسی کو یہ خیال آئے کہ ان روایتوں میں تناقض اور اختلاف پایا جاتا ہے کیونکہ بعض روایتوں میں =

اور ایک روایت میں ہے: ”تم میں سے کوئی اٹھ کر اپنی بیوی کو اس طرح مارتا ہے جیسے غلام کو مارا جاتا ہے، حالانکہ یہ بھی ممکن ہے کہ اسی روز رات میں اسے اپنے پہلو میں سلائے۔“ پھر آپ نے گوز [1] (پاد) پر ہنسنے سے منع کرتے ہوئے نصیحت فرمائی اور کہا: ”اس قسم کی حرکت سرزد ہونے پر کسی کو ہنسنا نہیں چاہیے۔“ [2]

= مارنے کی اجازت دی گئی ہے۔ جب کہ بعض روایتوں میں اس کی کراہت وارد ہے۔ حالانکہ حق اور درست یہ ہے کہ روایتوں میں کوئی تناقض نہیں ہے بلکہ تناقض اور اختلاف کا اسلام میں کوئی گزر نہیں ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا ﴾ (٤/ النساء: ٨٢)

”اور اگر یہ (قرآن) اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو لوگ اس میں بہت سا اختلاف پاتے۔“

اسلام جیسا بیدار مذہب جب خاوند کو اپنی بیوی کے مارنے کی اجازت دیتا ہے تو اول تو یہ اجازت نادر و نایاب حالات کے ساتھ مخصوص ہوتی ہے۔ ساتھ میں یہ شرط عائد ہوتی ہے کہ ایسی مار نہ ہو جس کا نشان نظر آئے۔ بلکہ ہلکی اور محض علامتی مار مارنا چاہیے۔ اس تدبیر کو بھی اس وقت بروئے کار لانا چاہیے جب کہ وعظ و نصیحت اور بستر پر چھوڑ دینا بھی غیر موثر ثابت ہو اور جس طرح عربی کہاوت ہے کہ (آخری علاج داغ دینا ہے۔) اسی طرح سزا کا پہلا نہیں آخری حربہ مارنا ہے۔ خواہ بیوی ہو یا بچہ۔

دوسری روایت میں ان لوگوں کو تنبیہ کی گئی ہے جو ابتدا میں اور معمولی سبب سے عورتوں کو مارنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور پھر اس کی خوشامد درآمد کرتے اور اس کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنے کے لیے مجبور ہوتے ہیں۔

[1] شاید بعض افراد کو یہ موضوع کچھ حیرت انگیز لگے، لیکن ان کی حیرت اس وقت کافور ہوگی جب انہیں پتہ چلے گا کہ عرب اس عادت سے بہت زیادہ چڑتے تھے اور جو شخص اس قسم کی حرکت کرتا اسے سخت ناپسند کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول ﷺ نے اس سے منع فرمایا تاکہ صورتحال کی مکمل وضاحت ہو سکے۔

کسی دیہاتی عرب کی حکایت ہے کہ اپنے قبیلہ کے کچھ لوگوں کے سامنے اس سے یہی حرکت سرزد ہوئی۔ لوگوں نے اس کا خوب خوب مذاق اڑایا اور اسے اس قدر ذلیل کیا کہ اس کا افسانہ بن گیا اور لوگوں میں مشہور ہو گیا۔ یہ بدوی آخر تنگ آ گیا اور اپنی بستی سے بھاگ کر کہیں اور چلا گیا۔ کئی سال لا پتہ رہا پھر جیسا کہ بتایا گیا ایک مدت کے بعد بدوی کو خیال آیا کہ اب لوگ بھول چکے ہوں گے اس لیے وہ دوبارہ اپنے دیہات لوٹا اور بستی میں آنے سے پہلے بھیس بدل لیا۔ اتفاق سے رات ایک جماعت کے ساتھ قصہ گوئی میں وہ شریک رہا۔ ایک شخص کہنے لگا فلاں واقعہ اس روز پیش آیا جب فلاں نے فلاں حرکت کی تھی۔ یہ سننا تھا کہ بدوی بے چارہ گھبرا گیا اور اگلے روز اس نے اپنی بستی کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خیر باد کہہ دیا۔

[2] صحيح بخاري، كتاب التفسير، سورة والشمس وضحاها: ٤٩٤٢؛ صحيح مسلم، كتاب الجنة وصفة......: باب النار يدخلها الجبارون......: ٢٨٥٥۔

شوہر کی نافرمانی [1]

آیاتِ قرآنی

﴿ وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ

[1] گزشتہ سطروں میں ہم نے بیوی کی نافرمانی کے موضوع پر گفتگو کی اور بعض اسلامی حل پیش کیے۔ جیسے یہ کہ اسے سمجھائے بجھائے، اسے تنہا چھوڑ دے یا برائے نام علامتی مار مارے، جیسے پلنگ پر تکیہ یا گدا چلا کر مار دے تا کہ ہنسی ہنسی میں کھیل بھی ہو جائے اور انجام کار صلح صفائی کا یہ باعث بھی بن جائے۔ بہرکیف اب ہم مرد کی سرکشی اور نافرمانی کی بابت کچھ عرض کریں گے اور یہ بتانے کی کوشش کریں گے کہ اس حالت میں بیوی کو کیا کرنا چاہیے یا یہ کہ اس کا اسلامی حل کیا ہے؟ اگر نافرمانی کی پہل شوہر کی طرف سے ہو تو عورت کو چاہیے کہ اپنی جملہ تدابیر اور ہوشیاری کو یکجا کرے اور نرمی اور فراست کے ساتھ شوہر کی نافرمانی کی ٹوہ میں لگ جائے۔ ہر موثر سبب کا تدارک مناسب تدبیر سے کرتی جائے اور اس راہ میں نفسیاتی یا دلی اذیت، مالی گراں باری یا کسی قسم کی تکلیف کو بھی خندہ پیشانی اور خوش دلی سے قبول کر لے۔ اس لیے کہ اس وقت اس کی تگ و دو ایک بلند مقصد اور اونچے کام کے لیے ہو رہی ہے جس کا اندازہ اس طرح لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ کی عبادت کے بعد اسی کا مقام ہے۔

سردست ہمارے لیے اس قسم کے بحران کے ایک ایک جزئیہ سے بحث کرنا دشوار ہے۔ یونہی نفرت کے جملہ اسباب کا پتہ لگانا بھی چنداں مشکل ہے۔ پھر اس سے مسائل حل بھی نہیں ہوتے، کیونکہ مسئلہ حل ہونے کے لیے سب سے کارآمد چیز عورت کا اندرونی کمال، مسائل حل کرنے کے لیے اس کا صبر اور توقف، باریک احساس اور ان حقائق کو جاننا ہے جن کا ادراک ظاہری نگاہیں نہیں کر سکتیں اور اگر ان امور میں عورت فراست اور غور و فکر سے کام لے تو اس میں شک نہیں کہ اس سے غلطیاں کم سرزد ہوں گی اور توفیق اور کامیابی کے حصول میں اسے کوئی دشواری لاحق نہیں ہو گی۔

اگر کوئی یہ کہے کہ جب عورت کی نافرمانی کے لیے اسلام نے ایک نظام اور مستقل طریق کار کی تلقین کی ہے تو آیا شوہر نامدار کی نافرمانی اور سرکشی کی صورت میں اس کا بھی کوئی علاج ہو سکتا ہے یا نہیں؟ ذیل میں اسی سوال کا جواب دیتے ہوئے ہم عرض کریں گے کہ زوجۂ مطہرہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ محسوس کیا کہ حضور ﷺ ان سے قدرے غیر ملتفت ہیں، نیز یہ کہ آپ انہیں طلاق دینا چاہتے ہیں تب بھی ان عفیفہ نے یہ نہیں پوچھا کہ حضور یہ بے التفاتی کیسی؟ اس لیے کہ اپنے نسوانی احساس کے ذریعے سے آپ نے یہ بھانپ لیا کہ سودہ کی دینداری، اخلاق اور برتاؤ میں کوئی بات ناگوار نہیں۔ اس کے باوجود حضور ﷺ کی طبیعت میں ان کی طرف سے سرد مہری اس لیے ہے کہ آپ کی عمر کافی دراز ہو چکی ہے، وہ بوڑھی ہو چکی ہیں۔ اس حالت میں حضور ﷺ یہ ضرور چاہتے ہیں کہ انہیں چھوڑ دیں۔ تا کہ جو سلوک آپ دیگر بیویوں کے ساتھ روا رکھتے ہیں اس کی بہ نسبت حضرت سودہ کے ساتھ کسی زیادتی کے مرتکب ہو کر آپ اللہ کے سامنے جواب دہ نہ ہوں۔ اس خیال کے دل میں آنے کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے ملاقات کرنے میں دیر نہیں کی۔ آپ نے از خود یہ پیشکش فرمائی کہ وہ معمر ہو چکی ہیں۔ ایک عورت کو مرد سے جس کی ضرورت ہوتی ہے انہیں اس کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ وہ اپنی باری آپ کی چہیتی =

يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ۭ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ۭ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ۭ وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴾ (٤/ النساء:١٢٨)

"اور اگر کسی عورت کو اپنے خاوند کی طرف سے زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ ہو تو میاں بیوی پر کچھ گناہ نہیں کہ آپس میں (کسی قرارداد پر) صلح کر لیں اور صلح بہر حال بہتر ہے اور مال کی حرص تو سب ہی میں ہوتی ہے اور اگر تم ایک دوسرے کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور پرہیز گاری اختیار کرو تو اللہ تمہارے اعمال کی پوری خبر رکھنے والا ہے۔"

= بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دینے کے لیے تیار ہیں اور ان کی خواہش اب صرف یہ ہے کہ ان کا حشر قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے زمرے میں ہو۔ جب یہ گزارش دربار نبوی میں پیش ہوئی تو اسے قبولیت کا شرف ملا اور اس پاکباز خاتون نے اپنے خاوند سے جس طرح صلح کر لی۔ (صحیح بخاری: ۲۵۹۳؛ صحیح مسلم: ۴۷، ۱۴۶۳)

خود اللہ رب العزت نے اس پر ان کی تعریف کی اور یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ۭ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ۭ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ۭ وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴾ (٤/ النساء: ١٢٨)

"اور اگر کسی عورت کو اپنے خاوند کی طرف سے زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ ہو تو میاں بیوی پر کچھ گناہ نہیں کہ آپس میں کسی قرارداد پر صلح کر لیں اور صلح خوب (چیز) ہے اور طبیعتیں تو بخل کی طرف مائل ہوتی ہیں اور اگر تم نیکو کاری اور پرہیز گاری کرو گے تو اللہ تمہارے سب کاموں سے واقف ہے۔" (صحیح سنن الترمذی: ۳۰۴۰)

"گھر اور سماج میں عورت کا مقام" اس کتاب کے مصنف نے قدرے تصرف کے ساتھ اس روایت کو ابوداود، ترمذی اور بیہقی سے نقل کیا ہے۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

شوہر کے نافرمان ہونے کی بعض صورتوں میں یہ بھی ممکن ہے کہ بیوی اداشدہ مہر کا کچھ حصہ شوہر کو واپس کر دے یا نہ دیا ہو اس کا اتنا حصہ ساقط کرا دے یا اپنے کل اخراجات کو اس کے ذمہ سے نکال لے یا پوشاک کے خرچ سے اسے سبک دوش کر دے یا اس قسم کے کسی حق سے شوہر کو ہلکا کر دے۔ آیت اس بات پر ختم ہوتی ہے کہ شوہر سے علیحدگی اور جدائی اختیار کرنے کے بجائے سابقہ کسی حل کو قبول کر لینا چاہیے اور بخل اور کنجوسی سے بچنا چاہیے تاکہ شوہر ہاتھ سے نہ چلا جائے۔

ثالث بنانا [1]

آیت قرآنی

﴿وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا ۚ إِن يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا﴾

(٤/ النساء:٣٥)

''اور اگر تمہیں میاں بیوی کی باہمی مخالفت کا اندیشہ ہو تو ایک منصف مرد کے خاندان سے اور ایک مصنف عورت کے خاندان سے مقرر کرو۔ اگر وہ صلح کرا دینی چاہیں گے تو اللہ ان میں باہم موافقت پیدا کر دے گا بلا شبہ اللہ (سب کچھ) جاننے والا (اور) خبر رکھنے والا ہے۔''

---

[1] گزشتہ صفحات پر ہم نے بیوی کی نافرمانی کی آیت ذکر کی اس کے بعد شوہر کی نافرمانی کا حل ذکر کیا اور اوپر ثالث بنانے کی آیت پیش کی مذکورہ بالا تدبیر اس وقت اختیار کی جائے گی جب کہ مفاہمت کی حفاظتی تدابیر اور زجر و توبیخ کا وہ طریقہ کارگر نہ ہو جسے اسلام نے پیش کیا ہے۔

بیدار دین

میاں بیوی میں اختلاف واقع ہو جانے کے بعد ان کے باہم انتخاب پر صالح اور نیک ثالث کا چناؤ عمل میں آئے گا۔ پھر فریقین کے ثالث یک جا ہوں گے اور اختلاف کی جڑوں کو تلاش کرنے کی کوشش کریں گے اور جہاں تک ان سے بن سکے گا صلح صفائی اور میل ملاپ کی کوشش کریں گے۔ اگر مفاہمت کی دولت ہاتھ آ گئی تو یہ سب سے بہتر اور تحسین کے لائق ہوگا اور اگر کوئی صورت اس قسم کی نہ نکلے تب دونوں کو علیحدہ کر دیا جائے گا۔ پھر اگر قصور شوہر کا ہے تو اسے حکم دیا جائے گا کہ وہ پوری مہر عورت کے حوالہ کرے بشرطیکہ نفقہ کی طرح اس کی ادائیگی نہ ہوئی ہو اور اگر بیوی کا قصور ہے اور علیحدگی کا مطالبہ اس نے خود کیا ہے تو اسے پورا مہر شوہر کے حوالہ کرنا ہوگا۔ اس لیے کہ ایک صحیح حدیث پہلے گزری جس کا خلاصہ یہ ہے:

ایک عورت نے علیحدگی طلب کی۔ حضور ﷺ نے اسے حکم دیا کہ وہ اس باغ کو لوٹا دے جسے شوہر نے مہر کے طور پر اسے دیا تھا اور بیوی نے اس پر قبضہ کر لیا تھا۔

اس میں شک نہیں کہ مفاہمت کی یہ آخری صورت (ثالث بنانا) اسی وقت عمل میں لائی جائے گی جب کہ وعظ و نصیحت، علیحدہ ہونا، چھوڑے رکھنا، جسمانی سزا اور بیوی کی ہر ہر کوشش رائیگاں جائے گی۔ نیز اس آخری صورت پر قاضی کے زیر نگرانی عمل ہوگا۔

حکم الٰہی کی طرف بلائے جانے کی صورت میں میاں بیوی کو کیا کرنا چاہیے؟

آیت قرآنی

﴿سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا﴾ (۲٤/ النور:٥١) ''ہم نے سنا اور مانا۔'' ❶

سَمْعًا وَطَاعَةً (ہمارا کام) سننا اور اطاعت کرنا (ہے۔) ❷

---

❶ کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ (۲٤/ النور:٥١)

''بلاشبہ ایمان والوں کی بات تو یہ ہے کہ جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جاتے ہیں تا کہ رسول ان میں فیصلہ کر دیں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے (حکم) سنا اور مانا اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔''

❷ یہ بھی واجب اور ضروری ہے کہ میاں بیوی اس جملہ کو زبان سے ادا کریں، خواہ زبان سے اس کی ادائیگی گراں اور دشوار معلوم ہو۔ اسی طرح اگر بیوی شوہر سے کہے: اتق اللہ ''اللہ سے ڈرو!'' یا اللہ کا خوف کرو یا دل میں اللہ کا دھیان جماؤ! تب بھی مذکورہ بالا ان جملوں کو زبان پر لانا چاہیے۔ چنانچہ ابوحبان کی ''نہر'' نامی کتاب میں درج ہے کہ ایک یہودی خلیفہ ہارون رشید کے سامنے آ کر کھڑا ہوا اور کہنے لگا امیر المومنین اللہ سے ڈرو! ہارون رشید اپنی سواری سے اترے اور زمین پر اتر کر سجدہ میں گر پڑے۔ اس کے بعد انہوں نے یہودی کی حاجت پوری کی۔ کسی نے عرض کیا آپ نے ایسا کیوں کیا؟ تو خلیفہ نے کہا مجھے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد یاد آیا:

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللَّهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ ۚ فَحَسْبُهُ جَهَنَّمُ﴾ (۲۱/ البقرۃ:۲۰٦)

''اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈرو تو غرور اس کو گناہ پر اکساتا ہے۔ پس اس کے لیے جہنم کافی ہے۔''

اسی مناسبت سے میاں بیوی کی توجہ اس طرف مبذول کرنا بھی مناسب سمجھوں گا کہ اپنے اختلاف اور جھگڑوں کو نمٹانے کے لیے حکم الٰہی کو قبول کرنا ہی وہ تیر بہدف علاج اور منفرد تدبیر ہے جس کے سہارے ازدواجی زندگی استوار اور برقرار رہ سکتی ہے، نیز اس کے اندر خود ان کا اور ان کی اولاد غرض سب کا مفاد مضمر ہے۔ مزید برآں کسی خلفشار اور انتشار کے بغیر یہ حل جملہ مشکلات کا مداوا بنتا ہے۔ اسی کی بدولت مجرم اپنے گناہ یا قصور کا اعتراف کرتا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کے فرمان کے مطابق اپنی اصلاح کے لیے دوڑ پڑتا ہے۔ اور نفسانی خواہشات، دلی جذبات اور انسانی یا ذاتی مصلحتوں کو ایک طرف ڈال کر ان کی کوئی پروا نہیں کرتا۔ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ (٤/ النساء:٥٩)

''پھر اگر کسی معاملہ میں باہم اختلاف ہو جائے تو اگر تم اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو اس معاملہ =

== میں اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی طرف رجوع کرو اسی میں تمہارے لیے بھلائی ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہے۔"

سرکشی اور تمرد کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میاں بیوی کے ضمیر کو جھنجھوڑا جائے اور اس کی تاکید کی جائے کہ وہ اپنی اولاد اور بال بچوں کے بارے میں اللہ سے ڈریں۔ اپنی انانیت اور ضد کو چھوڑ کر مصالحت کے لیے آمادہ ہوں اور اپنی بعض اغراض اور ضرورتوں کو اپنی اولاد پر قربان کریں۔ اس لیے کہ آخرانہوں نے کیا گناہ کیا ہے کہ مرد یا عورت اپنی سرکشی اور نافرمانی کی سزا انہیں دیں ان معصوم جانوں کو اخلاقی اور دماغی صدموں سے دو چار کریں اور انہیں مہیب مستقبل کے حوالہ کر دیں، کیونکہ اس سرکشی کا انجام جھگڑا لڑائی اور علیحدگی پر جا کر ختم ہوتا ہے۔

گزشتہ صفحات میں ہم نے یہ بھی عرض کیا ہے کہ کسی خاندان کو اجاڑ کر اور اس کی بنیادوں کو جڑ سے اکھاڑ کر شیطان جتنا خوش ہوتا ہے اتنا کسی اور ایسے جرم پر خوش نہیں ہوتا جس کا انسان ارتکاب کرتا ہے۔ کیونکہ شیطان کی اس تابع داری اور اطاعت میں بچوں کا مستقبل تباہ ہو جاتا ہے اور امت مسلمہ اور ملت اسلامیہ ہلاکت کی راہ پر چل پڑتی ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جن پر اللہ رب العزت رحم فرمائے۔

قصہ کوتاہ ہر مسلم میاں بیوی کا شعار یہ ہونا چاہیے جو حضور ﷺ نے فرمایا: "ایک مومن خاوند اپنی صاحب ایمان اہلیہ سے بغض ونفرت نہ رکھے کیونکہ اگر اس کی ایک عادت اسے ناگوار معلوم ہوتی ہے تو کسی دوسری عادت سے اسے ضرور خوشی بھی ہوتی ہے۔" (صحیح مسلم: ۱۴۶۹)

مصطفیٰ صادق رافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے:

اسلام ہر مرد و عورت کے سامنے ان کی آنے والی نسل کی صورت میں امت کا تصور ان کے آگے پیش کرتا ہے اور اس مفہوم کو قطعی ایجابی شکل دیتا ہے۔ تاکہ مردانہ اور زنانہ جذبات سے بالاتر بھی مردوں عورتوں کے اندر ایسے جذبات موجزن ہوں جن کے سبب وہ ایک دوسرے سے وابستہ اور جڑے ہوئے ہوں۔ ان کا حیوانی ہیولہ (لوتھڑہ) جس کی سرشت اتفاق و اختلاف دونوں ہوں۔ اسلام اس ہیولہ کے اندر انسانیت کے جوہر اجاگر کرتا ہے تاکہ اس کے اندر اتفاق اور وحدت کا جذبہ موجزن ہو اور نفاق وشقاق سے گریزاں ہو اور جب تک میاں بیوی میں دین داری ہوگی اس کے ہوتے ہوئے اگر ان کے اندر اختلاف اور دوری رونما بھی ہوئی، ان کا دل ایک دوسرے سے میلا بھی ہوا تو اس میں شک نہیں کہ اس قسم کی ہر الجھن اور گرہ کا حل اور اس کے ازالہ کی صورتیں ان کے سامنے موجود ہیں۔

جو شخص دین میں غلو کرتا ہے دین اس پر چھا جاتا ہے۔ کیونکہ دین در حقیقت یسر، سہولت اور رأفت و رحمت کا نام ہے۔ دین نرم دلی، خوف الٰہی، عہد و پیمان اور اس کی وفاداری کرم گستری بھائی چارگی اور انسانیت کا نام ہے۔ نشیب اور پستی کے مقابلہ میں دین ذاتی فراخدلی اور شخصی سربلندی کا نام ہے۔ ایک مسلمان مرد کا اپنی مسلمان بیوی پر جو حق ہے وہ من جانب اللہ ہے۔ اس کا تمام تر تعلق اللہ سے، پوری امت سے پھر خود اس کی ذات سے اور بیوی کی شرافت اور اس کی شائستگی سے ہے...... الخ (مختصر از وحی القلم ۱/۱۶۶)

علمائے صالحین میں سے کسی ایک کے بارے میں یہ واقعہ منقول ہے کہ وہ نابینا تھے اور ان کا اپنی بیوی سے کچھ جھگڑا چل رہا تھا۔ اس کو رفع کرنے کے لیے انہوں نے اپنے کسی عزیز کو بلایا اور مفاہمت کرانی چاہی۔ عزیز مذکور نے ان کی بیوی کو خطاب کر کے کہنا شروع کیا۔ بی اماں! تمہارا شوہر جتنا پرہیزگار، بے لوث اور مخلص ہے اس کی بدولت اسے اتنے سے آسودگی نصیب ہو جاتی ہے جتنے سے ہد ہد آسودہ ہوتا ہے اور جتنی چیز سے چڑیا سیراب ہوتی ہے وہ ==

=بھی اتنے سے سیراب ہو جاتا ہے۔ آج اگرچہ اس کی عمر ڈھل رہی ہے اس کے باوجود وہ علم کا پہاڑ ہے۔ تم اس کی آنکھوں کے چندھیانے اور پنڈلی کے پتلے پن کا خیال مت کرو۔ اب بھی وہ امام وقت ہے اور اس کا ایک مقام ہے۔ نابینا عالم زور سے چیخا اور کہنے لگا اللہ تمہیں رسوا کرے۔ اٹھو یہاں سے! تم اس کے سامنے صرف میرے عیوب گنانا چاہتے ہو۔ ان کے عزیز نے کہا: لیکن میں تو نہیں اٹھوں گا۔ اس کے بعد ان کی اہلیہ اٹھی اور اپنے عالم شوہر کے ہاتھ چوم لیے، دیکھنا چاہیے کہ یہ عورت کتنے بلند اخلاق کی مالک تھی۔

میاں بیوی کی نافرمانی اور ان کے درمیان ثالث بنائے جانے کی اس بحث کے اختتام پر میں مناسب سمجھتا ہوں کہ کچھ ایسی احادیث پیش کی جائیں جن کے اندر معاملات میں توقف، سنجیدگی اور غور وفکر کی تلقین کی گئی ہے اور حسن سلوک سے پیش آنے کی دعوت دی گئی ہے جو شخص ان روایتوں پر غور کرے گا اور ان پر کماحقہ عمل کرے گا ازدواجی زندگی کی دشوار ترین مشکلات حل کرنا اس کے لیے کوئی مشکل نہ ہوگا۔ پوری سہولت، دل کی تسلی اور اطمینان سے اس کے مسائل حل ہوں گے اور لڑائی جھگڑے کی فضا بدل کر صلح وآشتی اور محبت اور سلامتی کی فضا پیدا ہوگی۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

- ”تمہارے اندر دو عادتیں ہیں جو اللہ کو محبوب ہیں بردباری اور سنجیدگی۔“ (صحیح مسلم: ۱۷)
- ”اللہ تعالیٰ نرم مزاج ہے نرمی کو پسند کرتا ہے اور نرمی پر جتنا عطا کرتا ہے سختی پر نہیں دیتا نہ اس کے علاوہ کسی چیز پر اتنا دیتا ہے۔“ (صحیح مسلم: ۲۵۹۳)
- ایک اور روایت میں آپ سے منقول ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ نے فرمایا: ”تمہیں نرمی کرنی چاہیے، نرمی کرنی چاہیے اور سختی اور بے حیائی سے پرہیز کرنا چاہیے، کیونکہ نرمی جس چیز میں آتی ہے اسے آراستہ کر دیتی ہے اور جس سے نکل جاتی ہے اسے عیب دار بنا دیتی ہے۔“ (صحیح مسلم: ۲۵۹۴)

حرفِ آخر

اس کتاب کا حجم بہت بڑھ گیا ہے۔ اس اشاعت میں ہم نے پہلے کی نسبت کئی ایک صفحات کا اضافہ کر دیا ہے۔ جس کی وجہ سے یہ ان لوگوں کے لیے جو پُر مسرت اور کامیاب ازدواجی زندگی بسر کرنے کے خواہاں ہیں، ایک ایسا مقالہ بن گیا ہے، جس کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ یہ موضوع بے حد اہمیت کا حامل ہے، اسی پر فرد اور معاشرے کی مسرتوں کا دارومدار ہے اور اسی سے مرد اور عورت کا خوشگوار مستقبل وابستہ ہے۔

بے شک جنسی معاملات کی صراحت کی بنا پر کتاب کا قاری بعض مقامات پر ہم سے اختلاف کرے گا اور ہدف ملامت ٹھہرائے گا، لیکن ہمارا بنیادی مقصد مرد اور عورت کو ان کی بہتری کا راستہ دکھانا، ان کو خوشگوار زندگی اختیار کرنے کی دعوت دینا اور پیش آنے والی مشکلات سے ان کو نکالنے کی سعی کرنا ہے۔ ہمارا مقصد چونکہ نیک ہے، اس لیے ہمیں کسی قسم کی ملامت اور تنقید کی پروا نہیں ہے۔

ہم نے اس کتاب میں کوئی نئی بات نہیں کہی ہے، ہم سے پہلے بھی ائمہ اسلام اور قدیم فقہا اس موضوع کی تفصیلات بیان کر چکے ہیں، مثلاً: امام ابن حزم اندلسی نے اپنی تصنیف "طوق الحمامة" میں اور شیخ الاسلام امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے "روضة المحبين" میں اس مسئلے کے ضروری پہلوؤں پر بحث کی ہے۔ میں نے اس کتاب کے متعدد مقامات پر امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کے اور بعض مقامات پر امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال نقل کئے ہیں۔

سنت صحیحہ میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے مواقع پر جنسی معاملات کی تصریح کی گئی ہے اور ہم نے اپنی کتاب میں یہ تصریح درج کی ہے، بالخصوص یہ بحث شامل کتاب کی ہے کہ جنت میں جنسی معاملات کس انداز کے ہوں گے۔

نوجوانی کا عالم نہایت عجیب وغریب اور انتہائی خطرناک ہوتا ہے، شدید جنسی تقاضوں سے بھرپور جوانی بے حد نازک مراحل سے گزر رہی ہوتی ہے، اس صورت حال کو سطحی قسم کی کتابوں کے تاجر اپنے لیے نہایت غنیمت قرار دیتے ہیں اور جوانی کی مجبوریوں سے خوب فائدہ

اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں، وہ نوجوانوں کو اس قسم کا لٹریچر مہیا کرتے ہیں جو تہذیب وثقافت اور شرافت ونجابت سے بالکل تہی داماں ہوتا ہے۔ اور انتشار وہوس رانی کی پوٹ......! نوجوان اس کی طرف دوڑتے، اس کو پڑھتے اور اپنے اخلاق کی دولت کو تباہ کرتے ہیں۔

کچھ عرصہ پیشتر بعض لوگ جنہیں نہ اسلام سے کوئی تعلق ہے اور نہ انسانیت سے کوئی واسطہ، اسی قسم کی کتابیں بازار میں لے آئے تھے، وہ خود بھی اخلاق باختہ لوگ ہیں اور دوسروں کے اخلاق کو بھی تباہ کرنے کا تہیہ کر چکے ہیں۔ یہ افسوس ناک صورت حال دیکھ کر ہم نے فیصلہ کیا کہ نوجوان اور دوسرے لوگوں کو اس قسم کے لٹریچر سے آشنا کرایا جائے جو جنسیات کے سلسلے میں انتہائی معتدل اور ہر اعتبار سے قابل التفات ہو، جس سے ہماری تہذیب کی ترجمانی صحت مندانہ انداز سے ہو سکے اور اسلامی روح قائم رہے، چنانچہ ہم اس کتاب کی وساطت سے اپنے معزز قارئین کو اس موضوع سے متعلق نہایت صاف ستھری اور پاکیزہ معلومات سے روشناس کرا رہے ہیں۔

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ جنسی معاملات کی وجہ سے دنیا کے بہت سے خطوں میں اس قدر تغیر رونما ہوا کہ معاملہ کشت وخون تک پہنچا، اور معاشرے کے حالات بالکل دگرگوں ہو گئے، جس طرح صنعت وحرفت اور زراعت وغیرہ سے دنیا میں انقلاب پیدا ہوتا ہے، اس طرح جنسی مسائل بھی اپنا اثر دکھاتے اور حالات پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اس موضوع پر اظہار خیال کرنے والے مصنفین بھی لوگوں کو متاثر کرتے اور شعرا بھی ذہنوں کو بدلنے کا باعث بنتے ہیں۔

جنسیات سے صرف ذہنوں کو بگاڑنے اور انہیں برائی کی طرف راغب کرنے کا کام ہی نہیں لینا چاہیے، بلکہ کوشش کرنی چاہیے کہ بیوی اور شوہر میں ذہنی اور فکری ہم آہنگی پیدا ہو، دو خاندانوں میں محبت کے جذبات ابھریں، خطرات اور غیریت کا خاتمہ ہو اور لوگ سعادت اور نیکی کی راہوں پر گامزن ہوں۔ دلوں میں طمانیت کے جذبات کروٹ لیں، اذیتیں دور ہوں اور ہر طرف آرام وراحت کا شامیانہ تن جائے۔

ہم دیکھتے ہیں اور تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے صحابہ کرام مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو وہاں کے لوگوں نے جنہیں کتب تاریخ میں انصار کہا جاتا ہے،

مہاجرین کو جہاں بہت سی اشیاء سے نوازا، وہاں ان کے لئے عورتوں کی پیش کش بھی کی، یعنی جن لوگوں کی ایک سے زائد بیویاں تھیں، انہوں نے کہا کہ وہ ایک بیوی اپنے لئے رکھ لیتے ہیں اور دوسری کو طلاق دے دیتے ہیں، تا کہ کوئی مہاجر اس سے نکاح کر لے...... اس کا مطلب یہ ہے کہ انصار کو اپنے مہاجر بھائیوں کے جنسی تقاضوں کی تکمیل کا بھی پورا احساس تھا۔

جنسی تقاضوں کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ منگنی اور شادی بیاہ کے مواقع پر سادگی کا مظاہرہ کیا جائے اور کوئی فریق کسی فریق کو تکلیف میں مبتلا نہ کرے۔ مسلمان حکومتیں اس قسم کا قانون بنائیں کہ

1. شادیوں میں جہیز کی نمائش اور تشہیر نہ کی جائے۔
2. شادی سے پہلے لڑکے اور لڑکی والے آپس میں تحفے کے طور پر ایک دوسرے کو کپڑے اور دیگر چیزیں نہ دیں۔
3. شادی میں شامل ہونے والے مہمان ایک دن سے زیادہ قیام نہ کریں۔
4. ریا اور شہرت کے لیے جہیز اور کھانے پینے میں اسراف سے کام نہ لیا جائے۔
5. شادی کے موقع پر زیادہ تحائف نہ دیئے جائیں۔
6. قرض کا بار نہ اٹھایا جائے اور اخراجات میں اپنی حیثیت کو سامنے رکھا جائے۔

اسلام بھی ہمیں یہی حکم دیتا ہے کہ اسراف اور فضول خرچی سے ہر صورت میں اپنے آپ کو محفوظ رکھا جائے۔ فضول خرچی وہ لوگ کرتے ہیں جو عقل سے عاری اور شعور کی نعمت سے محروم ہو چکے ہیں۔ قرآن نے لوگوں کے مال کو امت کا مال قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ اسے عقل و شعور سے بے بہرہ لوگوں میں نہ بانٹتے پھرو۔ ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِىْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا﴾ (٤/ النساء: ٥)

''اور دیکھو! مال و متاع کو خدا نے تمہارے لیے قیام، یعنی معیشت کا ذریعہ بنایا ہے۔ اسے کم عقل لوگوں کے حوالے نہ کرو، البتہ ایسا کرنا چاہیے کہ ان کے مال میں سے ان کے کھانے اور کپڑے کا انتظام کر دو، اور انہیں ان کی بھلائی کی

بات سمجھا دو۔''

ہم نے اس کتاب میں وہی باتیں بیان کی ہیں جو اسلامی احکام کے عین مطابق اور امت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے بدرجہ غایت فائدہ مند ہیں۔ادھر اُدھر کی باتیں جو امت اور اس کے کسی فرد میں خرابی پیدا کرنے کا باعث بنتی ہوں، ہم نے بالکل بیان نہیں کیں، ہم نے کتاب میں فرائڈ اور اس کے ذہن کے دیگر لوگوں کے نظریات کو جگہ نہیں دی اور نہ کسی مسئلے پر گفتگو کرتے ہوئے سطحی اور بازاری الفاظ استعمال کیے ہیں۔ ہم نے نہایت صاف اور سیدھے اسلوب میں وہی باتیں کی ہیں جو شریعت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ترازو میں پوری اترتی ہیں۔ ہمارے نزدیک بنیادی چیز کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ جو کچھ اللہ اور اس کے رسول نے فرما دیا، اسے ہم حرف آخر سمجھتے ہیں۔اس کے علاوہ ہمارا کسی شے سے کوئی تعلق نہیں۔اس سلسلے میں مشہور شاعر شوقی نے نہایت عمدہ شعر کہا ہے ؎

فلم ار غیر شرع اللہ شرعا ولم ار غیر باب اللہ بابا

یعنی اللہ کی مقرر کی ہوئی شریعت کے علاوہ میں نے کوئی شریعت نہیں دیکھی، نہ اللہ کے دروازے کے سوا کوئی دروازہ دیکھا ہے۔

اللہ کی شریعت ہی ہمارے لیے نجات کا ذریعہ ہے اور اسی میں تمام سعادتیں پنہاں ہیں۔ اللہ ہمیں اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ اس کتاب کے مطالعہ کے ذریعے سے میاں بیوی میں ذہنی اور فکری ہم آہنگی پیدا کرے اور مسلمانوں کو سیدھی راہ پر چلنے کی توفیق سے نوازے۔ آمین یارب العالمین

محمود مہدی استنبولی

تفسیر ابن کثیر
امام المفسرین حافظ عماد الدین
ابو الفداء اسمٰعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ
المتوفی ۷۷۴ھ
ترجمہ
امام العصر مولانا محمد جوناگڑھی رحمہ اللہ
تخریج
کامران طاہر
تحقیق ونظر ثانی
حافظ زبیر علی زئی
تقریظ
ابو الحسن مبشر احمد ربانی
حافظ صلاح الدین یوسف
☆ تمام آیات قرآنیہ، احادیث کریمہ کی مکمل تخریج وتحقیق کا اہتمام
☆ خوبصورت سرورق، معیاری طباعت، بہترین کاغذ، مناسب قیمت
مکتبہ اسلامیہ
لاہور بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار فون: 042-37244973
فیصل آباد بیرون امین پور بازار کوتوالی روڈ فون: 041-2631204

صحیح مسلم

مع مختصر شرح نووی

تالیف

ابو الحسین مسلم بن الحجاج القشیری رحمہ اللہ

ترجمہ

علامہ وحید الزمان رحمہ اللہ تعالیٰ

تخریج

فضیلۃ الشیخ احمد زہوۃ

فضیلۃ الشیخ احمد عنایۃ

(۱) آیات کریمہ کی تخریج (۲) احادیث مبارکہ کی تخریج اور حدیث نمبر کے ذریعے دیگر کتب احادیث کی طرف رہنمائی (۳) اقوال رسول ﷺ کا امتیازی رسم الخط (۴) مختلف معتبر نسخہ جات سے تقابل اور موازنہ (۵) تین مختلف ایڈیشن (۶) اعلیٰ طباعت اور معیاری کاغذ (۷) خوبصورت جلد بندی اور دیدہ زیب سرورق (۸) مناسب قیمت

مکتبہ اسلامیہ

لاہور بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار فون: 042-37244973

فیصل آباد بیرون امین پور بازار کوتوالی روڈ فون: 041-2631204

اسلام اپنے متبعین کو مضبوط خاندانی نظام مہیا کرتا ہے جس کی برکت سے جہاں ایک گھر جنت نظیر بن کر ابھرتا ہے وہاں قابل رشک اسلامی معاشرہ بھی تشکیل پاتا ہے مگر افسوس کہ کچھ عرصہ سے یورپ اس مضبوط اسلامی ڈھانچے کو توڑنے کے درپے ہے اور اس کے مذموم مقاصد کی تکمیل میں بعض نام نہاد مسلمان بھی خوب کردار ادا کر رہے ہیں۔ لادین مخلوط نظامِ تعلیم نے خاندانی نظام کی جڑوں کو ہلا کر رکھ دیا ہے اور ایسے آوارہ اور بے لگام کردار جنم لے رہے ہیں جو اپنے ماں باپ، خاندان اور برادری کے لیے بدنما داغ ہیں۔

ایسے میں تحفۃ العروس بہترین مذہبی، تمدنی اور معاشرتی رہنمائی ہے جس میں میاں بیوی، ماں باپ اور اولاد کے حقوق و واجبات کو انتہائی احسن اور سلیس انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ فاضل مؤلف نے نکاح اور اس کی ترغیب، ازدواجی زندگی اور اس کا دائرہ کار، شادی بیاہ کے مسائل اور رسم و رواج کا رد، شب عروسی کے آداب اور ولیمہ کے مسائل، اہلیہ کے ساتھ حسنِ اخلاق اور اس کے رشتہ داروں سے نیک سلوک، میاں بیوی کے حقوق اور اولاد کی تربیت، اسلامی خاندانی نظام کی اہمیت اور خانگی مشکلات کا حل عالمانہ مگر آسان انداز میں پیش کیا ہے۔ یہ کاوش انتہائی مفید اور بہترین رہنمائی ہے۔ جو لوگ کامیاب ازدواجی زندگی بسر کرنے کے خواہاں ہیں وہ ضرور اس کا مطالعہ کریں اور دوستوں کو بھی ترغیب دیں۔

تحفۃ العروس